میلادِ مصطفیٰ ﷺ کے موضوع پر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے
مرید مولانا عبدالسمیع صاحب کی ایک تاریخی اور نایاب کتاب

انوارِ ساطعہ
دربیان مولود و فاتحہ
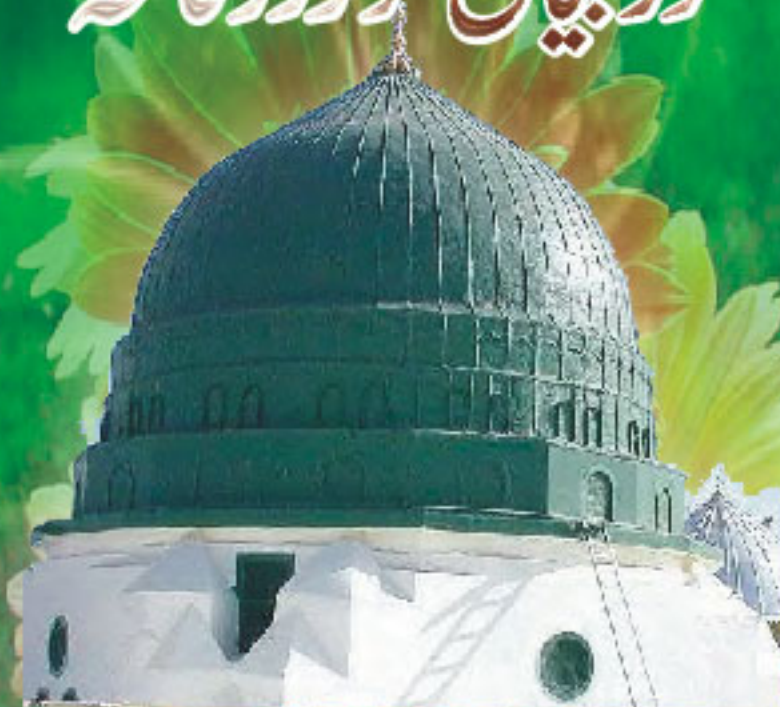
مصنف: مولانا عبدالسمیع صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہزار ہزار شکر تیرا اے منعم حقیقی کہ تو نے ایسا حبیب مقبول عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھیجا جسکا وجود
باجود مومنین کے لیئے موجب نور ایماں اور باعث آرام جاں ہے لقد جاءکم رسول من انفسکم

عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم۔ پھر لاکھوں کروروں درود اس امام رسل
ہادی سبل کی روح پرفتوح پر جسکے فیض تعلیم وہدایت سے ہر شیفتہ دل اپنے مردگان غمناک کی مدد
کو فاتحہ درود سے راحت رساں ہے ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا
غلا للذین امنوا ربنا انک رؤف رحیم۔ **اما بعد** عرض کرتا ہے امیدوار فضل باری احقر العباد
عبد السمیع انصاری کہ اہل اسلام کو اپنی اس حالت نازک پر رونا چاہیئے کہ اسلام ایک گل پژمردہ
کی طرح سموم اختلافات بیجا سے آناً فاناً کملایا جاتا ہے اور عناد و فساد ایک تند باد و شدید ظلمانی
کی طرح ہر طرف سے اٹھا چلا آتا ہے۔ نہ زبانیں سچی نہ سینے صاف۔ سینکڑوں مفسدے بجائے
اختلاف۔ کوئی یہ کہہ رہا ہے کہ جناب باری عز اسمہ جسکی شان عالی یہ ہے ومن اصدق من اللہ
حدیثا۔ اس کو امکان کذب کا دھبہ لگاتا ہے۔ اور حضرت فخر موجودات سرور کائنات جنے
خود اپنی زبان مبارک سے فرمایا ہے کہ ایکم مثلی۔ یعنی کون ہے تم میں میری مانند لست کاحدکم
ایکسا تم میں میری طرح نہیں۔ اور وہ تو وہی ہیں ان کی بیبیوں کی وہ شان عالی ہے کہ خود اللہ تعالی

نے فرمایا ہے یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ۔ پھر اس زمانے میں ایک ادنیٰ سا آدمی ہے کہ
وہ کہہ رہا ہے "رسول اللہ میرے بھائی ہیں"۔ واضح ہو کہ بھائی جسقدر ہوتے ہیں سب اپنے باپ کے
کل ترکہ میں برابر کے شریک ہوتے ہیں۔ اس لفظ سے معاذ اللہ ایہام دعویٰ برابری حضرت فخر الانبیاء
کے ساتھ ہے۔ اب کس کس اختلاف کو بیان کیجئے۔ ایک کہتا ہے کہ وتر ایک رکعت پڑھو تین رکعت
ضرور نہیں اور تراویح بیس پڑھنی بدعت اور آٹھ سنت ہیں۔ اس ملک میں جو قدیم الایام سے تین
رکعت وتر اور بیس رکعت تراویح پر اجماع و اتفاق تھا اس میں پھوٹ ڈلتے ہیں۔ الغرض ایک ایک بات
باتوں میں طرح طرح کی شاخیں نکالتے ہیں۔ وہ محفل میلاد جس کو عالم عامل محدث کامل فقیہ
فاضل حافظ ابو الخیر سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جمیع اطراف و جوانب ارض میں اہل اسلام
پڑھتے ہیں مولد نبی کریم اور پاتے ہیں اس کے سبب برکات عظیم۔ اب اس دور میں کوئی آدمی
اس کو کفر و شرک کہتا ہے کوئی بدعت کہتا ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔ علیٰ ہذا القیاس وہ اموات جو
محزون و دردناک ایک غار تنگ و تاریک میں پڑے ہوئے آس کر رہے ہیں کاش میرا بیٹا یا بیٹی
کچھ مجھکو دیں یا بھائی بہن فاتحہ درود بھیجیں۔ مگر اس وقت میں بعض صاحب ہیں کہ بے دھڑک
فتوے دے رہے ہیں کہ یہ سب امور بدعت اور حرام ہیں۔ عوام جو تعیین تواریخ کی تقیید
میں کچھ کر گذرتے تھے وہ بالکل شتر بے مہار ہو گئے۔ بدعت سن کر مصارف خیر سے سبکدوش اور
دست بردار ہو گئے۔ امداد اموات بند ہو گئی۔ تیرھویں صدی میں لوگوں کا حال کیا غضب تھا۔
اب چودھویں شروع ہوئی دیکھئے کیا قیامت ہو۔ دنیا میں کیا خرابی اور دین میں کیا مصیبت ہو۔
سنہ ۱۳۰۲ھ تیرہ سو دو ہجری میں دہلی کے تین علماء غیر مقلد اور علماء دیوبند و گنگوہ و سہارنپور کی
حسن توجہ سے اور مطبع ہاشمی میرٹھ کی سعی سے ایک فتویٰ چار ورق پر چھپ کر اکثر اطراف میں تقسیم
کیا گیا۔ اُس کی لوح سرنوشت یہ تھی (فتویٰ مولود و عرس وغیرہ) اس فتوے کا ذکر جہاں اس
کتاب میں آوے گا۔ فتویٰ اول انکاری لکھا جاوے گا۔ خلاصہ مضمون اس کا یہ ہے کہ محفل
مولد شریف علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام بدعت ضلالت اور اسی طرح اموات کی فاتحہ
درود جو ہندوستان میں رائج ہے یہ سب حرام اور رسم بد اور معصیت ہے کچھ دن گذرے
تھے کہ فتویٰ دوسرا چوبیس صفحہ کا اسی مطبع ہاشمی میں چھپکر مشتہر ہوا اس کا نام لوح پر یہ لکھا (فتویٰ

میلاد شریف یعنی مولود معہ دیگر فتاوی) اس فتوے کا جس جگہ اس کتاب میں ذکر آویگا فتوی ثانی انکاری لکھا جاویگا۔ اس فتوی میں زیادہ تر مذمت میلاد شریف کی ہے اور وہ چو ورقہ جو پہلے چھپا تھا پھر دوبارہ اسمیں چھپا۔ مجھ سے بعض اخوان طریقت نے بتاکید تمام یہ فرمایش کی کہ اس فتوے کے سبب کچے دل کے آدمی تشکیکات میں پڑے جاتے ہیں اور معاندین اس فتوی کو جابجا دکھلاتے ہیں اور اس فتوی کو پڑھ پڑھ کر اپنے مسلمان بھائیوں کو بیدروی سے چڑاتے ہیں اور فتنہ کی آگ جو اس قسم کی تحریکات نفسانی سے بھڑکتی ہے بھڑکاتے ہیں اب تم کو چاہیئے کہ تم خبر لو اور ایک قول حق افراط و تفریط سے خالی اس باب میں لکھدو ورنہ عوام جگر خام گرداب ضلالت میں ڈوب جائینگے اور پھر کبھی ساحل ہدایت کی طرف خروج نہ پائینگے تب حضرت ملہم الصدق والصواب نے جسکے قبضۂ قدرت میں بنی آدم کا دل ہے میرے دل میں یہی ڈالدیا کہ بالضرور اس مقدمہ میں ایک حکم فیصل لکھنا چاہیئے اور عوام کو تشکیکات و رد و جدال سے بچا رکھنا چاہیئے تب میں نے یہ رسالہ لکھا اور نام اس کا **انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ** رکھا۔ اس میں چار انوار ہیں **نور اول** میں پانچ لمعے ہیں **لمعہ اولی** میں نقل ہیں کچھ عبارتیں مفتیان فتاوی انکاری کی **لمعہ ثانیہ** میں وجہ نظر ثانی انوار ساطعہ کا بیان ہے۔ **لمعہ ثالثہ** میں حال ہے کتاب براہین قاطعہ کا **لمعہ رابعہ** میں ذکر ہے علمائے مشائخ سلم الثبوت مفتیان فتوے انکاری کا **لمعہ خامسہ** تحقیق بدعت حسنہ و بیان اقوال و شرح حدیث خیر القرون و بیان اموریکہ بہاں باہم انکار واقع شدہ مثل اذان جمعہ و اعراب قرآن وغیرہ و ثبوت بدعت حسنہ بدلیل عقلی و نقلی و شرح حدیث من احدث فی امرنا و دیگر احادیث بدعت و شرح اثر عبد اللہ ابن مسعود و دیگر صحابہ در احداث و بیان اموریکہ در زمان نبوت نبودند مثل منبر عیدگاہ و اذان اولی جمعہ و رجع التهقرے طواف رخصت و عجب ست کسیکہ عامل باعمال مشائخ و تقلید باشد چطور منع کند فاتحہ و مولد شریف را و تحقیق من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ و اقوال فقہا و محدثین در اثبات بدعت حسنہ **نور دوم** میں چھ لمعے ہیں **لمعہ اولی** میں جواز فاتحہ و جواب دلائل مانعین **لمعہ ثانیہ** میں جمعرات کی فاتحہ **لمعہ ثالثہ** عیدین و شب برات و عشرہ محرم کی فاتحہ **لمعہ رابعہ** جواز طریق فاتحہ سوم **لمعہ خامسہ** ذکر چہلم و بستم و دہم کا اور بھیجنا گھروں کا مساجد میں بہ نیت امداد مصلیان مساجد **لمعہ سادسہ** نصائح درباب اموات **نور سوم** میں نو لمعے ہیں

لمعۂ اولیٰ اثبات محفل میلاد بابرکت بمذہب جمہور امت **لمعۂ ثانیہ** میں یہ بیان کہ فلاں فلاں عزیز کے مشائخ کرام شامل محفل مولد شریف ہوئے اور جناب مرشدی و مولائی حضرت حاجی شاہ امداد اللہ صاحب عم فیوضہ بھی شریک محفل مولد شریف ہوتے ہیں **لمعۂ ثالثہ** یہ اعتراض کہ محفل میلاد شریف کو کنہیا کے جنم اور نصاریٰ کے بڑے دن سے مشابہت ہے پھر اس کا جواب **لمعۂ رابعہ** یہ اعتراض کہ یہ محفل بدعت سیئہ ہے پھر اس کا جواب اور اصول مقررہ مولوی اسمٰعیل صاحب سے ثابت کرنا کہ یہ محفل سنت ہے بدعت ہرگز نہیں کیونکہ اسکی اصل بھی ثابت ہے اور نظیر و مثل بھی **لمعۂ خامسہ** یہ اعتراض کہ محفل خاص بارھویں ربیع الاول کو کیوں کرتے ہیں اور ہر سال دوام کیوں ہے پھر اسکا جواب اور ثبوت تخصیص یوم و عمل دوامی چند دلائل سے **لمعۂ سادسہ** یہ اعتراض کہ قیام شرک ہے اور روح کا وہاں حاضر جاننا شرک ہے۔ پھر ان سب کا جواب اور چلنا پھرنا روحوں کا دلائل قویہ سے ثابت کرنا اور یہ بھی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچتی ہے محفل مولد شریف کی اور قیام کے شبہات کا جواب اور تحقیق کہ تعیین قیام اسواسطے نہیں کہ روح مبارک تشریف لاتی ہے بلکہ قیام چند وجوہ سے شرع میں پایا گیا ہے **لمعۂ سابعہ** یہ اعتراض کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم غائب ہیں الفاظ حاضر مخاطب اُن کے واسطے بولنے کفر ہیں۔ پھر اس کے جواب دلائل قاطعہ سے اور ثبوت اسکا عہد صحابہ سے اب تک **لمعۂ ثامنہ** اعتراضات متفرقہ پھر اس کا جواب **لمعۂ تاسعہ** اسمائے مبارک حضرات عالی درجات فقہاء و محدثین مجوزین عمل برکات تعظیم مولد ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ از صحابہ و اولیاء امت اجمعین **نور جہاں گیر** تقریظات رشیق و تمنیقات انیق جو اس عصر کے علماء و فضلاء ذی تحقیق و تدقیق و نیز بعض عنایت فرمایان شفیق نے رقم فرمائی ہیں **مؤلف رسالہ ہذا** بصد التجا اہل اسلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ میں ایک مرد مریض و نحیف و کم طاقت حوائج علائق سے عدیم الفرصت ہوں ترددات سے دم بھر خالی نہیں۔ جنگ و جدال اور تضییع اوقات سے بچتا ہوں کیونکہ میں کوئی بادیہ مزاج لاابالی نہیں۔ اپنے کاروبار کو اصلاح دین کے لیے چھوڑ کر یہ رسالہ لکھتا ہوں۔ اے اہل اسلام قسمہ نظر انصاف سے اسکو دیکھیو نفسانیت کو ہرگز دخل نہ دیجیو اگر حق سمجھ میں آجاوے قبول کیجیو اور قول سابق سے رجوع کرنے کو کسر شان مت سمجھیو۔ اور اگر مدتوں کی جمی ہوئی دل سے نہ نکلے تو اتنا ضرور کیجیو کہ طرف ثانی کی تشنیع سے زبان سنبھالیو ع مرا بخیر تو امید نیست بد مرساں۔ جو لوگ باقتدائے سلف صالح ان

امور حسنہ کے قائل ہیں اُن کے پاس اپنی تقویت میں بہت دلائل ہیں اور ادلہ شرعیہ سے مدلل اُن کے مسائل ہیں **نور اول** میں پانچ لمعے ہیں **لمعہ اولیٰ** میں نقل ہیں کچھ عبارتیں مفتیان فتاوے انکاری کی۔ **قال** انعقاد محفل میلاد اور قیام وقت ذکر پیدائش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرون ثلثہ سے ثابت نہیں ہوا پس یہ بدعت ہے اور علی ہذا القیاس بروز عیدین وغیر عیدین و پنجشنبہ وغیرہ میں فاتحہ مرسومہ ہاتھ اٹھا کر پایا نہیں گیا البتہ نیابۃً عن المیت بغیر تخصیص ان امور مرقومۂ سوال کے بشد مساکین و فقراء کو دیکر ثواب پہنچانا اور دعائے استغفار کرنے میں اُمید منفعت ہے اور ایسا ہی حال سویم دہم چہلم وغیرہ اور ختم آیت اور چنوں اور شیرینی وغیرہ کا عدم ثبوت حدیث اور کتب دینیہ سے خلاصۃ کہ بدعات مخترعات ناپسند شرعیہ ہیں (مولوی حفیظ اللہ صاحب) (مولوی شریف حسین صاحب) (مولوی الٰہی بخش صاحب) (مولوی محمد یعقوب صاحب مدرس اول مدرسۂ دیوبند) (مولوی محمد محمود صاحب مدرس دوم دیوبند) یہ عبارت فتوی اول انکاری صفحہ ۳ اور فتوی ثانی انکاری صفحہ ۱۰ میں ہے **قال** جوابات سب صحیح ہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار (کتبہ فقیر محمد عبد الخالق دیوبندی عفی عنہ) فتوی اول انکاری صفحہ ۳ فتوی ثانی انکاری صفحہ ۱۰ **قال** ایسی مجلس ناجائز ہے اور اسمیں شریک ہونا گناہ ہے اور خطاب جناب فخر عالم علیہ السلام کو کرنا اگر حاضر ناظر جان کر کرے کفر ہے ایسی محفل میں جانا اور شریک ہونا ناجائز ہے اور فاتحہ بھی خلاف سُنت ہے اور سوم بھی کہ یہ سنت ہنود کی رسوم ہے البتہ ثواب پہنچانا اموات کو بلا قید روا ہے اسکا مضائقہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (رشید احمد عفی عنہ گنگوہی) یہ عبارت فتوی اول انکاری صفحہ ۴ و فتوی ثانی انکاری کے صفحہ ۱۰ میں ہے **قال** التزام مجلس میلاد بلا قیام و روشنی و تقاسیم شیرینی وقیودات لایعنی کی ضلالت سے خالی نہیں ہے و علی ہذا القیاس سوم و فاتحہ بر طعام کہ قرون ثلثہ میں نہیں پائی گئی۔ فتوی اول انکاری صفحہ ۴ فتوی ثانی انکاری صفحہ ۱۰ **قال** مجلس مولود جیسا کہ اس زمانے میں اس ہیئت کذائیہ مشہورہ کے ساتھ مروج ہے یعنی مجتمع ہونا اور خلط ملط ہونا چھوٹوں بڑوں کا بلکہ عورتیں اور امرد لڑکوں کا اور پڑھنا اشعار کا راگنی میں اور پڑھنا روایتوں موضوعہ کا جو بالکل بے اصل ہیں اور بعید ہیں اسے طالب الدنیا لوگوں نے روپیہ کمانے کے واسطے اُن کو گھڑ کر عوام الناس کی تسخیر کے لئے اپنی باتوں کو چکنی چپڑی کرنا چاہا اور ہر کس و ناکس کو اسمیں بلانا خواہ وہ لوگ لباس اور پہراوے بُرے خلاف شرع کے پہنے ہوئے ہوں اور خواہ ڈاڑھی مُنڈائے ہوئے ہوں۔ یہ عبارت صفحہ ۹ فتوی ثانی انکاری میں مرقوم ہے **قال** بایں وجہ کہ روح پاک علیہ السلام

کی جو عالم ارواح سے عالم شہادۃ میں تشریف لائی اُسکی تعظیم کو قیام ہے تو بھی محض حماقت ہے کیونکہ اس وجہ میں قیام کرنا وقت وقوع ولادت شریف کے ہونا چاہیے اب ہر روز کونسی ولادت مکرر ہوتی ہے۔ پس یہ ہر روز اعادہ ولادت تو مثل ہنود کے کہ سانگ کنہیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں یا مثل روافض کے نقل شہادت اہل بیت ہر سال بناتے ہیں معاذ اللہ سانگ آپکی ولادت کا ٹھیرا اور یہ خود حرکت قبیحہ قابل لوم و حرام و فسق ہے بلکہ یہ لوگ اس قوم سے بڑھکر ہوئے وہ تو تاریخ معینہ پر کرتے ہیں ان کے یہاں کوئی قید نہیں جب چاہیں یہ خرافات فرضی بناتے ہیں یہ عبارت فتویٰ ثانی انکاری صفحہ ۱۷ میں مرقوم ہے **قال** نہیں جانتا میں اس مجلس مولود کی کچھ اصل کتاب اور سنت میں اور نہیں نقل کیا گیا کرنا اُسکا کسی سے علمائے امت میں سے جو کہ پیشوائے دین اور چنگل مارنیوالے ہیں ساتھ آثار اگلوں کے بلکہ یہ بدعت ہے ایجاد کیا اسکو بیہودہ لوگوں نے اور خواہش نفسانی ہے کہ ارادہ کیا اسکو مسخروں نے پیٹ کے کتوں بہت کھانیوالوں نے نجانا اللہ منہم و اعاذنا اللہ من شرورہم آمین۔ بچاوے اللہ ہم کو اُن لوگوں سے اور پناہ میں رکھے ہم کو انکی شرارتوں سے۔ آمین فتویٰ ثانی انکاری صفحہ ۱۳ میں یہ عبارت درج ہے۔ اور مولوی محمد حسین صاحب فقیر اگرچہ اس فتاویٰ میں شریک نہیں مگر بہت کچھ مذمت مولد شریف کی کرتے ہیں وہ اپنے تحریر تفسیر میں جو کہ اس فتوی سے بہت پہلے طبع ہوچکا ہے لکھتے ہیں سے ہزاروں فاسق و فاجر ہیں جمع محفل میں ہو عجیب نفس کی لذت ہے محفل میلاد دو جو چشم دل بھی ہے بینا تو دیکھ شیطاں کو ہاں کرتا ہے زیر حکومت ہے محفل میلاد ہو حرام فعل ہو یا ہو حلال انکے لیے ہو تقاضائے حاجت ہے محفل میلاد چڑھی ہے ڈاڑھی تو مونچھیں ترچھی ہیں اکثر کی ہو بھری انھیں سے بکثرت ہے محفل میلاد دو بہت عدد رسول خدا میں شاغل ہیں ہو یہ مشرکوں کی علامت ہے محفل میلاد دو اگرچہ یہ عبارتیں اس قابل نہ تھیں کہ درج کتاب کیجاتیں لیکن بس معذرت کے نہ تھی کیونکہ میں نے ایسے مقالات پریشان سے تنگ ہوکر قلم اٹھایا ہے اصحاب عدل و انصاف مجھکو معذور فرمائیں لمعہ

ثانیہ میں جو نظر ثانی انوار ساطعہ کا بیان ہے واضح ہو کہ جب حضرات مانعین کی درازنفسی پر بھی مولد شریف کرنیوالوں کو نکر مگدے اور پیشکے کتے تھا اور ہندوؤں سے بھی بدتر ٹھیرا اور مولد شریف کو خرافات اور سانگ بنایا چنانچہ یہ کلمات فتاویٰ مطبوعہ بمبئی سے بقید عدد صفحہ لمعہ اولیٰ میں نقل ہوچکے۔ علاوہ اُس کے بعض رسائل منکرین اور بھی دیکھے گئے انمیں بھی الفاظ ناشائستہ مندرج تھے اسوجہ سے اس نحیف نے بھی کتاب انوار ساطعہ میں جو سنہ ۱۳۰۲ تیرہ سو دو میں چھپی تھی کہیں کنایۃً بطور ظرافت اور کہیں صراحۃً بطور ملامت کچھ کلمات لکھے لیکن اُن لوگوں کی برابر بنسبت کمتر سو ذی بھی اس سہارے پر کہ ہم شرعاً انتقام کے مجاز ہیں۔ سورۂ شوریٰ میں ہے وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا یعنی برائی کا بدلہ برائی ہے مثل اسکی نہیں بخلاف ان صاحبوں کے کہ سلیقہ زبان درازی اول اپنی طرف سے بلا سابقہ ظاہر فرما چکے اور ہرگز اپنے پاس کوئی دلیل شرعی اس بیہودہ درستی کی نہیں رکھتے

اور میں نے جو لکھا تھا وہ بہت کم تھا لیکن وہ بھی میرے طرز کے خلاف تھا کیونکہ طعن و تشنیع سے مبرا ہوں ہر ایک سے سلامت
روی رکھتا ہوں یہی وجہ تھی جو میں نے اپنا نام انوار ساطعہ مطبوعہ ۱۳۰۲ھ تیرہ سو دو میں ظاہر نہیں کیا تھا آخر کار
لوگوں میں خود بخود چرچا ہوگیا تمام شہروں میں یہانتک کہ ملک عرب میں بھی میرا ہی نام ظاہر ہوا مکہ معظمہ زادہا
اللہ شرفاً و تعظیماً جناب مرشدی و مستندی و سیدی و ملتجائی ملاذ یومی و غدی نعیم روحی و جسدی مرشد العلماء و الفضلاء
شیخ العرفاء و الکملاء شریعت آگاہ طریقت پناہ معرفت دستگاہ حقیقت آگہ المولی الحافظ الحاج المہاجر فی سبیل اللہ شیخنا
الصمد حاجی شاہ امداد اللہ مدظلہ العالی مدی الایام واللیالی کا یہ ارشاد ۱۳۰۴ھ تیرہ سو چار ہجری میں پہونچا کہ انوار
ساطعہ کے مسائل و دلائل مجھ کو پسند آئے لیکن مرضی کے خلاف یہ بات ہے کہ علماء ہم عصر و ہم قافلہ کی نسبت بعض الفاظ
تشنیع لکھے یہ ارباب تحقیق سے بعید ہے میں نے اسکا عذر پیش کیا کہ ابتدا ادھر سے ہوئی لیکن پذیرا نہوا اور کس طرح ہوتا
آپ تو اسی درجہ کی نصیحت فرمائینگے کہ آپ جس مقام پر ہیں یعنی خودی کو مٹائے ہوئے اپنے نفس پر جابر اور قاہر
لوگوں کی ایذاؤں پر صابر اور شاکر تعمیل الکاظمین الغیظ والعافین عن الناس آپ کا شیوہ اور دستور
زبان پر یہ آیت جاری ولمن صبر و غفر ان ذلک لمن عزم الامور الحاصل میں نے حضرت کا فرمان مان لیا

اور مولوی خلیل الرحمن صاحب جو ان ایام میں وہاں موجود تھے حضرت سے مثنوی شریف پڑھتے تھے میں نے ان کو
ایک خط ان ایام میں لکھا تھا اسمیں یہ مضمون لکھدیا کہ حضرت سے عرض کرو کہ جو الفاظ تیز و تندی کی نسبت
لکھے گئے ہیں ان کو نکالدونگا اور فریق ثانی جو کچھ زباں درازی کر چکے ہیں اور کر رہے ہیں سب پر صبر کر کے انتقام نہ
لونگا پھر اسکے جواب میں حضرت مرشدی کا جو کرامت نامہ تقدس شمامہ صادر ہوا نقل کرتا ہوں وہ یہ ہے
عزیزی و محبی مولوی عبد السمیع صاحب دام محبتکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بعد دعائے ازدیاد
علم و اخلاص مکشوف باد کہ باطلاع مضمون خط شما کہ بہ خلیل الرحمن نوشتہ بودید نہایت محظوظ شدم چونکہ انوار
ساطعہ بخدائے علیم بذات الصدور ما فقا و نیست لازم آنکہ از کتاب انوار ساطعہ خود کلامیکہ در آن تیز قلمی و غیظ نفسانی
شدہ باشد کہ این از طرز تحریر اصحاب تحقیق و ارباب تہذیب بعید است و اسمائے برادران طریقت خود و جماعت
دیگر کہ از فور نفسانی صادر شدہ باشد اخراج نمایند و مضمونیکہ فیما بینکم و بین اللہ تعالیٰ باخلاص و بنائے اظہار امر حق
باشد باقی دارند انشاء اللہ تعالیٰ مقبول خواہد شد و اگر کسے بتردید آن چیزے نویسد شما در پے تحریر جواب الجواب نشوند
چرا کہ قصد شما اظہار حق بود ظاہر شد و بس و فی الحقیقت نفس مطلب کتاب موافق مذہب و مشرب فقیر و بزرگان
فقیر است خوب نوشتید جزاکم اللہ خیر الجزاء اللہ تعالیٰ ما و شما و جمیع مومنان را ہر ذوق و شوق و محبت خود داشتہ

حسن خاتمہ نصیب کنا آمین۔ الراقم الآثم فقیر امداد اللہ عفی عنہ محررہ ۲۲ شوال سنہ ۱۳۱۲ھ از مکہ معظمہ محلہ حارۃ
الباب انتہیٰ۔ دوبارہ ایک خط مولوی خلیل الرحمٰن صاحب کا مکہ معظمہ سے آیا انہیں لکھا تھا کہ حضرت مرشدی ارشاد
فرماتے ہیں کہ جب دوبارہ کتاب انوار ساطعہ مطبوع ہووے پانچ چھ نسخہ ہمارے پاس ضرور روانہ کریں۔ انتہیٰ
الحاصل بعد ورود صحیفہ شریفہ حضرت مرشدی ومستندی کے مجھ کو فرصت نظر ثانی کی نہ ملی بنا بریں علیہ یہ بات ملتوی
رہی جب خطا ہر طرف سے طلب انوار ساطعہ میں آنے لگے مجبور ہوکر یہ ٹھیرا کہ اب دوبارہ مطبوع ہوجانا چاہیئے
سنہ ۱۳۰۷ھ میں نظر ثانی شروع کی حضرت مرشدی ومولائی کا ارشاد زبانی بعض آیندگان مکہ معظمہ چار پانچ
مقام کے لیئے تھا میں نے یہ کیا کہ ہر مقام سے جس لفظ کو موجب ملال سامع سمجھا نکال دیا حتی کہ مانعین کی طعن
آمیز عبارتیں مع جواب کل خارج کردی گئیں کہ نہ انکے الفاظ بعینہ انوار ساطعہ میں نقل کیئے جائینگے نہ ان کے
جواب میں اسی طرح کے الفاظ جواب ترکی بہ ترکی آئینگے بلکہ اسپر اختصار کیا گیا کہ فریق ثانی کی بعض عبارتوں کو بلا ذکر
جواب لمعہ اولیٰ میں بطور نمونہ لکھدیا مجھ کو رضا جوئی حضرت مرشدی ومولائی کی بجان و دل منظور ہے تعمیل
ارشاد مرشد میں قصور کرنا سراسر قصور ہے تعجب کرتا ہوں اُن لوگوں کے حال پر جنہوں نے شہر میرٹھ کے مطبع حدیقۃ
العلوم میں اشتہار چھپا کر شائع کیا کہ فلاں فلاں عالم نے جناب حاجی صاحب یعنی حضرت مرشدی و
مستندی سے بیعت تصوف میں کی ہے نہ شریعت میں الی آخرہ اگرچہ وہ لوگ اس گفتگو کو اپنے ہی گھر کہتے میں
بھی سکوت کرتا لیکن جب یہ بات مطبوع ہوکر مشتہر ہوئی اور کسی صاحب نے اسکی تلافی نہ کی تو مجھ کیا اسکا دفعیہ
کرنا ضرور ہوا **واضح** ہو کہ تصوف کی چار منزلیں ہیں شریعت طریقت معرفت حقیقت۔ جب تصوف
کی بیعت مان لی تو چاروں میں بیعت مان لی پھر ایک منزل سے خارج ہونا عجب افسانہ ہے اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ
اور حضرت کی بیعت شریعت سے کیوں انکار کرتے ہیں حضرت کو اتباع شرع شریف میں بڑا اہتمام ہے اور
مسائل فروع و اصول قواعد اہل سنت میں تحقیق تام ہے پس آپ عارف بھی ہیں اور عالم بھی اور عالم شریعت
ہونے کے لیئے علم فلسفہ وغیرہ کی حاجت نہیں بنا بریں علیہ اگر حضرت کو منطق و معقولات میں مزاولت نہیں تو
کیا حرج ہے منطق ایک آلہ ہے جس سے خطا فی الفکر سے آدمی محفوظ رہتا ہے۔ میر سید شریف رحمۃ اللہ
علیہ نے خود تصریح کی ہے جو لوگ من عند اللہ مؤید ہیں بنفوس قدسیہ وہ علم حقایق میں محتاج فکر و نظر کے
نہیں ہوتے یعنی اُن کو منطق سے کچھ کام نہیں اُن کے ذہن میں حق سبحانہ ایسا حدس پیدا کردیتا ہے کہ بحث
مبادی سے مقاصد کو پہنچ جاتے ہیں بلا فکر و نظر جس شخص کو یہ بات آزمانی منظور ہو وہ بے تجسس وقت حضرت

مثنوی شریف کا درس دیتے ہیں اسوقت دیکھیے اور معلوم کریئے کہ جن مطالب میں بڑے بڑے عقولی متحیر ہیں آپ ایک اشارہ میں حل فرما دیتے ہیں حق یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ کی ذات کو جامع علم شریعت وطریقت بنایا ہے اور یہ نحیف شریعۃً اور طریقۃً ہر طرح حضرت سے اعتقاد رکھتا ہے اسلئے تعمیل ارشاد حضور کی بجاآوری واجب سمجھی اور اس کتاب میں نظر ثانی کر کے جو جو عبارت طعن وتشنیع آمیز تھی نکالدی لیکن جب قلم ترمیم بپاس وجہ خاص سے اُٹھایا تو پھر یہ بھی عمل میں آیا کہ بعض بیان جو کچھ ہماری مطالب اصلیہ کے موقوف علیہما نہ تھے مثل کیفیت تعمیر مسجد دیوبند ومسئلہ سماع وحقہ وغیرہ گھٹائے گئے اور جو قوام مؤید مطالب تھے اور بڑھائے گئے اور بعض مضامین جن کو مانعین ایک عبارت سے نہ سمجھتے تھے دوسری عبارت سے سمجھائے گئے واللہ ولی التوفیق وبیدہ ازمۃ التحقیق **لمعہ ثالثہ** میں حال ہے براہین قاطعہ کا واضح ہو کہ جب ۱۳۰۲ھ میں انوار ساطعہ مطبوع ہوکر مطبوع خلائق ہوا اکثر شائقین حق طلب نے دور دور سے کسی نے قیمۃً کسی نے ہدیۃً منگا کر مطالعہ کیا اقاصی بلاد واماکن بعاد سے بہت شکریہ کا مضمون لکھا آیا کہ الحمد للہ ہم نے اس کتاب کے سبب بہت مغالطات واوہام وتشکیکات سے امان کلی پایا پھر دو برس بعد یعنی ۱۳۰۴ھ میں ایک کتاب براہین قاطعہ بجواب انوار ساطعہ مطبع ہاشمی میرٹھ میں چھپی اس سے پتہ ہے کہ یہ کتاب حسب الامر مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی مطبوع ہوئی دیباچہ بمقام اظہار نام مؤلف میں اُن کے مرید مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی کا نام ہے اور ختم کتاب پر مولوی رشید احمد صاحب موصوف کی تقریظ واسطے تصدیق جواب وتائید وتحسین کتاب کے زیب ارقام ہے مجھکو میرے بعض احباب ونیز بعض علماء دہلی وپنجاب وغیرہ نے خطوط لکھے کہ تم براہین قاطعہ کا جواب کیوں نہیں لکھتے یعنے اس کتاب میں نہ تحقیق حق بلکہ غیظ قلبی کو ظاہر کیا ہے نہ کوئی دلیل معقول نہ موزوں جواب صرف کلمات غیر مہذب اور ناصواب سے کتاب کو بھر دیا مغالطات میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا جو ابھی نہیں لکھا اگر ساری کتاب کا انتخاب ہو تو غالباً مضمون سب وشتم وغیظ وغضب بلیں نصف کتاب ہو اس کتاب کا جواب لکھنا بہت ضرور ہے میں نے کہا نہیں مجھکو اب چند وجوہ سے سکوت منظور ہے **وجہ اول** یہ ہے کہ حضرت مرشدی جناب حاجی صاحب ادام اللہ ارشادہ تحریر جواب الجواب سے خواہ اسی کتاب کا ہو یا کسی اور رسالۂ ناصواب کا عموماً باقتضائے رفع نزاع مانع ہیں چنانچہ رقعہ ہدایت مرقعہ حضرت کا لمعہ ثانیہ میں منقول ہو چکا۔ مزید براں یہ کہ علامہ ذی جاہ مشتہر بالالسنۃ والافواہ استاذنا

از جناب مولانا رحمت اللہ صاحب

الحاج المہاجر مولانا رحمۃ اللہ الہندی الکرانوی ثم المکی خصہ اللہ بالغامہ الجلی والخفی نے بھی ایک نامہ رحمت ختامہ اسی مضمون میں روانہ فرمایا ہے چنانچہ بجنسہ منقول ہوتا ہے رقعہ مولوی صاحب شفیق عالم مولوی عبد السمیع صاحب سلامت۔ سلام مسنون کے بعد مرام یہ ہے کہ آپ سے جو قدیم سے محبت اور بے تکلفی ہے اسلیئے لکھتا ہوں کہ جناب آپ کی اور مولوی رشید احمد صاحب کی مخالفت حد کو پہنچ گئی اور تحریر بھی باب بڑی سختی سے ہوتی ہے اسلیئے حافظ عبد اللہ صاحب جو مدرس دوم مدرسہ فقیر کے ہیں اُن کو دہلی سے چھتاری واسطے لینے زر مقررہ دو برس کے جو سرکار چھتاری سے وصول نہیں ہوا بھیجنا منظور تھا سو انکو تاکید کی گئی کہ جاتے یا آتے آپ سے بھی میرٹھ میں ملیں سو وہ ملاقات کر کے زبانی بھی آپ سے کہینگے کہ یہ مقدمہ جتنا دب سکے دبائیو اور ہرگز نہ بڑھائیو فقط والسلام راقم آثم محمد رحمۃ اللہ انکہ معظمہ انتہی بھلا جبکہ اُستاد اور پیر دونوں کا ایکسا ہی ارشاد ملک واجب الادب یعنی عرب سے آئے تو بندہ کس طرح اب اس باب میں قلم اٹھائے۔ **وجہ ثانی** یہ کہ شروع میں جب مانعین نے مولد شریف کرنے والوں کو احمق اور ضال اور کنھیا کے جنم کرنیوالوں سے بھی بڑھ کر لکھا اور یہ کلمہ دور دور یعنی روم و شام و مصر و یمن و حرمین شریفین و بیت المقدس وغیرہ کے علماء عظام اور مشائخ کرام اگلے پچھلے احیاء و اموات غرضکہ جمیع ذوات بابرکات تک پہنچتا تھا تب اُن سب کی برات اور مذہب حق کی نصرت کے لیئے میں نے رسالہ انوار ساطعہ لکھا تھا اور اسی اخلاص نیت و انتصار حق کی باعث یہ رسالہ طالبان حق میں مقبول اور مشہور ہوا اور شہرہ اسکا دور دور ہوا اب جو یہ کتاب براہین قاطعہ چھپی ہے تمام لعن و طعن وغیرہ سے بھری ہوتی ہے نہ کوئی مضمون سنجیدہ نہ موزوں تقریر جہاں تک نظر کیجئے میری ذات خاص کی توہین و تحقیر بنا ہے علیہ میں اپنی ذات خاص کا انتقام نہیں لیتا اُن کے الفاظ ثقیلہ کا جواب نہیں دیتا حدیث خیر الانام علیہ اکمل الصلوٰۃ والسلام سے ہم معلوم کر چکے ہیں کہ جب تک انسان اپنی برائیوں کو سُن کر چپ رہتا ہے اُسکی طرف سے فرشتہ جواب دیتا ہے اور جب یہ خود جواب دینے لگتا ہے تب وہ فرشتہ جو انتقام کو آتا ہے چپ ہو کر اپنی راہ لیتا ہے اسلیئے مجھکو منظور نہیں کہ میں بذات خود اپنے نفس کا انتقام لوں اب یہی اچھا ہے کہ قلم کو جواب سے تھام لوں **وجہ ثالث یہ ہے** کہ جب براہین قاطعہ چھپکر ادھر اُدھر شائع ہوا اور اُس کے معتقدین نے انوار ساطعہ کو مجاب جتا شروع کیا تب میں نے اپنا رسالہ انوار ساطعہ علماء عصر کی خدمت میں بھیجدیا تاکہ اس کا ملاحظہ من اولہ الی آخرہ حرفاً حرفاً فرمائیں اگر مضمون درست اور حجت چست پائیں تو اپنی تصدیق اور ترقیم تقریظ سے اسکو مزین

فرمائیں چنانچہ بڑے بڑے شہروں کے نامی اکابر فضلا اور دور دور کے مشاہیر علماء نے اس کتاب کو بالاتفاق پسند کیا اور ترقیم تقریظات سے اس تصنیف کو سر بلند کیا اُن تقاریظ سے یہ ہویدا ہے کہ انوار ساطعہ کا دعوی اور دلیل سب درست دیکھا ہے چنانچہ وہ تقاریظ نور چہارم میں انشاء اللہ تعالیٰ ہم مرقوم کرینگے اور ناظرین انکے مضامین بلاغت آئین معلوم کرینگے پس ہم کو جواب دینے براہین قاطعہ کی کیا حاجت ہے ہمارے مضامین پر کثرت سے اجماع ہونا سلف و خلف کا اور نیز اتفاق اسوقت کے علمائے ذی شرف کا کافی حجت ہے وجہ رابعہ یہ ہے کہ مؤلف براہین قاطعہ نے بہت مضامین ایسے لکھدیے جس سے اکثر اہل اسلام متوحش و نفور ہوگئے مثلاً یہ صفحہ ۳ براہین قاطعہ میں ہے کہ جو کوئی یوں کہے کہ خدا تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن ہے اُسپر طعن کرنا جہالت ہے صفحہ ۳ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جملہ بنی آدم کے بھائی ہیں الی آخرہ۔ قید ایمان کی بھی شرط نہ رکھی جو آیہ کریمہ انما المؤمنون اخوۃ سے بعض آدمی ثابت کرتے تھے صفحہ ۱۲ وتر کی ایک رکعت کو قوت ہے صفحہ ۵ جو کوئی آٹھ رکعت تراویح کو سنت جانے نہیں کو وہ قابل اعتراض نہیں صفحہ ۲۶ دیوبند کے عالموں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کلام ہندی بولنا آگیا صفحہ ۱۸ حرمین شریفین کے علماء کو رشوت وغیرہ جو جو ہو فتوی لکھا الی آخرہ۔ پس گویا یہ دعوت ہے ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الکافرون کے مصداق ہیں صفحہ ۹۹ عوام کا مذہب معین نہیں ہوتا الی آخرہ یعنی سب لامذہب ہوتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ دنیا میں زیادہ تر عوام ہیں اور جو خواص ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم کو خود بصیرت حاصل ہے چنانچہ فرقہ غیر مقلدین کی زبان پر جاری ہے پس خواص بباعث علمیت اور عوام بباعث ناواقفیت تقلید سے نکل گئے تو تقلید ائمہ جس پر اجماع مدت سے چلا آتا ہے کدھر گئی ایسا مسئلہ بے وقت پُر شور و شر میں لکھنا خلقت میں آگ لگانی ہے۔ صفحہ ۱۳۰ مسئلہ اختلافی بلا ضرورت بھی جائز ہے الخ یعنی تقلید امام واحد کی واجب نہیں جس کا جی چاہا بلا ضرورت مسئلہ کسی امام کا لے لیا صفحہ ۴ جسکو ایک نماز فوت ہونے کا اندیشہ ہو اسکے ذمہ سے حج ساقط ہو جاتا ہے۔ مکار حیلہ طلب آدمیوں کے لئے اچھی دستاویز لکھدی وہ کہدیا کرینگے کہ ہم سے جہازوں اونٹوں کے سفر میں بیشک نماز ادا نہ ہوگی بنا برآں علیہ ہم کو جانا حج کے لیے ضرور نہیں اسمیں کیا حکمت ہے کہ ایک فرض ادا کرنے کو جائیں دوسرا قضا ہو جائے صفحہ ۱۴ ہندوستان کے آدمی صدقہ اموات کیا کرتے ہیں دوسری جگہ لکھا صفحہ ۱۳ کہ الریا شرک الخ تو صدقہ اُن کا رسمی اور ریائی اور ان کو مشرک ٹھیرایا۔ صفحہ ۱۰۹ اور ہندوستان کے آدمی تعیین تاریخ میں تشبہ ہنود کرتے ہیں اور تشبہ کو دوسرے مقام

ص۱۱۳ پر لکھا کفر ہے۔ گویا سوم وچہلم کرنے والے کافر ٹھیرائے یہ کیسی بے انصافی اور زبان زوری ہے کہ
سب کی نسبت حکم ریا ورسم وتشبہ بالہنود کا دیدیا ص۱۴۸ محفل مولد شریف کرنے والے کنہیا کا جنم کرنیوالوں
سے بھی بڑھکر ہیں وہ تو سال بھر میں ایک بار کرتے ہیں یہ جب چاہتے ہیں خرافات فرضی اور سانگ ولادت
کا کرلیتے ہیں الحاصل بہت مقامات پر ایسی ایسی تقریریں دل آزار رقم کی ہیں جس سے اہل اسلام علماء غیر
علماء سب کبیدہ خاطر ہوگئے کوئی قلم سے کوئی زبان سے ہر شخص حسب استعداد اُن کے مسائل کی تردید
کررہا ہے جب اُس کتاب کی یہ حالت ہے تو مجھکو جواب لکھنے کی کیا حاجت ہے ہاں جو کوئی شبہ صاحب
براہین قاطعہ کا واجب الدفع سمجھا جائیگا اب نظر ثانی کررہا ہوں خاص اپنی انوار ساطعہ میں اُس شبہ کو لکھکر
حل کردیا جائیگا **وجہ خامس یہ ہے** کہ مؤلف براہین قاطعہ کو اگرچہ بظاہر میرے مسائل و دلائل پر
شدت سے انکار ہے لیکن اُسی انکار میں خاصی طرح اقرار ہے چنانچہ ص۲۳ سطر۱۶ میں آپ لکھتے ہیں روایات
مندرجہ انوار ساطعہ کی بابت (آپ کی سب روایات منقولہ مسلم ہیں) دیگر ص۱۴۶ س۱۸ میں لکھا جمع بین
العبادتین کا کوئی منکر نہیں الی آخرہ ہم کہتے ہیں فاتحہ و اطعام طعام میں جمع بین العبادتین ہی تو ہے
دیگر ص۴۶ س۵ ہر روز ثواب پہنچانا اور عیدین کو اور شب برات کو بھی درست ہے الی آخرہ پھر فاتحہ و
طعام ان ایام میں ایصال ثواب ہی کے لیئے تو ہوتا ہے دیگر ص۱۱۹ س۱ میں لکھا کہ جو فقراء کے واسطے ہو
بطور صدقہ تو نفس طعام مباح ہو فقراء کو اگرچہ تعیین یوم کی بدعت ہے الخ ص۲۹ س۱۴ اگرچہ طعام صدقہ ہے
اور ثواب پہنچیگا مگر اس فعل تعیین کی وجہ سے مکروہ ہوگا الی آخرہ ص۲۰ س۱۳ مانعین اس عمل کے بدعت ہونے
کے قائل ہیں نہ کہ ایسی صورت میں منکر وصول ثواب کے۔ دیکھیئے ایصال ثواب تعینات مروجہ ہند
میں بھی ہوجانا تسلیم کیا اور تعیین کو بدعت کہا سو ہم بدعت حسنہ کہتے ہیں اور دلائل انوار ساطعہ میں
مذکور ہیں دیگر ص۱۳۲ س۱۳ طرز اشغال گو متقدمین سے لیکر آج تک بدلتے چلے آتے ہیں اور نسبت کا رنگ
بھی بدلتا رہتا ہے مگر اصل مطلق واحد ہے الی آخرہ۔ یہی جواب ہمارا فاتحہ اموات و محفل میلاد شریف
میں ہے کہ اصل مطلق واحد ہے گو رنگ اور طریق بدل گیا دیگر ص۳۰ س۱۲ مانعین نہ فرحت ولادت کو برا
کہیں اور نہ ذکر ولادت کو منع کریں بلکہ ایسے امر مستحسن ہیں الی آخرہ دیگر ص۳ س۹ سچ ہے کہ فرحت ولادت
فخر عالم میں جسقدر کیا جاوے بوجہ مشروع وہ تھوڑا ہے الی آخرہ دیگر ص۲۹ س۱۰ بدعت حسنہ سُنت ہی
ہوتی ہے اسکو باعتبار ظہور اور شیوع کے کہا جاتا ہے الی آخرہ۔ پس ہم کہتے ہیں فاتحہ طعام اور مولد شریف

دونوں سنت ہیں کیونکہ ان کی اصلیں قرون ثلثہ سے ثابت ہیں گو ظہور اور شیوع ان امور کا بہیئت کذائیہ بعد میں ہوا بس اس ظہور خارجی اور شیوع کے سبب ان کو بدعت حسنہ کہنا چاہیئے نہ بدعت ضلالت و دیگر صفحہ ۹۱ سطر ۵ کھانے اور شیرینی کی بحث تو چند دفعہ ہو چکی کہ اصل اُس کی مباح اور تخصیص اور تاکد مروج سے کراہت پیدا ہوئی۔ یہ ذکر ہے کھانے اور شیرینی محفل مولد شریف کا و دیگر صفحہ ۲۰ سطر ۳ قیام مباح تو تھا مطلقًا اور تعظیم شان ذکر فخر عالم علیہ السلام کے واسطے مستحب بھی تھا مگر جہلاء کے تقیدا و تخصیص اور عوام کے سنت اور وجوب سے بدعت ہوا تھا صفحہ ۲۰ سطر ۱۴ اور مولد کبیر وغیرہ میں جو مستحسن کہا ہے (یعنی قیام مولد شریف کو) تو اصل مطلق کے فرد کی وجہ سے کہا ہے بظن غالب ہماں عروض اس قید اور تاکد کا نہ ہوا تھا بخلاف ہمارے زمانے کے الخ و دیگر صفحہ ۲۲ سطر ۵ تاویل جلبی کی ہے کہ وہ ذکر مطلق کے فرد کی وجہ قیام کرتے تھے اور تقیید مطلق کا درجہ اس قیام میں نہیں تھا اور نہ عوام کا اندیشہ تھا لہذا جائز جانتے تھے اب وہ امر نہیں۔ ہاں مگر وہ ہو گیا دیکھیئے قیام کو بھی مان لیا باقی یہ بات کہ اب مکروہ ہو گیا سو یہ ان حضرات کے اجتہاد سے مکروہ ہوا اسکو ہم تسلیم نہیں کرتے و دیگر ندائے یا رسول اللہ جو بعض اشعار و قصائد میں آتی ہے اسکی بابت براہین قاطعہ صفحہ ۲۲ سطر ۱۴ میں لکھا ہے اگر ذات فخر عالم کو حاضر ناظر بالذات کوئی عقیدہ کرے تو شرک ہوتا ہے اور اگر یہ عقیدہ نہیں بلکہ محض محبت میں کہتا ہے یا بوجہ اسکے کہ اگر ضمن صلوٰۃ وسلام میں ہے تو ملائک آپ تک پہنچا دینگے اور جو بدون اُس کے ہے وقت عرض اعمال کے پیش ہو جاوے گا تو جائز ہے الخ دیکھیئے یہ مطالب لکھے ہوئے انوار ساطعہ کے سب تسلیم کر لیئے ہیں اور وہ جو ہر ایک بات میں تسلیم کے تحت کچھ کچھ شاخ انکار کی بھی درج کی ہے سو حقیقت اُسکی انوار ساطعہ میں ناظران حق طلب ملاحظہ کریں کہ ہر بحث کی کیفیت اپنے اپنے مقام پر کھولدی گئی ہے علاوہ برایں عاقلان سخن فہم بخوبی سمجھتے ہیں کہ یہ شاخ لگا لینا اسلیئے ہے کہ جب نام تردید انوار ساطعہ کا لیا کچھ تو شاخ نکال دینی چاہیئے ورنہ سب لوگ کہینگے کہ یہ کیا رد لکھا ہے کہ ہر بات کو مان لیا ہے اور یہ بھی اِ **فائدہ** براہین قاطعہ سے یہ حاصل ہوا کہ پیشتر اکثر ناواقف آدمی ہم سے اُلجھا کرتے تھے کہ میلاد و سرور کائنات علیہ افضل التسلیمات و نیز فاتحہ اموات بدعت ہے اور بدعت حسنہ کوئی چیز نہیں جو بدعت ہے وہ ضلالت ہے اور جو ضلالت ہے وہ فی النار ہے ہرچند ہم ثبوت دیتے کہ بدعت دو قسم ہے ایک سئیہ مذمومہ دوسری حسنہ محمودہ لیکن وہ ہرگز نہ مانتے

جب میں نے انوار ساطعہ میں تقسیم بدعت کا قاعدہ مدلل بدلائل شرعیہ تحریر کیا مؤلف براہین قاطعہ نے صفحہ سطر ۱۳ میں اسکو تسلیم کیا عبارت انکی یہ ہے (جو امر بعد فخر عالم علیہ السلام کے حادث ہوا مطلقاً خواہ محمود ہو خواہ مذموم یعنی اسکے جواز کی دلیل شرع میں موجود ہو یا نہ ہو سو اسکی دو قسم کرتے ہیں قسم اول محمود کہ جسکی دلیل جواز کی شرع میں ہے اور دوسری مذموم کہ دلیل اسکی جواز کی نہیں پس قسم اول کو بدعت حسنہ نام رکھتے ہیں اور ملحق بالسنۃ جانتے ہیں اور دوسری قسم بدعت ضلالۃ ہے الخ) واضح ہو اگرچہ مؤلف براہین قاطعہ یعنی مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی کا اس قاعدہ کو تسلیم کرنا فی نفسہ و نظراً الی ذاتہ وصفاتہ کسی بشر کے نزدیک مخالفین یا موافقین میں قابل اعتماد و استناد نہ تھا لیکن چونکہ ان کا یہ مسودہ درحقیقت انکے پیر و مرشد مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے انعکاس تنویر افادات و افاضات سے منور ہے اور پھر یہ نظر ظاہر تقریظ بھی انکی آخر کتاب میں یہ جلوۂ تصدیق جمیع مسائل و دلائل جلوہ گر ہے بنا بر علیہ اس کتاب کا ہر مضمون بقاعدۂ مشہورہ نور القمر مستفاد من نور الشمس مولوی رشید احمد صاحب ہی کا مضمون متیقن ہو کر ہمارے اصلاع و نواح میں جمیع مانعین کے نزدیک مستند و معتبر ہے الحمد للہ کہ مانعین کو اپنے ایسے مسلم الثبوت کی زبانی ہمارے قاعدہ کی تصدیق کامل ہوئی اور ہم کو انکی سمع خراشی لایعنی سے نجات کلی حاصل ہوئی دوسرا فائدہ براہین قاطعہ سے یہ ہوا کہ بعض اصحاب علم و نظر اگر تقسیم بدعت کے قائل بھی ہوتے تھے تو یوں کہتے تھے کہ بدعت حسنہ اگر ہے تو بس قرون ثلثہ تک کا ایجاد درست لا کلام ہے اور بعد قرون کا ایجاد باطل ضلالت اور حرام ہے یہ شیخ اسکا رد انوار ساطعہ میں کامل کیا اور بدلائل شرعیہ ثبوت دیا کہ ایجاد کرنا اس امر کا جو کہ خیر اور سعد ہے جائز ہے گو قرون ثلثہ کے کتنا ہی بعد ہے چنانچہ اسکو بھی مؤلف براہین قاطعہ نے صفحہ ۲۹ سطر ۱ میں تسلیم کیا عبارت یہ ہے جسکی جواز کی دلیل قرون ثلثہ میں ہو خواہ وہ جزئیہ بوجود خارجی ان قرون میں ہوا یا نہ ہوا اور خواہ اسکے جنس کا وجود خارج میں ہوا ہو یا نہ ہوا ہو وہ سب سنت ہے الی آخرہ۔ پھر اسی صفحہ ۲۹ میں گیارہ سطر کے بعد لکھتے ہیں دیکھو کہ تقلید شخصی کی دلیل قرون ثلثہ میں موجود ہے گو وجود خارجی اسکا کبھی ہوا ہے ہم کو بحث نہیں الی آخرہ پھر چار سطر کے بعد لکھا لہذا بالتعیین وجود وجوب خیر و تقلید شخصی کا بعد زمانہ قرون ثلثہ کے ہوا اگرچہ وجود شرعی اس کا قرون ثلثہ میں ثابت تھا الی آخرہ دیکھیے مؤلف براہین نے اس مقام میں اقرار کر لیا کہ یہ ضرور نہیں جس امر کا وجود خارجی قرون ثلثہ میں نہوا ہو وہ منع ہو بلکہ صرف دلیل جواز کا وجود قرون ثلثہ میں پایا جانا کافی ہے جس امر کی دلیل کا وجود ان قرون میں ہو گیا پھر وہ

امر بوجود خارجی خواہ بھی کسی زمانہ قریب یا بعید میں موجود ہو وہ سب سنت ہے اور صفحہ ۱۹ میں لکھا بدعت حسنہ
سنت ہی ہوتی ہے اُسکو بدعت باعتبار شیوع اور ظہور کے کہا جاتا ہے چنانچہ اوپر بھی یہ عبارت نقل ہو چکی
پس وہ جو بعضے ناواقف منکرین جھگڑا کرتے تھے کہ محفل مولد شریف نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منعقد
فرمائی نہ کسی صحابی نے نہ کسی تابعی نے نہ تابعین کے اتباع نے بنا برّ علیہ یہ محفل بدعت سیئہ ہے سو یہ دعوے
اور دلیل اور سب قال وقیل اُن کی تقریر براہین قاطعہ سے بالکل رد ہو گئی اسلیئے کہ اس محفل کا موجود
بوجود خارجی ہونا اُن قرون میں کچھ ضرور نہیں دلیل جواز کا پایا جانا اُن قرون میں کافی ہے باقی رہی یہ بات
کہ کوئی تھوڑی سمجھ کا آدمی دلیل کے معنی یہ نہ سمجھے کہ اگر اُس فعل خاص کا نام صراحۃً اور اُسکی کل کیفیات
کا بیان بعینہ تشریحاً قرون ثلٰثہ میں ہو گا تب وہ فعل بعد قرون جائز ہو گا ورنہ ناجائز ہو گا خوب یاد رکھو کہ یہ
ہرگز مراد نہیں اسکا تصفیہ بھی مؤلف براہین قاطعہ نے کر دیا ہے اسلیئے کہ انوار ساطعہ میں یہ مضمون لکھا گیا ہے کہ
تعمیر مدرسہ کو بھی تم بدعت حسنہ یعنی ملحق بالسنۃ اور سنت حکمیہ مانتے ہو پھر ایسی ہی محفل مولد شریف اور فاتحہ
اموات بھی ہے اگرچہ اُمور اُسوقت میں بہیئت کذائیہ ثابت نہیں تو تعمیر مدرسہ بھی ہیئت وصفت کذائیہ بوجہ حال
قرون ثلٰثہ سے ثابت نہیں اسکا جواب براہین قاطعہ صفحہ ۱۸ سطر ۳ میں دیا ہے مثال تعمیر مدرسہ کی محض کم فہمی ہے صفہ
کہ جسپر اصحاب صفہ طالب علم دین فقراء مہاجرین رہتے تھے مدرسہ ہی تو تھا نام کا فرق ہے لہذا اصل سنت وہی
ہے یہاں تبدیل ہیئت مکان کی ہو گئی الی آخرہ اب ہم برہان صاحب براہین قاطعہ کا حال کھولتے ہیں واضح ہو کہ
صفہ ایک سایہ دار مکان تھا مسجد نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اور اصل اسکی یہ تھی کہ تحویل قبلہ سے پہلے مسجد شریف
کی جانب شمالی قبلہ تھا جب تحویل قبلہ کا حکم ہوا تو قبلۂ اولی کی دیوار قائم رہی تاکہ یہاں فقیر مسکین یعنی جنکا
گھر بار کچھ نہیں رہا کریں ذکرہ فی جذب القلوب عن الذہبی اور منتخب اللغات میں ہے جمعے از غریبان
اہل اسلام کہ خانہ نداشتند در موضعے از مسجد کہ بالائش پوشیدہ بود می ماندند اور صحیح بخاری میں ہے
کہ جب صدقات کہیں سے آتے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب صفہ کو بھیجدیتے اور مشکوۃ کے باب فضل
الفقراء میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ستر اصحاب صفہ دیکھے کسی کے پاس چادر
اوپر اوڑھنے کو نہ تھا بس ایک کپڑا تھا کسی کے پاس فقط نیچے باندھنے کو تہبند تھا اور کسی کے پاس اوپر اوڑھنے کو کملی تھی
جسکو گلے میں باندھ لیتے تھے کسی کی آدھی پنڈلی تک وہ کملی یا تہبند پہنچتا تھا اور کسی کے ٹخنوں تک وہ لوگ اپنے
کپڑوں کو سجدہ وغیرہ کی حالت میں سمیٹا کرتے تھے کہ مبادا مقام ستر عورت کھل جائے اور دوسرے کو نظر آئے

انتہی اور کام ان کا یہ تھا جو قرآن شریف میں ہے یدعون ربھم بالغداۃ والعشی یریدون وجھہ یہ آیۂ
کریمہ دو جگہ ہے سورۂ انعام میں اور سورۂ کہف میں کہا قتادہ مفسر نے یہ آیت اصحاب صفہ میں نازل ہوئی وہ ایک
نماز پڑھ کے بیٹھے رہتے کہ اب دوسری نماز پڑھینگے اس صورت میں یدعون ربھم کے معنی یہ ہیں کہ نماز پڑھتے
ہیں اور یہ معنی حضرت ابن عباس اور مجاہد سے بھی روایت ہیں اور بعضے مفسرین نے یہ کہا کہ یدعون ربھم سے
یہ مراد ہے کہ دعا کرتے ہیں خدا سے اور یاد کرتے ہیں اسکو یہ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کذا فی التفسیر
الکبیر والمعالم اور شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی یہی معنی اختیار کیئے ہیں سورۂ انعام میں ترجمہ آیہ کریمہ مرقومۃ الصدر فرماتے
ہیں مناجات میکنند بپروردگار خویش را بامداد و مساء طلب میکنند روئے اورا انتہی اور شاہ عبدالقادر لکھتے
ہیں پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام چاہتے ہیں اسکا منہ انتہی اور صبح و شام سے مراد دوام ہے یعنی
وہ لوگ سدا مناجات الٰہی میں رہتے ہیں اللہ کو پکارتے ہیں اب مدرسہ کا مسئلہ معلوم کرنا چاہیئے کہ
سب علماء فی زماننا تعمیر مدرسہ کو جائز فرماتے ہیں کسی نے اپنی اصطلاح کے موافق سنت حکمیہ اور ملحق بالسنت
کہا اور کسی نے بدعت حسنہ قرار دیا صفۂ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسکی نظیر و دلیل ٹھیراتے ہیں اب
اصحاب انصاف و عدل خیال فرماویں کہ اصحاب صفہ کی حقیقت اور اشغال اور طلباء مدرسہ کی کیفیت اور
صدر اشغال میں کیا کیا کچھ تباین ہے اور اسی طرح بناء صفہ و تعمیر مدرسہ میں حقیقۃً و صفۃً و وضعاً کسقدر تخالف
ہے کسی چیز میں اشتراک نہیں نہ نام نہ تعمیر مکان میں نہ کیفیت اشغال اصحاب مکان میں بجز ایک بات کے کہ
صفہ بھی ایک مکان تھا جسمیں مسلمان طالبین رہتے تھے مدرسہ بھی ایک مکان ہے جسمیں مسلمان طالبین رہتے
ہیں یہ ایک علت جامعہ مشترک دونوں میں دیکھ کر تمام علماء موافق و مخالف مدرسہ کو جائز رکھتے ہیں چنانچہ اسی معنی
اور علت پر مولف براہین اور انکے مرشد اور مقرظ نے تعمیر مدرسہ کا جواز مسلم رکھا ہے پس ثابت ہوگیا کہ امر خیر کی بناء
کے جواز و استحسان کے لیئے اتنی دلیل کافی ہے جیسے آجکل کی ہیئت و کیفیت مدارس جواز کے لیئے وجود صفہ دلیل کافی
سمجھی گئی گو تبدیل ہیئت بدرجۂ کمال ہے جبکہ قاعدہ اس تشریح و توضیح سے خود صاحب براہین قاطعہ نے تسلیم کرلیا
ہے اب ہم کو انکی کتاب کے رد و جواب کی حاجت کیا ہے ہماری انوار ساطعہ میں مقصود اصلی و مطلب اہم دو امر ہیں
محفل سید الکائنات علیہ افضل الصلوۃ و فاتحہ اموات سو یہ دونوں مسئلے تقریر مؤلف براہین سے ثابت ہوگئے ہم
کہتے ہیں فاتحہ اموات بطور رسم تیجہ چہلم وغیرہ ایصال ثواب ہی تو ہے اور محفل مولد شریف روایت معجزات ہی تو ہے
گو ہیئت بدل گئی اور نام بدل گیا جسطرح مدرسہ باقرار مؤلف براہین قاطعہ صفہ ہی تو ہے گو ہیئت بدل گئی ہے اب

نام بدلگیا تاوان ترک ہیئت کذائیہ ہی میں سمع خراشی فضول کیا کرتے تھے مؤلف براہین نے تبدیل ہیئت و نام
صفحہ ۷ باب مدرسیہ تسلیم کر کے ہم کو نواح ہذا کے مجادلین سے نجات بخشی کہ تبدیل ہیئت سابقہ اور لحوق ہیئت کذائیہ
لاحقہ قابل نزاع نہیں بنا بر علیہ ہم کہتے ہیں کہ فی الحقیقت براہین قاطعہ بنظر غور دیکھے ہمارے مخالف نہیں بلکہ عین
موافق مدعا ہے اور ہم نے جن اصول و دلائل و نظائر کو اثبات مدعا و نوی انوار ساطعہ میں جا بجا قائم کیا ہے اہل نظر
تامل ملاحظہ فرماوینگے کہ ہر دلیل ہماری دلیل سلف کی دلیل صفحہ ہے ہمیں تو یہی معلوم ہے کہ جس مقام پر نام اس
براہین قاطعہ کا کتاب ہذا میں آئیگا تمیز اور فصل کے لیئے لفظ براہین قاطعہ گنگوہی باعث چھپوانے اور شائع کرانے
جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے لکھا جائیگا اسیئے کہ ایک رسالہ اور بھی مسمی بہ براہین قاطعہ ہے جسکا جواب
دلائل ساطعہ قاطعہ براہین قاطعہ ہے لمعہ رابعہ میں ذکر ہے علماء و مشائخ مسلم الثبوت مفتیان فتوی
انکاری کا - تو واضح ہو کہ ان فتاوی کے جسقدر مفتی ہیں وہ معتقد ہیں ان دو عالموں کے یعنی مولوی اسمٰعیل صاحب
دہلوی اور مولوی اسحٰق صاحب دہلوی کے پس بعضوں کو ان صاحبوں کے خاندان میں واسطہ در واسطہ رابطہ شاگردی
حاصل ہے اور بعضوں کو مریدی و طالبی اور بعضوں کو محض تقلید اور پیروی کا پس مولوی اسمٰعیل صاحب کا خاندان
طریقت یہ ہے کہ وہ مرید ہیں سید احمد صاحب کے اور وہ شاہ عبد العزیز صاحب کے اور وہ شاہ ولی اللہ صاحب - اور
مولوی اسحٰق صاحب علم حدیث میں شاگرد ہیں شاہ عبد العزیز صاحب کے اور وہ شاہ ولی اللہ صاحب کے اور شاہ
ولی اللہ صاحب کا سلسلہ اوپر کو اس طرح چلتا ہے خاندان مجددیہ میں کہ وہ مرید تھے اپنے باپ شاہ عبد الرحیم صاحب
کے اور وہ سید عبد اللہ سے او - وہ سید آدم بنوری سے اور وہ امام ربانی مجدد الف ثانی سے الخ اور دوسرا سلسلہ
اپنا شاہ ولی اللہ صاحب نے کتاب انتباہ میں یہ لکھا ہے کہ اس فقیر نے علم حدیث لیا اور خرقہ تصوف پہنا اور
خلافت پائی شیخ ابو طاہر سے اور انھوں نے شیخ احمد قشاشی سے اور انھوں نے شیخ احمد شناوی سے اور انھوں نے
اپنے باپ علی ابن عبد القدوس سے اور انھوں نے شیخ عبد الوہاب شعراوی سے اور انھوں نے شیخ جلال الدین
سیوطی سے اور انھوں نے شیخ کمال الدین امام کاملیہ سے اور انھوں نے شیخ الاسلام ابو الخیر ابن الجزری شیخ القراء
والمحدثین سے الی آخرہ الحاصل یہ بزرگواران مندرجہ سلاسل کو مقتدا اور پیشوا ہیں مفتیان فتوی انکاری کے
اور نقل کیا ہمنے ان اسماکو انکی مسلم الثبوت کتب مشائخ مثل انتباہ و قول جمیل وغیرہ سے اور یہ اسلیئے کہ ہم جو
قول یا دلیل پیدا کرینگے تو وہ یا خود ان بزرگواروں کی تصانیف میں ہوگی یا ان بزرگواروں کی مسلم الثبوت کتابوں میں
لمعہ خامسہ میں اثبات ہے بدعت حسنہ کا واضح ہو کہ یہ مسئلہ ایک اصل عظیم ہے اصول دین متین سے

جب یہ ثابت ہوگیا تو جان لو کہ اکثر مسائل متنازعہ فیہا طے ہو گئے بنا بر علیہ ہم اولاً اسی میں گفتگو کرتے ہیں بحول اللہ وقوتہ القویۃ اے طالبان حق بیدار دل ہو کر سنو کہ بدعت حسنہ میں چند اقوال ہیں **قول اول** یہ ہے کہ جو امر قرون ثلثہ یعنی صحابہ یا تابعین یا تبع تابعین کے زمانہ میں ایجاد ہوا وہ سنت ہے اور جو بعد اُنکے ہو وہ بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت ہے یہ مولوی اسمٰعیل صاحب کے مقلدوں کا قول ہے جو اسکو معارضات میں پیش کرتے ہیں اور قید نظیر کی جو رسالہ تذکیر الاخوان میں مولوی اسمٰعیل صاحب نے لکھی ہی اسکو یہ کہتے ہیں کہ اسی رسالہ میں دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ نظیر کا سمجھنا کام مجتہد کا ہے پس جو کلام نو نئے نکلیں شکل ایجاد ہوگا وہ بھی انہی مجتہدین مطلق کے وقت میں اگر ایجاد ہوگا تو جائز ہوگا ورنہ ناجائز ہوگا چنانچہ اسی بنا پر مفتیان فتویٰ انکاری مولود وفاتحہ کو بدعت ٹھیرا چکے عبارتیں انکی لمعات وغیرہ میں نقل ہو چکیں کہ انعقاد محفل میلاد وقیام قرون ثلثہ سے ثابت نہیں ہوا پس یہ بدعت ہے فتویٰ انکاری ثانی صفحہ وعلیٰ ہذا القیاس سوم وفاتحہ بر طعام کہ قرون ثلثہ میں پائی نہیں گئی فتویٰ ثانی انکاری صفحہ اور مولوی اسحٰق صاحب نے ماۃ مسائل سوال پانزدہم میں ہے مہمات مولود ہم اختلاف است زیرا کہ در قرون ثلثہ کہ مشہود لہم بالخیر است ایجاد عمل نہ بود بعد قرون ثلثہ ایں امر حادث شدہ بنا بریں علما در جواز و عدم جواز آں مختلف شدہ اند انتہیٰ اس عبارت سے بھی ظاہر ہے کہ جو علما مولد شریف کو منع کرتے ہیں وہ بباعث نہ ہونے میں اس امر کے ان قرون میں منع کرتے ہیں نہ بباعث نہ پائی جانے نظیر کے اور تحقیق باحق صفحہ ۳۳ میں تفہیم المسائل قرو جعیون سے نقل کیا ہے جو چیز بعد ان تینوں قرن کے ایجاد ہوئی وہ بدعت سیئہ سراسر ظلمت اور موجب ضلالت ہے نصاب الفقہ میں ہے ہر انچہ بدعت حسنہ مجتہدان قرار دادہ، نہ ہماں صحیح است اگر دریں زمان چیزے را بدعت حسنہ قرار دہند خلاف سنت زیرا کہ مصطفیٰ گوید کل بدعۃ ضلالۃ انتہیٰ یہ مضمون مانعین کے چند رسائل میں موجود ہے۔ الحاصل یہ لوگ تذکیر الاخوان کا مطلب اسی طرف راجع کرتے ہیں کہ مجتہدین اربعہ تک جو کچھ ہوگیا سو ہوگیا آگے سب بدعت ضلالت ہے اور راقم الحروف کے نزدیک معنی عبارت تذکیر الاخوان کے وہ ہیں جو مباحث مولد شریف کے لمعہ رابعہ میں لکھے جاوینگے لیکن اس مقام پر اسمیں گفتگو کیجاتی ہے جو انکے مقلدین کا قرار داد ہے فی زماننا اور بعض صاحب اس فریق کی یہ بات بھی زبان پر لاتے ہیں کہ بدعت حسنہ کوئی چیز نہیں جو بدعت ہوئی اسمیں حسن کہاں یہ بات رسالہ تنوجیہ وغیرہ میں مندرج ہے **دوسرا قول** یہ ہے کہ جو چیز بعد صحابہ اور تابعین کے نکالی جاوے وہ بدعت ہے اور نامشروع یہ ماۃ مسائل کے سوال چہل وہشتم میں لکھا ہے امر کیکہ

منقول نباشد از آنحضرت وصحابہ وتابعین غیر مشروع است الی آخرہ اور تمامی مسئلہ بنا ایں لکھا ہے عدم نقل
از حضرت صحابہ وتابعین دلالت بر بدعت وکراہت فعل دارد الی آخرہ قول اول میں تبع تابعین تک کی بات
سنت معلوم ہوتی تھی اس قول میں فقط تابعین تک قول مستند ہے **تیسرا قول** یہ ہے کہ صحابہ کا فعل تو سنت
میں داخل ہے لیکن صحابہ کے بعد جو قول فعل حادث ہو وہ بدعت ہے اور ضلالت ہے چنانچہ جلد اول مکتوبات مجدد
کے مکتوب ایکسو چھیاسی میں ہے ہرچہ دردین محدث ومبتدع گشتہ کہ در زمان خیر البشر وخلفاء راشدین
علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات نبود اگرچہ آں چیز در روشنی مثل فلق صبح بود ایں ضعیف را باجمعیکہ باوے ہستند
گرفتار عمل آں محدث مگرداناد اور اسی مکتوب کے اخیر میں لکھا ہے فعلیکم بالاقتصار علی متابعۃ سنۃ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم والاکتفاء علی اقتداء اصحابہ الکرام اب دیکھو اس کلام سے اگر استدلال کیا جائیگا تو قول وفعل
تابعی کا بھی نامستند اور واجب الاجتناب رہیگا **قول** چوتھا یہ ہے کہ تابعین تو تابعین ہیں خود صحابہ کا کچھ اعتبار
نہیں ہے اُن کی باتوں کو بھی بدعت کہتے ہیں ان علماء کے نزدیک بدعت کے یہ معنی ہیں البدعۃ ما لم یکن فی عہد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر حضرت کے بعد اگر صحابہ بھی ایجاد کریں اُن علماء کے نزدیک وہ بدعت ضلالت ہے
غیر مقلدوں کا اسی پر عمل ہے کہ وہ خلفاء راشدین کے فعل کو بھی بدعت اور ناجائز کہتے ہیں اور جب اُن سے کہا جاتا ہے
کہ حضرت سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ہے لازم پکڑو سنت میری اور سنت خلفاء راشدین کی تو اُسکا جواب یہ دیتے
ہیں مسک الختام شرح بلوغ المرام میں لکھا ہے کہ نہیں مراد سنت خلفاء راشدین سے مگر ایسا طریقہ اُن کا کہ موافق طریقہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہو اور معلوم ہے قواعد شریعت سے کہ کسی خلیفہ راشد کو نہیں پہنچتا کہ کوئی طریقہ
سوائے اُس طریقہ کے کہ اُس پر حضرت تھے مشروع کرے انتہی ملخصًا اور کتاب مفاتیح الاسرار التراویح میں ہے کہ
مراد سنت الخلفاء سے وہی سنت اُنکی ہے جسمیں وہ موافق اور متبع سنت نبوی ہیں نہ وہ کہ جسکے عدم وجود میں
الی آخرہ پس ان بزرگواروں کے نزدیک تو صحابہ کرام بھی کہ بعض اُمور اُنھوں نے زائد کیئے ہیں بدعتی ٹھہرتے ہیں
نعوذ باللہ منہا چنانچہ مصابیح التراویح میں مولوی محمد قاسم صاحب لکھتے ہیں کہ منکرین گیارہ رکعت کو سنت
جانتے ہیں اور بیش کو بدعت اب طالبان حق غور سے سنیں یہ چاروں اقوال جو بیان کیئے گئے یہ سب اقوال شاذہ
مختلفہ بعض علماء کے ہیں چوتھے قول کو تیسرا رد کرتا ہے اور تیسرے کو دوسرا اور دوسرے کو اول اب قول اول جو
ہمارے معاصرین نے پیش کیا کرتے ہیں اور زیادہ تر اسی کو مستند ٹھہراتے ہیں اسمیں جو خلل ہے یہ عاجز بیان کرتا ہے
واضح ہو کہ متقدمین متاخرین میں کسی نے سنت کی یہ تعریف نہیں لکھی کہ سنت وہ شے ہے جو قرون ثلثہ میں پایا جاوے

یا یہ کہ جو کچھ قرون ثلثہ میں حادث ہو وہ سب سنت ہے اور کسی نے حدیث سے یا قول صحابہ یا تابعین و تبع تابعین سے
یہ بات صراحۃً ثابت کی ہم نے بارہا مذہب والوں کو مہلت دی کہ مہینہ دو مہینہ برس دو برس میں کسی کتاب سے خود یا اپنے
مددگاروں سے تلاش کرا کر ایسی حدیث معتبر ہم کو دو جس میں خاص الفاظ ہوں کہ قرون ثلثہ کے بعد جو بات نکلیگی وہ بدعت
ہوگی اور جو بیچ قرون ثلثہ میں ایجاد ہوگی وہ سنت ہوگی اور اگر حدیث نہ ملی تو خاص یہی الفاظ جماعت اصحاب
یا تبع تابعین کی زبانی ارشاد فرمائے ہوئے ہم کو دکھاؤ معتبر اسناد سے معتمد علیہ کتاب سے اسواسطے کہ جب تمہارے
نزدیک اعتماد و استناد قرون ثلثہ ہی پر منحصر ہوگیا چنانچہ براہین قاطعہ گنگوہی میں اسکی تصریح ہے عبارت یہ ہے صـ۲۴
پس یہ ضرور اور واجب ہے کہ تمہید قواعد جواز و عدم جواز کی محدود بزمان ہے بعد قرون ثلثہ کے جو کوئی قاعدہ تجویز ہو
وہ بہر حال مردود ہوگا انتہی کلامہ اسی واسطے تو ہم اس قاعدہ کا بھی خاص قرون ثلثہ ہی سے ثبوت مانگتے ہیں کہ کس طبقہ
میں طبقات مذکورہ سے یہ قاعدہ جاری کیا گیا اور اگر بعد میں یہ قاعدہ ایجاد ہوا یا اُسی زمانہ میں ہوا لیکن باسند تحقیق نہ
ہوئی تو یہ قاعدہ بموجب تقریر اور تمہارے بدعت سیئہ ہوا جاتا ہے اور تم مصداق من احدث فی امرنا ما لیس منہ
فھو رد کے ٹھہرتے ہو الغرض بارہا مطالبہ دلیل کیا گیا لیکن کوئی نہ لاسکا یہانتک کہ مؤلف براہین قاطعہ بھی
اس مقام پر جوش و خروش ظاہری دکھا کر حرف مدعا میں خموش ہوگئے اور کہیں اپنی نئی پرانی کتاب سے سند حسب شرائط مطلوبہ
نہ لاسکے اور لاویں کہاں سے سب کے سب فقط ایک حدیث پڑھ دیتے ہیں خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین
یلونھم اور حال اس استدلال کا یہ ہے **اولاً** خود حضرت عمران بن حصین صحابی رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی شک
بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قرن کے بعد دو قرن بیان فرمائے ہیں یا تین صحیح مسلم میں ہے
قال عمران فلا ادری اقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد قرنہ قرنین او ثلثا اسی طرح بخاری میں
بھی ہے اور مسلم میں عبد اللہ ابن مسعود سے بھی یہ حدیث روایت کی ہے اس میں بھی شک ہے قال ثم الذین یلونھم ثم الذین
یلونھم فلا ادری فی الثالثۃ او فی الرابعۃ قال ثم تخلف بعدھم الحدیث اور ابوہریرہ سے بھی یہ روایت ہے اس میں
بھی شک ہے قال ابوھریرۃ فلا ادری مرتین او ثلثا اور سوا بخاری اور مسلم کے دیگر محدثین بھی شک
بیان کرتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قرن کے بعد دو قرن بیان فرمائے یا تین جب اپنے بعد تین
قرن بیان فرمانے کا شک ہے تو چار قرن کا احتمال بہت صحیح روایتوں سے پیدا ہوگیا چاہیے چار قرن تک کی
بات اس فریق کے نزدیک سنت ہو پھر بعد قرون اربعہ جو پیدا ہووے تو وہ بدعت ضلالہ و سیئہ ہو پس قرون
ثلثہ کا قاعدہ بروایات صحیحہ مشکوک ٹھیرا **ثانیاً** یہ کہ اس حدیث میں لفظ قرن واقع ہوا ہے اور یہ بہت معانی میں

مشترک ہے قرن سیلا القوم کو بھی کہتے ہیں کذا فی القاموس اور بعضوں نے کہا قرن زمانہ ہے مطلق اور بعضوں نے کہا متعین پھر اُن میں بھی اختلاف ہے دس برس یا چالیس یا ستر یا اسی یا ایکسو بیس شرح مسلم میں ہے قال الحسن وغیرہ القرن عشر سنین وقتادة سبعون والنخعی اربعون وزرارة ابن ابی اوفی مائة وعشرون وعبد الملک بن عمیر مائة وقال ابن الاعرابی ھو الوقت انتہی اور بعضوں نے کہا کہ زمانہ نہیں بلکہ اہل زمانہ مراد ہیں قرن ایک طبقہ کے آدمیوں کو کہتے ہیں القرن کل امة ھلکت فلم یبق منھا احد اس تقریر پر بعضوں نے کہا کہ حدیث میں قرنی سے مراد اصحاب ہیں الذین یلونھم سے اُنکی اولاد دوسرے الذین یلونھم سے اولاد کی اولاد اور کہا بعضوں نے کہ اول وہ جنھوں نے آپکا جمال باکمال دیکھا پھر جس نے اُن کو دیکھا پھر جسنے اُن کو دیکھا اور کہا بعضوں نے اس لفظ سے کہ اول صحابہ ہیں دوسرے تابعی ہیں تیسرے تبع تابعی ہیں یہ سب اقوال شرح مسلم میں موجود ہیں پس لفظ قرن مشترک ٹھہرا معانی کثیرہ میں اور لفظ مشترک نہیں فائدہ دیتا قطع اور یقین کو اور حکم اُس کا توقف ہے کما تقرر فی علم الاصول ثم ثانیاً یہ کہ لفظ مشترک میں تامل و تفکر کرکے جو معانی متعددہ ہیں کسی ایک معنی کو بقرائن و دلائل ترجیح دیکر واسطے عمل کے لیلیا کرتے ہیں سو اُسکا بھی حال مختلف ہے کوئی کسی کو ترجیح دیتا ہے کوئی کسی کو مولوی عبد الجبار اور امداد علی صاحب اپنے رسائل میں عینی شرح بخاری سے نقل کرتے ہیں ھذا انما کان فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم والخلفاء الراشدین الی انقضاء القرون الثلثة وھی سبعون سنة واما بعد فقد تغیرت الاحوال وکثرت البدع الی آخرہ اس سے معلوم ہوا کہ جب سن نوے ہجری پر نوبت پہنچی قرون ثلثہ تمام ہو چکی اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ازالة الخفا مطبوعہ بریلی کے صفحہ میں لکھتے ہیں واما ما یستدل بہ علی خلافتھم من حدیث القرون الثلثة فقد اخرج احمد عن ابراھیم عن عبیدة عن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر الناس قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ثم یاتی بعد ذلک قوم تسبق شہادتھم ایمانھم وایمانھم شہادتھم وبنائے ایں استدلال بر توجیہ صحیح ست کہ اکثر احادیث شاہد آن ست قرن اول از زمان ہجرت آنحضرت است صلی اللہ علیہ وسلم تا زمان وفات وے صلی اللہ علیہ وسلم و قرن ثانی از ابتدائے خلافت حضرت صدیق تا وفات حضرت فاروق رضی اللہ عنہما و قرن ثالث قرن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ و ہر قرنے قریب بہ دوازدہ سال بودہ است انتہی اور مجمع البحار صفحہ ۲۴۲ جلد سوم میں وفات عثمان رضی اللہ عنہ کو لکھا ہے وقتل لثانی عشر من ذی الحجة لسنة خمس وثلثین پس موافق تقریر شاہ ولی اللہ صاحب

کے ۲۲۳ سنہ دو سو تئیس ہجری تک انقضاء قرون ثلثہ ہو گیا اور جناب مولینا احمد علی صاحب محدث مرحوم سہارنپوری فرماتے تھے کہ یہ یعنی خیر القرون کے نہایت موزون او ر چسپاں ہیں اسلام کی شوکت جبھی تک خوب رہی پھر خانہ جنگی شروع ہو گئی اور خیریت قرون ثلثہ کی جو تھی گم ہو گئی اور تکملہ مجمع البحار صفحہ ۲۴۲ میں ہے وقد ظهر ان مدة ما بين البعثة الى آخر من مات من الصحابة مائة وعشرون سنة بالتقريب وان اعتبرت وفاته كان مائة واما قرن التابعين فان اعتبر من سنة مائة كان نحو سبعين واما من بعدهم فان اعتبر منه كان نحو خمسين فظهر ان مدة القرن يختلف باعتبار اعمار اهل كل زمان واتفق ان آخر اتباع التابعين من عاش الى حدود عشرين ومائتين الى آخره اس روایت سے معلوم ہوا کہ قرون ثلثہ کی مدت ۲۲۰ سنہ دو سو بیس کے بعد تمام ہوئی اب دیکھئے قول اول کے موافق تو یہ چاہیئے کہ جن چیزوں کو مجتہدین بدعت حسنہ قرار دیکر بقیاس و اجتہاد جائز فرما چکے ہیں وہ بھی سب بدعت ضلالت اور سیئہ ٹھیریں کیونکہ مجتہدین اربعہ کا افتا و اجتہاد بعد نو سے سال کے شائع ہوا ہے نہ پہلے اور قول ثانی کے موافق خود صحابہ رضوان اللہ علیہم کی باتیں بعد عہد عثمان رضی اللہ عنہ کے بدعت ٹھیرتی ہیں اور موافق قول ثالث کے اکثر مذاہب مبتدعین کے مثل روافض و خوارج و مرجیہ و قدریہ و معتزلہ سب سنت میں داخل ہوئے جاتے ہیں کیونکہ یہ مذاہب سال ۲۲۰ دو سو بیس سے پہلے پہلے سب ایجاد ہو چکے اور ان لوگوں کے نزدیک جو چیز قرون ثلثہ کے اندر ایجاد ہو وہ سنت ہے تو یہ سب مبتدعین مذکورہ کی بدعتیں سنت ہوئیں اور یہ جو بعض آدمی ان اعتراضات سے بچنے کے لیئے قید لگاتے ہیں کہ جو چیز قرون ثلثہ میں بلا نکیر رائج ہوئی وہ سنت ہے اور جس پر انکار ہوا ہو وہ بدعت ہے سو جواب اسکا یہ ہے کہ اس فقرہ کی سند بھی ہم قرون ثلثہ سے طلب کرتے ہیں حدیث صحیح یا جماعت صحابہ یا تابعین یا تبع تابعین سے دلیل گذارو کس نے یہ فقرہ روایت کیا ہے پس اولاً تمھارا یہ فقرہ ہی ایک فقرہ ہے بالکل غیر مستند و غیر مسلم ہے ثانیاً اگر تم اسکو مان لوگے تو تمھاری بہت چیزیں جن کو تمھارے پیشوا اور معتقد اور متقین مدرسین محدثین استعمال کر رہے ہیں بدعت ضلالت سیئہ مظلمہ ہو جائینگی اب لیجیئے دو چار باتیں لکھی جاتی ہیں شرح بخاری میں ہے کہ جو چیزیں جدید اور محدث ہیں ان میں سے ایک جمع کرنا احادیث کا ہے کتاب میں پھر تفسیر کرنا قرآن کا پھر جمع کرنا مسائل فقہ کا پھر جمع کرنا ان چیزوں کا جو اعمال قلوب سے متعلق ہیں پس انکار کیا اول بات پر عمر اور ابو موسیٰ اور ایک جماعت نے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اکثر نے

اجازت دی اس کی اور اس دوسری بات پر انکار کیا ایک جماعت تابعین شعبی وغیرہ نے اور اس
تیسری بات پر انکار کیا امام احمد نے اور ایک جماعت نے الی آخرہ اب قرآن شریف کی کتابت میں اختلاف
دیکھیے احیاء العلوم وغیرہ میں ہے حضرت حسن بصری اور ابن سیرین انکار کرتے تھے کہ قرآن شریف
میں خمس و عشر نہ لکھے جائیں اور شعبی اور ابراہیم مکروہ جانتے تھے زیر و زبر لکھنے کو اور مدخل وغیرہ میں
ہے کہ ہمارے ائمہ متقدمین سب مکروہ جانتے تھے زیر و زبر لکھنے کو اور شرح بخاری میں بسند صحیح ثابت کیا
ہے کہ انکار فرماتے تھے حضرت عبداللہ ابن مسعود کہ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس قرآن میں
نہ لکھی جائیں اور یہ بھی روایت ہے کہ وہ جہاں لکھی دیکھتے تھے چھیل دیتے تھے ان دونوں سورتوں
کو اور کتب فقہ حنفیہ میں ہے کہ جائز نہیں فرماتے تھے حضرت امام اعظم اور ابو یوسف اور محمد رحمۃ اللہ
علیہم اجمعین قرآن اور حدیث اور فقہ کی پڑھائی کو اور اُجرت امامت اور وعظ اور اذان کو اور جس وقت مدرسہ
معین ہوا انکار کیا اُس پر علما نے کشف الظنون میں ہے کہ جب علماء ما وراء النہر کو خبر پہنچی کہ بغداد میں مدرسے
قائم ہوئے بہت غمگین ہوئے کہ اب تک ابرار طالب آخرت خالصاً لِلّٰہ پڑھتے پڑھاتے تھے بناءً علیہ
ان میں بعض افراد کاملین نکل آتے تھے اب اُجرت قرار پائی تو علما طالب الدنیا ہونگے اور مواہب وغیرہ
میں ہے کہ ابن ابی شیبہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ فرمایا انھوں نے الاذان الاول
یوم الجمعۃ بدعۃ یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں وہی اذان تھی جو خطیب کے آگے کہی جاتی
ہے اب جو قبل اسکے بھی اذان ہوتی ہے اُسکو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بدعت فرمایا اور تفسیر عزیزی
پارہ الم میں ہے کہ قرآن شریف کا بیچنا برا جانتے تھے اور انکار کرتے تھے اس پر ابراہیم نخعی اور اعمش
و ابی موسیٰ اشعری و حسن بصری و سعید بن مسیب و عبداللہ ابن عمر اور امیر المومنین عمر اور ابن مسعود
رضی اللہ عنہم اجمعین الحاصل کہاں تک شمار کروں صحابہ و تابعین کے اختلافات و نکیر کو اگر یہ قاعدہ ٹھہرا
ہوا یاروں کا صحیح ہووے تو تمام روئے زمین پر کوئی آدمی سُنی نہ نکلے ایک ایک بدعت میں ضرور گرفتار
ہوگا کیونکہ وہ باتیں بہت کم ہیں کہ جس پر کسی کا انکار نہ ہوا ہو اور چند باتیں جو ہم نے اوپر لکھی ہیں ایک
شمہ ہیں اُن میں سے اور بہت باتیں ہیں لباس و طعام و نکاح و بنائے مسجد و فروش و معاملات میں
کہ جن پر انکار ہوا ہے اور اُنکو اب منکرین بلا انکار استعمال کر رہے ہیں اور یہ قاعدہ یاد رکھو کہ منکرین
اس بات کو مان چکے ہیں کہ ایک آدمی کا انکار بھی معتبر ہے اجماع کو توڑ دیتا ہے پھر منکرین میلاد دکھائیں

اپنی عبادات و معاملات میں سوائے فرائض متفق علیہا کے کون کون بات انکی اجماعی ہے کہ جسمیں ایک کا بھی انکار نہوا ہو قرون ثلثہ میں پس واضح ہو کہ اس فقرہ اور اس قاعدہ کے ماننے میں تمام اہل اسلام کے عقائد و اعمال درہم برہم ہوئے جاتے ہیں رابعًا اگر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے یہ قاعدہ سمجھے جاتے تو ہرگز تین قرون تک کسی کی احداث پر انکار نفرماتے حالانکہ صحابہ نے اپنے زمانہ میں بہت احداثات پر انکار فرمایا ہے اس حدیث خیر القرون کے راوی حضرت عبداللہ ابن مسعود بھی ہیں کما فی الصحیحین دیکھو انھوں نے جہر سے ایک جماعت ذکر اللہ کرنے والوں کو دھمکایا اور اُن کے فعل کو بدعت قرار دیا۔ کتب فقہ و حدیث میں یہ روایت مذکور ہے حالانکہ وہ لوگ اُن کے ہم عصر تھے یا صحابہ تھے یا تابعین اگر فعل ان کا اس حدیث کے موافق سنت ہوتا تو اس حدیث کے راوی عبداللہ صحابی کیوں اُن کو منع فرماتے خامسًا صحابہ اور تابعین اس حدیث کے یہ معنی کس طرح سمجھتے وہ کلام کا مغز سمجھنے والے تھے کوئی قاعدہ استدلال کا اس حدیث شریف سے نہیں بن پڑتا اسلئے کہ مراد شارع سمجھنے کے لیے قواعد ٹھہرے ہیں کہ مدعا یا عبارۃ النص سے ثابت ہوگا یا اشارت یا دلالت یا اقتضاء سے اور عبارت النص میں ضرور ہے یہ بات کہ مدعا کے الفاظ ظاہر ہوں اور کلام اسی مدعا کے لیے واقع ہوا ہو منار میں ہے واما الاستدلال بعبارۃ النص فہو العمل بظاہر ما سیق الکلام لہ اور یہاں ظاہر ہے کہ دونوں باتیں ندارد حدیث مسلم میں ہے سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای الناس خیر قال قرنی الحدیث یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تھا کہ آدمیوں میں کون سے آدمی اچھے ہیں آپنے فرمایا میرا قرن الی آخرہ معلوم ہوا لوگوں نے یہ نہیں پوچھا تھا کہ کس کا ایجاد بدعت ہوگا اور کس کا سنت اور نہ حضرت نے اپنی طرف سے اس قاعدہ کو یہاں بیان فرمایا کم سے کم پڑھا آدمی بھی جان سکتا ہے کہ احکام و معانی الفاظ سے پیدا ہوا کرتے ہیں پھر اس حدیث میں بدعت اور سنت اور احداث کے الفاظ کہاں ہیں لہذا یہ استدلال عبارت النص نہ ٹھہرا اور اقتضاء النص بھی نہیں اسلئے کہ اقتضاء کی تعریف یہ ہے دیکھو تلویح صفحہ ۱۳۲ دلالۃ اللفظ علی معنی خارج یتوقف علیہ صدقہ او صحتہ الی آخرہ کذا فی التلویح پس قرون ثلثہ کی خیریت کی صدق و صحت کے واسطے کب لازم ہے یہ بات کہ اگر اُن کا ایجاد سنت ہوجائے تب تو انکی خیریت ثابت ہووے اور نہیں تو نہیں پس اقتضاء النص بھی نہوا اب رہی دلالت اور اشارت اگر لفظ خیر سے جو خیر القرون میں ہے یہ بات ثابت کرنا چاہیں تو یہ قاعدہ شرعی پیش کریں کہ اچھا آدمی جو کچھ ایجاد و احداث

کردیا کرے اصول شرع کے موافق یا غیر موافق وہ سب خیر ہوتا ہے حالانکہ یہ بالاتفاق غیر مسلم ہے چنانچہ چند وقائع قرون ثلثہ کے عنقریب قول پنجم بدعت میں ہم بیان کریں گے کہ وہ کسی کے نزدیک معمول بہ نہیں پس واضح ہوگیا کہ وجوہ معرفت مراد شارع کے چاروں طرق یہاں نہیں چلتے اور جہاں استدلال ان طرق سے غیر طرح پر ہو اسکو نور الانوار میں لکھا ہے فہو من الاستدلالات الفاسدۃ قطع نظر اسکے ہم کہتے ہیں کہ اگر لفظ خیر سے استدلال ہے کہ جب وہ لوگ خیر ہیں تو ایجاد بھی اُن کا خیر رہوگا اس صورت میں ہم کہتے ہیں کہ بہت احادیث میں لفظ خیر واقع ہوا ہے مثلاً روایت ہے کہ ابو عبیدۃ بن الجراح جو عشرہ مبشرہ میں صحابی جلیل القدر ہیں اُنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ احد خیر منا اسلمنا وجاھدنا معک یعنی یا رسول اللہ کوئی ہم سے بھی اچھا ہوگا اسلام لائے اور آپ کے ساتھ ہو کر ہم نے جہاد کیے آپنے جواب دیا نعم قوم یکونون من بعدکم یومنون بی ولم یرونی یعنی آپنے فرمایا کہ ہاں تم سے اچھے تمھارے بعد وہ لوگ ہونگے جو مجھپر ایمان لاوینگے بغیر دیکھے یہ حدیث مشکوۃ میں ہے روایت کیا اسکو احمد اور دارمی نے دیکھو اس میں لفظ خیر موجود ہے جس طرح خیر القرون میں ایسی چاہیے کہ بعد کے آدمیوں کا فعل نکالا ہوا بھی سنت ہو بدعت میں داخل نہ ہو اور ابی امامہ نے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طوبی لمن رآنی و طوبی سبع مرات لمن لم یرنی وآمن بی یعنی خوشحالی ہو جیو اُس کو جس نے مجھکو دیکھا اور سات مرتبہ خوشحالی ہو جیو اُس کو جس نے مجھکو نہیں دیکھا اور ایمان لایا۔ یہ بھی مشکوۃ میں موجود ہے اور حدیث میں وارد ہے مثل امتی مثل المطر لا یدری اولہ خیر ام آخرہ یعنی حال میری امت کا ایسا ہے جیسا مینہ معلوم نہیں اول اُس کا خیر ہے یا آخر محدثین لکھتے ہیں کہ مراد حدیث سے یہ ہے کہ سب اُمت میری خیر ہے جیسے مینہ اول سے آخر تک اچھا ہوتا ہے پس ان احادیث کے سبب چاہیے آخر امت کا ایجاد بھی سنت ہو جسطرح خیر القرون کا ایجاد سنت کہتے ہو اور اگر افضلیت سے خیریت کلی مراد رکھو گے نہ جزئی تو خیریت کلی صحابہ کو سب تابعین اور تبع تابعین پر ہے چاہیے کہ بس دو قرن ما بعد کا جو کہ مفضول ہیں ایجاد جائز نہ ہو اور اگر عام مراد لیتے ہو کہ خیریت خواہ کلی ہو خواہ جزئی تو خیریت جزئی میں وہ سب افراد شامل ہیں جن کی نسبت احادیث میں لفظ خیر واقع ہوا ہے چاہیے کہ اُن کا ایجاد بھی درست ہو واضح ہو یہاں تک کلام تھا اُن کے جملہ اولی میں کہ جو امر قرون ثلثہ میں ہوگا وہ سنت ہے اب ہم شروع کرتے

ہیں دوسرے جملہ میں کہ جو چیز بعد قرون ثلثہ پیدا ہوگی وہ سب بدعت اور ضلالت ہوگی ہم کہتے ہیں
یہ بات بھی بالکل بے اصل ہے اولاً اسلیئے کہ یہ حدیث بخاری رحمۃ اللہ علیہ باب شہادت میں روایت کرتے
ہیں عمران بن حصین سے خیرکم قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ان بعدکم قوم یخونون
ولا یؤتمنون ویشھدون ولا یستشھدون وینذرون ولا یفون ویظھر فیھم السمن
دوسری روایت عبداللہ بن مسعود سے ہے اُس میں ثم الذین یلونھم کے بعد یہ ہے ثم یجیئ اقوام
تسبق شھادۃ احدھم یمینہ ویمینہ شھادتہ یہ دونوں روایتیں بخاری کے باب فضائل اصحاب
میں بھی ہیں اور صحیح مسلم میں بعد ثم الذین یلونھم کے ہے ثم یجیئ قوم تسبق شھادۃ احدھم
یمینہ ویمینہ شھادتہ اور دوسری روایت مسلم کی یہ ہے ثم یتخلف بعدھم خلف تسبق
شھادۃ احدھم یمینہ ویمینہ شھادتہ اور تیسری روایت میں ہے ثم یخلف قوم یحبون السمانۃ
یشھدون قبل ان یستشھدوا اور چوتھی میں ہے ثم یکون بعدھم قوم یشھدون ولا یستشھدون
یخونون ولا یؤتمنون وینذرون ولا یفون ویظھر فیھم السمن اور نسائی کے باب الوفاء بالنذر میں
بھی اسی طرح ہے اور ابو داؤد کے باب فضائل میں ہے ثم یظھر قوم الی اخرہ ویفشو فیھم السمن ہے
اور ترمذی کے باب فضائل میں یہ الفاظ ہیں ثم یاتی قوم بعد ذلک تسبق ایمانھم شھاداتھم او
شھاداتھم ایمانھم اور ابن ماجہ کے ابواب شہادات میں ہے ثم یجیئ قوم تبدر شھادۃ احدھم یمینہ
ویمینہ شھادتہ اور دوسری روایت اس کی یہ ہے ثم یفشوا الکذب حتی یشھد الرجل وما یستشھد
ویحلف وما یستحلف یہ چھیوں کتابوں مشہورہ بصحاح ستہ کی روایتیں ہیں خلاصہ مضمون ان سب
روایات کا یہ ہے کہ اُن قرون خیر کے بعد ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے کہ گواہی دینے پر بڑے حریص
ہونگے کچھ پروا نہ کریں گے کبھی قسم سے پہلے گواہی کبھی گواہی سے پہلے قسم کھائیں گے اور اپنا بدن
موٹا تیار کرنا پسند کریں گے اور خیانت کریں گے اور کوئی اُن کو امانت دار نہ جانے گا عہد کریں گے
اور پورا نہ کرینگے اور ظاہر ہوگا جھوٹ یہانتک کہ آدمی گواہی دیگا اور کوئی اُس سے گواہی طلب
نہ کریگا اور قسم کھائے گا اور کوئی قسم کھانے کو نہ کہیگا۔ دیکھیے ان روایتوں میں کسی جگہ بدعت اور
احداث کا ذکر نہیں یہ کس طرح سمجھ میں آئی کہ ان لوگوں کا قاعدہ تو ایسا بڑا کلیہ جامع ومانع کہ جسکے
سبب اہل اسلام میں پھوٹ اور خانہ جنگی اور تفسیق اور تضلیل وسب وشتم وغیبت وکینہ

وفساد باہم وبال رکھا ہے پھر نہ کسی راوی نے لفظ بدعت واحداث اس حدیث میں روایت کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کہ دانائے لغت اور مبین حکم شریعت تھے اور جابجا تحذیر بدعات کے لئے لفظ کل بدعة وکل محدثة۔ ومن احدث فی امرنا ومن ابتدع بدعة ضلالة وغیرہ الفاظ ظاہرہ منصوصہ فرماتے تھے اس حدیث میں لفظ صریح منصوص نہ فرمایا اگر یہ ایسا زبردست قاعدہ مابہ الامتیاز فاصل بین السنة والبدعة اور ماہیت سنت اور بدعت کا معرف وشارح ہوتا تو بالضرور آپ یا رواۃ اصحاب کوئی تو صراحۃً نام احداث وبدعت کا بیان فرما دیتا تعجب ہے کہ یہاں تو اسکا نام بھی نہیں اور ان حضرات نے وہم مجاوی **ثانیاً** اگر لفظ کذب سے استدلال کریں اگرچہ وہ ایک روایت میں واقع ہوا ہے اور بہت کثرت سے روایتیں ایسی ہیں صحیحین وغیرہ کی کہ ان میں لفظ کذب واقع نہیں ہوا جیسا کہ نقل روایات اوپر ہو چکیں تو جواب اس کا یہ ہے کہ ہر محاورہ دان جانتا ہے کہ کذب کے معنی جھوٹ ہیں اور بدعت کے معنے نئی بات پھر کجا جھوٹ بولنا اور کجا نئی بات۔ **العجب** مولوی عبد الجبار صاحب فرماتے ہیں کہ بدعت کو بدعتی موجب ثواب جانتے ہیں پس یہ کذب ہوا الخ دیکھیے یہ کیسی بڑی جرأت ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم سے لیکر شاہ عبد العزیز صاحب ومولوی اسحٰق صاحب تک فقہاء ومحدثین لوگ بدعت حسنہ کو مسلم رکھتے آئے چنانچہ عنقریب نقل کیا جائیگا پھر یہ سب معاذ اللہ اس قول کے موافق کذب کے فاعل ہو کر ان کے نزدیک کذاب ٹھہرے جو بدعت کو حسن اور مستحسن انھوں نے قرار دیا کسی نے فرمایا نعمت البدعة اور کسی نے فرمایا بدعة حسنة اور کسی نے فرمایا من البدعة ما یکون واجبا ومنہا ما یکون مستحبا ومستحسنا اور براہین قاطعہ گنگوہی کی عبارت اس مقام میں یہ ہے صفحہ ۳ (بدعت بھی جھوٹ میں داخل ہے کذب عام ہے اور بدعت خاص ایک فرد کذب کی ہے) میں کہتا ہوں کہ اس قول پر بھی وہ اعتراض سابق بحال رہا کہ صحابہ سے لیکر آجتک کے علمائے مجوزین بدعت حسنہ کذب میں داخل رہے اور ایک تیشہ دوسرا اپنے پاؤں میں بےخبری سے مار لیا یعنی آپنے عام خاص کا لفظ جما کر یہ جانا کہ حدیث میں یفشوا الکذب کا لفظ ہم الکذب کے معنی یہ ہو جاویں کہ یظہر البدعة حالانکہ اسمیں بالکل اپنے ہاتھ قلم کر چکے یعنی جب کذب کو عام مان لیا تو وجود عام مستلزم وجود خاص کو نہیں ہوتا یہ کلیہ ہر عاقل کے نزدیک مسلم الثبوت ہے پس ظہور کذب کو یہ لازم نہوا کہ خاص بدعت ہی میں ظاہر ہووے جائز ہے کہ کسی افراد خیانت ودروغ حلفی وغیرہ میں ظاہر

ہو جائے اور مؤلف براہین بھی اس قاعدہ کو جانتا ہے عبارت اُسکی صفحہ ۵۵ سطر ۱۲ میں یہ ہے (وجود عام کا بدون وجود خاص کے ہو سکتا ہے مثلاً حیوان بدون انسان کے اسکو ہر عاقل جانتا ہے الی آخرہ) اب دیکھئے حضرت جی کی زبانی خود ثابت ہو گیا یعنی آپ صفحہ ۳۸ میں فرماتے ہیں (کذب عام ہے اور بدعت خاص) اور یہاں یعنی صفحہ ۵۵ میں فرماتے ہیں (وجود عام کا بدون وجود خاص کے ہو سکتا ہے) پس یہ مطلب نکل آیا کہ وجود کذب کا بدون وجود بدعت کے ہو سکتا ہے یعنی ممکن ہے کہ بعد قرون ثلثہ کذب شائع ہو اور بدعت نہو انہی کی زبانی ان کا مدعا غلط ہو گیا یہ لوگ اُسوقت اپنے مطلب میں کامیاب ہو سکتے تھے کہ کذب اور بدعت میں نسبت مساوات و ترادف ثابت کرتے تو ثبوت کذب مستلزم بدعت ہو جاتا و اذ لیس فلیس ثالثاً یہ کہ محدثوں میں یہ ٹھہرا ہوا ہے کہ بعض حدیثیں شرح ہوتی ہیں بعض حدیث کی جس روایت میں لفظ کذب واقع ہوا ہے کہ پھر ظاہر ہوگا جھوٹ تو اُسکی وہی شرح ہے جو صحیحین وغیرہ کی حدیث میں گذری کہ وہ لوگ خیانت کرینگے بد عہدی کرینگے قسم کھانے کو تیار ہونگے بغیر قسم کھلائے اور گواہی دینے کو تیار ہونگے بغیر گواہی دلائے اُسمیں یہ نہیں آیا کہ وہ نئی باتیں دین میں نکالا کریں گے پس لازم ہوا کہ جھوٹ سے یہی باتیں مراد رکھیں نہ بدعت رابعاً یہ کہ یہ لوگ اپنے اس دعوی پر کہ جو چیز بعد قرون ثلثہ پیدا ہوگی وہ بدعت ضلالت ہوگی حدیث ہذا کو سند لاتے ہیں تو اس صورت میں حسب دعوی مانعین اس حدیث میں لفظ یظہر کے معنی ظہور وجودی کے ہونگے یعنی پھر تین قرن کے بعد جھوٹ پیدا ہوگا تو منشا اسکا یہ ہے کہ پہلے اس سے نہو گا حالانکہ بدعتوں کا وجود تینوں اُنہیں قرون میں ہوا ہے یعنی معتزلی اور قدریہ اور مرجیہ جو بدعتی فرقے ہیں قبل گذرنے قرون ثلثہ کے پیدا ہو گئے تھے پھر اگر کذب سے بدعت مراد رکھیں اور یظہر یا ورفیشو سے یوجد تو بڑا اعتراض یہ پڑیگا کہ حدیث موافق واقع کے نہیں ہو سکتی خامساً یہ کہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ بعد قرون ثلثہ کے علم فلسفہ یونانیوں کا اہل اسلام میں رائج ہوا اُسکے پڑھنے سے اور اسمیں فکر کرنے سے مسلمانوں کے عقاید عقلی طور پر بدل گئے عقائد فلسفی لوگوں میں برخلاف اعتقاد سلف کے ٹھہر گئے اور معتزلی وغیرہ بدعتیوں کو علم فلسفی سے طاقت پیدا ہوئی اور مبتدعین اور اہل سنت میں عقایدی مباحثے پھیل گئے بھلا اگر کوئی لفظ حدیث سے کہ ثم یظہر الکذب ہے یہ مراد رکھے تو بھی صحیح ہو سکتا ہے کیونکہ مسائل فلسفی جھوٹے ہیں لیکن کہاں فلسفی دلائل اور یونانیوں کی مجاولات اور کہاں محفل مولد شریف اور مردوں کی فاتحہ درود کرنا بھلا فلسفیوں کے مسائل کو ان اعمال سے کیا علاقہ اور وجود بدعات کا حصر اگرچہ عقائد فلسفی

میں نہیں لیکن صدق حدیث کے لیئے ان افراد میں وجود کذب پایا جانا بس کرتا ہے یہ کہاں سے لازم آیا کہ حدیث شریف کی تصدیق پوری جبھی ہو کہ ہر ہر فرد حادث بعد قرون کا بدعت اور ضلالت ہو جاوے سا وسًا جو مطلب یہ لوگ ثابت کرتے ہیں یہ مطلب اُسوقت ثابت ہوتا کہ حدیث کے لفظ یہ ہوتے ثم لا یظہر الا الکذب یعنی بعد قرون ثلثہ نہیں ظاہر ہوگا سوائے جھوٹ کے یا یہ ہوتے کہ ثم کل شیٔ یظہر فیکون کذبا یعنی پھر جو کچھ ظاہر ہوگا وہ سب جھوٹ ہی جھوٹ ہوگا لیکن یہ الفاظ تو حدیث میں نہیں نہ کوئی کلمہ مفید حصر ہے نہ مفید کلیت ہے تو معنی حدیث کے یہ ہو گئے ثم یظہر الکذب یعنی پھر ظہور کذب ہوگا پس ظہور کذب کے صدق کو بعض افراد محدثات میں کذب کا ہونا بھی کافی ہے یہ کیا ضرورت ہے کہ پھر جو چیز ظاہر ہووے وہ سب کاذب ہی ہووے پس **اصل مطلب حدیث** یہ ہوا کہ سب آدمیوں میں اچھے میرے قرن کے آدمی ہیں پھر اُن کے بعد والے پھر اُن کے بعد والے اور بعد اُن کے فاش طور پر کذب ظاہر ہوگا یعنی جس طرح قرون ثلثہ میں خیریت غالب تھی اس طرح بعد کو کذب غالب ہوگا لیکن غلبہ خیر کے معنی کوئی یہ نہ سمجھے کہ قرون اولی میں جو کچھ ہوگا سب خیر ہوگا اسلیئے کہ تمام بدعتیں قدر و ارجاء و خروج و رفض وغیرہ سب قرون ثلثہ ہی میں ہوئیں اور باوجود خیر القرون میں ہونے کے سبب ان کو کوئی اہل سُنّت و جماعت خیر نہیں کہتا پھر اسی طرح مابعد قرون ثلثہ کے کذب کا حال اُس کے مقابل میں سمجھنا چاہیئے کہ ظہور کذب مابعد کے معنی یہ نہیں کہ جو کچھ ظاہر ہوگا سب کذب ہوگا جس طرح یہ نہ ہوا کہ جو چیز خیر القرون میں ایجاد ہو وہ سب خیر ہو اس تقریر سے صاف ظاہر ہو گیا کہ بعضی چیزیں بعد قرون ثلثہ کے جنکو علماء و صالحین نکالینگے وہ درست اور احسن ہونگی اور بعض باتیں جو خلاف شرع ایجاد ہونگی وہ گمراہی کا سبب اور قبیح ہونگی جس طرح خود عین قرون ثلثہ کی بعضی بدعتیں نکلی ہوئیں سب خراب اور ضلالت ہیں قول جمہور اور مذہب منصور یہی ہے اور شیوع و ظہور کذب میں یہ بھی ضرور نہیں کہ شیوع بدعت ہی سے اُسکا تحقق ہو بلکہ اس طرح پر بھی ہو سکتا ہے کہ پہلے اگر خیانت کا ایک تھا اب لاکھوں ہیں دروغ حلف قرون اولی میں اگر دو چار ہونگے تو اب کروڑوں ہیں اسی طرح اور گناہوں کو قیاس کرلو کہ ہر ہر گناہ اب زیادتی پر ہے اور بدعتی لوگ جو قرون ثلثہ میں حادث ہو گئے تھے اب وہ بہت زیادہ اضعافًا مضاعفہ ہوکر پھیل گئے احادیث صحاح مذکورۃ الصدر کے صدق کو یہ فشو و ظہور کافی ہے یہ کیا ضرور ہے کہ جب سب حسنات صلحائے مابعد کو کذب میں داخل کرو تب مضمون حدیث

صحیح ہو حاشا وکلا انصاف شرط ہے واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم اور براہین قاطعہ گنگوہی صفحہ ۳۲ و ۳۳ میں جو یہ بات لکھی ہے کہ یہ چاروں اقوال گذشتہ بیان بدعت میں مع قول پنجم جو عنقریب آنے والا ہے پانچوں قول ایک ہیں الی آخرہ یہ ایک عجیب افسانہ ہے مرودانا خیال کرکے دیکھے تیسرے قول کو جو لوگوں نے حضرت مجدد کے قول سے استدلال کیا ہے کہ جو چیز خلفائے راشدین کے وقت میں تھی خدا ہم کو اُس بدعت میں گرفتار نہ کرے یہ کسطرح جمع ہوسکتا ہے دوسرے اقوال کے ساتھ حالانکہ خود حضرت مجدد کی عبارت مکتوبات جلد ثانی مطبوعہ دہلی صفحہ ۳۰ مکتوب بست وسوم میں اقوال باقیہ کے خلاف ہے وہ یہ ہے گذشتگان دربدعت حسنی دیدہ باشند کہ بعض افراد آنرا استحسن داشتہ اند اما این فقیر درین مسئلہ با ایشان موافقت ندارد وہیچ فرد بدعت را حسنہ نمی داند دیکھئے وہ خود اپنے منہ سے فرماتے ہیں کہ جو علما بدعت حسنہ کو مستحسن کہتے ہیں میں موافق اُنکے ساتھ نہیں پھر پانچوں قول کسطرح باہم موافق ہونگے پھر مکتوب مذکور میں بعد آٹھ سطر کے لکھتے ہیں اینجا فتوے متقدمین ومتاخرین متمشی نباید ساخت چہ ہر وقت را احکام علیحدہ است الی آخرہ دیکھئے یہاں خود اپنی زبان سے تمام متقدمین ومتاخرین کا فتویٰ جواز بدعت حسنہ پر تسلیم فرماکر فرماتے ہیں کہ اب وہ فتویٰ نہیں چل سکتا ہر زمانہ کا حکم جدا ہوتا ہے بھلا اگر جمیع مفتیان دین متقدمین ومتاخرین کا قول حضرت مجدد کے موافق ہوتا تو یہ عذر اختلاف زمانہ کا کیوں پیش فرماتے نہیں نہیں بے انصافی کا کچھ علاج نہیں حق یہی ہے کہ پانچوں قول جدا ہیں ہر ایک عالم نے اپنے نزدیک کچھ مصلحت زمانی سمجھ کر ایک قول اختیار کیا لیکن فتویٰ عام طور پر نہ ہوگا سوائے قول جمہور علماء اُمت کے جو عنقریب آتا ہے اور بعض صاحبوں کا یہ فرمانا کہ بدعت حسنہ کچھ چیز نہیں یہ ادلہ عقلیہ ونقلیہ کے بالکل مخالف ہے عقل کے مخالف اسلیئے ہے کہ دو مفہوم کلی یا تو دونوں متساوی ہونگے جیسے انسان اور ناطق یعنی جسکو ناطق کہینگے وہی انسان ہوگا جسکو انسان کہینگے وہی ناطق ہوگا یا وہ دونوں مفہوم متباین ہونگے جیسے انسان اور حجر جو چیز حجر ہوگی اُسکو انسان نہ کہینگے جو انسان ہوگا اُسکو حجر نہ کہینگے دونوں میں بالکل جدائی ہے یہ کچھ اور ہے اور وہ کچھ اور یا وہ دونوں مفہوم عام خاص مطلق ہونگے جیسے حیوان و انسان حیوان ہر جاندار کو کہہ سکینگے خواہ وہ انسان ہو یا گھوڑا یا ہاتھی یا اونٹ وغیرہ اور انسان سوائے آدمی کے کسی کو نہیں کہہ سکتے تو انسان خاص مطلق ہوا اور حیوان عام مطلق یا وہ دونوں مفہوم عام خاص من وجہ ہونگے جیسے کبوتر اور سفید رنگ اسمیں تین مادے ہوتے ہیں دو افتراق کے ایک اجتماع کا افتراق

اس طرح پر کہ مثلاً قلعی میں سفید رنگ موجود ہے لیکن کبوتر نہیں اور سرمئی کبوتر میں کبوتر موجود ہے لیکن رنگ سفید ندارد اور سفید رنگ کے کبوتر میں دونوں موجود کبوتر بھی اور سفید رنگ بھی جب یہ معلوم ہوا تو حدیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنی چاہیئے آپ نے ارشاد فرمایا ہے من ابتدع بدعة ضلالة لا یرضاها الله ورسوله کان علیه من الاثم مثل آثام من عمل بها لا ینقص ذلك من اوزارهم شیئًا واضح ہو کہ لفظ بدعة ضلالة میں ہم کو اپنے اساتذہ سے روایت حدیث بصیغہ اضافت پہنچی ہے اسی طرح مولانا احمد علی صاحب محدث مرحوم سہارنپوری نے اپنے مطبع کی کتابوں یعنی مشکوٰۃ شریف مطبوعہ ۱۲۷۱ھ اور ترمذی شریف مطبوعہ ۱۲۸۲ھ میں ضبط کیا ہے اور اسی طرح صاحب مجمع البحار نے تکملہ صفحہ ۱۲ میں لکھا ہے عبارت یہ ہے یروی بالاضافة ویجوز نصبها علی النعت دیکھیئے اگرچہ نعت کو بھی جائز رکھا لیکن اہل حدیث کی روایت کو بالاضافت ہی لکھا جب اضافت ان دونوں لفظوں یعنی بدعت اور ضلالت میں ثابت ہوگئی تو اب قاعدہ اضافت طے کرنا چاہیئے اگر یہ اضافت بدعة ضلالة میں بیانی ہے جس طرح فریق ثانی اکثر بیان کر رہے ہیں تو ہمیں مدعا ہمارا ثابت ہے اسلیئے کہ اضافت بیانی میں عموم خصوص من وجہ ہوتا ہے قال مولوی الجامی فی بیان الاضافة واما معنی من البیانیة فی جنس المضاف الصادق علیه وعلی غیره بشرط ان یکون المضاف ایضا صادقا علی غیر المضاف الیه فیکون بینهما عموم وخصوص من وجه اور اوپر بیان ہو چکا کہ عموم خصوص من وجہ میں دو مادے افتراق کے ہوتے ہیں ایک اجتماع کا پس مطلب یہ ہوا کہ کوئی شے ایسی ہوگی جو بدعت بھی ہو اور ضلالت بھی جیسے مذہب جبریہ وقدریہ وغیرہما مبتدعین کے اور کوئی چیز ایسی ہوگی کہ ضلالت ہوگی بدعت نہ ہوگی جیسے کفر وارتداد العیاذ باللہ اور کوئی چیز ایسی ہوگی کہ بدعت ہوگی اور ضلالت نہ ہوگی جیسے مدرسہ اور محفل میلاد شریف اور اوضاع اذکار مشائخ کرام جو واسطے جلائے قلب کے ایجاد کیئے گئے ایسی ہی چیزوں کا نام بدعت حسنہ ہے تقریر دیگر بدعت اور ضلالت دو مفہوم کلی ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں باہم متباین نہیں کیونکہ ضلالت محمول ہوتی ہے بدعت پر اور متساوی بھی نہیں کیونکہ شرک وکفر پر بھی اطلاق ضلال جابجا قرآن مجید میں موجود ہے من یشرك بالله فقد ضل ضلالا بعیدا ومن یکفر بالله وملئكته وكتبه ورسله والیوم الاخر فقد ضل ضلالا بعیدا یہاں شرک وکفر پر لفظ ضلال اطلاق فرمایا حالانکہ یہاں بدعت نہیں کیونکہ حقیقت بدعت کی اور ہے اور کفر کی اور بدعت مقابل سنت ہے اور کفر مقابل ایمان اور بدعت عام مطلق بھی نہیں ورنہ کلیہ کل بدعة ضلالة صحیح نہ ہوگا جس طرح کل حیوان

انسان صحیح نہیں اور خاص مطلق بھی نہیں اسلیئے کہ خاص مطلق کی اضافت عام مطلق کی طرف ممتنع ہے شرح جامی وسالک بہیہ وغیرہ کتب نحو میں یہ مسئلہ منصوص ہے یعنی جائز نہیں کہ کہا جاوے سبت الیوم وفقہ العلم بلکہ کہا جائیگا یوم السبت وعلم الفقہ پس من ابتدع بدعۃ ضلالۃ کی اضافت صحیح نہیں ٹھہری اب باقی رہی نسبت عام وخاص من وجہ اسمیں بھی دو مادے ہونگے افتراق کے ایک مادہ اجتماع کا جیسا کہ تقریر اول میں ثابت کر چکے ہیں پس ایک بدعت وہ نکلیگی جو ضلالت نہیں پھر ایسی بدعت اگر ضابطۂ اباحت میں داخل ہوگی وہ مباح ہوگی اور اگر کلیہ استحباب میں شامل ہوگی مستحب ہوگی اور اگر قاعدہ ایجاب کے ماتحت مندرج ہوگی وہ واجب ہوگی انہی تین قسم کی بدعتوں کو بدعت حسنہ کہتے ہیں کیونکہ واجب اور مستحب ومباح وہی چیزیں ہوسکتی ہیں جن میں رنگ حسن موجود ہے اسی حسن کے سبب ایسی بدعتوں کو صفت حسنہ نصیب ہوئی اور وہ جو صاحب مجمع البحار نے لکھا کہ یجوز نصبہا علی النعت اس صورت میں معنی حدیث کے یہ ہونگے کہ جس نے نکالی ایسی بدعت ضلالت ہے الی آخرہ ہم کہتے ہیں اس میں بھی بدعت حسنہ کا ثبوت ہے اسلیئے کہ نکرہ کو نکرہ کے ساتھ صفت کرنے میں اصل قاعدہ یہ ہے کہ وہ فائدہ دیتا ہے تخصیص کا پس صفت ضلالت نے اپنے موصوف بدعت کو جو عام شامل ضلالت وہدیٰ کو تھا خاص کر دیا اور تمیز دیدی بعض افراد کو یعنی بدعت ضلالت کو بعض سے یعنی بدعت ہدیٰ وحسنہ سے جیسے رجل عالم میں صفت عالم نے تمیز دیدی رجل کو غیر عالم سے اور صورت نعت وصفت میں یہ معنی کرنے دو وجہ سے ضروری ہوئے۔ ایک تو یہ ہے کہ اصل توصیف نکرہ میں افادہ تخصیص ہونا نحو کا قاعدہ مطردہ ہے دوسرے یہ کہ صفت کے ساتھ پڑھنا مطابق ہو جائے ساتھ روایت اضافت کے جو اہل حدیث میں شائع ہے پس جس طرح روایت اضافت میں لفظ بدعت عام من وجہ رہا تھا اسی طرح صفت ونعت میں بھی عام من وجہ رہی یہ تقریر اثبات بدعت حسنہ میں اس عاجز کو اپنے بعض اساتذہ سے پہنچی ہے تغمدہم اللہ بغفرانہ اب شروع کریں ہم دوسری تقریر یعنی بدعت حسنہ کو لاشی محض کرنا اور اس کے وجود کا انکار کرنا مخالف نقل کے ہے وجہ اسکی یہ کہ جب حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے عہد کرامت مہد میں کچھ تحوّق کیفیت نماز تراویح کو بہ نسبت سابق زیادہ ہوا اُس کو آپ نے پسند کیا اور فرمایا نعمت البدعۃ لفظ نعمت زبان عرب میں افعال مدح سے ہے اس سے تعریف کیا کرتے ہیں کسی شے کی پس آپنے اُس کیفیت زائدہ علی قدر السابق کی تعریف فرمائی کہ اچھی ہے یہ نئی بات دیکھو حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ جن کے اقتدا کا حکم ہم کو

از روئے حدیث ہے انھوں نے بدعت کو اچھا فرمایا معلوم ہو گیا کہ بدعت محمود بھی ہوتی ہے اور ایسی
ہی ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صلوٰۃ ضحیٰ جسطرح انھوں نے لوگوں کو پڑھتے دیکھا اور لوگوں
نے اُس کا مسئلہ پوچھا آپنے یہ فرمایا انھا محدثۃ وانھا لمن احسن ما احدثوا پس امر محدث اور بدعت
حسنہ کہنا نفس قول صحابی سے ثابت ہے اُسوقت سے ابتک باقتدائے صحابۂ کرام جمیع مجتہدین علماء و
ائمہ اسلام جمیع محدثات حسنہ کو جائز رکھتے اور بدعت حسنہ فرماتے چلے آئے چنانچہ نقول اقوال فقہاء محدثین
عنقریب آنیوالی ہیں پس ثابت ہو گیا عقلاً و نقلاً ہر طرح کہ بدعت حسنہ کا وجود ثابت اور اطلاق بدعت حسنہ
درست اور صحیح ہے **پانچواں قول مذہب جمہور** واضح ہو کہ کافۂ علماء اہل تحقیق کے نزدیک سیئہ
اور حسنہ ہونے کی بنیاد زمانہ پر نہیں یعنی یہ بات نہیں کہ جو کچھ خیر و شر زمانہ قرون ثلثہ میں ہو گیا وہ سب
سنت اور مقبول ہے اور بعد زمانہ قرون کے جو کچھ بھلا یا بُرا ہوا وہ سب بُرا ہے اور مردود ہے کما قدمنا
ایک ایک مثال پر اکتفا کرتا ہوں **قصہ اول** حضرت امیر المومنین عمر اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما
تیمم سے منع فرماتے تھے نہانے کی حاجت والے کو یہ حدیث صحیح مسلم مطبوعہ کے صفحہ ۱۶۱ میں ہے اب
دیکھیے یہ حکم صحابی کا ہے اور صحابی بھی کیسے خلفائے راشدین میں لیکن اس قول پر کسی نے ائمہ مذاہب
میں عمل نہیں کیا **دوسرا قصہ** حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی تھے اُن کا بیٹا یزید تھا تابعی تھا طبقۂ
وسطیٰ تابعین میں یعنی جس طبقہ میں حسن بصری اور ابن سیرین ہیں یہ اُسی طبقہ میں تھا کذا فی التقریب اس
تابعی نے جو خیر القرون میں تھا دیکھو کیا کام سیاہ و تمردی کا کیا کہ خدا کسی کو نصیب نہ کرے کہ مظلما امام
حسین رضی اللہ عنہ کا اُس کی گردن پر ہے **تیسرا قصہ** یہ کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ تابعی تھے
اُن کا شاگرد واصل ابن عطا تبع تابعین سے تھا وہ مذہب معتزلی کا موجد اور امام ہوا اُس نے یہ
مذہب نکالا کہ جو مسلمان گناہ کبیرہ کرتا ہے نہ اُس کو مومن کہنا چاہیے نہ کافر بلکہ یہ ایک درجہ ہے درمیان
دونوں کے یہ بالکل مخالف اہل سنت و جماعت کے اُس نے اعتقاد کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دو قسم
فرماتا ہے فمنکم کافر و منکم مومن قسم تیسری نہیں فرمائی پس جب واصل ابن عطا نے اپنا یہ عقیدہ
بیان کیا تب اُن کے اُستاد حضرت امام حسن بصری نے ارشاد فرمایا قد اعتزل عنا یعنی یہ الگ ہو گیا
ہم سے پس اُسی روز سے اُس فرقہ کا نام معتزلی ہوا وہ سخت بدعتی ہیں اور وہ اپنا نام کہتے ہیں اصحاب
العدل والتوحید کذا فی الشرح العقائد وغیرہ یہ تین قصے قرون ثلثہ کے بیان کیے گئے اور ایسے بہت

قصص میں غرضکہ ان امثال سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ خواہ کوئی فعل ہو یا قول یا اعتقاد اُس کا حسنہ اور سیئہ ہونا موقوف زمانہ پر نہیں بلکہ اُس کا مدار مخالفت اور عدم مخالفت شرع پر ہے اسی دعوے پر دو دلیل یعنی دو حدیث صحیح لکھے دیتا ہوں حدیث **اول** قال نبینا الآمر الناہی علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد یہ صحیحین کی حدیث ہے یعنی جس نے نکالی ہمارے اس دین میں وہ بات جو دین کی قسم سے نہیں یعنی کتاب اور سنت کے مخالف ہے وہ بات اُس کی رد ہے شارحین حدیث نے لفظ ما لیس منہ کی شرح میں لکھا ہے فیہ اشارۃ الی ان احداث ما لاینازع الکتاب والسنۃ لیس بمذموم اور محدث دہلوی نے لکھا ہے لفظ ما لیس منہ کی شرح میں کہ مراد چیزے ست کہ مخالف ومغیر دین باشد اور نواب قطب الدین خان صاحب نے ترجمہ مشکوۃ شریف میں لکھا ہے کہ لفظ ما لیس منہ میں اشارہ ہے اُس کی طرف کہ نکالنا اُس چیز کا کہ مخالف کتاب اور سنت کے نہ ہو بُرا نہیں انتہی یہ شروح عربی و فارسی و اُردو کی ایک ایک نظیریں کرتی ہے اور ان شارحین حدیث کو اس طرح معنی کرنے کی وجہ یہ ہوئی ابو داؤد میں آیا ہے من صنع امرا علی غیر امرنا فھو رد یعنی جس نے کیا کوئی کام ہمارے کام سے غیر طریقہ پر وہ رد ہے حضرت کا کام کتاب اور سنت ہے کتاب و سنت کے غیر ہی طریقہ ہوگا جو بالکل اس کے مخالف اور اس کا مغیر یعنی بدل دینے والا ہوگا الحاصل اس حدیث سے دو باتیں ثابت ہوئیں ایک تو یہ کہ حضرت نے لفظ من ارشاد فرمایا یہ لفظ عربی میں عام ہے اس میں قید کسی قرن کی نہیں یعنی آپ نے یوں نہیں فرمایا کہ جو کوئی نکالے نئی بات اول قرن میں دوسری میں تیسری میں یا بالکل آخری زمانہ میں بلکہ عام فرمایا کہ جب کبھی کوئی نکالے وہ رد ہے دوسری بات یہ کہ اُس نئی بات نکالی ہوئی کا مردود ہونا موقوف ہے اس بات پر کہ مخالف ہو کتاب اور سنت کے بس یہی ہم نے دعویٰ کیا تھا کہ حسنہ اور سیئہ ہونا امور محدثہ کا موقوف مخالفت اور عدم مخالفت کتاب و سنت پر ہے نہ زمانہ پر اور یہ مسئلہ اصول میں ٹھہر چکا ہے کہ جب کوئی حکم کسی امر مقید پر ہوتا ہے تو وہ حکم قید کی طرف راجع ہوتا ہے اس حدیث میں فھو رد حکم ہے یہ اصل احداث پر راجع نہ ہوگا بلکہ اُس کی قید جو ما لیس منہ ہے اُس کی طرف راجع ہوگا یعنی جو نئی بات مخالف اور تغیر دینے والی دین کی ہو وہ رد ہے نہ یہ کہ جو کوئی بات عمدہ اور صالح اور نیک اصول دین کے موافق نکالی جائے وہ بھی رد ہے دیکھو اب قاعدہ اصول کے موافق معنی کرنے سے اسی حدیث سے

ثابت ہوگیا کہ بدعت حسنہ یعنی اچھی بات کا ایجاد کرنا برا نہیں ورنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
احداث کو مقید بلفظ ما لیس منہ کے ساتھ نہ فرماتے بلکہ یوں فرماتے من احدث فی امرنا فھو
رد کیا حاجت تھی لفظ ما لیس منہ بڑھانے کی اور شرح جواہر التوحید میں ہے ومن الجھلۃ
من یجعل کل امر لم یکن فی زمن الصحابۃ بدعۃ مذمومۃ وان لم یقم دلیل علی قبحہ تمسکا
بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ایاکم ومحدثات الامور ولا یعلمون المراد بذلک ان یجعل فی
الدین ما ھو لیس منہ انتہی اس تقریر سے جواب حاصل ہوگیا اُن لوگوں کا جو حدیثیں بغیر سمجھے بوجھے
پڑھا کرتے ہیں کہ شر الامور محدثاتھا اور پڑھا کرتے ہیں وایاکم ومحدثات الامور وکل محدثۃ
بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ وجہ حصول جواب یہ ہے کہ حدیثیں سب ارشاد رسول مقبول صلی اللہ علیہ
وسلم ہیں وہ باہم مخالف نہیں ہو سکتیں جب مقام مذمت میں آپ احداث کو ما لیس منہ کے
ساتھ مقید فرما چکے یعنی وہ محدث بات مردود ہے جو کسی غیر طریقۂ اسلام پر ہو اور مخالف ہو پس
جتنے بذر حدیثیں منع اور بدعت میں ہونگی وہ احداث اور بدعت مخالف اسلام کی طرف راجع ہوں گی
نہ احداث خیر اور بدعت حسنہ کی طرف اور اس تقریر سے اس حدیث کے معنی بھی بلا تکلف صحیح ہوگئے
ما احدث قوم بدعۃ الا رفع مثلھا من السنۃ اس لیے کہ جو بدعت مخالف سنت ایجاد ہوگی
ظاہر ہے کہ وہ سنت کو مٹا دے گی چنانچہ مولوی قطب الدین خاں صاحب نے بھی مظاہر الحق میں
اس حدیث کے ترجمہ میں لکھا ہے نہیں نکالی کسی قوم نے بدعت یعنی جو بدعت کہ مزاحم سنت کے ہو
دیکھیے اس حدیث میں بھی ان لوگوں کے علماء مستندین سے خاص اُسی بدعت کی بُرائی ثابت ہوئی
جو مخالف سنت ہو باقی رہی حدیث تفترق امتی علی ثلث وسبعین ملۃ کلھم فی النار الا
واحدۃ قالوا من ھی یا رسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی یعنی میری امت میں تہتر فرقے
ہونگے سب آگ میں جائینگے مگر ایک لوگوں نے پوچھا وہ کونسا فرقہ ہے فرمایا جس ملت پر میں ہوں
اور میرے اصحاب سو مراد اس سے یہ نہیں کہ کوئی عمل جزئیہ بخصوصہ اگر آپ نے یا اصحاب نے
نہیں کیا تو اُس کا کرنے والا فی النار ہوگا اسلیئے کہ بالاتفاق ثابت ہے کہ مدرسہ نہ آپ نے کیا
نہ اصحاب نے تو چاہیئے مدرسہ بہیئت کذائیہ کرنے والا مستحق نار ہو معاذ اللہ بلکہ مراد یہ ہے کہ جو آپ کے
اور آپ کے اصحاب کے اصول ہیں اُسکے مخالف جو ہوگا وہ فی النار ہوگا اور احداث بدعت حسنہ مخالف

اصول نہیں بلکہ جناب رسالت مآب نے خود من سنّ سنّۃ حسنۃ فرماکر ترغیب ایجاد اعمال حسنہ کی دی جیسا کہ آگے آویگا انشاء اللہ تعالیٰ اور اسی طرح اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین نے بہت امور خیر ایسے کہ زمان نبوت میں نہ تھے ایجاد فرمائے اور اطلاق احداث حسن اور نعمت البدعۃ وغیرہ کا کیا یہی حال مولد شریف یا فاتحہ بہیئت کذائیہ کرتے ہیں وہ اس احداث حسن میں خاص طرح مصداق ما انا علیہ واصحابی کے ہیں کہ آپ اور آپکے اصحاب نے احداث حسن کی اجازت دی اور ہم بھی انہی کے طریقہ پر قدم بقدم احداثات حسن کو جائز رکھتے ہیں فیا اخی خذ ما آتیتک وکن من الشاکرین بعض مانعین کہتے ہیں کہ مخالف احداث کرنے سے مراد یہ ہے کہ جس کام کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا وہی کام مخالف سنت اور بدعت اور مکروہ ہے اُسکا احداث نہ کرنا چاہیئے اور صحابہ نے جن امور پر انکار کیا ہے وہ سب امور خیر تھے اُن میں کوئی بات سوائے اس کے نہ تھی کہ ہیئت اُنکی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں پائی گئی مثلاً عبداللہ ابن مسعود نے ایک جماعت ذکر کرنے والوں کو مسجد سے نکالدیا یہ ہیئت خاصہ جدیدہ پر انکار تھا ورنہ اصل ذکر اللہ خود مامور بہ ہے اور حضرت علی نے قبل نماز عید نفل پڑھنے سے منع فرمایا حالانکہ خود نماز منہی عنہ نہیں حضرت عبداللہ ابن عمر نے نماز چاشت کو جو اُن کے شروط کے موافق انکو ثابت نہ ہوئی تھی بدعت فرمایا اور اسی طرح قنوت جو اُن کے زمانہ میں پڑھتے تھے اُسکو بدعت فرمایا انتہیٰ قولہم میں کہتا ہوں اگرچہ یہ تقریر موافق مشرب قائلین قول چہارم کے ہے لیکن بعض آدمی اور بھی بیخبری سے یہ بات کہنے لگتے ہیں جواب اس کا یہ ہے کہ جو امر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا اُس کو مخالف سنت مکروہ و بدعت کہنا صحیح نہیں اس لیئے کہ جس سے نص شارع ساکت ہو اُس کو مخالف شرع نہیں کہتے دارقطنی نے ابی ثعلبہ سے روایت کی کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے فرض فرمائیں بعض چیزیں اُن کو ضائع مت کرو اور حرام ٹھہرائیں بعض چیزیں اُن کی حرمت مت توڑو اور باندھی ہیں حدیں اُن حدوں سے آگے مت بڑھو اور سکوت فرمایا بعض چیزوں سے دانستہ اُن میں بحث مت کرو یہ حدیث مشکوٰۃ کے باب الاعتصام میں ہے اور حضرت ابن عباس نے ارشاد فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ نے حلال کردیا وہ حلال ہے اور جو حرام کردیا وہ حرام ہے اور جسمیں سکوت فرمایا اور کچھ بیان نہیں کیا وہ معاف ہیں ہے اپنی اُنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مواخذہ نہوگا یہ مشکوٰۃ کے باب ما یحل اکلہ میں ہے ان احادیث سے علماء نے ایک اصل عظیم

پیدا کی ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے پس معلوم ہوا کہ جس چیز میں اللہ و رسول کی طرف سے سکوت ہوا اسکو مباح جاننا چاہیے نہ بدعت و مکروہ و حرام اور شاہ ولی اللہ صاحب کتاب مصفی شرح موطا تطوع قبل عید میں لکھتے ہیں مطبوعہ دہلی کہ ماخذ دیگران استحباب مشروعیت اصل صلوٰۃ است و نیافتن دلیلے کہ دلالت کند بر منع زیرا کہ نکردن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دریں حال دلالت بر کراہت نمی تماید ترک فعل خیر نزدیک حضور و داعی آن دلیل کراہت نمی تواند شد انتہی اسمیں شاہ ولی اللہ صاحب نے کھول کر فرما دیا کہ باوجود موجود ہونے داعی کے بھی اگر کسی فعل خیر کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ کریں یہ دلیل کراہت کی نہیں ہو سکتی انتہی اور وہ جو علماء حنفیہ بعد طلوع فجر نوافل میں کراہت ثابت کرتے ہیں اُس میں علت اور ہے وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پر بہت حریص تھے جعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ اور اوقات میں یہ بات دیکھی کہ نماز بعض اوقات میں جائز اور بعض میں نہیں بناءً علیہ علماء نے باوجود اس حرص کے پھر ابتداً نبھی نہ پڑھنا نوافل کا اس وقت میں وجہ کراہت اس وقت کی ٹھہرائی الحاصل یہ بات علی العموم صحیح نہیں کہ جو فعل خیر آپ نے نہ کیا وہ بدعت اور مخالف سنت ہوتا ہے حق الامر یہ ہے کہ مخالف سنت بدعت وہی امر ہوگا جو امر و نہی شارع کے خلاف ہوگا اس طرح کا امر جو کوئی احداث کرے گا وہ داخل ارشاد من احدث فی امرنا ما لیس منہ فھو رد ہوگا اور وہ فعل مکروہ و بدعت و ضلالت کہلائیگا امام حجۃ الاسلام غزالی علیہ الرحمۃ کتاب آداب سماع احیاء العلوم جلد دوم صفحہ ۲۷۲ میں فرماتے ہیں وقول القائل ان ذلک بدعۃ لم یکن فی الصحابۃ فلیس کل ما یحکم باباحتہ منقولا عن الصحابۃ رضی اللہ عنھم انما المحذور بدعۃ تراغم سنۃ مامورا بھا ولم ینقل النھی عن شیء من ھذا اوضح ہو کہ اس مقام میں حجۃ الاسلام نے بیان فرمایا ہے کہ جب صوفی حالت وجد صادق میں کھڑا ہو جائے تو اہل جلسہ کو چاہئے کہ جماعت اسکی موافقت میں کھڑی ہو جائے اور اسی طرح اگر یہ عادت جاری ہو جائے کہ صاحب وجد کا عمامہ اتر جائے تو سب اپنا عمامہ الگ کر دیں اُس کا کپڑا بدن سے الگ ہو جائے تو لوگ بھی وہ کپڑا اپنے بدن سے ڈالدیں اُنکی موافقت میں سو یہ باتیں البتہ حقوق صحبت اور حسن معاشرت میں داخل ہیں اور اگر کوئی یہ کہے کہ یہ تو بدعت ہے صحابہ سے منقول نہیں ہم کہینگے بہتیری مباح باتیں صحابہ سے منقول نہیں اندیشہ اسی بدعت کا ہے جو مٹاوے کسی سنت مامور بہا کو اور نقل نہیں کی گئی کسی چیز کے لیے ان اشیاء مذکورہ سے نہی واسطے ممانعت کے انتہی ب دوسرا مقام اسی جلد احیاء العلوم صفحہ ۹۲ تا

ملاحظہ فرمائیے اما مجرد السواد فلیس بمکروہ ولکنہ لیس بمحبوب اذ احب الثیاب الی اللہ تعالیٰ
البیض ومن قال انہ مکروہ وبدعۃ اراد بہ انہ لم یکن معہودا فی العصر الاول ولکن اذا
لم یرد فیہ نہی فلا ینبغی ان یسمی بدعۃ ومکروہا ولکن ترکہ احب فرمایا امام غزالی حجۃ
الاسلام نے کہ فقط سیاہ لباس پہننا مکروہ نہیں لیکن محبوب بھی نہیں اسلیئے کہ محبوب اللہ تعالیٰ کے
نزدیک سفید لباس ہے اور جس نے یہ کہا کہ مکروہ اور بدعت ہے مراد اُسکی یہ ہے کہ عصر اول میں اُسکا دستور
نہ تھا لیکن جبکہ اس میں نہی شارع سے وارد نہیں تو اسکو بدعت مکروہ نہ کہنا چاہیئے ہاں ترک احب ہے
یعنی اس واسطے کہ احب الی اللہ تعالیٰ سفید لباس ہوتا ہے دونوں مقام کی تقریریں حضرت حجۃ الاسلام کی
صاف بیان کررہی ہیں کہ صدر اول میں دستور نہونا یا منقول نہ ہونا سبب بدعت وکراہت کا نہیں ہوسکتا
جب تک صریح نہی شارع ناطق نہو پس جمیع اہل اسلام کو جاننا چاہیئے کہ حدیث من احدث فی امرنا کے
ذیل میں جو شارحین حدیث لکھ رہے ہیں کہ نکالنا اس چیز کا جو مخالف کتاب وسنت کے ہو بُرا نہیں
اُس کے مصداق یہی معنی ہیں کہ جس چیز کی نہی کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ میں موجود نہیں اُس کا
نکالنا بُرا نہیں اور جس کی نہی موجود ہے وہ بُرا اور احداث مردود ہے اور وہ نظیریں صحابہ کی جو
معارضین پیش کرتے ہیں اُن میں یہی بات تھی کہ صحابہ نے اپنے نزدیک اُن کو مقابل نہی رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سمجھا تھا مثلاً حضرت عبداللہ ابن مسعود کا انکار فرمانا اُس کی روایتیں دو
طرح پر ہیں ایک اس طرح اخرج الطبرانی بسندہ عن قیس بن حازم قال ذکر لابن مسعود
قاص یجلس باللیل ویقول للناس قولوا کذا الحدیث اس روایت میں لفظ قاص ہے یعنی
ایک آدمی قصہ گو رات کے وقت قصہ کہنے بیٹھتا تھا اور درمیان قصہ گوئی کے لوگوں کو کہتا جاتا تھا کہ
ایسا کہو ایسا کہو یہ خبر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو پہنچی آپ وہاں تشریف لے گئے اور اُن کو دھمکایا کہ
تم نے یہ بدعت نکالی ہے واضح ہو کہ یہ انکار کرنا محض ہیئت جدیدہ کے سبب نہ تھا بلکہ وہ اُسکا مجمع کرنا
قصہ گوئی کے واسطے یہ خلاف شرع تھا گو ذکر اللہ بھی کبھی کبھی درمیان میں ہوتا ہو اصحاب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قصہ گویوں کو جو بے اصل قصہ بیان کرتے تھے مسجد سے نکال دیا کرتے تھے چنانچہ شاہ
ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ آداب تذکیر قول جمیل میں بیان فرماتے ہیں ولا یذکر القصص المجازفۃ فان
الصحابۃ انکروا علی ذلک اشد الانکار واخرجوا اولئک من المساجد وضربوہم اور لغایت

الاحتساب میں ہے والقصص عندھم بدعۃ وکانوا یخرجون القصاص من الجامع اور حضرت پیران پیر غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں وکان ابن عمر وغیرہ من الصحابۃ رضی اللہ عنھم یخرجون القصاص من الجامع ان قرائن سے صحیح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ قاص ایسا ہی قصہ گو تھا اور اگر وہ مرد واعظ حقانی ہوتا اور وعظ کرتے کرتے لوگوں سے درمیان میں ذکر اللہ بھی کراتا جاتا وہ ہرگز منع نہ تھا قاضی خان میں ہے العالم اذا قال فی المجلس صلوا علی النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فانہ یثاب علی ذلک وکذا الغازی اذا قال کبروا یثاب علیہ اور **دوسری روایت** اس طرح پر ہے کہ وہ لوگ ذکر اللہ جہر کرتے تھے اسلیئے اُن کو نکالدیا سو اسکی وجہ بھی وہی ہے کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ذکر جہر کو مخالف شرع سمجھتے تھے جیسا کہ کتب فقہ سے روایت آتی ہے اور مانعین جہر قرآن کی آیت سند گزارتے ہیں ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ اور حدیث کتاب الجہاد بخاری کی جو ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہی پیش کرتے ہیں کہ وہاں صحابہ بلند آواز سے لا الہ الا اللہ اللہ اکبر کہتے تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اربعوا علی انفسکم لا تدعون اصم ولا غائبا انہ معکم انہ سمیع قریب یعنی نرمی کرو اپنی جانوں پر تم کسی غائب اور بہرے کو نہیں پکارتے ہو تمھارے ساتھ ہی وہ سنتا ہی پاس ہے اس سے بعض صحابہ سمجھ گئے کہ ذکر جہر منع ہے اسی بنا پر حضرت عبد اللہ بن مسعود نے ان لوگوں کو منع فرمایا چنانچہ موجود ہے فی فتاوی القاضی الجہر بالذکر حرام وقد صح عن ابن مسعود انہ سمع قوما اجتمعوا فی مسجد یھللون ویصلون علیہ الصلوٰۃ والسلام جھرا فراح الیھم وقال ما عھدنا ذلک علی عھدہ علیہ الصلوٰۃ والسلام وما اراکم الا مبتدعین فما زال یذکر ذلک حتی اخرجھم من المسجد اور روایات سے معلوم ہوا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے اُن لوگوں کو فقط احداث ہیئت جدیدہ کے لیئے نہیں بلکہ یہ سمجھ نکالا تھا کہ یہ ذکر جہر کرنا ان کا نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف ہے اور یہ ہی ہم کہتے ہیں کہ جو احداث مخالف امر شارع کی ہو وہ منع ہے اور جو مخالف نہیں وہ منع نہیں چنانچہ یہ ہی ذکر جہر جن لوگوں کے نزدیک مخالف نہیں وہ سب جائز کہتے ہیں عمدۃ الفقہاء والمحدثین جناب مولینا شیخ محمد صاحب تھانوی جن سے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے بھی حدیث پڑھی ہے اپنے رسالہ دلائل الاذکار مطبوعہ دہلی صفحہ ۹ میں فرماتے ہیں ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یجھر مع الصحابۃ رضوان اللہ علیھم اجمعین بالاذکار والتھلیل والتسبیح بعد الصلوٰۃ انتہی اور حاشیہ شامی درمختار میں ہے اجمع العلماء سلفا وخلفا علی استحباب ذکر الجماعۃ فی المساجد وغیرھا الا ان یشوش جھرھم علی نائم او مصل

او قادی انتہی اس سے معلوم ہوا کہ استحباب ذکر جہر پر بجماعت ذاکرین اجماع علما ہے یہ علما رحدیث بخاری کے نہی کو فرماتے ہیں کہ وہ موقع جہاد تھا وہاں کفار سے اپنا حال اخفا کرنا منظور تھا اس لیئے جہر کو آپنے منع فرمایا تھا نہ اسلیئے کہ جہر منع ہے اور اسی طرح آیت میں بھی ایک نکتہ بیان فرماتے ہیں دوسرا انکار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہے کہ آپنے قبل نماز عید نماز پڑھنے سے ایک شخص کو منع فرمایا واضح ہو کہ یہ منع فرمانا فقط اسی باعث سے نہ تھا کہ نماز اس وقت میں آپ سے منقول نہیں ہے اور جب منقول نہیں تو بدعت ٹھہرے جیسا کہ فریق ثانی مغالطہ میں پڑا ہے بلکہ منع فرمانے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ایک دلیل ہے جسپر علماء حنفیہ کا عمل ہے یعنی صریح نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہے شرح مجمع میں ہے روی انہ علیہ السلام قال لاصلوٰۃ فی العیدین قبل الامام بس یہی ہمارا دعوی ہے کہ احداث اس شے کا منع ہے جو امر و نہی شارع کے مخالف ہو جن لوگوں کو نہی شارع پہنچ گئی اُنھوں نے صلوٰۃ عید سے قبل تنفل کو منع کیا جن کو نہ پہنچی اُنھوں نے فقط عدم فعل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب حکم منع کا نہ دیا اور یہ کہا کہ ترک فعل خیر نزدیک ظہور و دعی آں دلیل کراہت نے تواند شد جیسا کہ مصفی شرح موطا سے اوپر منقول ہو چکا تیسرا انکار حضرت عبداللہ بن عمر کا ہے نماز چاشت پر سو یہ انکار مانعین کو مفید نہیں اسلیئے کہ وہ اسکو بدعت حسنہ فرماتے تھے مواہب اللدنیہ اور شرح مواہب صفحہ ۱۳ اقام المحدثین زرقانی میں روایت ہے شعبی سے سمعت ابن عمر یقول ما ابتدع المسلمون افضل من صلوٰۃ الضحی وروی ابن ابی شیبۃ باسناد صحیح عن الحکم بن عبد اللہ بن اسحق بن الاعرج قال سألت ابن عمر عن صلوٰۃ الضحی فقال بدعۃ ونعمت البدعۃ وروی عبد الرزاق باسناد صحیح عن سالم عن ابیہ قال لقد قتل عثمان وما احد یسبحہا وما احدث الناس شیئا احب الی منہا وروی سعید ابن منصور عن مجاہد عن ابن عمر انہا محدثۃ وانہا لمن احسن ما احدثوا اور یہ روایت اخیر سعید بن منصور کی فتح الباری وغیرہ شرح بخاری میں بھی موجود ہے پس مدعا بدعت حسنہ ثابت کرنے والوں کا ثابت اور رد کرنے والوں کا رد ہو گیا اور بعض علما نے یہ خیال کیا ہے کہ اصل نماز پر اُن کا انکار نہ تھا کیونکہ وہ تو اُن کے نزدیک بدعت حسنہ افضل و احسن کام تھا اُسپر انکار کس طرح فرماتے بلکہ اگر اُنھوں نے انکار کیا ہے تو اس بات پر کیا ہے کہ لوگ اسکو نماز فرائض کی طرح جمع ہو کر اہتمام سے مسجدوں میں پڑھتے تھے اور یہ بات خلاف اصل بھی کیونکہ صحیح حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے فعلیکم بالصلوٰۃ فی بیوتکم

فان خیر صلوٰۃ المرء فی بیتہ الا المکتوبۃ اور یہ بھی صحیح حدیث ہے صلوا ایہا الناس فی بیوتکم الحدیث
معلوم ہوا کہ سوائے نماز فرض کے اور نوافل آدمی گھر میں پڑھا کرے اور کہا ترمذی نے کہ نفل نماز گھر
میں پڑھنے کی روایتیں حضرت عمر اور جابر اور ابو سعید اور ابو ہریرہ اور ابن عمر اور عائشہ اور عبد اللہ
ابن سعید اور زید بن خالد سے روایت کی گئی ہے پس ممکن ہے کہ حضرت ابن عمر کا اجتہاد مقتضی ہوا
ہو کہ نماز نوافل کے لیئے جب حکم ہوا صلوا فی بیوتکم اور یہاں لوگوں نے یہ کیا کہ دائمی طور پر ہمیشہ
مسجد ہی میں پڑھنے لگے تو یہ مخالف ٹھہرا فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور بعضوں نے یہ بھی لکھا ہے
کہ جب زمانہ شروع اسلام کا تھا اور اُسوقت تک جمیع فرائض و نوافل بخوبی جدا طور پر ممیز ایک
دوسرے سے عام طور پر نہوئے تھے بنائً علیہ مجتمع ہو کر مساجد میں نماز چاشت پڑھنے سے لوگوں کو
اشتباہ پڑتا کہ وہ اُسکو بھی فرض واجب اعتقاد کرتے چنانچہ حضرت غوث الثقلین قدس سرہٗ غنیۃ
الطالبین میں فرماتے ہیں وانما اخذوا بذلک لئلا تشتبہ بصلاۃ الفرض فیعتقد الناس
وجوبہا الی آخرہ ان عبارتوں سے صاف ظاہر ہو گیا کہ اگر نماز چاشت پر انکار ہوا ہے تو وہ ارشاد
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت دائمی اور اندیشۂ اشتباہ فرائض و نوافل کے سبب تھا بنائً علیہ
یہ سمجھنا معارضین کا کہ یہ انکار فقط عدم ثبوت کے سبب تھا بالکل مخدوش و ساقط الاعتبار ہو گیا
چوتھا انکار حضرت عبد اللہ ابن عمر کا قنوت پر جو اُن کے زمانہ میں لوگ پڑھتے تھے آپ نے اُسکو
بدعت فرمایا جواب اُس کا یہ ہے کہ قنوت صبح کی نماز میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ پڑھا
تھا پھر چھوڑ دیا وعن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قنت شہرا ثم ترکہ اب ائمہ دین میں
اختلاف پڑا بعضوں نے کہا کہ چھوڑ دینا واسطے بیان جواز کے تھا نسخ ہونا اس سے ثابت نہیں ہوتا اور جس
کام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اُسکو بدعت نہیں کہہ سکتے اور بعضوں نے کہا کہ جب آپ نے
چھوڑ دیا تو منسوخ ہو گیا والعمل بالمنسوخ لا یجوز اتفاقا اور دارقطنی نے روایت کیا سعید بن جبیر سے
وہ کہتے ہیں میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے سنا حضرت ابن عباس کو یہ فرماتے ہوئے ان القنوت فی
صلاۃ الفجر بدعۃ ذکرہ الزرقانی اور علامہ عینی شرح ج ۲ صفحہ ۵۳۱ میں لکھتے ہیں وکان احد من روی
ایضا عن الرسول صلی اللہ علیہ وسلم عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ثم اخبرہم ان اللہ عز
وجل نسخ ذلک حتی انزل علی رسولہ علیہ السلام لیس لک من الامر شیء الآیۃ فصار ذلک عندہ

ابن عمر منسوخا فلم یکن ھو یقنت بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان ینکر علی من یقنت
انتہی تحقیقات متقدمہ سے ثابت ہو گیا کہ حضرت عبداللہ کے ہمعصر یا صحابہ تھے یا تابعین وہ قنوت پڑھتے
تھے وہ بھی اپنی طرح پر استدلال قائم کرتے تھے اور منسوخ نہیں سمجھتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر
نے جو اس قنوت کو منع کیا تو انھوں نے منسوخ سمجھا اور منسوخ پر عمل بالاتفاق خلاف شرع اور
ناجائز ہے کیونکہ جو عمل پہلے مامور بہ تھا وہ منسوخ ہونے سے منہی عنہ ٹھہر گیا بنا بر علیہ حضرت ابن عمر کے
نزدیک اسکا پڑھنا مقابل نہی متصور ہو کر بدعت ٹھہرا ہمارا دعوی بھی یہی ہے کہ جو امر مخالف امر و نہی شارع
کے احداث ہوگا وہی بدعت و ضلالت ہوگا اور نہیں تو نہیں اور اگر یہ حضرات اسی بات پر جم جاوینگے کہ
جو کام حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس ہیئت سے نہیں کیا وہی مخالف سنت اور بدعت و ضلالت
ہے تو بہت سے کام انکو چھوڑنے پڑیں گے از انجملہ عیدگاہ میں منبر بنانا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔
قسطلانی مواہب لدنیہ میں روایت کرتے ہیں ابن خزیمہ سے خطب علیہ الصلوۃ والسلام یوم عید
علی رجلیہ وھذا یشعر بانہ لم یکن فی المصلی فی زمانہ علیہ السلام منبر و وقع فی المدونۃ
للامام مالک ان اول من خطب الناس فی المصلی علی منبر عثمان بن عفان پس جبکہ حضرت
نے عید کا خطبہ نہ پڑھا عیدگاہ میں منبر پر پھر خلیفہ اول و دوم نے بھی نہ پڑھا حضرت عثمان کے دورہ میں منبر

اینٹ اور مٹی سے کثیر ابن صلت نے تیار کیا اور حضرت عثمان نے خطبہ عید کا اُس پر پڑھا پس چاہیئے
کہ منکرین منبر عیدگاہ کو بھی اُڑادیں اور چاہیئے تھا کہ صحابہ بھی انکار فرماتے کیونکہ اس حیثیت سے
منبر عیدگاہ آپ کے عہد ہدایت مہد میں نہ تھا اور اسیطرح چاہیئے کہ اذان اول جمعہ کو بھی تا تعیین
بالکل موقوف کردیں اسلیئے کہ بروایت صحیح بخاری ثابت ہے کہ پہلے ایک اذان ہوا کرتی تھی یعنی جبوقت
امام منبر پر بیٹھتا ہے یہ دستور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اور یہی عہد خلیفہ اول و دوم
میں رہا بعد ازاں جب آدمی زیادہ ہو گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک اذان سب سے اول زیادہ فرمائی
اور حکم دیا کہ مقام زوراء پر جو خارج مسجد سے بازار میں ایک مقام اونچا تھا وہاں ایک اذان دی جایا کرے
اور شرح مواہب لدنیہ زرقانی صفحہ ۲۵۳ میں ہے کہ پھر ہشام ابن عبدالملک نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے
اسی برس بعد حکم دیا کہ یہ اذان اول محدثہ عثمان رضی اللہ عنہ مسجد کے اندر کہی جائے چنانچہ ابتک یہی مروج
ہے کہ اذان اول بھی مسجد میں کہی جاتی ہے اور اذان ثانی کہ جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بھی

وہ خطیب کے سامنے کہی جاتی ہے اور بعد اتمام خطبہ تکبیر کہی جاتی ہے پھر اگر یہی قاعدہ صحیح ہے کہ جو کام حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے وہی سنت ہے اُسکے سوا سب بدعت و ضلالت ہے تو چاہیے کہ یہ اذان بھی معاذ اللہ ضلالت ہو حالانکہ یہ شرقاً غرباً اہل اسلام میں رائج ہے اور اسیطرح طواف رخصت میں اُلٹے پاؤں پھرنا تمام اوی اور متون شروح کتب حنفیہ میں یہ مسئلہ منقح ہے کہ جب حاجی رخصت کا طواف کرے تو دعا کرے اور رووے اور اُلٹے پاؤں پیچھے پھرے حالانکہ یہ اُلٹے پاؤں پھرنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ذکر کیا اسکو فقیہ شامی نے باب الحج میں اور علامہ زیلعی نے اس اُلٹے پاؤں ہٹنے کی دلیل یہ بیان کی ہے والعادۃ جاریۃ فی تعظیم الاکابر والمنکر لذالک مکابر یعنی جب علامہ زیلعی حنفی کو دلیل اس فعل کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ ملی تو یہ کہا کہ عادت جاری ہے تعظیم میں کہ بزرگوں کے سامنے سے پشت دیکر نہیں پھرتے پس بیت اللہ سے رخصت ہونے میں بھی پشت دیکر نہ پھرنا چاہیے جو اسکا انکار کرے وہ بے وجہ لڑنیوالا آدمی ہے اور کہا علامہ طرابلسی نے قد فعلہ الاصحاب یعنی اصحاب مذہب یا پس اتباع فعل اصحاب مذہب اپنے کا کر کے فقہا حنفی حکم دیتے ہیں اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک اس کے اسناد نہیں پہنچتی اور تعجب ہے کہ جو لوگ اعمال اشغال مشائخ صوفیہ عمل میں لائیں اور تقلید شخصی کو واجب اور حق کو منحصر چہار امام میں جانیں یا اجماع امت کو درست جانیں اور پھر یہ بات زبان پر لائیں کہ بعد قرون ثلثہ جو کچھ حادث ہوگا وہ بدعت ضلالت و فی النار ہوگا معاذ اللہ یہ نہیں جانتے کہ یہ جو کچھ حضرات صوفیہ کرام نے ایجاد فرمایا ہے مثل حبس نفس اور اذکار کی کیفیات مخصوصہ دو ضربی سہ ضربی و چہار ضربی اور اوضاع مخصوصہ قیام و قعود وغیرہ کی اور رنگ کیمیاس کا وبانا اور تصور شیخ کرنا علی ہذا القیاس دیگر امور کثیرہ جو کتب قوم میں مصرح ہیں یہ ایجاد بعد قرون ثلثہ کے ہیں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رسالہ انتباہ میں لکھتے ہیں اگرچہ اوائل امت را یا اواخر امت در بعض امور اختلاف بودہ است لیکن صوفیہ صافیہ ارتباط ایشاں قدس اول بصحبت و تعلیم تادب بآداب و تہذیب النفس بودہ است نہ بخرقہ و بیعت و در زمن سید الطائفہ جنید بغدادی رسم خرقہ نحو ہر شد و بعد ازاں رسم بیعت پیدا گشتہ الی آخرہ اور مولوی اسمٰعیل صاحب صراط مستقیم میں لکھتے ہیں محققان ہر وقت از اکابر ہر طریق در تجدید اشغال کوششہا کردہ اند الی آخرہ اور حضرت مرشدی و مستندی دام اللہ ارشادہ ضیاء القلوب میں ارشاد فرماتے ہیں و ذکر اسم ذات و لطائف ستہ از تجویز قطب ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ ست انتہی پس گیارھویں صدی تک کے ایجاد

تو عبارات مذکورہ سے ثابت ہوئے اور تیرھویں صدی کی بھی سند آگے دیکھئیگی اور اسی طرح تقلید کا مسئلہ
کہ تقلید شخصی واجب ہے اور حق منحصر مذاہب اربعہ میں ہے یہ بھی بعد قرون ثلثہ حادث ہوا حجۃ اللہ البالغہ
میں شاہ ولی اللہ تحریر فرماتے ہیں اہل المائۃ الرابعۃ لم یکونوا مجتمعین علی التقلید الخالص علی
مذہب واحد اور بعد تین سطر کے لکھا اذا وقعت لہم واقعۃ استفتوا فیہا ای مفت وجدوا
من غیر تعیین مذہب معلوم ہوا کہ چوتھی صدی تک بھی لوگ تقلید خالص مذہب واحد پر مجتمع نہ تھے
جب مسئلہ پیش آتا کسی مفتی سے پوچھ لیتے بلا تعیین مذہب اور مولوی قطب الدین خاں صاحب تفسیر الحق میں تفسیر
مظہری سے نقل کرتے ہیں اہل السنۃ والجماعۃ قد افترق بعد القرون الثلثۃ او الاربعۃ علی اربعۃ
مذاہب خلاصہ یہ کہ افتراق مذاہب اربعہ قرون ثلثہ کے بہت بعد ہوا اور چوتھی صدی تک بھی وجوب تقلید
شخصی پر اجماع نہ ہوا تھا جس مذہب والے سے چاہتے تھے مسئلہ پوچھ کر عمل کر لیتے تھے اور ظاہر ہے کہ چاروں اماموں
میں حضرت امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں اُن کی وفات دو سو اکتالیس میں ہوئی اور وہ تبع تابعین میں نہیں ہیں
صاحب تقریب نے اُن کو طبقہ عاشرہ میں لکھا ہے تو ظاہر ہے کہ انکے اجتہاد پر فتویٰ دینے والے اور حق کو
منحصر چار کرنیوالے ان سے بھی بعد میں ہوئے اور اسیطرح مسئلہ اجماع کا کسی اصولی نے تصریح
نہ فرمائی کہ اجماع بعد قرون ثلثہ کا کذب و بدعت ہوگا کتاب تمہید میں حضرت امام ابو شکور سالمی رحمۃ اللہ
علیہ لکھتے ہیں اجماع الامۃ معتبرۃ بالاجمال لا بالتفصیل بدلیل قولہ تعالیٰ وکذلک جعلناکم امۃ
وسطا لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا ولم یفصل بین الصحابۃ رضی اللہ عنہم
وغیرہم والامۃ اسم عام یتناول الکل من الاول الی الآخر اس سے ظاہر ہے کہ صحابہ سے لیکر آخر امت تک
جس طبقہ کے اہل اسلام کسی بات پر اجماع کر لینگے وہ معتبر ہو جائیگا اُسکو بدعت و ضلالت نہ کہا جائیگا پس جو
لوگ قائل ہیں کہ قرون ثلثہ کے بعد جو کچھ ہوگا وہ کذب و ضلالت ہی ہوگا پھر یہ مسائل اور انکے سوا و نظیریں
سخت مشکل پڑیگی یہ کیا کہ جن مسائل کے خود قائل ہو رہے ہو حالانکہ وہ بھی بعد قرون ثلثہ کے محدث ہوئے ہیں
اُن کو مستثنےٰ کرکے اُن میں سے کسی کو واجب کسی کو مستحب کہہ رہے ہو اور فاتحہ و مجلس مولد شریف کو معاذ اللہ
ضلالت محض کہہ رہے ہو یہ بڑی بے انصافی ہے اور ہمیں کچھ اشکال نہیں اسلئے کہ ہم ان سب امور کو بلا فرق
تسلیم کر رہے ہیں کیونکہ یہ امور مخالف کسی امر و نہی شارع کے نہیں اور ہمارے اصول کے موافق بعض بدعتیں
واجب بھی ہوتی ہیں کما تقدم نقلاً قریبًا الحاصل جہانتک حسب ضرورت نظیریں مذکور ہوئیں ان سب سے

خلاصہ یہ نکلا اور جس کی بصیرت قلبی پر غشاوہ تعصب و عناد نہیں اُس مرد مبصر پر شل صبح صادق روشن ہوگیا کہ حدیث شریف من احدث فی امرنا میں مراد احداث مخالف ہے اور مخالف سے مراد مخالف امر و نہی شارع اور ہرگز قید زمانہ کی اسمیں ماخوذ نہیں اب **دوسری حدیث شریف** ہدیۂ ناظرین حق طلب کرتا ہوں وہ یہ ہے من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فعمل بھا بعدہ کتب لہ مثل اجر من عمل بھا ولا ینقص من اجورھم شئ یہ صحیح مسلم کی حدیث ہے اسکے معنی اپنی طرف سے نہیں لکھتا ہوں مجمع البحار اور شرح مسلم امام نووی کی یہ دونوں کتابیں ان لوگوں کے پیشواؤں کے نزدیک بھی نہایت معتبر اور مستند ہیں غرضکہ ان دونوں کتابوں میں اس حدیث شریف کے معنی یہ لکھے ہیں کہ جسنے جاری کیا اسلام میں طریقہ نیک پھر اُسکے بعد اُس طریقہ حسنہ پر عمل کیا گیا تو لکھا جاویگا اُس شخص کے واسطے اُسقدر اجر اور ثواب کہ جسقدر سب عمل کرنیوالوں کو اُسکے بعد ہوگا اور اُن لوگوں کے ثواب میں سے کچھ کاٹ کر اُسکو نہ دینگے بلکہ اللہ تعالیٰ دونوں کو اپنے خزانہ لامتناہی سے ثواب دیگا اور وہ طریقہ جو اُسنے جاری کیا ہے خواہ وہ ایسا ہو کہ اُس سے پہلے ایجاد کیا گیا تھا لیکن کسی سبب سے بند ہوگیا تھا اُس نے پھر اُسکو جاری کر دیا یا یہ کہ پہلے اُس سے وہ طریقہ ایجاد ہی نہیں ہوا تھا اُس نے خود اپنی طرف سے اُسکو ایجاد اور جاری کیا اور وہ طریقہ خواہ تعلیم کسی علم کی ہو یا عبادت ہو یا طریقہ ادب کا ہو مجمع البحار کی جلد دویم ۱۴۷ اور شرح مسلم کی جلد ثانی صفحہ ۳۴۱ میں یہ مضمون مرقوم ہے دیکھیے جسکا دل چاہے اس حدیث کے لانے سے ہمارے دو مطلب ثابت ہوتے ایک تو یہ کہ بدعت حسنہ کا مجدد ہونا تو گویا بلکہ اوس پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ ثواب کا دیا ہے اور ثواب بھی کیسا کہ جب وہ آدمی مر جائیگا اور اُسکے بعد دوسرے خلق اللہ اُس پر عمل کرینگے تو بعد موت بھی اُن سب کے برابر اُسکو ثواب پہنچتا رہیگا یہی وجہ ہے کہ علماء شریعت نے طرح طرح کے اصول اور قواعد واسطے تہذیب علم ظاہر دین کے ایجاد کیے اور اولیاء طریقت نے قسم قسم کے مجاہدات اور اشغال بعد قرون ثلثہ واسطے تزئین اور تصفیہ قلب کے پیدا کیے رحمۃ اللہ علیہم و علینا اجمعین اسی واسطے لکھا شامی شارح درمختار نے اول جلد اول میں کہ یہ حدیث قواعد اسلام سے ہے اور معنی اس حدیث کے ان الفاظ سے لکھے ہیں ای کل من ابتدع شیئا من الخیر کان لہ مثل اجر کل من یعمل بہ الی یوم القیمۃ دوسرا مطلب اس حدیث سے یہ نکلا اس بدعت حسنہ کے ایجاد میں بھی وہی لفظ من جو عربی زبان میں ایک عام لفظ ہے ارشاد فرمایا یہ نہ فرمایا کہ جو قرون ثلثہ میں کوئی آدمی طریقہ حسنہ جاری کریگا اُسکو ثواب ہوگا اور جو بعد میں کریگا اُسکو عذاب ہوگا اور وہ بدعتی ہوگا فی النار ہوگا

حاشیہ: ہم کو آپ کی ... ہی بدعتی ... اسلام ... دونوں کو ...

نعوذ باللہ منہا بلکہ یوں ارشاد فرمایا کہ جو کوئی جب کبھی طریقۂ نیک جاری کریگا ثواب ہوگا چنانچہ علامۂ شامی نے بھی من سن سنۃ حسنۃ کے معنی وہی کلی عام کیئے ہیں یعنی اُس نے لکھا ہے وکل من ابتدع شیئا الی آخرہ اور یہی مولوی اسحٰق صاحب نے بھی مائۃ مسائل میں لکھا ہے سوال بدعت حسنہ محدود است بوقت من الاوقات یا غیر محدود ست الی یوم القیامۃ - جواب غیر محدود ست عند القائل بتقسیمہا لحدیث من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ الی آخرہ دیکھو سائل نے سوال کیا تھا کہ بدعت حسنہ کی کوئی قید ہے وقت یا زمانہ کی کہ فلانے زمانہ تک تو ایجاد بدعت حسنہ کا جائز ہے اور فلانی زمانہ میں نہیں جائز یا یہ بات کہ کچھ قید نہیں بلکہ ایجاد اُسکا جائز ہے قیامت تک کسی زمانہ میں ایجاد ہوا اور کوئی ایجاد کرے اسکا مولوی اسحٰق صاحب نے جواب دیا کہ غیر محدود ہے یعنی زمانہ کی کچھ قید نہیں قیامت تک بدعت حسنہ جائز ہے باقی رہی یہ بات کہ عند القائل بتقسیمہا کی قید کیوں لگائی ہے یہ بات کچھ موجب وحشت نہیں تین وجہ سے ایک کہ جو بدعت کی تقسیم نہیں کرتے وہ بدعت حسنہ کو سنت میں داخل کرتے ہیں پس بدعت حسنہ کا لفظ وہی کہیگا جو قائل تقسیم بدعت ہوگا جو تقسیم کا قائل نہوگا وہ بدعت حسنہ کو سنت کہیگا دوسری وجہ یہ کہ جب اُنکی سند میں حدیث صحیح لکھدی تو وہ قائلین کے پایۂ اعتبار میں ٹھہر گئی اور صحت انکے قول کی مسلم ہوگئی تیسری یہ کہ جب مولوی صاحب نے یہ فرمادیا کہ جو قائل ہیں تقسیم بدعت کے اُن کے نزدیک قیامت تک بدعت حسنہ جائز ہے اب ہم کو بتلادینگے بدعت حسنہ کو کس کس نے جائز کیا ہے پس جان لیجو کہ ان سب مفتیان دین کے نزدیک تا قیامت بدعت حسنہ جائز ہے کچھ قرون ثلثہ پر منحصر نہیں ہے **اقوال فقہا و محدثین اس باب میں کہ سیئہ اور ضلالت وہی بدعت ہے جو مخالف قرآن و حدیث و اجماع کے ہے اور جو بدعت ایسی نہیں وہ درست ہے** سیرت حلبی وغیرہ کتب مشہورہ معتبرہ میں ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ما احدث وخالف کتابا او سنۃ او اجماعا او اثرا فہو البدعۃ الضلالۃ وما احدث من الخیر ولم یخالف من ذالک فہو البدعۃ المحمودۃ اس روایت کو بیہقی نے بھی ساتھ اسناد اپنی کے امام شافعی سے روایت کی ہے کہ بدعت دو طرح ہے مذمومہ اور غیر مذمومہ مولوی اسمٰعیل صاحب نے تقویۃ الایمان کے دوسرے حصہ مسمّی بہ تذکیر الاخوان میں فرمایا ہے جو مجتہدوں نے اپنی اجتہاد سے نکالا وہ سنت میں داخل ہے انتہی پس قول شافعی بالضرور مسلم ہونا چاہیئے کیونکہ یہ مجتہد ہیں اور مجتہد کا حکم نکالا ہوا سنت میں داخل ہے بقول مولوی اسمٰعیل صاحب دوسرے یہ کہ یہ خیر القرون میں ہیں تیسرے یہ کہ خاص عربی ہیں

عرب کے لغت اور صحابہ اور تابعین کے محاورات اور حدیث کی اصطلاحات کے جاننے والے ہیں بناءً علیہ جسقدر حدیثیں بدعت کی مذمت میں آتی ہیں موافق تفسیر امام شافعی انکو محمول انھیں بدعتوں پر کرنا چاہیے جو خلاف کتاب و سنت ہیں اور محققین علماءِ محدثین وفقہائے دین نے اسی پر عمل کیا اور فتویٰ دیا ہے

از انجملہ حجۃ الاسلام امام غزالی نے احیاء العلوم کی جلد ثانی میں فرمایا ہے انما المحذور بدعۃ تراغم سنۃ ماموراً بھا یعنی وہی بدعت منع ہے جو مشاقی ہو کسی ایسی سنت کو جسکے قائم رکھنے کا ہم کو حکم ہے اور جلد اول احیاء العلوم میں فرماتے ہیں لا یمنع ذلک من کونہ محل ثنا فکم من محدث حسن یعنی یہ منع نہ کیا جائیگا بسبب نئی بات ہونے کے اسلیئے کہ بہتیری نئی باتیں نکلی ہوئی نیک ہیں انتہیٰ اور کہا علامہ امام صدر الدین شافعی نے یکرہ البدع اذا راغمت السنۃ اما اذا لم تراغمھا فلا یکرہ اور شمنی وغیرہ محققین نے بدعت سیئہ مذمومہ کی تعریف اس طرح فرمائی ہے ما احدث علی خلاف الحق المتلقی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من علم او عمل او حال بنوع شبھۃ واستحسان وجعل دینا قویما وصراطا مستقیما دیکھیے اسمیں قید مخالفت کی ہے اور کسی قرون وغیر قرون کو نہیں لیا بلکہ یہ قرار دیا کہ جو دلائل شرع کتاب و سنت و اجماع و قیاس وغیرہ امورِ جدید رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچے ہیں انکے خلاف اور انکے منافی کوئی چیز جو ایجاد ہوگی وہ بدعت سیئہ ہے بشرطیکہ باعث شبہ کے وہ مخالف بات ایجاد ہوئی اسلیئے کہ محقق شامی نے لکھا ہے اگر بیراہ عناد کوئی مخالف ادلہ قطعیہ کے ایجاد کریگا وہ قطعاً کافر ہے خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز مخالف ایجاد ہوگی وہی بدعت سیئہ ہے اور مخالفت کی تحقیق ہم اوپر کر چکے اور جو نئی چیز مخالف نہیں وہ حسنہ ہے خواہ کبھی ایجاد ہوئے اور علامہ ابن اثیر نے جامع الاصول میں لکھا ہے الابتداع ان کان فی خلاف ما امر اللہ بہ ورسولہ فھو فی حیز الذم والانکار وان کان واقعا تحت عموم ما ندب الیہ وحض علیہ رسولہ فھو فی حیز المدح وان لم یکن مثالہ موجودا کنوع من الجود والسخا وفعل المعروف فھذا فعل من الافعال المحمودۃ لم یکن الفاعل قد سبق الیہ ولا یجوز ان یکون ذلک فی خلاف ما ورد الشرع بہ لان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد جعل لہ فی ذلک ثوابا فقال من سن سنۃ حسنۃ کان لہ اجرھا واجر من عمل بھا وقال فی ضدہ من سن سنۃ سیئۃ کان علیہ وزرھا ووزر من عمل بھا وذلک اذا کان فی خلاف ما امر اللہ بہ ورسولہ الی آخرہ اس سے بھی یہ ثابت ہوا جو مخالف شرع ایجاد ہو وہ بدعت سیئہ اور جو مخالف نہو وہ بدعت محمودہ اور حسنہ ہے اور فتاوی عالمگیری کی جلد خامس میں ہے وکم من شیٔ کان احدث وھو بدعۃ حسنۃ اور شیخ عز الدین بن عبد السلام نے آخر کتاب القواعد میں فرمایا ہے البدعۃ اما واجبۃ کتدوین اصول الفقہ والکلام فی الجرح والتعدیل واما محرمۃ کمذہب

الجبریۃ والقدریۃ واما مندوبۃ کاحداث المدارس وکل احسان لم یکن فی العہد الاول واما مکروھۃ کزخرفۃ المساجد یعنی عند الشافعی واما عند الحنفیۃ فمباح واما مباحۃ کالتوسع فی لذائذ الماکل والمشارب اور یہ تقسیم بدعت کی کہ بعضی بدعتیں واجب ہیں اور بعضی حرام اور بعضی مستحب یعنی ثواب کی مستحق اور بعضی بدعتیں مکروہ ہیں اور بعضی مباح یعنی انکے کرنے میں ثواب عذاب نہیں تقسیم بدعت پانچ قسم پر مسلم اور قائم رکھی ہے علامہ برکلی نے طریقہ محمدیہ میں اور مناوی نے شرح جامع صغیر میں اور ملا علی قاری حنفی نے مرقات میں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات میں اور سید جمال الدین محدث نے حواشی مشکوٰۃ میں اور علامہ ابن حجر نے اور علامہ ابن عابدین نے شرح درمختار کی بحث امامت میں جب یہ قاعدہ مسلم ہو چکا اب ایک دو مسئلہ جو اس قاعدہ پر متفرع ہیں لکھتا ہوں **مسئلہ اولیٰ** علامہ شرنبلالی نے حاشیہ درر غرر فقہ حنفی میں لکھا ہے کہ نیت نماز کی اصل دل سے ہوتی ہے اور منہ سے اور کرنا اسکا مستحب ہے عبارت انکی یہ ہے والتلفظ بہا مستحب یعنی طریق حسن احبہ المشائخ لا انہ من السنۃ لانہ لم یثبت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من طریق صحیح ولا ضعیف ولا عن احد من الصحابۃ والتابعین ولا عن احد من الائمۃ الاربعۃ بل المنقول انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا قام الی الصلوٰۃ کبر فھذہ بدعۃ حسنۃ اب غور سے علامہ شرنبلالی کی تقریر دیکھنی چاہیئے کہ یہ بات مانکر کہ نیت زبان سے کہنی حضرت سے اور صحابہ سے اور تابعین اور مجتہدین سے ثابت نہیں باوجود اسکے حکم کیا کہ یہ بدعت حسنہ ہے مستحب ہے اور واضح ہو کہ ائمہ مجتہدین میں امام احمد بھی ہیں اور وہ نہ تابعی نہ تبع تابعی بلکہ تبع تابعین سے علم انھوں نے سیکھا ہے کما فی التقریب جب ان سے بھی یہ تلفظ بالنیت منقول نہیں تو ظاہر ہوا کہ قرون ثلثہ کے بعد اسکا ظہور ہوا اور دوسری دلیل اسکے ظہور بعد قرون یہ ہے کہ شرنبلالی نے لکھا ہے تلفظ بالنیۃ کو احبہ المشائخ اور مشائخ وہ متاخرین علماء ہیں جو امام اعظم کے شاگردوں کے دور تمام ہونیکے بعد ہوئے ہیں اور درمختار میں لکھا ہے زبان سے نیت کرنے کو کہ یہ ہمارے علماء کی سنت ہے شامی نے لکھا کہ یہ طریقہ حسنہ ہمارے علماء کا ہے اس سے بھی ظہور تلفظ بعد قرون ظاہر ہوتا ہے اور فقیہ حلبی نے شرح کبیر منیہ میں اس طرح لکھا ہے کہ یہ ائمہ مجتہدین سے بھی ثابت نہیں اسکے بعد یہ لکھا ہے وھذہ بدعۃ ولکن عدم النقل وکونہ بدعۃ لا ینافی کونھا حسنا یعنی اسکے بدعت ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ نیک ہو اب دیکھیے علماء دین اسکو بدعت مانکر پھر بھی اسکو حسن اور نیک فرماتے ہیں اور اسکا حکم دیتے رہے ہیں اور یہ علماء فریقین کے مسلم الثبوت ہیں اور فتاوی قاضی خان میں ہے فان فعلہ و ذکر بلسانہ کان افضل اور منتقی الابحرین وضم اللفظ الی القصد افضل اور ہدایہ میں ہے

وتحسین ذلک لاجتماع العزیمۃ اور یہی کافی میں ہے اور درر شرح غرر میں ہے والتلفظ بھا مستحب
یہ وہ کتابیں ہیں جو علماء مذہب حنفی کے نزدیک نہایت درجہ کی معتبر ہیں اب شافعی مذہب کو سننا چاہیے
علامہ قسطلانی مواہب لدنیہ میں شافعی مذہب بیان کرتے ہیں والذی استقر علیہ اصحابنا استحباب
النطق بھا اور غنیۃ الطالبین حضرت غوث اعظم کی تالیف ہے وہ حنبلی تھے بیان وضو میں لکھتے ہیں ینوی
بطھارتہ رفع الحدث ومحلھا القلب فان ذکر ذلک بلسانہ مع اعتقادہ بقلبہ کان قد اتی بالافضل
الکامل یہ عمل یعنی نیت زبان سے کرنی اس قسم کی بات ہے کہ تمام ہندوستان اور فارس اور عرب وغیرہ میں جاری ہے
علامہ شامی نے لکھا ہے قد استفاض ظھور العمل بہ فی کثیر من الاعصار فی عامۃ الامصار اور براہین
قاطعہ گنگوہی میں بھی صفحہ ۱۴۸ پر تلفظ بالنیۃ کو مستحسن مان لیا عبارت یہ ہے (اور نیت کا لفظ جو بدعت نہ ہوا تو
اسکی دلیل جواز کی موجود تھی کہ حج میں تلفظ نسائی کی حدیث میں وارد ہوا ہے الی آخرہ) حاصل اس استدلال کا
سب صاحبوں کو محفوظ رکھنا چاہیے کہ کار آمد ہے اسلیئے کہ حج میں جو تلفظ مامور بہ اور معمول بہ عند الفقہاء ہے
وہ یہ ہے اللھم انی ارید الحج فیسرہ لی وتقبلہ منی یعنی یا اللہ میں حج کا ارادہ کرتا ہوں سو آسان کیجو مجھ پر
اسکو اور قبول کیجو مجھ سے چنانچہ ہدایہ و وقایہ و در مختار وغیرہ میں موجود ہے پھر بعض علماء نے نماز میں بھی
تجویز کیا کہ کہا جائے اللھم انی ارید ان اصلی صلوۃ کذا فیسرھا لی وتقبلھا منی لیکن رد کیا اسکو
جمہور علماء نے کہ حج میں موانع اور صعوبتیں پیش آتی ہیں اسمیں وہ تلفظ مستحب ہے نماز میں کیا صعوبت ہے جو دعا
کیجائے یا اللہ ارادہ کرتا ہوں نماز کا سہل کردیجو مجھ پر بنا بر علیہ نیت نماز کا یہ تلفظ مخدوش رہا جیسا کہ فقیہ شامی
نے لکھا ہے بلکہ یہ ٹھہرا کہ نویت فجر الیوم وظھر الیوم وغیرہ کہا جائے اور کثرت سے جو مستفیض اور مشہور
جماعات اہل اسلام میں زبان زد ہر خاص و عام ہے وہ یہ ہے جو علامہ محمد بن احمد زاہد الملقب بالزیخ ترغیب
الصلوۃ میں لکھا ہے نویت ان اصلی فرض فجر الوقت رکعتین للہ تعالی وتوجھت الی الکعبۃ واقتدیت
بھذا الامام اور نیت سنتوں کی اس طرح نویت ان اصلی سنۃ الفجر رکعتین للہ تعالی متابعۃ للرسول
وتوجھت الی الکعبۃ چنانچہ ہمارے اضلاع میں بھی اسی کے قریب عمل جاری ہے فرض میں کہتے ہیں نیت کرتا ہوں
نماز کی واسطے اللہ تعالی کے دو رکعت نماز فرض اللہ تعالی کے وقت فجر کا منہ میرا طرف کعبہ شریف کے اور
سنتوں میں بجائے لفظ فرض کے کہتے ہیں سنت طریقہ رسول اللہ کا باقی بدستور اب دیکھیے قرون ثلثہ سے نہ
یہ الفاظ نہ انکے سوا اور کچھ الفاظ نماز میں ہرگز ثابت نہیں ہوئے حالانکہ تسلیم کیا محققین اہل سنت نے انکو اور مولف

براہین نے کس طرح تسلیم کیا کہ ان الفاظ کی دلیل شرع میں موجود ہے یعنی حج میں تلفظ پایا گیا اب اس مقام سے مانعین یاد رکھیں کہ بدعت حسنہ کے جواز کو ایسی دلیل بس کرتی ہے کہ اگر خاص نماز میں منقول نہیں تو حج ہی میں سہی گو وہ عبادت اور ہے اور یہ اور پھر تلفظ میں بھی مطابقت شرط نہیں حج میں اور ہے نماز میں اور پھر کیا وجہ ہے کہ اگر مانعی ہوئی باتوں میں ایسی ایسی دلیلیں تسلیم کریں اور ہم جواثبات فاتحہ و میلاد شریف میں اس سے بہت اعلیٰ دلائل پیش کریں وہ غیر منظور ہوں اسکا کچھ علاج نہیں بجز اسکے کہ حق سبحانہ اپنی قدرت کاملہ سے شان ہدایت کا جلوہ دکھائے **مسئلہ دوسرا** آخر چھٹی صدی میں جو محفل مولد شریف منعقد ہوئی اسکو جلیہ علما اور اکابر فضلا نے مستحسن سمجھا اور شریک ہوئے اور امام نووی کے استاد ابو شامہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس محفل کو پسند کیا اور اسکو بدعت حسنہ قرار دیا اور یہ فرمایا و من احسن ما ابتدع فی زماننا ما یفعل کل عام فی الیوم الموافق لیوم مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم من الصدقات واظہار الزینۃ والسرور الی آخرہ اور فرمایا ابن حجر محدث رحمۃ اللہ علیہ نے و عمل المولد و اجتماع الناس لہ کذلک ای بدعۃ حسنۃ کذا فی السیرۃ الحلبیۃ **تیسرا مسئلہ** آٹھویں صدی کے آخر میں جو تسلیم بعد اذان احداث کی گئی اسکو درمختار میں لکھا ہے التسلیم بعد الاذان حدث فی ربیع الآخر سنۃ سبعمائۃ و احدی وثمانین وھو بدعۃ حسنۃ یعنی سلام پڑھنا رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بعد اذان کے سات سو اکیاسی سن ہجری میں ایجاد کیا گیا اور یہ بدعت حسنہ ہے انتہی اور اسی طرح درمختار کے شارح شامی نے بھی اسکو مسلم رکھا اور نہر الفائق شرح کنز اور قول بدیع سے یہ نقل کیا والصواب انھا بدعۃ حسنۃ یعنی ٹھیک یہی بات ہے کہ یہ سلام بعد اذان بدعت حسنہ ہے دیکھیے آٹھویں صدی تو قرون ثلثہ کے بہت بعد ہے اسوقت کی نکالی ہوئی چیز کو بھی فقہا نے بدعت حسنہ کہا ہے اب دیکھنا چاہیے اقوال فقہا کو امام شافعی کے قول سے یہاں تک سب علما کا تقسیم ہونا بدعت کا طرف حسنہ اور سیئہ کے مسلم رہا ہے اور بدعت حسنہ کو خواہ وہ قرون ثلثہ میں نکلی ہو یا بعد قرون سب کو مستحب اور حسن فرما رہے ہیں پس مولوی اسحق صاحب کے فرمانے کے موافق ان سب فقہا کے نزدیک بدعت حسنہ کا ایجاد الیٰ یوم القیامۃ ثابت ہوا اسلیئے کہ وہ سب کہتے ہیں غیر محدود است عند القائل بتقسیمہا اور خود مولوی اسحق صاحب اور مولوی اسمٰعیل صاحب کے بزرگ بھی تقسیم بدعت مان رہے ہیں شاہ عبد العزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سوالات عشرہ محرم کے جواب سوال اول میں لکھتے ہیں کہ ساختن ضرائح و صورت قبور و علم وغیرہ اینہمہ بدعت ست و ظاہر است کہ ایں بدعت حسنہ کہ دراں ماخوذ شباشد نیست بلکہ بدعت سیئہ است و حال بدعت سیئہ ایں ست کہ در حدیث شریف وارد ست شر الامور محدثاتھا و کل بدعۃ ضلالۃ انتہیٰ اور شاہ صاحب موصوف نے تحفہ میں بھی بدعت حسنہ کا اثبات

کیا ہے مطبع حسینی دہلی کے مطبوعہ صفحہ ۵۰۰ میں دیکھو اور تفسیر عزیزی پارہ الم مطبوعہ مطبع ولی محمد لکھنوی صفحہ ۲۱۲ میں بیع قرآن شریف کو بدعت حسنہ فرمایا ہے اب تیرھویں صدی میں وہ مولوی اسمٰعیل صاحب کہ جنکا کلام تذکیر الاخوان میں تھا کہ جو کوئی دین کے عقیدے اور عبادت اور رسم میں وقت یا جگہ یا وضع یا ہیئت گنتی قید اپنی طرف سے مقرر کرے سو وہ بدعت اور باطل اور مردود ہے انتہیٰ کلامہ۔ شکر خدا کا کہ یہ قاعدہ ایجاد کر کے آخر کار خود اس راہ سے مخالفت اختیار کی وجہ ثبوت یہ ہے کہ اُنھوں نے صراط مستقیم میں لکھا ہے اشغال مناسبہ ہر وقت و ریاضات ملائمہ ہر قرن جدا جدا میباشد لہٰذا محققان ہر وقت از اکابر ہر طریق در تجدید اشغال کوششہا کردہ اند بنا برعلیہ مصلحت دید وقت چناں اقتضا کرد کہ یک باب ازیں کتاب برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسب این وقت ست تعیین کردہ شود اس عبارت میں قرون ثلثہ کی کچھ قید نہیں لگائی بلکہ ہر قرون میں ایجاد اشغال اور تعینات مشائخ کو مسلم رکھا اور بذات خود اپنی تیرھویں صدی کے واسطے اشغال جدیدہ ایک باب میں لکھے اس باب میں دیکھو ذکر اذکار اور عبادات الٰہی میں کیا کچھ وقت اور وضع اور ہیئات اور عدد کی قیدیں ہیں اور صراط مستقیم کے آخر ورق میں بھی لکھا ہے تجدید اشغالیکہ این کتاب محتوی بیان است فرمودند یعنی مرشد صاحب سے نئے اشغال نکالے اور ظاہر ہے کہ تجدید میں احداث ہے پس معلوم ہوا کہ انجام کار ان کو بھی یہی حق معلوم ہوا کہ ایجاد بدعت حسنہ الی یوم القیامہ جائز است خیر اللہ تعالیٰ اُن کے مقلدوں کو بھی ہدایت نصیب کرے اب اہل سنت جماعت خوب غور و فکر سے ملاحظہ فرماویں کہ یہ جو مفتیان فتویٰ انکاری نے مولد شریف اور فاتحہ اموات کو پنجشنبہ و عیدین وغیرہ میں منع لکھا تھا اُس کی بنیاد اسی ایک دلیل پر تھی کہ جو کام قرون ثلثہ کے بعد ہوتا ہے وہ بدعت سیئہ ہوتا ہے اور سُن چکے ہم تم کو حال اس دلیل کا کہ یہ دلیل نہایت سخیف اور رکیک ہے اور جب ٹوٹ گئی دلیل اُن کی تو ل ارباب تحقیق و اصحاب تدقیق سے تو شکست فاش کھا گیا اُن کا فتویٰ اور قائم رہ گئے وہ سب امور صالحہ اپنی اباحت اور استحسان پر الآن کما کان پس مذہب صحیح اور مشرب اہل تنقیح یہی ہے جو علامہ حلبی نے جلد اول انسان العیون میں لکھا ہے و نقل قال ابن الحجر الهيثمی ان البدعة الحسنة متفق علی ندبها کہا حافظ ابن حجر فقیہ محدث نے کہ بدعت حسنہ کے مندوب اور مستحسن ہونے پر اتفاق کیا گیا ہے یعنی فقہاء و محدثین میں جو محققین ہیں وہ سب بالاتفاق والاجماع بدعت حسنہ کو جائز و درست فرماتے ہیں اور اسی کی طرف رغبت دلاتے ہیں پس یہ سب امور مندرجہ فتویٰ انکاری یعنی مولد شریف و فاتحہ اموات عیدین و پنجشنبہ وغیرہ باتفاق و اجماع اہل تحقیق

طائفہ ناجیہ اہل سنت وجماعت کے مستحسن ٹھہرے نہ سیئہ اور مخالفین جو بباعث سخن پروری انکار کیئے جاتے ہیں اُنکے انکار سے کچھ حرج لازم نہیں آتا کتاب تمہید میں حضرت ابو شکور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں واما خلاف الذین خالفوا لغرضھم لا یعد خلافا یعنی جو لوگ اپنی کسی غرض کے سبب قائل نہیں ہوتے اُن کے خلاف کرنے سے کچھ قباحت ہمارے امور مستحسنہ میں نہیں آتی ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین **نور دوم میں چھ لمعہ ہیں لمعہ اولیٰ دربیان جواز فاتحہ بر طعام وشیرینی** جو عبادت زبان یا جوارح وارکان انسان سے صادر ہو اُسکو عبادت بدنی کہتے ہیں جیسے قرآن یا تسبیح وتہلیل وغیرہ پڑھنا اور جس عبادت میں مالیت صرف ہو اُسکو عبادت مالی کہتے ہیں جیسے روٹی گوشت روپیہ پیسہ کپڑا وغیرہ راہ خدا میں خرچ کرنا اہل السنت والجماعت کا مذہب ہے کہ دونوں طرح کی عبادت کا ثواب اگر کسی کو بخشا چاہیں تو پہونچتا ہے کتاب ہدایہ میں ہے ان الانسان لہ ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلوٰۃ او صوما او صدقۃ او غیرھا عند اہل السنۃ والجماعۃ یہ ہدایہ علم فقہ میں نہایت درجہ معتبر اور مشہور کتاب ہے اور شرح عقائد نسفی میں ہے وفی دعاء الاحیاء للاموات وصدقتھم عنھم نفع لھم خلافا للمعتزلۃ یہ کتاب عقائد کی کتابوں میں مشہور درسی معتبر کتاب ہے اور یہ مسئلہ حدیثوں سے ثابت ہے چنانچہ تذکرۃ الموتیٰ میں قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ اُن حدیثوں کو نقل کر کے فرماتے ہیں لہذا جمہور فقہا حکم کردہ اند کہ ثواب ہر عبادت بمیت میرسد اور لکھا ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں واسطے عبادت بدنی کے فذھب ابو حنیفۃ واحمد وجمھور السلف الی وصولھا الی آخرہ پس اس بنا پر عادت اکثر اہل اسلام کی ہے کہ جب کسی میت کے نام سے کچھ کھانا یا شیرینی دینا چاہتے ہیں تو الحمد اور درود شریف پڑھ کر دعا اُس میت کے لیئے کرتے ہیں اور خدا سے درخواست کرتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے پڑھا اور یہ جو کچھ خیرات دیجاتی ہے اُسکا ثواب فلان میت کو پہونچے عوام میں اسکا نام فاتحہ ہے یوں کہا کرتے ہیں آج فلاں میت یا فلاں بزرگ کی فاتحہ ہے اصل میں فاتحہ نام ہے الحمد شریف کا چونکہ الحمد اُسوقت پڑھی جاتی ہے اسلیئے اس کل عمل کا نام فاتحہ قرار پایا یا التسمیۃ الکل باسم جزئہ اور منکرین نے اسکا نام فاتحہ مرسومہ رکھا ہے اب اس فاتحہ میں دیکھنا چاہیئے کہ جو کچھ درود و دعا الحمد پڑھی گئی یہ عبادت بدنی ہے وہ ثابت الاصل اور جو کچھ کھانا یا شیرینی اُسوقت دی گئی یا دیجاویگی وہ عبادت مالی ہے وہ بھی فقہ حدیث عقائد سے ثابت ہے ان دونوں عبادتوں کا ثواب میت کو پہنچایا جاتا ہے پھر منکرین کا یہ انکار کہ اسکی کچھ اصل نہیں اسکے کیا معنے اگر یہ

کہو کہ عبادت بدنی جدا کرو اور عبادت مالی جدا لیکن دونوں کا جمع کرنا ثابت نہیں تو یہ وہی مثال ٹھہریگی کہ جب کوئی مفتی شریعت حکم دے کہ بریانی کھانا جائز ہے اسلیئے کہ اسمیں گوشت ہے گوشت حلال چیز ہے اور برنج ہے وہ بھی حلال اور رنگت زعفران کی جو بعض برنج پر ہے وہ بھی حلال پس مجموعہ ان مباحات کا مباح ہے تو اسکے جواب میں کوئی بیہودہ سر پھوڑنے کو تیار ہو جاوے کہ صاحب یہ سب جدا جدا تو بیشک ثابت ہے لیکن ہم تو جب مانیں کہ اس مجموعہ کا ذکر قرآن یا حدیث میں دکھاؤ یہ حرف کہاں لکھے ہیں کہ بریانی کھانا درست ہے پس جس طرح اس بیہودہ کو سب عقلا سخیف العقل اور قابل مضحکہ جانینگے اسی درجہ پر ان صاحبوں کی یہ بات ہے علاوہ بریں جسطرح اثبات جمع کو موقوف رکھتے ہو وجود صریح روایت پر اسی طرح چاہیئے منع کو بھی موقوف رکھو وجود روایت پر یعنی اگر عبادت مالی اور بدنی جمع کرنے میں کوئی حدیث یا آیت ممانعت میں آئی ہو تو منع کرو ورنہ تم کو سکوت چاہیئے حالانکہ ہم دعوٰی کرتے ہیں کہ کوئی حدیث یا آیت ممانعت جمع بین العبادتین میں نہیں آئی اگر آئی ہو تو پیش کرو ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین ہم تو جمع بین العبادتین کے لیئے قواعد عقلی اور نقلی شرع شریف سے پیدا کرونگے ایک تو یہی کہ جب ممانعت ثابت نہیں تو اصل اباحت ہے **دوسرے** یہ کہ سعادت عبد عبادت معبود میں ہے ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون اور عبادت بعضی زبان سے ہے بعضی اور اعضاء بدن سے بعضی مال سے جو کوئی ہر قسم کی عبادت کریگا لابد افضل ہوگا ایک عبادت والے سے **شب معراج** میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تحفہ جناب باری میں گذارا یہ لفظ تھے التحیات للہ والصلوات والطیبات مفسرین اور محدثین نے اسکے معنی یہ لکھے ہیں کہ اللہ کے واسطے ہیں سب تعریفیں جو زبان سے ادا ہوں اور جو عبادتیں بدنی ہیں اور جو عبادتیں مالی ہیں پس جبکہ تینوں قسم کی عبادتیں اللہ کے واسطے خاص ہوئیں تو زہے قسمت اس شخص کی کہ ان تینوں کو ادا کرے فاتحہ مرسومہ میں یہ بات حاصل ہے جب کہا الحمد للہ رب العلمین • الرحمن الرحیم ملک یوم الدین یہ تحیت اور ثنا اور شکر زبانی ہوا اللہ تعالیٰ کا اور جب کہا اھدنا الصراط المستقیم الی آخرہ یہ دعا ہوئی اور نیز درود پڑھنا اور عاجز ذلیل بن کر اپنے اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ اٹھانا اور موتی کے لیئے دعائے مغفرت کرنا یہ بھی عبادت بدنی اور لسانی ہوئی اور جو کچھ شیرینی یا کھانا بٹ دیگا وہ عبادت مالی ہوگی پس جو پانچوں وقت نمازی نماز میں کہتا ہے التحیات للہ والصلوات والطیبات اسکا مجموعہ فاتحہ میں موجود ہے زہے قسمت میت کی جو اسکو یہ خیر مجموعہ پہنچے **تیسرے** یہ کہ پندرھویں باب نصاب الاحتساب

میں کتاب التجنیس والمزید مولفہ امام برہان الدین مرغینانی نے صاحب ہدایہ سے نقل کیا ہے روی ان علیا رضی اللہ عنہ تصدق بخاتمہ وھو فی الرکوع فمدحہ اللہ تعالیٰ بقولہ یؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون یہ روایت تفسیر معالم ومدارک وبیضاوی ورازی وغیرہ میں بھی وارد ہے لکھتے ہیں کہ ظہر کے وقت ایک آدمی نے سوال کیا مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جب اُسکو کچھ نہ ملا اُس نے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر کہا اے اللہ تو گواہ رہیئے کہ میں نے مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سوال کیا اور کچھ بھی کسی نے نہ دیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ حالت رکوع میں تھے آپنے اپنے داہنے ہاتھ کی اُنگلی خنصر جسمیں انگوٹھی تھی سائل کی طرف کردی اُس نے آگے بڑھ کر انگوٹھی جناب نبی کریم علیہ التسلیم کے سامنے انگشت علی کرم اللہ وجہہ سے نکال لی انتہی اب دیکھیے صدقہ ایک عبادت مالی ہے اور نماز عبادت بدنی اور صاحب ہدایہ کی عبارت کتاب التجنیس سے گذر چکی کہ اللہ تعالیٰ نے اس جمع بین العبادتین کرنے پر سورہ مائدہ میں تعریف فرمائی اور امام ابو البرکات نسفی رحمۃ اللہ علیہ مصنف کنز الدقائق جو علماء اعلام حنفیہ سے ہیں اپنی تفسیر مدارک میں اس مقام پر فرماتے ہیں کہ یہاں شان نزول فعل ایک کا ہے پھر صیغہ جمع کیوں فرمایا جواب دیا کہ اسمیں ترغیب دلائی سب آدمیوں کو کہ یہ ثواب کچھ ایک کے لیے نہیں جو کوئی اس طرح کا کام کریگا ان سب ایسا ہی ثواب ملیگا عبارت یہ ہے ورد بلفظ الجمع وان کان السبب واحدا ترغیبا للناس فی مثل فعلہ لینالوا مثل ثوابہ اور یہی مضمون علامہ قاضی بیضاوی شافعی نے لکھا اور لکھا مدارک میں والآیۃ تدل علی جواز الصدقۃ فی الصلوٰۃ یعنی آیۃ سے معلوم ہوا کہ صدقہ دینا نماز میں جائز ہے بنا علیہ جمع کر دینا عبادت بدنی ومالی کا نص کتاب اللہ سے جائز بلکہ قابل مدح وثنا معلوم ہوا اور نماز وہ عبادت بدنی ہے کہ اُسمیں حرکت جنبی سے جو متعلق صلوٰۃ نہ ہو بچنا چاہیے جب اُسمیں باوجود حرکت تصدق جمع بین العبادتین جائز ہوا تو خارج نماز جو حرمت صلوٰۃ بھی مرد مکلف کے ذمہ نہیں بدرجہ اولی جائز ہوگا باقی رہا یہ اختلاف کہ بعض کہتے ہیں یہ آیۃ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں ہے اور بعض کہتے ہیں ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لیے اور بعضوں کے اور بھی اقوال ہیں یہ ہم کو مضر نہیں جب نص قرآن میں یؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون آگیا قال ابو البرکات النسفی رحمہ اللہ الواو للحال ای یؤتونہا فی حال رکوعہم پس مورد آیت کوئی ہووے جمع بین العبادتین آیت سے ثابت ہے لیکن یہ جمع اس طرح ہے کہ اصل عبادت بدنی کرنا تھا اُسمیں مالی عبادت بھی عمل میں لایا اب ہم اُسکی سند دیں کہ عبادت مالی کرنے میں بدنی عبادت بھی کی گئی دارمی محدث نے کتاب الاضاحی میں روایت کی ہے جابر بن عبد اللہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھے قربانی کیے جب اُنکو ذبح کے لیے قبلہ رو لٹایا تب آپنے یوں پڑھا انی وجہت وجہی

للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین لاشریک لہ وبذلک امرت وانا اول المسلمین اللھم ان ھذا منک ولک عن محمد و امتہ ثم سمی اللہ وکبر وذبح یعنی اول حضرت نے وہ آیتیں پڑھیں پھر فرمایا یا اللہ یہ قربانی تیرے فضل و کرم سے ہے اور تیری ہی رضامندی کے لئے ہے محمد اور اسکی امت کی طرف سے پھر آپنے بسم اللہ اللہ اکبر فرما کر اُسکو ذبح کیا اور مسلم کی حدیث میں دعا مانگنا ایک دوسرے موقع قربانی میں اس طرح بھی آیا ہے اللھم تقبل من محمد وال محمد من امۃ محمد اور لفظ اول المسلمین کی جگہ من المسلمین کی بھی روایت ہے اور لفظ حنیفا سے پہلے علی ملۃ ابراھیم بھی مروی ہے اور جسطرح احادیث میں ہے اسی طرح آیات کا پڑھنا فقہاء عظام نے باب اضحیہ میں لکھا ہے اور محمد بن احمد زاہد نے یہ بھی لکھا ہے اللھم تقبل منی ھذہ الاضحیۃ فاجعلھا قربانا لوجھک الکریم خالصا وعظم اجری علیھا اور کیا نہیں دیکھتے کہ شائع ہے اہل اسلام میں عقیقہ کے وقت یہ دعا پڑھتے ہیں اللھم ھذہ عقیقۃ ابنی فلان دمھا بدمہ ولحمھا بلحمہ وعظمھا بعظمہ وجلدھا بجلدہ وشعرھا بشعرہ اللھم اجعلھا فداء لابنی من النار اور اسکے بعد وہی آیت انی وجھت اور ان صلاتی تا لفظ من المسلمین پڑھکر کہتے ہیں اللھم منک ولک بسم اللہ واللہ اکبر اسکو غور سے دیکھیں یہ کیا ہے وہی عبادت بدنی و مالی کا اجتماع ہے اور کیونکر منع ہو جمع بین العبادتین حق سبحانہ فرماتا ہے فاستبقوا الخیرات یعنی سبقت چاہو نیکیوں میں اور تفسیر روح البیان میں ہے والمراد جمیع انواع الخیرات اور ایسا ہی تفسیر عزیزی میں ہے معلوم ہوا کہ ہر قسم کی عبادات و خیرات بدنی و مالی جب کسی سے جسقدر ہو سکیں سب مامور بہا ہیں شرعًا اور شاہ عبدالقادر صاحب اس آیت کے فائدہ میں لکھتے ہیں (بہتری اسی کو ہے جو نیکیوں میں زیادہ ہو) اور ظاہر ہے کہ دو قسم کی عبادت کرنے والے ایک قسم کی عبادت والے سے افضل ہونگے پس جمع بین العبادتین کرنے میں تو دو قسم کے نتائج اور اُسکے فعل پر اتنے دلائل ہیں اور اگر کسی نے یہ کیا کہ ان سب کو ترک کیا اور بدعت کہکر چھوڑ دیا جس طرح اب منکرین چھوڑے بیٹھے ہیں تو وہی مثل عوام کے کہنے میں آئیگی **مر گئے مردود فاتحہ نہ درود** اور فاتحہ کی دلیل میں یہ بات پیش کرنا صاحب سیف السنۃ کا صفحہ ۹ میں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز ثابت نہیں کھانے میں سوائے بسم اللہ پڑھنے کے نہایت بے محل ہے اسلئے کہ بسم اللہ تو ابتدائے اکل طعام میں اہل فاتحہ بھی پڑھتے ہیں کلام اسمیں ہے کہ کھانا رکھا ہوا سامنے موجود ہو اور انسان کچھ پڑھے یہ ثابت ہے یا نہیں سو ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ ثابت ہے چند حدیثیں مشکوٰۃ کی باب المعجزات میں موجود ہیں

ازانجملہ حدیث ام سلیم بروایت مسلم وبخاری موجود ہے کہ حضرت کی گرسنگی کا حال معلوم کرکے اُنہوں نے چند روٹیاں
جو کی پکا کر دوپٹہ کے پلہ میں باندھیں یہ قصہ طویل ہے آخر یہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن روٹیوں کو تڑوایا
ملیدہ کی طرح جو کچھ اُسکے برتن میں گھی لگا ہوا تھا وہ اُسمیں ٹپکا دیا پھر حضرت نے الفاظ قسم دعا کے اُس پر
پڑھے پھر دس دس آدمی کو بلا کر کھلانا شروع کیا اسّی آدمیوں کو پیٹ بھر بھر کھلا دیا پھر حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اور ام سلیم کے گھر بھر کے آدمیوں نے کھایا اور پھر بھی بچ رہا یہ دیکھئے اس میں کھانا سامنے
ہے اور اُس پر دُعا یا جو کچھ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا اُس کا پڑھنا ہے **ازانجملہ** انس
کی حدیث بروایت مسلم وبخاری کہ انس فرماتے ہیں میری والدہ نے ایک بادیہ میں کھانا کھجور
اگھی اور اقط کا مرکب بنایا جو حیس تھا اقط ایک شے ہوتی ہے دہی ترش یا چھاچھ پکائی ہوئی کو خشک کرلیتے
ہیں عربی میں اُسکو اقط کہتے ہیں جس طرح دودھ کو پنیر مایہ سے جما کر پنیر بناتے ہیں اور عربی میں اُسکو جبن
کہتے ہیں الحاصل اس طرح کی دہی اور کھجور اور گھی کا کھانا جب آپ کے پاس آیا آپ نے اُسپر کچھ پڑھا
جو کچھ اللہ تعالیٰ کو منظور تھا پھر حضرت دس دس آدمی کو بلاتے گئے اور کھلاتے گئے قریب تین سو آدمیوں
کو کھلا دیا پھر مجھکو فرمایا اُٹھالے اے انس اپنا بادیہ میں نے جب اُٹھایا حیرت میں رہ گیا کہ جب میں لایا تھا
اُسوقت اُسمیں کھانا زیادہ تھا یا اب زیادہ پہلے سے موجود ہے **ازانجملہ** حدیث غزوۂ تبوک کی مشکوٰۃ میں
بروایت مسلم مذکور ہے جب لوگ گرسنہ ہوگئے حضرت عمر نے دعا کرانی چاہی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے
تب آپنے دستر خوان بچھوایا اور فرمایا لے آؤ جو کچھ کسی کے پاس کھانا بچا ہوا ہو تب کسی نے مٹھی جوار کسی نے
مٹھی کھجور کسی نے ٹکڑا روٹی کا جس کے پاس جو کچھ بچا ہوا تھا لا کر ڈالا بہت ہی تھوڑا سا ذخیرہ جمع ہوا
پھر آپنے اُسپر دُعا فرمائی اور فرمایا بھر لو اپنے برتن پھر جسقدر لشکر تھا سب نے اپنے تمام برتن جو اُنکے پاس تھے
بھر لیئے اور خوب کھایا اور پھر بھی کھانا بچ رہا شارحین لکھتے ہیں کہ اُس وقت لشکر میں لاکھ آدمی موجود تھے
پس حدیث صحیح سے معلوم ہوا کہ لاکھ آدمی اس بات پر شاہد تھے کہ کھانا سامنے رکھے ہوئے پر حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی باقی رہی یہ بات کہ حضرت نے دعا مانگی جو آپ کو ضرورت تھی صاحب حاجت
وہ دعا کرتا ہے جسکی اُسکو حاجت اُس وقت ہے پس دُعا ہونے میں دونوں برابر ہیں یعنی دعا کے معنی
شرع میں ہیں السوال من اللہ الکریم یہ دونوں جگہ ایک ہیں اور ان مقامات میں یہ بات کسی راوی نے روایت
نہیں کی کہ حضرت نے دعا کرنے میں ہاتھ نہیں اُٹھائے بلکہ علی الاطلاق عادت حضور کی تھی کہ جب دعا کرتے

ہاتھ اٹھا کر کرتے جیسا کہ جامع صغیر میں جلال الدین سیوطی نے نقل کیا ہے کان اذا دعا جعل بطن کفہ الی وجھہ یعنی آپ جب دعا کرتے تھے تو ہاتھ اٹھانے میں ہتھیلی ہاتھ کی منہ کی طرف کرتے تھے اور ارشاد جناب بھی یہی ہے کہ تم جب سوال کرو تو ہاتھ اٹھا کر ہتھیلی پھیلا کر سوال کرو پس احادیث فعلیہ قولیہ ہر طرح سے رفع یدین عند الدعا اور دعا کا مانگنا بحضوری طعام ثابت ہوا اب اہل انصاف کو چاہیئے کہ سخن پروری کو چھوڑ کر ان دلائل میں خوب تامل فرماویں اتباع حق کریں ورنہ ایسا تو کریں کہ فاتحہ پڑھنے والوں کو صلوات شنائیں ع مرا بخیر تو امید نیست بد مرساں **تنبیہ** ہاں اگر کوئی کم فہم عوام میں ایسا ہو کہ وہ ثواب عبادت مالی کو یوں سمجھے کہ بغیر فاتحہ پڑھے نہیں پہنچیگا اس عقیدہ کو بد کہنا چاہیئے اور اسکو زجر و توبیخ کرنا چاہیئے کیونکہ مطلق حکم اطلاق نصوص فرمان مصطفوی کو علیہ افضل التحیۃ والسلام اعتقاداً مقید کردیا لیکن برتاؤ علماء دلوگوں کا دیکھ کر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ عقیدہ اُن کا نہیں اس لیئے کہ جب میت کی طرف سے کچھ کپڑا یا روپیہ مسجد یا مدرسہ میں دیتے ہیں تو فاتحہ پڑھکر نہیں دیتے اور ہنود کی رسم ہے کہ کھانا یا کپڑا یا کوئی چیز جو کچھ میت کے لیئے کرتے ہیں سب چیز پر سنکلپ کرتے ہیں چنانچہ تحفۃ الہند صفحہ ۵ مطبوعہ فاروقی میں ہے جب اہل اسلام نے ایسا نہ کیا تو اس سے معلوم ہوا کہ عقیدہ اُن کا یہ ہے کہ ثواب عبادت مالی کا بدون کچھ پڑھنے کے پہنچ جاتا ہے اسی طرح جب ختم قرآن شریف یا قل ہو اللہ وغیرہ پڑھکر میت کو بخشتے ہیں یا قبرستان میں جاکر اُسپر فاتحہ پڑھتے ہیں اُس صورت میں یہ لازم نہیں پکڑتے کہ اس وقت میں کچھ صدقہ بھی ضرور چاہیئے اس سے معلوم ہوا کہ اُن کے نزدیک ثواب عبادت بدنی کا بدون عبادت مالی کے پہنچ جاتا ہے جب عقیدہ یہ ٹھہرا تو اُن کے حق میں کچھ مضر نہیں فاتحہ پڑھنا بعض عوارض مثل اطعام طعام و تقسیم شیرینی وغیرہ میں اسی واسطے بزرگان دین کا اس طریقہ پر عمل رہا ہے عنقریب ہم نقل کرینگے باقی رہی یہ بات کہ بعضے آدمی جو زیادہ احتیاط کرتے ہیں کہ روئے قبلہ بیٹھتے ہیں اور مکان پاکیزہ اور صاف میں پڑھتے ہیں سو یہ بات کچھ فرض نہیں بلکہ قسم آداب سے ہے شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ تعزیہ کے پاس درود و فاتحہ پڑھنے کے لیئے سوالات عشرہ محرم میں رقم فرماتے ہیں فاتحہ و درود فی نفسہ درست ست لیکن دریں قسم جائے تو محض بے ادبی می شود زیرا کہ نجاست معنوی دارد و فاتحہ و درود جائے باید خواند کہ محل پاک باشد از نجاست ظاہری و باطنی انتہی اس کلام سے صاف ثابت ہوا کہ فاتحہ پاکیزہ جگہ میں پڑھنی چاہیئے اور مولوی اسمٰعیل صاحب صراط مستقیم میں موافق تعلیم اپنے مرشد سید احمد صاحب کے لکھتے ہیں اول طالب باید کہ با وضو دو زانو بطور نماز

بخشیند و فاتحہ بنام اکابر ایں طریقہ یعنی حضرت خواجہ معین الدین سنجری و حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی
وغیرہما خواندہ التجا بجناب حضرت ایزد پاک بتوسط ایں بزرگاں نماید الی آخرہ مکان پاک میں رو بقبلہ ہو کر فاتحہ
پڑھنا آداب کے ساتھ ان بزرگواروں کے کلام سے ثابت ہو گیا اب اگر کوئی یہ کہے کہ فاتحہ یعنی الحمد کو مقامات
ایصال ثواب میں کیوں اختیار کیا ہے جواب اُس کا یہ ہے کہ الحمد کو فضیلت بڑی ہے کل سورتوں پر۔
سیرت حلبی اور تفسیر عزیزی میں ہے اگر فاتحہ کو ایک پلہ ترازو میں رکھیں اور تمام قرآن دوسرے پلہ میں
تو فاتحہ یعنی الحمد غالب آویگی سات حصہ اور تفسیر فتح البیان میں ہے جسنے پڑھی الحمد دیگا اُسکو اللہ تعالی
ثواب گویا کل قرآن پڑھا اور گویا اُس نے صدقہ کیا کل مومنین اور مومنات پر انتہی اسلیئے اہل اسلام میں
یہ رسم ہو گئی کہ جب کوئی اپنی میت کے لیئے کچھ کھانا یا شیرینی دیتا ہے تو الحمد پڑھ دیتا ہے اسکے پڑھنے
سے یہ اچھا ہوتا ہے گویا جمیع مومنین و مومنات پر صدقہ دیا گیا خدا کی قدرت ہے اصحاب فاتحہ تو کس کس
درجات کو پہنچ رہے ہیں اور منکرین اس فعل سے منع کر کے کیا کیا خیرات جاریہ بند کر رہے ہیں اب رہا
مسئلہ ہاتھ اٹھانے کا سو جواب اسکا یہ ہے کہ فاتحہ میں دعا بھی کی جاتی ہے اور وقت دعا کے جو
خارج نماز سے کیجاتی ہے اسمیں ہاتھ اٹھانا مستحب. حصن حصین میں ہے آداب الدعاء و بسط الیدین
ت مس دو دفعہ مدع یعنی دعا کے آداب میں یہ ہے پھیلانا دونوں ہاتھوں کا روایت کی یہ ترمذی اور
حاکم نے اور اٹھانا دونوں ہاتھوں کا روایت کی یہ چھیوں محدثوں صحاح ستہ کے مصنفوں نے اور مشکوۃ
میں حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم مرقوم ہے اذا سألتم اللہ فاسئلوہ ببطون اکفکم جب تم سوال کرو اللہ
تعالی سے تو سوال کرو ہاتھوں کی ہتھیلیاں اٹھا کر اور نیز مشکوۃ میں حدیث رسول ہے صلی اللہ علیہ وسلم
ان ربکم حیی کریم یستحیی من عبدہ اذا رفع یدیہ الیہ ان یردھما صفرا بیشک اللہ تعالی شرم و لحاظ
والا ہے کرم کرنیوالا ہے شرم رکھتا ہے اپنے بندہ سے کہ جب وہ اٹھائے ہاتھ اسکی طرف تو پھیرے اُسکو خالی
پس چونکہ فاتحہ میت کی امداد ہے اسلیئے ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالی بموجب مضمون حدیث شریف
کے ان ہاتھوں کو خالی نہ پھیرے بلکہ مراد سے بھر دے اور مسائل اربعین میں مولوی اسحق صاحب نے مسئلہ
سی و دوم ۳۲ کے جواب میں کہ تعزیت میت میں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں رقم فرمایا ہے اما دست
برداشتن برائے دعا وقت تعزیت ظاہرا جواز است زیرا کہ در حدیث شریف رفع یدین در دعا مطلقا
ثابت شدہ لیس دریں وقت ہم مضائقہ ندارد ولیکن تخصیص آں برائے دعا وقت تعزیت ماثور نیست انتہی

دیکھئے یہ بات تسلیم کر کے کہ اس ہیئت خاص سے منقول نہیں یہی حکم دیا کہ ہاتھ اٹھانا کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ مطلق دعا میں ہاتھ اٹھانا ثابت ہے اس بنا پر ہم کہتے ہیں کہ خاص وقت فاتحہ میت کے اگرچہ کوئی روایت ماثور نہ ہو لیکن جب حدیثوں میں مطلق دعا کے لیئے ہاتھ اٹھانا آیا ہے تو اس فاتحہ میں بھی ثابت ہو گیا کیونکہ یہ بھی دعا ہے اب دیکھئے مفتیان فتوی انکاری کوئی اس فاتحہ مذکورہ کو کہتا ہے کہ مخترعات ناپسند شرعیہ سے ہے اور کوئی رسم ہنود لکھتا ہے افسوس جس چیز کے اصول احادیث صحیحہ سے نکلتے ہوں اُسکو حرام یا رسم ہنود یا ضلالت کہنا انہیں بے انصاف آدمیوں کا کام ہے پہلے صلحا و علما تو اُسکو مسلم رکھتے آئے ہیں مولانا عبداللہ گجراتی جو بڑے عالم صالح متقی ہمعصر شیخ عبدالحق دہلوی کے تھے وصیت نامہ میں لکھتے ہیں تخصیصات صاد و ضاع و تراکیب ماکولات و تعیینات در مقروات بفاتحہ و نیاز ہائے بزرگان از رسوم صالحہ است انتہی اور جامع الاوراد میں ہے اگر بر طعام فاتحہ کردہ بفقرا دہد البتہ ثواب میرسد اور اسی جامع الاوراد میں ہے چوں قرآن ختم کند اول پنج آیہ بخواند و دست بردارد فاتحہ بدہد و ثواب ختم بارواح ہر کہ خواہد بطفیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بخشد یہ وصیت نامہ اور جامع الاوراد کی عبارتیں صمصام قادری میں ہیں اور زبدۃ النصائح مطبوعہ مطبع محمدی جو ۱۲۷۶ھ کی مطبوعہ ہے اُس میں مولانا برہان الدین مرحوم کی یہ عبارت صفحہ ۹۰ پر موجود ہے ہمیں است مضمون فاتحہ مرسومہ پس ثواب درود و الحمد و قل و ہم ثواب بذل طعام منذور بروح آں جناب خواہد رسید اب اس فرقہ کے بزرگوں کا احوال سنیئے مجموعہ زبدۃ النصائح میں صفحہ ۱۳۲ پر استفتا شاہ ولی اللہ صاحب کا مرقوم ہے سائل نے سوال کیا تھا کہ کسی کے نام کا مرغا یا بکرا ذبح کیا ہوا درست ہے یا نہیں اور ملیدہ یا شیر برنج وغیرہ نیاز اولیا کا درست ہے یا نہیں شاہ ولی اللہ صاحب نے اُس کے جواب میں ذبیحہ کو حرام فرمایا اور ملیدہ و شیر برنج کی نسبت یہ الفاظ لکھے اگر ملیدہ و شیر برنج بنا بر فاتحہ بزرگے بقصد ایصال ثواب بروح ایشاں پزند و بخورانند مضائقہ نیست و طعام نذر اللہ اغنیا را خوردن حلال نیست و اگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شد پس اغنیا را ہم خوردن جائز است انتہی کلامہ دیکھئے کھانے پر فاتحہ دینا خاص فتوی شاہ ولی اللہ سے ثابت ہے اور نیز شاہ ولی اللہ صاحب اپنی کتاب فی سلاسل اولیاء اللہ میں فرماتے ہیں پس دہ مرتبہ درود خواندہ ختم تمام کنند و بر قدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگان چشت عموماً بخوانند و حاجت از خدائے تعالی سوال نمایند الی آخرہ جائز اور مباح ہوتا تو اور بات ہے یہاں تو امر فرما رہے ہیں کہ اس طرح پڑھیں غرضکہ کلام مولانا عبداللہ گجراتی اور شاہ ولی اللہ دہلوی سے معلوم ہو گیا کہ فاتحہ بحضور طعام و شیرینی از رسوم صالحہ

مقررہ صلحا و معمول بہ علماء ہے چنانچہ شاہ عبد العزیز صاحب بھی اس کی تصدیق فرماتے ہیں تفسیر عزیزی
پارۂ الم میں ہے وسرش آنست کہ نزد عوام طریق ذبح جانور بہر گونہ کہ مقرر است متعین ماست برائے رسانیدن
جان جانور برائے ہر کہ منظور باشد چنانچہ فاتحہ و قل و درود خواندن طریق متعین است برائے رسانیدن ماکولات
و مشروبات بارواح دیکھئے یہاں سے معلوم ہوگیا کہ شاہ صاحب کے وقت تک بھی فاتحہ و قل ایصال ثواب کے
موقع میں متعین تھا کیونکہ آپ مثال دیتے ہیں کہ جسطرح اہل اسلام میں قل اور فاتحہ پڑھ کر پہنچا دینا ثواب ماکولات
و مشروبات کا معین ہے، اسی طرح عوام جانتے ہیں کہ جب نام خدا لیکر جانور ذبح کیا تو جان اُسکی جسکو ہم چاہیں میراں
اور سدو وغیرہ کو پہنچ جاتی ہے حالانکہ یہ بات غلط ہے جان کسی کو نہیں پہنچ سکتی ماکولات و مشروبات کا
ثواب پہنچ سکتا ہے اس مضمون کو بیس سطر پہلے اس عبارت سے اس طرح لکھا ہے کہ ایں مسئلہ آنست کہ جان
را برائے غیر جان آفریں نیاز کردن درست نیست و ماکولات و مشروبات و دیگر اموال را نیز اگرچہ ازراہ تقرب
بغیر اللہ دادن حرام و شرک ست اما ثواب آں چیزہا را کہ عائد بہ بندہ میشد از آں غیر ساختن جائز است زیرا کہ
انسان را میرسد کہ ثواب عمل خود را بغیر خود بخشد چنانچہ میرسد کہ مال خود را بغیر خود بدہد جان جانور مملوک آدمی
نیست تا اورا بکسے تواند بخشید الحاصل ماکولات مشروبات وغیرہ میں شاہ صاحب کے وقت تک بھی متعین و معمول ہونا
اس رسم صالحہ کا ثابت ہے، اور اگر اس عبارت تفسیر میں کوئی شخص اپنے فہم کے موافق ہیر پھیر کرنے لگے تو لیجئے دوسری
عبارتیں شاہ عبد العزیز صاحب کی انکی فتوے اور مکتوب کی جو صراحۃً دلیل جواز ہیں سنئیے سوالات عشرہ محرم
کے جواب سوال نہم میں ہے کہ کھانا فلاں چیز فلاں کا جو نذر و نیاز تعزیہ کے سامنے رکھکر فاتحہ پڑھتے ہیں کیسا ہے
لکھتے ہیں طعامیکہ ثواب آں نیاز حضرت امامین نمایند و براں فاتحہ و قل و درود خوانند تبرک میشود و خوردن آں
بسیار خوب ست لیکن بسبب بردن طعام پیش تعزیہ ہا و نہادن آں طعام پیش تعزیہ ہا تمام شبہ بکفار
و بت پرستان میشود پس ازیں جہت کراہیت پیدا میشود واللہ اعلم دیکھئے کھانے کے اوپر فاتحہ کا پڑھنا شاہ
صاحب کے کلام میں صاف لکھا ہوا ہے اور مکتوب آپ کا جو علی محمد خاں صاحب رئیس مرادآباد کو لکھا تھا
اُس میں خود یہ عبارت آپ کی موجود ہے پس بہ حضر از طعام یا شیرینی فاتحہ خواندہ تقسیم آں بحاضرین مجلس
میشود اس خط کی عبارت یہاں بقدر حاجت لکھی گئی اور مباحث مولد شریف میں زیادہ تر بیان ہوگی انشاء
اللہ تعالیٰ الحاصل حضرت شاہ صاحب اور اُن کے والد بزرگوار شاہ ولی اللہ صاحب و دیگر علماء ربانی کی
عبارت سے شیرینی اور کھانے پر فاتحہ پڑھنا بخوبی ثابت ہوگیا اور سب سے زیادہ فاتحہ وغیرہ منع کرنے میں

مولوی اسمٰعیل صاحب مشہور ہیں حال اُن کا یہ ہے کہ وہ تاریخ اور دن کی پابندی کو منع کرتے ہیں اور اسپر بھی کوئی آیت یا حدیث سے ممانعت ثابت نہیں کرتے فقط بعضی مصلحتیں بیان کرتے ہیں چنانچہ مقامات تعیین تاریخ بستم وچہلم وغیرہ میں ہم اُن کی عبارت لکھیں گے لیکن کھانے کے ساتھ فاتحہ پڑھنے کو وہ بھی منع نہیں کرتے صراط مستقیم میں لکھتے ہیں نہ پندارند کہ نفع رسانیدن باموات باطعام و فاتحہ خوانی خوب نیست چہ ایں معنی بہتر وبافضل ست الی آخرہ ان عبارات منقولہ بزرگان سے اثبات فاتحہ مرسومہ کا اہل عقل وانصاف کے نزدیک صاف ثابت ہوگیا اب اگر بعضے صاحب منکرین میں بزدستی الزام دیں فاتحہ کرنے والوں کو کہ ان لوگوں کا تو اعتقاد یہی ہے کہ ثواب کھانے کا بے فاتحہ کے نہیں پہنچتا اور فاتحہ اور پنج آیت وغیرہ پڑھنے کو یہ لوگ یوں نہیں جانتے کہ یہ امر خیر ہے اور ثواب کی بات ہے بلکہ اسکو فرض واجب جانتے ہیں جواب اس کا یہ ہے کہ منکرین لوگ ایسے ایسے زبردستی افترا باندھا کرتے ہیں شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ جو ہر سال اپنے باپ کا عرس کرتے تھے اُنپر مولوی عبدالحکیم صاحب پنجابی نے یہ اعتراض لکھا ہے کہ تم نے عرس کو فرض سمجھ رکھا ہے سال بسال کرتے ہو اسکا جواب جو شاہ صاحب موصوف نے لکھا ہے زبدۃ النصائح مطبوعہ ۱۲۷۶ھ کے صفحہ ۴۳ میں ہے ایں طعن مبنی است بر جہل احوال مطعون علیہ زیراکہ غیر از فرائض شرعیہ مقررہ را ہیچکس فرض نمیداند آری زیارت وتبرک بقبور صالحین و امداد ایشاں باہدائے ثواب تلاوت قرآن ودعائے خیر وتقسیم طعام وشیرینی امر مستحسن وخوب ست باجماع علما وتعیین روز عرس برائے آن ست کہ آن روز مذکر انتقال ایشاں می باشد از دار العمل بدار الثواب بعد اس عبارت کے شاہ صاحب نے عرس کی اصلیت احادیث سے ثابت فرمائی ہے درمنثور اور تفسیر کبیر وغیرہ سے عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یاتی قبور الشہداء علی راس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار والخلفاء الاربعۃ ھکذا یفعلون انتہی اس تقریر سے چند باتیں ثابت ہوئیں ایک یہ کہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے تعیین عرس کی اصلیت حدیث سے پہنچائی یعنی ابن منذر اور ابن مردویہ اور ابن جریر کی روایتیں جو درمنثور و تفسیر کبیر سے نقل فرمائی ہیں اُن میں یہ بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سال بسال شہداء کی قبور پر ہر برس کے سرے پر تشریف لاتے تھے اور اسی طرح بعد آپ کے خلفاء اربعہ کرتے رہے غرضکہ اصلیت عرس ثابت ہوگئی اور اس حدیث کو صحاح ستہ میں نہونے کے سبب رد کرنا صحیح نہیں اسلیئے کہ صحاح احادیث منحصر کتب ستہ میں نہیں اور ابن جریر وغیرہ پر جرح کرکے اس روایت کو رد کرنا بھی بیجا ہے خود شاہ عبدالعزیز صاحب

عرس کی اصلیت

جو واقف اُن کے حالات سے تھی وہ خود اُن کی روایات کو بے پہنچے یہ دلیل ہے کہ ان روایات کی تقویت
شاہ صاحب کو پہنچ چکی اور مجمل ٹھہرانا اس حدیث کا بھی درست نہیں اسلیئے کہ نہ محرم الحرام سے شروع
سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ہوتا تھا اور نہ ربیع الاول سے بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے
وقت میں بمشورہ صحابہ کرام محرم الحرام سے شروع سال ٹھہرایا گیا بنا بریں علیہ یاتی قبور الشہداء علی راس
کل حول میں مراد یہ حول تو دو نہیں ہو سکتے بلکہ متبادر از روئے لغت عرب اطلاق حول کا شروع و ختم
سے پورا سال گذر جانے پر ہوتا ہے پس یہ مجمل نہیں بلکہ از روئے لغت یہ ہی ثابت ہو گیا کہ موت شہداء کے
دن سے برسویں دن ہر سال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لیجاتے تھے یہ ہی معنی عُرس کے ہیں اور عُرس
میں کچھ پڑھنا ایصال ثواب کرنا اور مباحات کا مرتکب ہونا جائز ہے مگر محرمات سے احتراز ضروری ہے
اور سماع جو منہیات شریعت و طریقت سے خالی ہو وہ بھی مباح ہے حضرت قطب العالم شیخ عبد القدوس
گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ مکتوب صد و ہشتاد و دوم مکتوبات قدسی میں جناب مولانا جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ کو
لکھتے ہیں اعراس پیران بر سنت پیران بسماع و صفائی جاری دارند صفائی کے لفظ سے خالی ہونا منکرات
سے ظاہر ہے اور خاندان عزیزیہ میں بھی عرس ہر سال خالی منکرات سے جاری رہا ہے اب جو کوئی شاہ
صاحب موصوف کے خاندان میں ہو کر اپنے بزرگوں کا کلام رد کرلے اُسکو اختیار ہے **دوسری بات**
یہ کہ قبور صالحین کی زیارت موجب برکت ہے **تیسری** یہ کہ قدیم سے حاسد لوگ زبردستی طعنے یاد کرتے
ہیں اور افترا باندھا کرتے ہیں کہ ان لوگوں نے اس کام کو فرض واجب جان رکھا ہے چنانچہ شاہ عبد العزیز
صاحب بھی شاکی ہیں اور فرماتے ہیں این طعن مبنی است بر جہالت الی آخرہ پس اسی طرح جو لوگ فاتحہ
کرنے والوں پر اور محفل مولد شریف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ لوگ
ان چیزوں کو فرض و واجب جانتے ہیں اس کا وہی جواب ہے جو شاہ صاحب نے فرمایا **چوتھی** یہ کہ فتوی
انکاری میں مولوی امیر باز خاں سہارنپوری التزام امر مستحب کو حصہ شیطان کا ثابت کرتے ہیں تو کلام
شاہ عبد العزیز صاحب سے اور اُنکے معمول دائمی سے معلوم ہو گیا کہ مستحب کا نباہ دائمی کرنا مستحب ہے
پانچویں یہ کہ ایک وقت میں جمع بین العبادتین یعنی قرآن اور دعا اور تقسیم شیرینی ۔ طعام کرنا برا نہیں بلکہ
مستحسن اور خوب ہے اور خوب بھی کیسا کہ باجماع علماء اب کہیئے ان حضرات کے مقابل اور ان تحقیقات کے
مقابل مفتیانِ فتوی انکاری کی نا کب قابل قبول ہو سکتی ہے **تتمہ ضروری** براہین قاطعہ گنگوہی میں

بھی فاتحہ کو درحقیقت تسلیم کرلیا گو بظاہر انکار ہے صفحہ ۱۲ سطر آخر میں لکھا ہے (جمع بین العبادتین کا کوئی منکر نہیں بلکہ اُس جمع میں انکار ہے کہ اُس سے ہیئت منکرہ پیدا ہو جاوے) سب صاحب خیال فرماویں کہ جب جمع بین العبادتین مان لیا تو فاتحہ علی الطعام کو مان لیا اب ہیئت منکرہ کی شاخ جو لگاتے ہیں اُس پر چار دلیلیں لاتے ہیں اول یہ کہ صفحہ ۶۳ میں لکھتے ہیں (فاتحہ میں افساد طعام ہے کہ ٹھنڈا ہوتا ہے اور آکلین اور قاری دونوں کی شہوت متعلق طعام سے نہ ہے تو گویا افساد خلوص اور نیت آکلین کا بھی ہے) معلوم نہیں یہ کیسے بے صبروں کی رعایت کر کے فاتحہ کو عمومًا رد کیا جاتا ہے جبکہ شہوت طعام اس درجہ ہے کہ گرم پھیلتا ہوا کھانا جو دیگ سے اُتر کر آیا اُسکے ٹھنڈے ہونے تک بھی نہیں ٹھہر سکتے حالانکہ گرم کھانا منع ہے عالمگیریہ میں ہے ولا یوکل طعام حار اور احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ صبر کرے کھانے والا جب ٹھنڈا قابل کھانے کے ہو جائے تب کھائے عبارت یہ ہے بل یصبر الی ان یسھل اکلہ واضح ہو کہ **فاتحہ کے تین طریق ہیں** کہیں کسی طرح ہوتے ہیں اور کہیں کسی طرح اول یہ کہ شیرینی اور کھانے پر فاتحہ وغیرہ خود مالک طعام نے پڑھ کر کھانیوالوں کو دیدیا اگر خود قادر نہ ہو تو دوسرے سے پڑھوا کر دیدیا یا تقسیم کر دیا۔ دوسرا یہ کہ کھانا جماعت کو کھلا دیا پھر جماعت میں جو خواندہ آدمی ہیں اُنھوں نے کچھ سورتیں کچھ رکوع پڑھے بعد ازاں دعائے ایصال ثواب طعام و قرآن و درود وغیرہ میت کے واسطے حاضرین نے کی اور مغفرت کی دعا مانگی یہ دو طریق بہت رائج ہیں تیسرا یہ کہ کھانا حاضرین کے سامنے رکھکر وارث میت نے کہدیا کہ کچھ کلمہ کلام پڑھ کر میت کی روح کو بخشدو تب وہ الحمد و قل پڑھ کر ہاتھ اُٹھاتے ہیں اور دعا میت کے لیئے کرتے ہیں پھر کھانا کھا لیتے ہیں چوتھا طریق نہ ہم نے سُنا نہ دیکھا پس مؤلف براہین کی یہ دلیل منع فاتحہ صورت اول و ثانی میں تو چل ہی نہیں سکتی صورت اول میں تو کھانا آکلین کے سامنے آیا بھی نہیں جو کھانے کے لیئے بیتاب ہو جائیں صورت ثانیہ میں جو آیا تھا جبکے کھا چکے البتہ صورت ثالثہ پر کچھ تحریر براہین کا دھوکا لگتا ہے اور فی الواقع اُسپر بھی یہ دلیل نہیں چلتی اسلیئے کہ درحقیقت کھانے کا مالک وہ ہے کہ جس نے کھانا تیار کیا ہے جب وہ کسی کی تملیک کر دے تب وہ مالک ہو گا اور جب وہ اذن اباحت طعام دے تب وہ کھانا مباح ہو وے مالک کی خود مرضی منصوص ہے کہ اول کچھ پڑھ کے بخشدو بنا بر علیہ قبل اس عمل کے ابھی تک وہ لوگ مالک کی طرف سے کھانے کے مجاز نہیں پھر ناحق انکی شہوت بے ہنگام کیوں انکو بیچین کر رہی ہے اور افساد طعام جو لکھا ہے ہم نہیں جانتے کہ الحمد و قل پڑھنے تک کیا فساد کھانے میں لازم آئیگا ہمنے وہ مجلسیں طعام ولیمہ شادی و ختنہ وغیرہ کی دیکھی ہیں جسمیں نہ الحمد و قل پڑھا جاتا ہے نہ ایصال ثواب کیا جاتا ہے

اور مولوی صاحبان مانعین فاتحہ بھی اُن میں موجود ہوتے ہیں لیکن نہ کسی پر وہاں احتساب کرتے دیکھا اور نہ یہ دیکھا کہ حضرات خود ایسا کرتے ہوں کہ جب آدمی روٹی آگے رکھ گیا تو اُسکو روکھی کھا گئے جب سالن لایا اسکو اوپر پی گئے جب دال لایا اُسکو بغیر روٹی چاٹ گئے بلکہ یہ ہوتا ہے کہ جب تمام مجلس میں اس سرے سے اُس سرے تک کھانا پہنچ جاتا ہے اور پھر مالک اذن دیتا ہے کہ شروع کیجیے تب کھاتے ہیں اسمیں بعض کھانے ٹھنڈے ہو جاتے ہیں مگر کسی عالم نے انکی تحریم و کراہت میں نہ فتویٰ لکھا نہ رسالہ چھاپا ایک الحمد و قل کے پیچھے پڑ گئے خیر جو ہوا سو ہوا اب بندہ باقتضائے اصلحوا بین اخویکم مناسب یوں جانتا ہے کہ جس مقام میں ایسے کھانے والے شہوت طعام سے بیچین ہوں اس موقع میں اول کھلا دیا کریں تاکہ اُن کا خلوص نیت نہ بگڑ جائے اور فاتحہ وغیرہ بعد کو پڑھ دیجائے لیکن معلوم رہے کہ اول تو تین طریق فاتحہ سے ایک طریق فاتحہ میں یہ بات پیش آتی ہے اسمیں بھی جب اسی قسم کی شہوت طعام والے چُن کر جمع کیے جائیں وہ بھی موسم قحط سالی میں تو ظاہر ہے کہ یہ صورت نہایت نادر قلیل الوقوع ہے بلکہ شاید صورت فرضی امکانی ہووے اور عالم وقوع میں بھی نہ آئے نہ ایسی صورت کو پیش نظر کر کے علی العموم فاتحہ کو منع کرنا شان تفقہ فی الدین سے بعید ہے **دوسری دلیل** براہین قاطعہ صفحہ ۲۹ میں یہ ہے کہ (فاتحہ یا کچھ قرآن پڑھ کر ثواب میت کو پہنچا دے تو دل سے نیت ایصال ثواب کی کرے) اور صفحہ ۲۵ میں لکھا ہے کہ فاتحہ کی دعا لغو اور لغو کا ترک مناسب ہے والذین ہم عن اللغو معرضون الخ خلاصہ ان کی تقریر کا یہ ہے کہ ثواب دل کی نیت سے پہنچ جاتا ہے منہ سے دعا مانگنا لغو ہے **الجواب** صحت نماز کو نیت قلبی کافی ہے باینہمہ مستحب کیا ذکر لسانی کو فقہائے کرام نے باوجود عدم ثبوت قرون ثلثہ کے اسیطرح گو ثواب مردہ کو فقط نیت سے پہنچ جائے لیکن باستحضار نیت اور موافقت دل و زبان کے واسطے دعا زبانی کرنا جائز ہونے سے خالی نہیں ثانیاً یہ کہ فقہاء صراحۃً دعا ایصال ثواب کا امر کرتے ہیں فقیہ شامی نے شرح لباب سے نقل کیا ہے کہ پڑھے آدمی مردہ کے واسطے فاتحہ اور الٓم مفلحون تک اور آیۃ الکرسی اور آمن الرسول وغیرہ ختم بقول اللھم اوصل ثواب ما قرأناہ الی فلان یعنی پھر دعا کرے کہ یا اللہ پہنچا دے ثواب میری قراءت کا فلانے کو دیکھیے نیت میت سے جب کلام پڑھا تھا تو ایصال ثواب کے لیے کافی تھا باینہمہ دعا مانگنے کی ہدایت کی اور کیوں نہ کرتے دعا کی لذت کو دعا کرنے والے خوب جانتے ہیں الدعاء مخ العبادۃ مشہور ہے یعنی دعا عبادت کا مغز ہے اور فقیہ شامی نے متاخرین شافعیہ سے بھی دعا کرنا نقل کیا ہے وصول القراءۃ للمیت اذا کانت بحضرتہ او دعی لہ عقبہا ولو غائبا لان محل القراءۃ تنزل الرحمۃ والبرکۃ والدعاء عقبہا

ادجی للقبول یعنی ثابت ہے پہنچنا قرارت کا میت کو جب میت کے سامنے قرارت ہو یا اگر سامنے نہ ہوا ور میت غائب ہو تو پڑھ کر دعا کر دیجائے اس واسطے کہ وقت قرارت رحمت اور برکت نازل ہوتی ہے جائز علیہ بعد قرارت دعا کرنے میں بہت امید قبولیت کی ہے انتہیٰ کلامہ اس مقام پر بات میں بات یہ نکل آئی کہ مجوزین فاتحہ نے اسی قبولیت کی نظر سے قرارت الحمد و پنج آیت وغیرہ جسکا پڑھنا میت کے لیئے ثابت ہے مقرر کیا ہوگا ثالثاً اوپر نقل ہو چکا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اُمت کو ایصال ثواب اضحیہ یعنی قربانی میں جو عبادت مالی ہے شریک فرمایا باوجودیکہ حضور کی نیت کافی تھی پھر بھی آپ نے تصریح فرمائی زبان سے اللھم ان ھذا منک ولک عن محمد و امتہ اور مسلم کی روایت میں ہے اللھم تقبل من محمد وآل محمد ومن امۃ محمد اور حقیقت میں سب مسلمان پڑھتے ہیں اللھم تقبلھا منی واجعلھا فداء لی من النار یہ نصوص صریح ہیں کہ وہ شے صدقہ کی اپنے سامنے رکھی ہوئی ہے اور اُسکی قبولیت کی دعا کی جاتی ہے اور جسکو اُسکے ثواب میں شریک کرنا ہے اُسکا نام لیا جاتا ہے زبان سے اور قربانی کے لیئے آچکا ہے وان الدم لیقع من اللہ تعالیٰ بمکان قبل ان یقع بالارض یعنی زمین پر گرنے سے پہلے خون قربانی قبول ہو جاتا ہے اسپر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائے قبولیت فرمائی کہ اللھم تقبل من محمد وآل محمد پھر طعام فاتحہ کی طرف اشارہ کر کے اگر کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ اس طعام کو قبول فرما اور اسکا ثواب فلاں فلاں کو پہنچا یہ کس طرح بدعت ٹھیرے اور نبی کریم کی دعا مانگی ہوئی اور فقہار کی جائز رکھی ہوئی دعا کو ہمارا منہ نہیں جو کہدیں کہ لغو ہے اور داخل کر دیں اُسکو والذین ھم عن اللغو معرضون میں مؤلف براہین کو اختیار ہے جو چاہے کہے اور جس دلیل سے مؤلف براہین نے نیت نماز کا تلفظ جائز رکھا ہے قیاساً علی الحج جیسا کہ تحقیق بدعت میں گذر چکا دیکھا چاہیئے کہ یہ ہمارا ثبوت کس قدر اعلیٰ ہے اُس سے انصاف شرط ہے

تیسری دلیل

براہین قاطعہ صفحہ ۹۷ دعاء الخفیۃ الفضل فی نفسہ قال شارح المنیۃ لیس فیھا رفع لان فی الرفع اعلانا اور یہاں ایصال ثواب میں دعا خفیہ ہے کہ دل میں غرض ایصال ثواب کی ہے الیٰ آخرہ یہ دلیل پانچ اس پر گذاری کہ ہاتھ اٹھا کر جو فاتحہ میں دعا مانگتے ہیں یہ موجب کراہت ہے اسلیئے کہ یہ دعا خفیہ ہے اور دعا خفیہ میں ہاتھ اٹھانا نہیں آیا جواب اسکا یہ ہے جب کوئی کسی کی طرف سے کھلاتا ہے یا شیرینی فاتحہ کی بانٹتا ہے اُسکی شہرت سب میں ہوتی ہے کہ یہ فاتحہ فلاں ولی اللہ کی ہے یا کھانا فلاں میت کا ہے یہ کوئی فعل مخفی نہیں ہوتا کہ دل ہی دل میں رہے کوئی نہ جانے اور اعلان نہو اور دعائے خفیہ کا موقع وہ ہوتا ہے جو خود مؤلف براہین کی

عبارت منقولہ میں موجود ہے ترجمہ کرکے دیکھنا چاہیئے یعنی دعائے خفیہ وہ ہوتی ہے جسکو آدمی زبان سے
نہیں بلکہ دل ہی دل میں کرتا ہے تو ایسی دعا میں ہاتھ اٹھاتا نہیں اسلیئے کہ جی ہی جی میں دعا مانگنا اخفا
اور پوشیدگی کو مقتضی ہے اور ہاتھ کے اٹھانے میں اعلان ہوگا یعنی سب جان لیں گے کہ یہ شخص دعا مانگتا
ہے اب ارباب انصاف خیال فرماویں کہ طعام فاتحات میں تو صاحب طعام و شیرینی کو اس قدر
اخفا منظور نہیں ہوتا کہ کوئی معلوم نہ کرے کہ اس نے کس کی روح کو ثواب پہنچایا ہے جب یہ بات
نہیں تو دعا خفیہ نہ رہی بلکہ دعا رغبت ہوئی کیونکہ وہ دعا کرتا ہے کہ یا اللہ قبول کر ہم سے یہ قرارت
اور طعام اور پہنچا دے ثواب اس کا روح میت کو اور دعائے رغبت میں ہاتھ اٹھانا سنت ہے
عینی شرح ہدایہ میں محمد بن الحنفیہ سے روایت کی ہے فی دعاء الرغبۃ یجعل بطون کفیہ نحو السماء
یعنی دعائے رغبت میں دونوں ہتھیلیاں آسمان کی طرف اٹھائے اور اس مقام سے گیارہ سطر پہلے ایک
سوال کیا کہ ما وجہ دفع الیدین عند کل دعاء یعنی کیا وجہ ہے کہ ہر دعا میں ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں پھر
جواب علامہ سید سمرقندی کی روایت سے دیا کہ یرفع یدیہ حتی یری بیاض ابطیہ قال النبی علیہ السلام
ان ربکم حیی کریم فیستحیی من عبدہ اذا رفع یدیہ ان یردھما صفرا الی آخرہ اور اوپر گذر چکی یہ حدیث
مشکوٰۃ سے اور نیز گذر چکی حدیث اذا سالتم اللہ فاسئلوہ ببطون اکفکم او رضمون رفع یدین کا دعا میں کتب فقہ
تحفۃ المصلی وغیرہ میں بھی تصریحاً موجود ہے پس بخوبی ثابت ہوگیا کہ دعا فاتحہ دعا رغبت ہے اور دعا رغبت
میں ہاتھ اٹھانا سنت ہے نہ بدعت اور وقت طواف جو حضرت نے دعا میں ہاتھ نہ اٹھایا اول تو وہ موقع
چلنے پھرنے اور دوڑنے وغیرہ کا ہوتا ہے اور فاتحہ مقام سکون و قرار ہے ایک دوسرے پر قیاس
نہیں ہوسکتا دوسرے یہ کہ موقع طواف میں خاصتہً ہاتھ اٹھانا فعل یہود ہے نقل عن جابر انہ فعل الیہود
اور دعائے فاتحہ میں ہاتھ اٹھانے کو نہ کسی نے فعل یہود کہا اور نہ ہنود کی سنکلپ میں رفع یدین کا دستور
اس واسطے کہ وہ لوگ ہاتھ میں چلو پانی لیے رہتے ہیں چنانچہ عنقریب آتا ہے بنا برعلیہ ایسے دلائل واہیہ سے
دعائے فاتحہ میں رفع یدین کو غیر مشروع قرار دینا فہم و درایت کے خلاف ہے **چوتھی دلیل** براہین قاطعہ
صفحہ ۲۹ اور تشبہ ہنود کا بھی اس میں متقرر ہے کیونکہ تمام ہنود میں رسم ہے اور اُن کا یہ شعار ہے کہ طعام پر
بید پڑھواتے ہیں جسکا دل چاہے ہنود سے تحقیق کرلیوے مولوی عبید اللہ اپنے تحفۃ الہنود میں لکھتے ہیں
کہ ہر سال جس تاریخ میں کوئی مرا اُس ہی تاریخ ثواب پہنچاتے ہیں اور اُس کو ضرور جانتے ہیں اور پنڈت

اس کھانے پر بید پڑھتا ہے انتہی جواب اکثر مانعین فاتحہ کو تشبہ بالہنود کا دھبہ لگاتے ہیں اور فی الحقیقت اہل اسلام اس سے پاک ہیں کچھ ذکر اسکا اوپر بھی گذرا باقی اب بتفصیل بیان کیا جاتا ہے واضح ہو کہ مذہب ہنود کا وید ہے جسکو وہ کتاب آسمانی اور کلام الٰہی سمجھتے ہیں وید میں ہرگز یہ بات نہیں کہ میت کسی کی عبادت بدنی یا مالی سے کامیاب ہوتا ہے بلکہ انسان اسی عمل کا نفع پاتا ہے جو بذات خود کرجاتا ہے

भस्मान्त शरीरम्॥ यजुर्वेद अध्याय ४ मंत्र १५

یعنی یجروید ادھیائے ۴۰ منترہ ۱۵ میں ہے کہ جسم کا پھونک دینا آخری کام ہے۔

شارحین نے یہ مطلب اس کا شرح کیا ہے کہ جو کام انسان کے ساتھ کرنے تھے وہ سب ہو چکے بس آخری یہی ایک کام ہے کہ جلا دیا جائے اگر بعد جلا دینے کے کوئی اور کام بھی باقی ہوتا تو وہ بیان ہوتا اور جلانے کو آخری کام نہ قرار دیا جاتا۔ اور منو سمرتی ادھیائے ۴ اسلوک ۲۳۹ میں اسکی تشریح زیادہ تر ہے عبارت یہ ہے

नामुत्र हि सहायार्थं पिता माता च तिष्ठतः

न पुत्रदारा न ज्ञाति धर्मस्तिष्ठति केवलः॥ मनुस्मृति

معنی اس کے یہ ہوئے کہ پرلوک میں یعنی اس عالم میں جو کہ بعد موت پیش آتا ہے نہ باپ مدد کر سکتا ہے نہ ماں نہ بیٹا نہ جورو نہ قومی بھائی البتہ تنہا دھرم مددگار ہوتا ہے انتہی۔ منو سمرتی۔

اس سے صاف روشن ہے کہ آدمی کا دھرم کام آتا ہے بعد موت کسی کی مدد سے کام نہیں چلتا بس معلوم ہوا کہ یہ لوگ جو کچھ ایصال ثواب میت کے ڈھنگ چلتے ہیں یہ ان کا اصل مذہب نہیں پھر اسکو شعار ہنود قرار دینا بڑی غفلت ہے ہم جب اپنے ان نواح میں دیکھتے ہیں تو ہنود کے تین فرقے پاتے ہیں ایک آریہ سماج دوسرا اسرادگی تیسرا برہمنوں کا برتاؤ سو آریا سماج جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اصل وید پر چلتے ہیں وہ تو اموات کو پہنچنا اعمال مالی و بدنی کا کچھ بھی تسلیم نہیں کرتے اور اسی طرح سرا فگی قوم اب باقی رہے وہ جو برہمنوں کے متھ پر چلتے ہیں سو اُن کے حالات کتاب تحفۃ الہند سے جسکی مؤلف براہین قاطعہ نے سند پکڑی ہے لکھتا ہوں تحفۃ الہند مطبوعہ فاروقی صفحہ ۹۸ سے ہندؤں کے دین میں ثواب پہنچانے کا یہ طریق ہے کہ مثلاً کھانا یا کپڑا وغیرہ جس چیز کا ثواب پہنچانا ہو تو اسکا سنکلپ یعنی نیت یوں کریں کہ ثواب پہنچانے والا داہنے ہاتھ میں پانی لیکر شاستری زبان میں یہ کہے کہ اب جو فلانا مہینا فلانی تاریخ فلانا دن ہے تو میں فلانا شخص فلانی میری قوم فلانی چیز فلانے شخص

کے لیئے صدقہ کرتا ہوں پھر اس پانی کو زمین پر ڈال دے تمام ہوا کلام تحفۃ الہند کا۔ واضح ہو کہ اس عاجز راقم الحروف نے ہنود سے بھی تحقیق کیا اور کتاب سنکلپ کی اس عاجز کے پاس بھی موجود ہے سب تحقیقات سے یہی معلوم ہوا کہ مضمون مذکورہ بالا زبان شاستری میں پڑھتے ہیں علاوہ براں دیوتا وغیرہ کا نام بھی لیتے ہیں جن کا بیان طویل ہے لیکن وید جسکو وہ لوگ کلام الٰہی اعتقاد کرتے ہیں نہیں پڑھتے کسی بڑی سنکلپ شادی وغیرہ میں البتہ ایک منتر پڑھ دیتے ہیں جسکا مضمون یہ ہوتا ہے کہ آؤ میرے مکرم وہ اپنے نزدیک ارواح کو بلاتے ہیں یہ الفاظ سنسکرت کے پڑھکر بھلا اہل اسلام کی فاتحہ کو اس سے کیا مناسبت راقم نے ایک پنڈت سے پوچھا کیوں جی تمھارے وید میں تو کچھ بھی حکم ایصال میت کا نہیں تم نے یہ کہاں سے نکالا جواب دیا کہ اگرچہ وید میں نہیں لیکن اس سے نفع ہوتا ہے بالفرض اگر میت کو نہ پہنچا تو اُسکے وارث خیرات کرنے والے کو ثواب پہنچیگا جس بہانہ سے خیرات نکلے بہتر ہے اُسوقت مجھکو خوب یقین ہوگیا کہ یہ باتیں ان کی بتائی ہوئی ہیں اور تصدیق ہوگیا لکھنا مولوی عبیداللہ صاحب کا تحفۃ الہند صفحہ ۲۸ (یہ برہمنوں کے بڑوں نے اپنی اولاد کی گذران کی خوب تدبیر کری ہے کہ سنکلپ کیا ہوا مال سوائے برہمنوں کے کوئی نہ لیوے انتہی کلامہ) جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ ایسے ایسے احکام ان کے مذہبی نہیں تو معلوم ہوگیا کہ یہ اور مذاہب سے اُنھوں نے لیئے گمان غالب یہ ہے کہ جب مسلمانوں کو ہنود نے ایصال ثواب الی وندی میت کے لیئے کرتے دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ وہ کہتے ہیں اللھم اوصل ثواب ما قرأت وما انفقت الی فلاں یعنی یا اللہ پہنچا دے ثواب ہمارے پڑھنے کا اور ہمارے خرچ کرنے کا جو کھانا وغیرہ کیا ہے طرف فلاں میت ہماری کے اور مسلمانوں کو ہزار برس سے زیادہ اس ملک میں پھیلے ہوئے ہوگئے تو غالباً ہنود نے اہل اسلام کی یہ باتیں دیکھ کر کچھ کچھ اُس کے قریب قریب اپنے مذہب میں سنکلپ وغیرہ جاری کر دیا کچھ اخذ کیا ہوا ادھر کا ہوا اور کچھ اُن کا ایجاد سب مل ملا کر یہ شکل اُن میں پیدا ہوگئی اور اُن کے پیشوایان شکم بندہ نے شاستر میں بھی اُن باتوں کو درج کر دیا ہم افسوس کرتے ہیں مانعین بے تحقیق کے حال پر جو ہندوؤں کو قواعد ایصال ثواب میں اصل اصول قرار دیکر مسلمانوں کو اُن کا پیرو اور متشبہ قرار دیتے ہیں نہیں نہیں ہم کو اُن سے کچھ مناسبت نہیں وہ لوگ وقت سنکلپ پانی چلو میں لیئے رہتے ہیں سنکلپ کیا ہوا مال سوائے برہمن کے کسی کو نہیں دیتے اگرچہ برہمن مالدار دولتمند اور دوسرا آدمی نہایت درجہ محتاج تنگدست ہو اور میت کا گھوڑا پوشاک برتن زیور وغیرہ جو کچھ دیتے ہیں مہابرہمن کو دیتے ہیں مہابرہمن وہ ہوتا ہے جو میت کا صدقہ

لیتا ہے یہ مضامین تحفۃ الہند صفحہ ۵۸ و صفحہ ۴۴ میں موجود ہیں اور یہ کتاب مؤلف براہین قاطعہ کے نزدیک نہایت معتمد ہے اب کتاب براہین قاطعہ سے یہ بات نقل کرتا ہوں کہ تشبہ کو اسنا منع ہے صفحہ ۱۴ سطر ۱۳ میں ہے جس شے شعار میں تشبہ ہے اس میں من کل الوجوہ تشبہ ہو تو منع ہے جیسا مثلاً اتمام و ردی نصاریٰ میں سے ایک کلاہ پہنی تو کلاہ من کل الوجوہ مشابہ ہوا اگر اس کلاہ میں بعض وجہ تشابہ کی ہو گی تو حرام ہووے گی انتہی کلامہ۔ الحمد للہ کہ ہم کو جواب دینے کی حاجت نہیں خود اُن کی زبانی قصہ طے ہوا سب صاحب طریقہ مرسومہ اہل اسلام اور طریقہ مروجہ ہنود کو ملا کر دیکھیں کہ من کل الوجوہ تشبہ کہاں ہے اول تو ان کے وید میں ایصال ثواب میت کے لیئے آیا ہی نہیں اور بہت آدمی قوم ہنود کے اسکو جائز نہیں سمجھتے خیر اگر بعض ہنود نے اوروں کی دیکھا دیکھی یا مصلحت پرورش قومی وغیرہ کے سبب یہ کام کیا تو مشکل یہ ہے اُن کے یہاں صدقہ لینے والا قوم خاص اور پڑھنے والا قوم خاص اور سنکلپ یعنی ایصال ثواب میں خواہ کسی چیز کا ایصال ہو رفع یدین نہیں بلکہ جیتو پانی ہاتھ میں لیئے رہتے ہیں اور یہاں اہل اسلام میں کوئی امر امور مذکورہ سے نہیں بنا بر علیہ دعویٰ تشبہ بالکل باطل ٹھیرا بلکہ یہ سمجھنا چاہیئے کہ اہل اسلام جو کچھ فاتحہ میں کرتے ہیں اپنے اصول دین کے موافق کرتے ہیں ملخص یہ ہے کہ ایصال ثواب مالی و بدنی ہر دو شرعاً ثابت اور جمع بین العبادتین ثابت اس میں نصوص شرعیہ نقل ہو چکیں اور اس حالت میں کہ کھانا سامنے ہے اور اُسپر کچھ پڑھا اور دعا مانگی اس میں حدیثیں فعلی نقل ہو چکیں اور رفع یدین دعا میں احادیث قولی و فعلی سے نقل ہو چکا اور ضحیہ جو ایک شے مالی ہے اور سامنے موجود ہے اُس پہ یہ دعا زبانی کہ یا اللہ قبول کر اس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آل و امت سے جس جس کو شریک ثواب میں کرنا تھا اُن کا نام زبان مبارک سے لیا اس کی نقل بھی نصوص احادیث سے گذر چکی اور حال دعاء عقیقہ کا بھی گذر چکا پس اہل اسلام یہ امور حسب قواعد شرعیہ کرتے ہیں اور اگر احیاناً کسی شخص کو بادی النظر میں کوئی امر متشابہ و مشترک معلوم ہوئے تو چاہیئے کہ وہ اسکو تشبہ قرار نہ دیں قسم توافق ملتین سے سمجھے جیسا کہ اہل اسلام خدا تعالیٰ کو مانتے ہیں ہنود بھی وجود باری تعالیٰ کا اقرار کرتے ہیں اصطلاح شرع میں اسکا نام تشبہ نہیں اسکو توافق ملتین کہتے ہیں اور یہ ممنوع نہیں الحاصل براہین قاطعہ گنگوہی سے جو فاتحہ مروجہ میں جمع بین العبادتین مانع تھا وجوہ خارجی سے کراہت عارضی قائم کی تھی وہ حرارت عارضی کی طرح تبریدات شرعیہ سے تعدیل پاچکے والحمد للہ علی ذالک

لطیفہ مؤلف براہین قاطعہ نے صفحہ ۱۱۳ سطر ۷ میں لکھا ہے (تشبہ کے لفظ میں اخذ تکلف ہے سو قصد اور فعل مکلف کا اسمیں ہونا چاہیئے پس اسکی یہ صورت ہے اگر کسی نے کوئی کام نادانستہ کیا اور پھر اسکو خبر ہوئی تو ازالہ کرے ورنہ اب بعد علم کے متشبہ ہوگا پہلے متشبہ نہ تھا اور اپنے فعل میں عاصی بھی نہیں تھا انتہی بلفظہ) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جن امور میں تشبہ کفار کے ساتھ لازم آتا ہے اگر آدمی نہ جانتا ہو کہ ان میں تشبہ ہے اور وہ اس حالت نادانستگی میں فعل کرتا ہے تو جب تک اسکو علم تشبہ حاصل نہو اس وقت تک وہ معافی میں ہے نہ وہ متشبہ ہے کہ جو حکم من تشبہ بقوم میں داخل ہو اور نہ عاصی ہے پس اس تقریر کے موافق سب فاعلین فاتحہ و میلاد شریف بری ہو چکے وہ ہرگز ان امور کو تشبہ بالہنود نہیں جانتے جب انکو ثبوت تشبہ نہیں ہوا تو باقرار مؤلف براہین متشبہ اور عاصی نہ ہوئے **لمعہ ثانیہ میں**

جمعرات کی فاتحہ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے ودر بعض روایات آمدہ است کہ روح میت مے آید خانہ خود را شب جمعہ پس نظر می کند کہ تصدق می کنند از وے یا نہ اور خزانۃ الروایات میں ہے عن بعض العلماء المحققین ان الارواح تخلص لیلۃ الجمعۃ وتنتشر فجاءوا الی مقابرھم ثم جاءوا فی بیوتھم اور صدر الدین رشید تبریزی نے دستور القضاۃ میں لکھا ہے من نفاد سے النسفیۃ ان ارواح المؤمنین یاتون فی کل لیلۃ الجمعۃ ویوم الجمعۃ فیقومون بفناء بیوتھم ثم ینادی کل واحد منھم بصوت حزین یا اھلی ویا اولادی ویا اقربائی اعطفوا علینا بالصدقۃ و اذکرونا ولا تنسونا وارحمونا فی غربتنا قد کان ھذا المال الذی فی ایدیکم فی ایدینا فیرجعون منھم باکیا حزینا ثم ینادی کل واحد منھم بصوت حزین اللھم قنطھم من الرحمۃ کما قنطونا من الدعاء والصدقۃ اور علی بن احمد غوری نے کنز العباد میں بھی اس روایت کو نقل کیا ہے ان صاحبوں کا قاعدہ ہے جس کتاب میں ان کے خلاف عقائد بیان ہوتے ہیں اُس کو کہدیا کرتے ہیں یہ معتبر نہیں اس کی ضعیف روایتیں ہیں اسلیئے میں خبردار کرتا ہوں کہ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ سے مولوی اسحٰق صاحب نے مائۃ مسائل میں چند مقام پر سند پکڑی ہے اور کتاب خزانۃ الروایات سے بھی انھوں نے سند پکڑی ہے مائۃ مسائل کے مسئلہ ہشتاد وسوم میں اور مسائل اربعین کے مسئلہ سی و پنجم میں و مسئلہ بست و سوم میں اور دستور القضات کی بھی سند پکڑی ہے مسئلہ سیزدہم مائۃ مسائل میں پس یہ کتابیں انکے بزرگواروں کی مسلم الثبوت قابل سند ہیں غرض کہ ان معتبر کتابوں کے موافق معلوم ہوا کہ جو لوگ

کچھ خیر خیرات اور دعا درود وغیرہ نہیں کرتے اُنکے گھر سے روحیں موتی کی غمگین نا اُمید ہوکر اُن کو کوستی بددعا دیتی نکلتی ہیں بنا بر علیہ سلف میں دستور تھا کہ جمعرات کو صدقہ دیتے تھے لیکن آخری صدی کے بعض علمانے چھوڑ دیا مولوی اسمٰعیل صاحب کے تابعین یہ کہتے ہیں اگر وہ میت بہشتی ہے تو روح اُس کی بہشت کو چھوڑ کر کیوں آتی ہوگی اور اگر کافر دوزخی ہے تو دوزخ سے نہیں چھوٹتی ہم کہتے ہیں یہ خیالی اعتراضات سب بے اصل ہیں یہ لوگ اپنے پیشوا مولوی اسمٰعیل صاحب کے دادا پیر جناب شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کیوں نہیں دیکھتے کہ سورۂ جن میں تحت آیہ منا القاسطون جو چار قسمیں جنات کی لکھی ہیں اُنمیں فرقہ چہارم کو لکھا کہ وہ جن بعض ارواح خبیثہ کو اپنے ساتھ لیکر اپنا ہمرنگ کر لیتے ہیں وہ روحیں بھی لوگوں کو ستاتی پھرتی ہیں عبارت یہ ہے صـ۹۰ ا چہارم فرقہ دیگر اند کہ بطریق دزدان بعضی ارواح آدمیان را کہ با خبیثان در اخلاق بد مثل نخوت و تکبر و کینہ داری و تلطخ بہ نجاسات مناسبتے بہم میرسانند کشیدہ می برند و برنگ خود رنگین مے کنند و آں ارواح را طریق درآمدن در مسام ابدان و برہم کردن مزاج ہا و تغیر کردن صورتہا تعلیم می نمایند تا باین وسیلہ اذی و رنجے با آدمیان رسانند و فرقہ آدمیان را فاسد نمایند اور سورہ عبس تحت آیہ ثم اماتہ فاقبرہ لکھتے ہیں صـ۹۰ خلقت آدمی از خاک است و بحکم کل شئی یرجع الی اصلہ او را با اصل خود ش راجع باید ساخت بخلاف آتش کہ مادۂ خلقت شیاطین و جنیان است پس چوں بدن آدمی را بعد از موت باآں سوزند ارواح لطیفہ او بادود آتش آمیزش نمودہ مشابہت تام با شیاطین و جنیان پیدا کنند وازین است کہ اکثر ارواح و کسانیکہ سوختہ می شوند بعد از موت حکم شیاطین مے گیرند و با آدمیان مے چسپند و ایذا ہے دہند پس در دفن کردن ارجاع شئے بحقیقت خود است و در سوختن قلب حقیقت انتہی دیکھیے یہ لوگ ارواح کی حرکت کو محال سمجھتے تھے اُن کی مسلم الثبوت کتاب شاہ صاحب کے کلام سے حرکت و سیر ارواح خبیثہ تک کی ثابت ہوگئی اُن کے اعتراض توڑنے کو تو یہی حجت بس ہے باقی اور جماعت اسلام طالبان دلیل حق کے لئے یہ لکھا جاتا ہے کہ حرکت ارواح کی حدیث معراج سے ثابت ہے کہ جمیع انبیاء علیہم السلام کی روحیں بیت المقدس میں جمع ہوئیں اور اوپر نقل کر چکے ہم شرح مشکوٰۃ و خزانۃ الروایات و دستور القضات وغیرہ سے یہ روایتیں کہ روحیں جمعرات کو اپنے گھر پر آتی ہیں اور اسیطح لمعات اللہ میں تنزل الملٰئکۃ والروح کا بیان اور یہ روایت آئے گی کہ شب برات و عید کو روحیں آتی ہیں اور مباحث مولد شریف میں بھی بیان

سیر ارواح کا آئیگا انشاء اللہ تعالیٰ اور اب دو ایک روایتیں اور بھی نقل کیجاتی ہیں حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب عوارف کے باب چھپنویں میں یہ حدیث نقل کی ہے روی سعید بن المسیب عن سلمان قال ارواح المؤمنین تذہب فی برزخ من الارض حیث شاءت بین السماء والارض حتی یردھا الی جسدھا اور قاضی ثناء اللہ نے تذکرۃ الموتی والقبور میں لکھا ہے

ابن ابی الدنیا از مالک روایت کرد کہ ارواح مومنین ہر جا کہ خواہند می روند الی آخرہ اور اس سے پہلے اس فصل میں شہداء کے حق میں لکھا ہے حق تعالیٰ در حق شہدا می فرماید بل احیاء عند ربھم اقول شاید باشد مراد آن کہ حق تعالیٰ ارواح شان را قوت اجساد میدہد و ہر جا کہ خواہند سیر کنند و این حکم مخصوص شہدا نیست انبیاء و صدیقان از شہدا افضل اند و اولیا ہم در حکم شہدا اند کہ جہاد با نفس کردہ اند کہ جہاد اکبر است یعنی رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر از ان کنایت است ولہذا اولیاء اللہ گفتہ اند ارواحنا اجسادنا اجسادنا ارواحنا یعنی ارواح ایشان کار اجساد می کنند و گاہے اجساد از غایت لطافت برنگ ارواح می برآیند میگویند کہ رسول خدا را سایہ نبود صلی اللہ علیہ وسلم ارواح ایشان خواہ در زمین و آسمان و بہشت ہر جا کہ خواہند سیر میکنند و دوستان و معتقدان را در دنیا و آخرت مددگاری میفرمایند و دشمنان را ہلاک می نمایند انتہی [illegible]

ارواح کی سیر کرنی دنیا میں بھی ثابت ہوئی اور یہی مذہب ہے اہل سنت و جماعت کا امام عبداللہ یافعی یمنی قدس سرہ کتاب روضۃ الریاحین بالحکایۃ الثامنۃ والستون بعد المائۃ کے آخر میں لکھتے ہیں مذہب اہل السنۃ ان ارواح الموتی ترجع فی بعض الاوقات من علیین او سجین الی اجسادھم فی قبورھم عند ما یرید اللہ تعالیٰ وخصوصاً فی لیلۃ الجمعۃ ویجلسون ویتحدثون الی آخرہ یعنی مذہب اہل سنت کا یہ ہے کہ ارواح موتی آتی ہیں بعض اوقات علیین یا سجین سے اپنے ابدان میں جو قبور میں ہیں جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے خاص کر شب جمعہ و روز جمعہ کو آتی ہیں بیٹھتی ہیں باتیں کرتی ہیں الخ اور اشباہ والنظائر کے احکام الجمعہ میں لکھا ہے وفیہ تجتمع الارواح وتزار القبور کذا فی الدر المختار و شرحہ یعنی جمعہ کے دن روحیں جمع ہوتی ہیں اور زیارت قبر کی جاتی ہے غرضکہ قبور تک الارواح کا آنا شب جمعہ و روز جمعہ میں ان معتبر کتب سے ثابت ہوا باقی قبور سے اپنے گھروں میں آنا وہ خزانۃ الروایات سے ہم اوپر نقل کر چکے جاؤا اولاً الی مقابرھم ثم جاؤا الی بیوتھم اس روایت کے موافق اختتام صدی اول و شروع صدی دوم ہجری میں ایک عجیب قصہ گذرا ہے وہ بھی بطور استیناس لکھا جاتا ہے امام ابو محمد عبداللہ یافعی

یعنی طیب اللہ ثراہ روضۃ الریاحین میں لکھتے ہیں عن بعض الصالحین قال کان لی ابن استشہد فلم ارہ فی المنام الا لیلۃ توفی عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ یرائی لی تلک اللیلۃ فقلت یا بنی الم تک میتاً فقال لا ولکنی استشہدت وانا حی عند اللہ ارزق فقلت لہ ما جاء بک فقال نودی فی اھل السماء الا لا یبقی نبی ولا صدیق ولا شہید الا و یحضر الصلوٰۃ علی عمر بن عبد العزیز فجئت لاشہد الصلوٰۃ ثم جئتکم لاسلم علیکم یعنی بعض صالحین سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں میرا بیٹا شہید ہو گیا تھا میں نے کبھی اسکو خواب میں نہ دیکھا سو اس دن کے کہ جب عمر ابن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا مجھ کو اس رات دکھائی دیا میں نے کہا بیٹا تم مرے نہیں کہا کہ نہیں مرا میں تو شہید ہوں جیتا ہوں اللہ تعالیٰ سے مجھ کو رزق ملتا ہے میں نے کہا کہ پھر تم کیوں آئے کہا آسمان میں آواز دی گئی تھی کہ خبردار کوئی نبی اور صدیق اور شہید باقی نہ رہے سب عمر ابن عبد العزیز کے جنازہ پر نماز پڑھیں سو میں ان کی نماز پڑھنے آیا تھا پھر تمہارے سلام کرنے کو بھی حاضر ہو گیا انتہی الحمد للہ کہ ہم جو منکر ایصال ثواب اموات و ترغیب خیرات دعوی کرتے تھے کہ اہل اسلام کی روحیں خواہ وہ بالکل ابرار متقین ہوں خواہ بیچارے عصاۃ مذنبین ہوں آتا ان کو روایات کتب اسلامیہ سے بھی ثابت ہو گیا مذہباً و روایۃً و کشفاً و درایۃً ان صاحبوں کی بڑی بے منصفی ہے کہ اپنے پیر و مرشد قبلہ کے منہ سے جو بات نکلی وہ تو پتھر کی لکیر ہو جاتی ہے دوسرا شخص کیسے ہی دلائل توڑ سے ثابت کرے اس پر ایمان نہیں لاتے اب دیکھئے مولوی اسمٰعیل صاحب نے جو صراط مستقیم کے آخر ورق میں اپنے پیر و مرشد کی تعریف میں لکھا ہے کہ حضرت غوث الثقلین اور خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کی روحیں ان کی طرف متوجہ ہوئیں اور ایک مہینے تک ان میں جھگڑا جھگڑی اور لڑائی رہی یعنی ایک کہتی تھی کہ ہم سید احمد صاحب کو اپنی طرف لیں دوسری کہتی تھی کہ ہم لیں آخر دونوں پاک روحوں نے آپس میں صلح کر کے یہ بات ٹھہرائی کہ اچھا سید احمد صاحب میں ہمارا تمہارا دونوں کا سا جھا رہا ایک دن وہ دونوں روحیں ان پر ظاہر ہوئیں اور توجہ قوی ایک پہر تک دی اتنی دیر میں دونوں طریقوں کی نسبت حضرت کو نصیب ہو گئی انتہی کلامہ اب دیکھئے کہاں حضرت غوث اعظم کا مزار بغداد شریف میں اور کہاں خواجہ عالی شان نقشبند کا مزار بخارا میں۔ پھر ان کی روحیں خبر نہیں علیین کے کس طبقہ اور جنت کے کس درجہ میں ہونگی اور یہ بھی ہے کہ ان دونوں حضرات مقدس کے مریدوں میں سینکڑوں اولیاء اللہ کامل کیا

کہیں بلکہ ہزاروں لاکھوں مقبولین ہوں گے تب بھی اُن کی ہوس نہ بجھی اور سید احمد صاحب
کی اُن کو خواہش پیدا ہوئی کہ سید احمد صاحب کو اپنی نسبت مریدی میں لیجیے اور اسی آرزو میں
تعلیمین یا بہشت سے ہندوستان میں وہ روحیں توجہ دینے کو اتر آئیں ہم اس کو رد نہیں کرتے
لیکن ان دانشمند مضمونوں کے حال پر افسوس کرتے ہیں کہ یہ مولوی اسمٰعیل صاحب کی تحریر باوجودیکہ
از روئے عقل اسمیں چند باتیں خلاف عادی معلوم ہوتی ہیں لیکن اسکو مسلم رکھتی ہیں اور ہم روحوں کا آنا
اپنے گھروں پر باوجود مقتضائے عقل ہونے کے کہ البتہ اپنا گھر ہر کسی کو مالوف ہوتا ہے جب ارواح نے دنیا
کی سیر کی تو اپنے گھر کی سیر کیوں نکرینگی اور روح کو بُعد مکانی مانع نہیں کیونکہ وہ مجردات سے ہے اگر ثابت کرتے
ہیں اور اسپر حدیث بھی پیش کرتے ہیں اور روایات فقہا رحمہم اللہ کی سند گذارتے ہیں اُسپر انکار کرتے ہیں اور اس
اعتقاد کے باعث ہم لوگوں کو اور ہمارے ساتھ اُن مفتیان دین کو جو یہ روایات اپنے فتاوی میں درج کر گئے ہیں بدعتی
کہنے لگتے ہیں یہ وہی مثل ہے جسطرح فرقہ معتزلہ خود اپنے کو اصحاب العدل والتوحید نام کرتے ہیں اور اہل سنت و
جماعت کو بدعتی اور ارباب الہوا کہتے ہیں اور یہ کہنا اہل انکار کا قصہ سید احمد صاحب میں کہ یہ اُنکو مکاشفہ ہو گیا تھا
اسکی تحقیق مباحث مولد شریف لمعہ سادسہ مقام تحقیق سیر ارواح میں آئیگی۔ اور مولف **براہین قاطعہ گنگوہی کا**
پہلا اعتراض روح میت کی بد دعا دینے پر صفحہ میں کہ اگر زندہ نے مردہ کو ثواب نہ پہنچایا تو کوئی ظلم اُس نے میت پر شرعًا
نہیں کیا ہاں احسان بھی نہیں کیا پس احسان نہ کرنے پر بد دعا ظلم ہے میت باوجودیکہ ظلمت و نفس و شیطان سے
چھوٹا حقیقۃ الامر خیر و شر اسکو برزخ میں واضح ہو گئی وہ اب بھی بزعم مولف بعد اتیان کشف و یقین آخرت
کی شر نفس میں مبتلا ہے یہ روایت قطعًا متہم و مخدوش ہے۔ انتہی ملخصًا بچند **وجوہ مخدوش ہے** اول یہ کہ حدیث
کی قوت و ضعف و صحت و سقم پہچاننے کے لیے میزان شرعی اسناد ہے اگر مؤلف براہین کو اسنا معلوم نہ تھی تو
مفتیان شرع متین کی نقل پر جو چند فتاوی حنفیہ میں مرقوم ہے اعتماد کیا ہوتا وہ روایت جمعرات کو روحیں آنیکی اور
درصورت عدم تصدق بد دعا دینے کے فتاوی نسفیہ میں موجود ہے جسکو امام نجم الدین عمر بن محمد نسفی نے جو مشہور بہ
علامہ سمرقندی تھے تالیف کیا ہے اسمیں وہ سب مسائل جمع کیے ہیں جنکی حالت حیات میں اُن سے استفتا کیے گئے
تھے ۵۳۷ھ میں اُنکی وفات ہے متقدمین علماء سلف سے تھے اسی واسطے علماء خلف نے اُنکی روایت پر اعتماد کیا اور اپنے اپنے
فتاوی میں درج کیا اور کیوں نہ کرتے صاحب درمختار لکھتے ہیں کہ ہمارے ذمہ واجب ہے یہ بات کہ جو متقدمین فتوی
دے گئے ہیں ہم اسکا اتباع کریں اصلی عبارت یہ ہے فعلینا اتباع مارجحوہ وما صححوہ الخ شامی شارح درمختار اس مقام

پڑھتے ہیں فانہ لایسعنا مخالفتہم یعنی بیشک بات یہ ہے کہ ہمکو ہرگز گنجایش نہیں کہ ان کے قرا عاد کی مخالفت کریں وجہ ثانی مؤلف براہین نے اس روایت کو رد کیا تو کس طرح کہ بالکل اوہام و خیالات سے رجماً بالغیب اور یہ جائز نہیں جن صاحبوں نے روایات دین کو خیالی باتوں سے رد کیا ہے اُنکو فقہا و محدثین اہل سنت نے الفاظ شنیعہ سے یاد کیا ہے مثلاً یہ حدیث جو صحیحین میں ہے کہ جب ملک الموت نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میں قبض روح کو آیا ہوں حکم الٰہی قبول کیجئے تب حضرت موسیٰ نے ایسا تھپڑ مارا کہ ملک الموت کی آنکھ پھوٹ گئی پھر جناب باری میں جاکر عرض کی کہ خداوندا مجکو ایسے شخص کے پاس بھیجا جو مرنا نہیں چاہتا الیٰ آخرہ اس حدیث پر بعضے عقلی خیالات والوں نے طعن کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کیوں بے قصور تھپڑ مارتے اور وہ بھی ایسا کہ آنکھ پھوٹ گئی بنا بر علیہ یہ حدیث صحیح نہیں لیکن جو محدثین تھے اُنھوں نے اس حدیث کو تسلیم کیا اور معترض آدمیوں کو ملحد لکھا عبارت یہ ہے وانکر بعض الملاحدۃ ھذا الحدیث قالوا کیف یجوز علیٰ موسیٰ فقأ عین ملک اور یہ قرار دیا کہ حدیث کو عقلی باتوں سے رد نہ کرنا چاہئے بلکہ تاویل کرنی چاہیئے اس حدیث میں تاویل ہو سکتی ہے کہ حضرت موسیٰ کے پاس ملک الموت بشکل انسان آئے اُنھوں نے جانا کہ یہ کوئی دشمن قتل کو آیا ہے اُسکے دفع کرنے کے لیے تھپڑ مارا اتفاق سے آنکھ نکل پڑی الیٰ آخرہ اس نظیر سے ہمکو یہ ثابت کرنا ہے کہ روایات دینیہ کو ایسے خیالی شاخسانوں سے رد نکرے محدثین ایسے کو ملحد کہتے ہیں

وجہ ثالث یہ کہ ترک واتہام حدیث کے لیے عقلی تکا چلایا تو کیا کہ روحیں کیوں بددعا دیتیں یہ نہ سمجھے کہ روح کو کچھ تو تعلق آب و گل بدن انسانی سے ہے فرشتے جو بالکل بلکہ آب و گل سے مجرد ہیں وہ بھی بخیل ممسک کو بددعا دیتے ہیں تو روح کا بددعا دینا کیا بعید ہے صحیحین کی حدیث بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے

کہ ہر صبح کو دو فرشتے آسمان سے اُترتے ہیں اور دُعا کرتے ہیں کہ یا اللہ خرچ کرنے والے آدمی کو بدلا عطا کر اور

بُھلا اور جو خرچ نہ کرے اُسکا جمع کیا ہوا مال تلف کر ہلاک فرما انتہیٰ ظاہر ہے کہ جیسا روح دنیا میں مع جسم بھی اُسوقت اُنکی نسبت احکام الٰہی اور تھے اور جب بدن سے مفارق ہو کر اُس عالم میں شامل ہوتی تب اُسپر احکام و آثار اُس عالم کے مترتب ہوئے پھر کیا عجب ہے کہ جس طرح فرشتے خرچ نہ کرنے والے آدمی کو باذن الٰہی بددعا دیتے ہیں اسی طرح روحیں بھی اُس عالم میں جاکر ایسے آدمی کو جو مال دبا کر بیٹھ رہا اور اپنے مورث کو فاتحہ و صدقہ سے یاد نہیں کرتا باذن الٰہی بددعا دیتی ہوں یہ کیا امر محال ہے جسکے خیال سے روایت سنیان دین کو کہا جاوے کہ قطعاً متروک و متہم ہے وجہ رابع یہ کہ اس دُعا کو ظلم ٹھہرانا بالکل بے اصل ہے کچھ تو

مخدوش و مردود ہونا اسکا وجہ ثالث سے بھی سمجھا گیا علاوہ بریں ظاہر ہے کہ اگر ورثہ دعا اور تصدق کرتے تو
از روئے مسئلۂ شرعیہ ثواب انکو بھی ملتا اور میت کو بھی جب کچھ نہ کیا تو وہ دونو محروم رہے پھر اگر ایک مرد اتقی بزبان
ارواح سے صادر ہوا کہ الٰہی جیسے ہم نا امید پھرے یہ بھی نا اُمید ہیویں رحمت سے یعنی ثواب سے تو یہ کس طرح ظلم
ٹھہرتا ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ امر واقعی کی دعا کیا کیجائے یہ تو تحصیل حاصل ہے جواب اسکا یہ ہے کہ فقیہ شامی
رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کو خوب تحقیق کر دیا ہے کہ تحصیل حاصل کی دعا جائز ہے عبارت التقاطاً یہ ہے لو کان
الدعاء بتحصیل الحاصل منھیا لما ساغ الدعاء لصلی اللہ علیہ وسلم بالوسیلۃ ولا بلعن الشیاطین
یعنی اگر تحصیل حاصل کی دعا منع ہوتی تو نہ کیجاتی دعا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے وسیلہ کی جو بعد اذان
دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ دیجیو اور مقام محمود میں پہنچائیو کیونکہ یہ وعدہ خدا تعالیٰ
خود فرما چکا اور اسی طرح نہ جائز ہوتی لعنت شیاطین پر کیونکہ وہ خود لعنت میں ہیں بے دعا کئے انتہیٰ اور اگر دعائے
ارواح کے یہ معنی ہوں کہ اے وارثو جس طرح تم نے ہمارے ساتھ ترک احسان کیا اور ہم محروم پھرے خدا کرے
کہ جب تم مرو تمہارے ساتھ تمہارے ورثہ ترک احسان کریں اور تم بھی نا امید رحمت و ثواب پھرو تو اس
مضمون میں کونسا خلاف حق فرض و واجب کی دعا نہیں جو ظلم قرار دیا جائے ترک احسان پہ ترک احسان کی دعا
ہے اور جن مواقع میں کہ میت کی وصیت پر وارثوں نے بباعث حرص و طمع نفسی عمل نہ کیا ہوگا اُن مواقع میں تو
بد دعا ارواح کی کسی طرح محل کلام ہی نہیں پھر معترضین نے یہی خیال کیا ہوتا کہ قدوم ارواح کی سب حیثیتوں
میں تو ذکر بد دعا کا نہیں ایک میں اگر ہے بھی تو یہ وہی موقع خاص ہوگا جس میں اتلاف وصیت صدقات ہی باقی اور
مواقع میں فقط یہ بات کہ رہیں نا امید ولا کر اور نا کام چلی گئیں غرضکہ ان صاحبوں پر لازم تھا کہ اس روایت
میں یہ تاویل یا مثل اسکے اور کچھ جو محمل صحیح نکلتے پیدا کرتے لیکن روایات متقدمین متقیان دین متین کو رد
نکرتے وجہ خامس جب کوئی توجیہ ان صاحبوں کو نہ سوجھی یا دریں یہی انکو معلوم ہوا کہ یہ بد دعا قبیح ہے تو
یہ کیا دلیل قائم کی کہ عالم برزخ میں جب خیر و شر واضح ہو گیا تو پھر کس طرح بعد کشف و یقین یہ فعل یعنی بد دعا
کہیں ارواح سے صادر ہوتا ہم کہتے ہیں اگرچہ برزخ میں انکشاف خیر و شر ہے لیکن روز قیامت سب سے زیادہ
انکشاف حقائق ہوگا پھر اُس روز خدائے عالم الغیب والشہادۃ کے سامنے لوگ اپنے جرائم کو مکر جائینگے جھوٹ
بولینگے تب انکو نامۂ اعمال دکھائے جائینگے کہینگے کہ فرشتوں نے زبردستی ہمارے نام لکھدیئے تب اُن کے
ہمسائے بلائے جائینگے وہ گواہی دینگے انکو بھی جھٹلائینگے تب رب العزۃ جل جلالہ اُنکے منہ پر مہر لگا کر پوچھیگا

سب اعضا بول اٹھینگے کہ بیشک اس نے یہ گناہ کئے کذا فی التفاسیر اور امام رازی نے تحت آیت ان
یشهدا علیکم سمعکم ولا ابصارکم ولا جلودکم ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ زناکاروں کی
پیشاب گاہ اُس روز گواہی دیگی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو کہ آپنے فرمایا آدمی کے اعضا میں اول
ران اور ہتھیلی گواہی دیگی یعنی اسلیئے کہ اول مساس ہاتھ سے واقع ہوتا ہے پھر وقت مباشرت ران تک نوبت
پہنچ جاتی ہے خلاصہ یہ کہ جب مجرموں کی گواہی دینگے تو بعد ازاں وہ مجرم اپنے اعضا کو دھمکا وینگے کہ تم نے کیوں گواہی
دی اور اپنے اعضا کو بد دعا دینگے بُعدا لکم وسحقا یعنے خدا تم کو دور کیجو اپنی رحمت سے اور ہلاک کیجو یہ مضمون بد دعا
کا صحیح مسلم کی حدیث میں ہے اور روح البیان میں ہے کہ جو مسلمان گنہگار ہونگے اُنکے اعضا بھی گناہ پر شہادت دینگے
لیکن جن اعضا سے اُنھوں نے نیک کام کیا ہے جب وہ شہادت اچھی دینے لگینگے وہ بخشدیئے جائینگے الحاصل روایات
مذکورہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ قیامت کے روز جو نہایت درجہ انکشاف حقائق خیر و شر کا روز ہوگا اُس دن بھی آدمی ایسے
ایسے بُرے کام کرینگے کہ خاص اللہ تعالیٰ کے سامنے مُکر جائینگے جھوٹ بولینگے فرشتوں کو اور آسمان و زمین کو اور دن کو
اور ہمسایوں کو سب کو جھٹلا وینگے اور پھر جب اعضا گواہی دینگے حالانکہ انھوں نے باذن الٰہی گواہی دی ہے اور سچی
گواہی دی ہے تسپر بھی بندہ اُنکو بد دعا دیگا اور کوسیگا کما رواہ مسلم جب ایسے ایسے کام مذکورہ بالا ایسے مقام
کشف و عیان میں ہونگے تو بھلا عالم برزخ میں بد دعا دینا ارواح کا کس طرح اس درجہ محال و مستبعد ٹھہرایا جس
سے روایات فتاوی کو جھٹلایا **وجہ سادس** حدیث صحیح ہے کہ یبعث کل عبد علی ما مات علیہ یعنی آدمی اُسی
خصلت پر اُٹھایا جائیگا کہ جسپر مرا ہے اور دوسری حدیث میں آیا ہے یبعث الناس علی نیاتھم یعنی آدمی اپنے
نیتوں پر اُٹھائے جائینگے اس سے معلوم ہوا کہ جو صفات محمودہ یا مذمومہ انسان کی جو ہر روح میں راسخ ہو جاتی
ہیں وہ بعد موت بھی قائم رہتے ہیں حتی کہ انہی صفات کے ساتھ حشر اُسکا ہوگا جب یہ معلوم ہوا تو جاننا چاہیئے
کہ آدمی دو قسم ہیں یعنی بالکل خاک جو غصہ نام کو نہیں عفو و صفح و تجاوز اُنکا جبلّی کام ہے اور بعضی وہ جو اپنے
سنان طبیعت پر آزردہ ہو کر خفگی ظاہر کر دیتے ہیں پس دونوں آدمی بعد موت بھی اپنی اپنی جبلت پر ہونگے اور ظاہر
ہے کہ آدمی قسم اول قلیل الوجود ہیں اور ثانی زیادہ بلکہ زیادہ سے زیادہ تر وللاکثر حکم الکل کلیہ مسلمہ ہے پس جسطرح وہ
لوگ دنیا میں جب دیکھتے تھے کہ اُنکے ایک نمک پروردہ یا رفیق نے جسپر اُنکو بھروسا تھا شدت حاجت کے وقت جواب صاف
دیدیا اور حقوق احسان و مروت کو بالکل فراموش کیا تو بے اختیار بد دعا نکل جاتی تھی کہ جیسا تو نے میرے ساتھ
کیا تیری مشکل کی گھڑی میں بھی خدا ایسا ہی کیجیو جب وہ مر گئے اور عالم برزخ میں گئے تو وہی جبلت اُنکے ساتھ گئی

بنا بر علیہ وہی مادہ فطری اُن کا وہاں ظاہر ہوگا کہ جب تُمنے اقربائے احسان فراموش اُسکا مال مارکر بیٹھ رہینگے
اور دعا و صدقہ میں ذرہ بھر اُنکو یاد نکرینگے وہ بیساختہ اُنکو بددعا دینگے جسطرح کفار و فساق جو کچھ صفات
تکذیب وغیرہ کی دنیا سے ساتھ لیگئے تھے وہی محشر میں علی الاعلان ظاہر کرینگے جسطرح روایات سابقہ میں گذرچکا
وجہ سابع الزامی اس روایت کو فقط بددعا ارواح کی سبب سے رد کرتے ہیں اور مولوی اسمٰعیل صاحب کی تحریر
مرقومہ ورق آخر صراط مستقیم کو رد نہیں کرتے جو لکھتے ہیں روح مقدس جناب حضرت غوث الثقلین و جناب
حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند متوجہ حال حضرت ایشاں گردیدہ و تا قریب یکماہ فی الجملہ تنازعے درمابین
روحین درحق حضرت ایشاں ماند و زیرا کہ ہر واحد ازیں ہر دو امام تقاضائے جذب حضرت ایشاں بتمامہ بسوئے
خود میفرمود دیکھئے یہاں اپنے پیر و مرشد کی بابت دو اماموں کی روح مقدس میں لڑائی ثابت کرتے ہیں لفظ
تنازع لکھتے ہیں منتخب اللغات میں ہے تنازع دشمنی و خصومت کردن اور صراح میں لکھا ہے التنازع پیکار کردن
باہم والاسم الخصومۃ مولف براہین کو لازم تھا کہ اول اس تحریر صراط مستقیم کو رد کرتے پھر رد روایت فتاوی حنفیہ
میں قدم دھرتے لیکن اُسکو بڑی عبارت طویل سے صفحہ ۳۳ میں قوت دیتے ہیں جسکا خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام
کو بھی کثرت امت کی خواہش ہوتی ہے جناب فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ولود عورتوں کے نکاح کی تاکید فرمائی
ہے اسی واسطے اُن دونوں اماموں نے جب سید احمد صاحب کا درجہ دیکھا اور جانا کہ انکے بہت مرید ہوویں گے
دونوں نے اپنی اپنی طرف کھینچنا چاہا انتہی ملخصا یہ جواب نہایت رکیک ہے سید صاحب کو باعث کثیر المرید
ہونے کے ولود عورت یعنی کثیر الاولاد عورت کے نکاح سے جو تمثیل دی یہ خیال نکیا کہ ایسے شخص کے مرید کرنے
کی تمنا درست ہے لیکن تنازع حرام جسطرح ولود عورت کی طرف رغبت صحیح ہے لیکن اسمیں لڑائی و دشمنی خصومت
حرام ہے تو نص قطعی کا معارضہ ہے حق سبحانہ فرماتا ہے لا تنازعوا شاہ ولی اللہ اسکا ترجمہ کرتے ہیں باہم دیگر نزاع
مکنید اور شاہ عبدالقادر لکھتے ہیں آپس میں مت جھگڑو پس جبکہ اس مکاشفہ تحریری کو باعث حرمت تنازع
رد نکیا تو چاہیئے کہ روایات مفتیان دین کو بھی رد نکریں باوجودیکہ اس قسم کی دعا کی حرمت پر کوئی نص شرعی
مولف براہین نے روایت نہیں کی جسطرح ہم آیۃ لا تنازعوا نص قطعی پیش کرتے ہیں پس دعوی اُنکا بلا دلیل شرعی
نا مسموع ہے اور یہ خیال اُنکا بوجوہ سبعہ مذکورہ مدفوع ہے **دوسرا اعتراض** ارواح کے آنے پر
صفحہ براہین میں یہ ہے کہ یہ روایتیں مخالف صحاح کے ہیں کیونکہ مشکوۃ میں نسائی اور احمد سے منقول ہے کہ جب
میت کی روح برزخ میں جاتی ہے تو ارواح جمع ہوکر اپنے اقارب کا حال پوچھتی ہیں تو وہ جو پہلے مرلیا تھا اُسکو

کہتا ہے کہ وہ تو مجھ سے پہلے مر لیا تھا اگر ہر ہفتہ ارواح اپنے گھر جاتی ہیں تو اُن کو کیا حاجت استفسار کی ہے

جواب حاجت استفسار کی کیوں نہیں مثلاً ایک شخص ہر ہفتہ اپنے گھر آتا ہے شب باش ہو کر چلا جاتا ہے تو جو روز بعد چلے آنے اس شخص کے اگر کوئی اُسکے گھر سے آیگا تو وہ اپنے اقربا کا حال پوچھیگا یا نہ پوچھیگا سب عقلا جانتے ہیں کہ وہ ضرور پوچھیگا پس اسی طرح روح شب جمعہ کو اپنے گھر ہو گئی تھی تو جو آدمی چارشنبہ یا روز پنجشنبہ کو مریگا اور روح اُسکی عالم برزخ میں جائیگی وہ روح ضرور پانچ چھ روز کی غیبوبت کا حال اس روح تازہ سے پوچھیگی کہ فلاں آدمی کس طرح ہے اور فلاں کس طرح اور اسی طرح اگر کوئی قریب اسکا روز شنبہ یا شام جمعہ کو مر گیا ہوگا اور وہ اپنے شومیٔ اعمال سے دوزخ میں گیا ارواح مومنین میں نہ پہنچا پھر کوئی دوسرا عزیز مومن مخلص چارشنبہ کو مرا ارواح مومنین میں پہنچا تو وہ بالضرور یہ بیان کریگا کہ وہ مرد قریب مجھ سے چار پانچ روز پہلے مر چکا کیا وہ تمھارے پاس نہیں آیا تب وہ روحیں کہینگی کہ بس وہ دوزخ میں گیا اور یہ **بھی ہو سکتا ہے** کہ روح ہر ہفتہ گھر پر آتی اپنے ایک عزیز کو ہمیشہ غیر موجود پاتی چونکہ اُسوقت آدمیوں سے اُسکو پوچھنا ممکن نہ تھا ہمیشہ چپ چلی جاتی یہ خیال کرتی کہ شاید وہ کہیں پردیس میں گیا ہے لیکن جب اُس گھر میں کوئی مخلص مومن مرا اُسکی روح ارواح مومنین میں پہنچی تب اُس عزیز کا حال دریافت کیا جا دیا کہ وہ تو مجھ سے پہلے مر چکا ہے کیا تمھارے پاس نہیں آیا تب وہ روح جان لیتی ہے کہ اُس عزیز کو ہر ہفتہ جو مکان پر موجود نہ دیکھتی تھی اور یہ سمجھتی تھی کہ وہ کہیں پردیس میں ہوگا سو پردیس میں نہیں بلکہ وہ دوزخ میں پہنچا اور یہ **بھی ہو سکتا ہے** کہ روح کا اپنے گھر آنا منقول ہے ہمارا یہ دعوی تو نہیں کہ وہ اپنے سب اقربا عزیزوں اور دوست آشناؤں کے گھر پھر جاتی ہے پس جائز ہے کہ وہ روحیں اپنے اُن دوست آشنا و عزیزوں کا حال پوچھتی ہونگی جو اُنکے خاص گھر میں نہیں رہتے تھے لفظ حدیث میں قید اپنے خاص گھر میں رہنے والوں کی ہے اور نہ یہ کہ خاص اپنے ذوی القربی کا حال پوچھیگا بلکہ جائز ہے کہ اپنے بعض دوستداروں اور غمگساروں کا حال دریافت کریں حدیث کے الفاظ یہ ہیں فیسألونه ماذا فعل فلان فاذا فعل فلان فیقول قد مات اما اتاكم فیقولون قد ذهب به الی امه الهاویة یعنی اُس نئے مُردے سے پہلے مُردے پوچھتے ہیں فلانے کا حال کیا ہے فلانے کا حال کیا وہ جواب دیتا ہے کہ وہ تو مر چکا کیا تمھارے پاس نہیں آیا تب وہ کہتی ہے کہ وہ دوزخ میں پہنچا انتہی **اب قلوب قاسیہ کے نرم کرنے** کو ایک قصہ نہایت معتبر کتاب ہے جسکے مصنف کو نو سو برس سے زیادہ ہوئے چار واسطے سے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں لاکھ حدیث اُنکو حفظ تھیں اُنکا خطاب امام الہدی ہے اور نام

اُن کا نصر بن محمد اور لقب اور کنیت فقیہ ابو اللیث سمرقندی مشہور ہے وہ اپنی کتاب تنبیہ میں باب فضل
جمعہ میں فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے سُنا اور وہ فرماتے تھے کہ پہنچا مجھ کو قصہ صالح مزی کا کہ وہ جمعہ کی
رات کو جامع مسجد میں آئے کہ نماز فجر وہاں پڑھیں راستہ میں ایک مقبرہ ملا دل میں آیا کہ صبح صادق ہو جاوے گی
اُس وقت مسجد کو چلینگے مقبرہ میں ٹھہر گئے دو رکعت نماز پڑھی اور ایک قبر سے کچھ سہارا لگا لیا نیند آنکھوں میں
بھر آئی دیکھتے کیا ہیں سب اصحاب قبور قبروں سے نکلکر حلقہ حلقہ بیٹھ گئے باتیں کرنے لگے ایک جوان کو دیکھا اُسکے
کپڑے میلے اُداس مغموم بیٹھا ہے اتنے میں بہت خوان ڈھکے ہوئے خوان پوشوں سے آئے اُنمیں ہر آدمی
اپنا اپنا خوان لیتا گیا اور چلتا گیا آخر وہی بیچارہ جوان رہ گیا اُسکے پاس کچھ نہ آیا وہ اُداس غم کا مارا اُٹھکر کھڑا
ہوا جب قبر میں داخل ہونے لگا صالح مزی کہتے ہیں کہ میں نے اُس سے کہا اے اللہ کے بندے تو کیوں اُداس
ہے اُس نے کہا تم نے دیکھا نہیں کس قدر خوان آئے تھے میں نے کہا کہ ہاں وہ بولا یہ تحفہ تحائف تھے جو اُنکے واسطے
خیر خواہوں نے بھیجے تھے جو وہ صدقہ و دعا وغیرہ کرتے ہیں انکو پہنچا ہے جمعہ کی رات کو اور میں رہنے والا ملک سندھ
کا ہوں اپنی ماں کو لیکر واسطے حج کرنے کے آیا تھا جب بصرہ میں پہنچا میں مر گیا میری ماں نے میرے بعد نکاح
کر لیا اور دنیا میں مشغول ہو مجھ کو بھول گئی نہ منہ سے کبھی نام لیتی ہو نہ زبان سے دعا اب میں غمگین نہ ہوں تو کیا کروں
میرا کوئی نہیں جو یاد کرے تب صالح مزی کہتے ہیں میں نے اُس سے پوچھا تیری ماں کہاں ہے اُس نے پتہ دیا پھر صبح
ہو گئی نماز پڑھی اور اُسکا گھر ڈھونڈتا ہوا گیا اُس نے اندر سے آواز دی تو کون ہے میں نے کہا صالح مزی اُس نے
بلایا میں گیا میں نے کہا بہتر یہ ہے کہ میری اور تیری بات کوئی نہ سُنے تب میں اُس سے نزدیک ہو گیا فقط ایک
پردہ بیچ میں رہ گیا میں نے کہا اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے کوئی تیرا بیٹا ہے بولی کوئی نہیں میں نے کہا کبھی ہوا تھا تب وہ
سانس بھرنے لگی اور بولی ایک بیٹا جوان تھا مر گیا تب میں نے وہ قصہ مقبرہ کا بیان کیا اُسکے آنسو بہنے لگے اور کہنے
لگی اے صالح مزی وہ میرا بیٹا میرا کلیجا تھا پھر اُس عورت نے مجھکو ہزار درم دیئے اور کہا کہ میرے نور چشم کی
طرف سے خیرات کر دیجو اور اب میں اُسکو دعا اور خیرات سے نہ بھولونگی جب تک دم میں دم ہے صالح مزی
فرماتے ہیں پھر میں نے وہ ہزار درم خیرات کر دیئے اگلے جمعہ کی رات اُس مقبرہ میں گیا دو رکعت پڑھی اور ایک قبر
کے سہارے سے بیٹھ گیا سر جھکا کر پھر میں نے اُن لوگوں کو قبروں سے نکلتے دیکھا اور اُس جوان کو دیکھا سفید کپڑے
نہایت خوش وہ میرے پاس آکر کہنے لگا اے صالح مزی اللہ تیرا بھلا کرے مجھکو ہدیہ اور تحفہ پہنچ گیا میں نے کہا
تم جمعہ کو پہچانتے ہو کہا جانور تک پہچانتے ہیں یہ کہا کرتے ہیں سلام لیوم صالح یعنی یوم الجمعۃ انتہی اے بھائیو

اگرایسے امام الہدی کا نقل کیا ہوا قصہ درد آمیز تھا ۔ ے دل کو خوف الٰہی سے نہ ہلا دے تو کمال حسرت کی بات ہے بحیر بھی باللہ کے ڈر سے نرم ہو جاتے ہیں ان من الحجارۃ لما یتفجر منہ الانہار قدیم الایام سے دستور چلا آتا ہے کہ قدما اپنے اپنے اموات کے لیے کھانا جمعہ کی رات کو دیا کرتے تھے حفاظ و ملا اور قرا و مقابر وغیرہ کو بھیجتے تھے حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ کو چھ سو برس سے زیادہ گذرتے انکے کلام میں بھی اسکا پتہ موجود ہے کلیات میں جو قصیدہ دربابِ تنبیہ حال موت لکھا ہے اسمیں وہ لکھتے ہیں کہ جب آدمی مرتا ہے چند روز سوگ کرتے ہیں جمعرات کو حلوا بھی بھیجتے ہیں جب کئی برس گذر گئے پھر سب بھول جاتے ہیں وہ آدمی بے نام و نشان ہو جاتا ہے اشعار انکے بطور التقاط لکھتا ہوں ؎

یکہفتہ یا دو ہفتہ کم و بیش صبح و شام ‏ — ‏ با گریہ دوست ہمدم و ہمداستاں شود
حلواسہ چار صحن شب جمعہ چند بار ‏ — ‏ بہر ریا بخانہ ہر گور خواں شود
وانگہ کہ چند سال بریں حال بگذرد ‏ — ‏ آں نام نیز بگذرد و بے نشاں شود

اگلے آدمی جمعرات کا اسقدر خیال رکھتے تھے کہ دو آنہ کا مزدور کہ جسکے پاس کچھ بھی دینے کو نہو تو اتھا وہ بھی جو سیر بھر آٹا بال بچوں کے واسطے لاتا اور شام کو پکواتا انمیں نیت کرتا تھا کہ یا رب العالمین یہ جو بال بچوں کا نفقہ میرے ذمہ تیرے حکم سے واجب ہے اور ادائے واجبات الٰہی میں آدمی مستحق ثواب ہوتا ہے آج جو یہ سیر بھر کی روٹیاں اپنے بال بچوں کو دیتا ہوں اس نفقہ واجب میں میری یہ نیت ہے کہ اسمیں جو مجھکو ثواب ہوتا وہ میرے فلانے عزیز میت کو پہنچے غرض کہ نادار تنگدست آدمی اسی روزمرہ کے نفقہ واجبہ عیال میں نیت ایصال ثواب کرتے تھے اور فاتحہ درود پڑھ کے بعد ازاں اپنے بال بچوں کو وہ کھانا کھلا دیتے تھے اموات کو محروم نہ رکھتے تھے اور تونگر آدمی تو بہت کچھ دیا کرتے تھے اب جیسی ہمتیں لوگوں کی پست ہو گئیں اور امسک بخیلی کے ساتھ یہ بھی بہانہ ہاتھ آگیا کہ اسکو تو مولوی لوگ بدعت کہتے ہیں پس بالکل آدمی چھوڑ بیٹھے اونگھتے کو ٹھیلنے کا بہانہ مثل مشہور ہے اب ہم نے تم کو روایات کتب معتبرہ کی سنا دیں چاہیے کہ اب سستی نہ کرو اور صدقات و خیرات اور درود فاتحہ سے اپنے عزیزوں کو یاد رکھو ایک مسئلہ سناتا ہوں کہ جسقدر رقم اموات کے نام دوگے یا پڑھکر بخشوگے اموات کو سب پہنچیگا اور اسی قدر رقم کو بھی ملیگا کچھ تمہارا ثواب کم نہ جاویگا تم اور موتی دونوں کامیاب ثواب ہو گئے خزانہ الٰہی میں کچھ کمی نہیں ہے دونوں کو دیتا ہے ان ربک واسع المغفرۃ فقط تمہاری نیت کا لگاؤ ہے لمعہ تا اشعہ عیدین اور شب برات اور عشرۂ محرم میں فاتحہ فی خزانۃ الروایات عن ابن عباس رضی اللہ عنہ یقول اذا کان

یوم عید او یوم جمعۃ او یوم عاشورا او لیلۃ نصف من شعبان تأتی ارواح الاموات ویقومون علی ابواب بیوتھم فیقولون ھل من احد یذکرنا ھل من احد یترحم علینا ھل من احد یذکر غربتنا یا من سکنتم بیوتنا ویا من سعد تم بما شقینا ویا من اقمتم فی اوسع قصورنا ونحن فی ضیق قبورنا ویا من استذللتم ایتامنا ویا من نکحتم نسائنا ھل من احد یتفکر فی غربتنا وفقرنا کتبنا مطویۃ وکتبکم منشورۃ واضح ہو کہ یہ کتاب خزانۃ الروایات پورانی کتاب ہے جس نسخہ سے یہ عاجز نقل کرتا ہے وہ چار سو برس سے کسی قدر کم کا لکھا ہوا ہے اب دیکھئے تصنیف کب ہوئی ہوگی صاحب کشف الظنون نے اسکے مصنف کا حال یہ لکھا ہے کہ یہ قاضی جگن ہندوستانی حنفی المذہب اور ساکن گجرات تھے تمام عمر فتویٰ دینے اور لکھنے میں گذاری انتہی کلامہ پس معتبر ہونا اسکا ظاہر ہوگیا اور نیز ہم بیان کرچکے ہیں بیان فاتحہ جمعرات میں کہ مولوی اسحٰق صاحب نے مائۃ مسائل میں اور مسائل اربعین میں اس خزانۃ الروایات کی سند پکڑی ہے معتمد علیہ ہونا اس کتاب کا اور پورانا ہونا معلوم ہوچکا علاوہ و برین علی بن احمد غوری نے بھی اس روایت کو کنز العباد میں کتاب الروضہ باب خامس اربعین سے نقل کیا ہے اب ترجمہ اسکی روایت کا معلوم کرو حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جب ہوتا ہے دن عید کا یا جمعہ یا عاشورا محرم کا یا شب برات تب آتی ہیں روحیں مردوں کی اور کھڑی ہوتی ہیں اپنے دروازہ پر اور کہتی ہیں کہ ہے کوئی ہمارا جو ہمکو یاد کرے اور ہمپر رحم کرے ہماری غربت کو یاد کرے تم ہمارے گھروں میں رہتے ہو ہمارے مال سے چین کرتے ہو تم کھلے کشادہ مکانوں میں بیٹھے ہو ہم تنگ قبروں میں پڑے ہیں ہمارے یتیم بچوں کو تم نے ذلیل کر رکھا ہے اور ہماری بیبیوں کو تم نے نکاح کرلیا اب تم میں کوئی ہے جو فکر کرے دھیان کرے ہماری غربت اور محتاجی کا ہمارے نامۂ اعمال لپٹ چکے تمہارے نامۂ اعمال کھلے ہوئے ہیں انتہی اور واضح ہو کہ جسطرح یہ روایت خزانۃ الروایات اور کنز العباد میں ہے اسی طرح دقائق الاخبار میں بھی ہے اور دقائق الاخبار منسوب ہے امام غزالی کی طرف اور تفسیر کریمہ تنزل الملئکۃ والروح میں مفسرین کے چند اقوال ہیں بعضوں نے کہا روح ایک فرشتہ ہے اور بعضوں نے کہا کہ جبرئیل ہے اور بعضوں نے کہا روح حضرت عیسےٰ ہیں جو فرشتوں کے ساتھ اترتے ہیں اور بعضوں نے کہا روح سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور دقائق الاخبار میں ہے کہ بعضوں نے کہا ارواح بنی آدم مراد ہیں عبارت اسکی یہ ہے وقیل الروح ارواح الاقرباء من اموات المؤمنین یقولون ربنا ائذن لنا بالنزول الی منازلنا حتی نری اولادنا وعیالنا فینزلون فی لیلۃ القدر انتہی اور تفسیر عزیزی میں تحت شرح اس آیت کے لکھا ہے فرود می آیند ملائکہ از آسمانہا وارواح از مقام علیین دراں شب اور تتمہ میں اس طرح کے لکھتے ہیں کہ ہمراہ جبرئیل علیہ السلام جمیع ملائکہ و ارواح نزول می کنند اب گوش ہوش سے

سننا چاہیئے کہ باپ کو اولاد صالح کی دعا سے نفع پہنچتا ہے صحیح مسلم کی حدیث ہے ولد صالح یدعو له اس حدیث میں
ہم لوگوں کو اشارہ ہوا کہ تم جنکی اولاد ہو اُن کے حق میں دعا کرو فاتحہ درود پڑھو دوسری حدیث بیہقی کی ہے
ما المیت فی القبر الا کالغریق المتغوث ینتظر دعوة تلحقه من اب او اخ او صدیق فاذا لحقته کان احب
الیه من الدنیا وما فیها اس حدیث میں اشارہ ہوگیا ماں باپ کو کہ وہ اپنی اولاد کو دعائے خیر سے یاد رکھیں اور بھائی
بھائی کو اور دوست دوست کو اسواسطے کہ اس حدیث میں ارشاد ہوگیا کہ مُردہ ان سب کی طرف امید لگائے رہتا
ہے غرض دونوں حدیثوں کے مضمون سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ سب دوستوں اور اقربا کو چاہیئے کہ اپنے دوست اور
اقربا کو یاد رکھیں اور آدمیوں کا حال یہ ہے کہ دنیا کے جنجال میں پھنسکر اپنے عزیزوں کو جو کہ مرگئے بالکل بھول جاتے
ہیں روزمرہ کی یاد تو کہاں بھلا اگر تیوہاروں کو یعنی عید بقرعید شبرات محرم میں بھی یاد کریں تو غنیمت ہے کیونکہ تیوہاروں
میں کھانے کی کثرت ہوتی ہے طرح طرح کی چیزیں پکتی ہیں دوست آشناؤں میں تحفہ ہدیہ بھیجا جاتا ہے ہائے افسوس
زندہ آدمیوں کو تحفہ ہدیہ بھیجیں حالانکہ زندہ آدمی خود بھی پکوا کر کھا سکتا ہے اور میت کو جو کہ بالکل عاجز بے بس
بیکس ایک غار تنگ تاریک میں پڑے ہیں اور اعمال اُنکے منقطع ہوچکے اب کچھ نہیں کرسکتے ہم ذرا بھی یاد نکریں کسقدر

غفلت کی بات ہے اور جو کوئی عالم ملا ہو کر لوگوں کو اس کام سے روکے کس قدر ظلم ہے موتی کا اپنی گردن پر لیتا
ہے یا اللہ ایک یہ پہلے وقتوں کے عالم فاضل تھے کہ خیرات و حسنات کی رغبت دلاتے تھے مصنف خزانة الروایات
لکھتا ہے کہ میں شروع بلوغ سے فتوی اور کتب معتاد در مسائل دین کوشش کرتا رہا اور جب استفتا پیش ہوتے تھے
جب تک جواب اُن کی کتابوں سے نہیں نکالتا تھا چین نہیں آتا تھا اور میں کسی وقت خالی مباحثہ اور مطالعہ کتب سے
نہیں رہتا تھا اور مشکلیں حل کیا کرتا تھا تمام عمر فتوی دینے میں گذاری اور جسقدر فتوے دیتا وہ سب مسائل اس
کتاب میں لکھدیتا انتہی کلامہ دیکھو یہ شخص ہندوستان کا قاضی سیکڑوں برس کا عالم حنفیہ گذرا ہوا ہندوستان میں
فتوی جاری کرنیوالا اپنا فتوی اس کتاب میں لکھتا ہے اور روایت کرتا ہے کہ تیوہاروں میں روحیں آتی ہیں چنانچہ
روایت اُنکی بیان کی گئی معلوم ہوا کہ یہ قدیم الایام سے عیدین وغیرہ تیوہاروں میں دستور فاتحہ کا چلا آتا ہے
ایسے ہی بزرگوں کا حکم دیا ہوا اور جائز رکھا ہوا اور احادیث سے استنباط کیا ہوا ہے جاہلوں کا ایجاد کیا ہوا نہیں
جاہل کسی قاعدہ دینی اور شرعی کا موجد نہیں ہوسکتا اور نہ کوئی جاہل کا اتباع کرے یہ سب رسوم صالحہ اہل
اسلام میں علما و صلحا کی تلقین فرمائی ہوئی ہیں از انجملہ یہ بات کہ ہم اکثر دیکھتے ہیں کہ عیدین وغیرہ میں جو فاتحہ
دیتے ہیں تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا جدا نکالتے ہیں یہ مسئلہ بھی امام ربانی مجدد الف ثانی کے کلام میں موجود

مانعین اس امام کے معتقد ہیں وہ اپنے مکتوبات کی جلد ثالث میں لکھتے ہیں باید کہ ہرگاہ صدقہ بہ نیت کند
اول باید کہ بہ نیت آن سرور علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والسلام ہدیہ جدا سازد و بعد ازاں تصدق کند کہ حقوق آں سرور
علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام فوق حقوق دیگران ست و نیز بریں تقدیر احتمال قبول صدقہ است بالطفیل آں سرور
علیہ و علی آلہ الصلوات والتحیات انتہی سبحان اللہ ایک ایسے ایسے علماء دیندار تھے کیا کیا ہدایت کے طریقے تعلیم فرماتے تھے
اور ایک اب پیدا ہوئے ہیں کہ بالکل اعمال معمولہ قدیمی اور خیرات مستمرہ سلف کو بند کرتے جاتے ہیں اور یہ جو مولوی
اسحق صاحب نے مائۃ مسائل میں تحریر فرمائی ہے کہ آمدن ارواح درین شبہا از احادیث صحیحہ مرفوعہ متصل الاسناد ثابت
نگشتہ اور مسائل اربعین میں ان حدیثوں کو لکھا بعض علمائے محدثین این روایات را تضعیف ہم فرمودہ اند و بیان
عدم ثبوت آں آوردہ انتہی کلامہ میں کہتا ہوں کہ اس کلام سے بس اسی قدر ثابت ہوا کہ یہ حدیثیں صحیح متصل الاسناد
نہیں بعضے محدثوں نے انکو ضعیف بھی کہا ہے سو اصول حدیث میں یہ ٹھہر چکا ہے کہ حدیث صحیح نہونے سے یہ لازم
نہیں آتا کہ وہ حدیث جھوٹ بنائی ہوئی موضوع ہو چنانچہ ملا علی قاری اور صاحب مجمع البحار اپنے رسائل موضوعات
حدیث میں لکھتے ہیں قال الزرکشی بین قولنا لم یصح و قولنا موضوع بون واضح فان الوضع اثبات الکذب
و قولنا لم یصح لا یلزم منہ اثبات العدم الی آخرہ ہاں البتہ صحیح نہونے سے یہ ضرور ثابت ہو جاتا ہے کہ ضعیف ہے
پس حدیث ضعیف کا حکم ہے سنو تفسیر روح البیان کی دوسری جلد مطبوعہ مصر کے صفحہ ۲۲۳ میں ہے وان کانت
ضعیفۃ الاسانید فقد اتفق المحدثون علی ان الحدیث الضعیف یجوز العمل بہ فی الترغیب والترہیب
یعنی اگر حدیثیں ضعیف ہیں تو اتفاق کیا ہے کل اہل حدیث نے اس بات پر کہ حدیث ضعیف پر عمل جائز ہے جس مقام میں رغبت
دلانی ہو نیک کام پر یا ڈرانی ہو برے کام سے اور نقل کیا اس کلام کو صاحب روح البیان نے امام نووی اور
طیبی اور ابن فخر الدین رومی وغیرہم سے اور اسی طرح منقول ہے فتح المبین مؤلفہ علامہ ابن حجر سے اتفق العلماء علی
جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الاعمال اور میر سید شریف رحمۃ اللہ علیہ اصول حدیث میں لکھتے ہیں
و یجوز عند العلماء التساہل فی اسانید الضعیف فی فضائل الاعمال اور اعضار و ضو کے دھونے میں جو دعائیں
وارد ہوئی ہیں وہ سب ضعیف ہیں بااینہمہ لکھا صاحب در مختار نے فیعمل بہ فی فضائل الاعمال اور نسائی کا یہ طریق
تھا کہ جس راوی کو بالاتفاق علمائے حدیث نے چھوڑ دیا ہو اسکی حدیث کو وہ نہ لیتے تھے باقی سب حدیث ضعیف ہر قسم
کی لے لیتے تھے اور ابو داؤد کا مذہب تھا کہ وہ حدیث ضعیف کو امام مجتہد کی رائے سے افضل جانتے تھے اور یہ
نسائی اور ابو داؤد مصنفین صحاح ستہ کے دو امام ہیں اور شرح سفر السعادۃ میں ابن حزم سے نقل کیا ہے کہ امام

اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے سب اصحاب متفق ہیں اس بات پر کہ حدیث ضعیف مقدم ہے قیاس او راجتہاد پر انتہی پس حدیث ضعیف کی یہ شان نہیں کہ ہر طرح اسکو رد کیا کریں اور کسی موقع میں قبول نہ کریں اور رسالہ انتباہ میں شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں وودرد فی فضائل رجب الاحادیث باسانید ضعیفۃ لاباس بالعمل بہا فان رجل فی نفسہ قوۃ فلیعمل بہا اور مولوی قطب الدین خاں صاحب نے مظاہر الحق میں چھ رکعت صلوٰۃ الاوابین کو لکھا ہے اگرچہ ترمذی وغیرہ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے لیکن فضائل اعمال میں عمل کرنا حدیث ضعیف پر جائز ہے انتہی مؤلف کہتا ہے کہ صلوٰۃ الاوابین کی حدیث ایسی ضعیف ہے جسکی بابت مشکوٰۃ میں ہے لانعرفہ الامن حدیث عمر بن ابی خثعم وسمعت محمد بن اسمٰعیل یقول ہو منکر الحدیث وضعفہ جداً پس مولوی قطب الدین خاں صاحب نے اس درجہ کی حدیث پر بھی عمل کرنا ثابت کیا ہے شرح ملا علی قاری سے اور مثالیں اسکی یعنی مقبول رکھنا حدیث ضعیف کا اعمال میں بہت مسائل فقہیہ میں ثابت ہے بباعث طول نقل انکی عبارات منقولہ بالا پر اکتفا کرکے اب قاعدہ کلیہ جو کتب اصول حدیث اور اصول فقہ میں درباب حدیث ضعیف لکھتے ہیں نقل کرتا ہوں کہ حدیث ضعیف کو صفات باریتعالیٰ اور تحریم و تحلیل اور اعتقادیات میں نہیں لیتے البتہ معجزات اور احوال قیامت اور موعظت اور فضائل اعمال میں مقبول رکھتے ہیں اور فضائل اعمال کے معنی علامہ شامی شارح درمختار نے یہ لکھے ہیں کہ کسی عمل کی فضیلت حاصل کرنے کے لیئے حدیث ضعیف کو لے لینا جائز ہے انتہی کلامہ اور ضعیف پر عمل کرنیکی شرط یہ ہے کہ وہ عمل ایسا ہو کہ ایک قاعدہ عام شرعی میں داخل ہو اور اس شرط لگانے میں حکمت یہ ہے کہ حدیث ضعیف کے معنی تو نہیں ہیں کہ وہ جھوٹی بے اصل ہے بلکہ ممکن ہے صادق ہو تا اسکا یہ ہے اگر وہ حدیث ضعیف نفس الامر میں عند اللہ صحیح تھی تو اسپر عمل ہونا بہت اچھا ہوا اور اگر نفس الامر میں ثابت نہ تھی تو اسپر عمل کرنے سے کچھ نقصان لازم آیا کیونکہ وہ قاعدہ کلیہ عام شرعی میں داخل ہے مثلاً یہی دعائیں وضو کے اعضاء دھونے میں جو ضعیف حدیثوں سے ثابت ہوئی ہیں اگر یہ نفس الامر میں عند اللہ صحیح ہیں تو حق ان احادیث کا ادا ہو گیا اور ثواب موعود مل گیا اور اگر یہ حدیثیں عند اللہ صحیح نہیں تو ہر عضو پر جدا جدا دعا پڑھنے سے گنہگار بھی نہیں ہوا کیونکہ اس نے دعا ہی پڑھی ہے کچھ اور گناہ تو نہیں کیا اور مطلق دعا کا مانگنا شرع میں ثابت ہے اور ایک حدیث ضعیف میں بھی حضرت سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا جس شخص کو میری طرف سے کوئی حدیث پہنچی اس نے اسپر عمل کیا تو اسکو ثواب ملیگا اگرچہ فی الواقع وہ حدیث میری نہ ہو چنانچہ یہ مضمون شامی شارح درمختار نے علامہ ابن حجر سے نقل کیا ہے یعمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الاعمال لانہ ان کان صحیحا فی نفس الامر فقد اعطے حقہ من

العمل والا لم یترتب علی العمل بمفسدۃ تحلیل ولا تحریم ولا ضیاع حق الغیر و فی حدیث ضعیف
من بلغہ عن ثواب عمل فعملہ حصل لہ اجرہ وان لم اکن اقلتہ اور اسی طرح شاہ ولی اللہ صاحب نے جو ماہ رجب
میں ہزاری روزہ اور اسکی رات کو جاگنے کا حکم دیا ہے وہ بھی مبنی اسی قاعدہ پر ہے یعنی اگرچہ یہ تخصیص دن اور رات
کی ضعیف حدیث سے ثابت ہوئی لیکن مطلق روزہ رکھنا اور شب کو عبادت کرنا تو دین میں ثابت ہے اور اسی طرح
چھ رکعت اوابین کو مولوی قطب الدین خاں صاحب نے جو لکھا ہے اسمیں بھی یہی قاعدہ ہے یعنی اگرچہ یہ حدیث بہت
ضعیف اور منکر ہے لیکن کوئی اگر اس تعیین زمان اور تخصیص رکعات پر موافق اس حدیث ضعیف کے عمل کریگا تو کچھ
برائی ہو گی کیونکہ مطلق نفل کا پڑھنا تو ہر وقت جائز ہے اور یہاں ایک اور مسئلہ سمجھنا چاہیئے کہ فقہا رحمہم اللہ ایسے
عمل کو جو حدیث ضعیف سے ثابت ہوتا ہے مستحب لکھا کرتے ہیں چنانچہ اسی صلوٰۃ الاوابین کو باوجود حدیث منکر ہونے
کے مستحب اور مندوبات میں فقہا لکھتے ہیں اور اسی طرح گردن کا مسح وضو میں ضعیف حدیث سے ثابت ہوا ہے
اسکو بھی مستحب لکھتے ہیں اور ماہ رجب کے روزے کو فتاوی عالمگیری میں مرغوبات و مندوبات کے ذیل میں لکھا ہے
جب یہ قواعد اور فوائد ذہن نشین ہو چکے تو اب ہم اس قاعدہ مقررہ فقہا و محدثین کو مسئلہ متنازع فیہ یعنی روحوں
کے آنے میں جاری کر کے دکھاتے ہیں اور اول گفتگو ہماری اس بات میں یہ ہے کہ وہ جو فاضل مذکور نے لکھا ہے کہ
بعض محدثین نے احادیث آنے ارواح کو ضعیف کہا ہے ہم کہتے ہیں کہ بعض محدثین کے ضعیف کہنے سے لازم نہیں
آتا کہ کل کے نزدیک ضعیف ہو ملا علی قاری وغیرہ لکھتے ہیں لاحتمال ان یکون الحدیث موضوعا من طریق
صحیحا من آخر اس بنا پر ہم کہتے ہیں چونکہ صاحب خزانۃ الروایات نے جسکی سند اسی فاضل نے اپنی تصنیفات
میں لی ہے اور فضائل انکے ہم اور وجوہ سے بھی بیان کر چکے ہیں یہ حدیثیں آنے ارواح کی اپنے فتاوی میں درج
فرمائیں لابد یہ بات دلیل انکی صحت اور قوت اور مفتی بہ ہونے پر ہے مفتیان دین کا ایک حدیث کو لے لینا دلیل قوت
ہے اور بالفرض والتقدیر اگر ہم موافق قول اس فاضل کے ضعیف ہونا ان احادیث کا تسلیم کریں تو حدیث ضعیف
پر عمل کرنا فروع مسائل اور فضائل اعمال میں اقوال فقہا و محدثین سے بالاتفاق والاجماع ثابت ہے پس جو آدمی
ان حدیثوں پر اس بات میں عمل کریگا کہ کچھ صدقہ فاتحہ درود وغیرہ روحوں میں کریگا تو بلا شک یہ امر جائز بلکہ
مستحب ہوگا اسلیئے کہ اگر واقعی وہ روحیں آئی تھیں تو سبحان اللہ اصل مدعا ثابت ہوا کہ وہ خوش و خرم گئیں
اور اگر وہ بد دعا کرتیں اب یہ آدمی انکی بد دعا سے بچ گیا اور اسکو ثواب پہنچ گیا اور بالفرض والتقدیر اگر
روحیں آتی نہیں تو بھی یہ صدقہ اور فاتحہ درود تو انکو پہنچ ہی جاویگا ان کا پہنچ جانا تو اصل قاعدہ شرعی

سے ثابت ہے عند اہل السنۃ والجماعۃ بنا بر علیہ تیوہاروں میں صدقہ اور فاتحہ و درود کرنے کو نہ فقط جائز بلکہ امر مستحب کہنا چاہیئے چنانچہ ہم اسکی چند نظیریں کلام فقہا سے صلوٰۃ الاوابین اور مسح رقبہ اور صوم رجب کی بابت لکھ چکے ہیں اور علاوہ اسکے بہت نظیریں اسکی کتب فقہ میں موجود ہیں جسکی نظر متون شروح و فتاویٰ پر ہے یہ بات اُس سے مخفی نہیں اللہ تعالیٰ دلوں میں انصاف دے آمین یارب العٰلمین آمین **لمعہ رابعہ بیان طریقہ سویم کا** اس عمل میں پانچ چیزیں ہیں کلمۂ طیبہ پڑھنا ثمار کے لیئے دانہائے نخود کا معین کرنا ختم قرآن کرنا برادری اور دوست آشنا کو بلانا واسطے قرآن اور کلمہ پڑھنے کے جمع ہونا۔ اس کام کے لیئے تیسرا دن ٹھہرانا۔ **بیان امر اول** اختیار کرنا کلمہ طیبہ کا اسلیئے ہے کہ حدیث میں وارد ہوا ہے لا الٰہ الا اللہ مفتاح الجنۃ اور امام ابو اللیث سمرقندی نے روایت کی ہے انس سے عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قیل لہ یارسول اللہ ھل للجنۃ ثمن قال نعم لا الٰہ الا اللہ جب معلوم ہوا کہ کلمہ طیبہ کنجی جنت کی اور قیمت ہے جنت کی تو ثواب بھیجنا ایسی چیز کی نہایت درجہ اولیٰ و انسب ہے اور علاوہ اسکے یہ بھی ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو کوئی میت کی نیت سے ایک لاکھ بار لا الٰہ الا اللہ پڑھے اور ثواب اسکا میت کو بخشے اگر وہ قابل عذاب ہوگا اسکو عذاب نہ ہونگے اور اگر وہ قابل عذاب نہیں تو اسکے درجات بلند کردیئے جاوینگے اور ایک روایت میں ستر ہزار بار پڑھنا لا الٰہ الا اللہ کا آیا ہے چنانچہ بزرگانِ دین کے اسپر عمل بھی پایا گیا ہے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی جلد ثانی مکتوبات میں حکم فرماتے ہیں بیاران و دوستان فرمایند کہ ہفتاد ہزار بار کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ بروحانیت مرحومی خواجہ محمد صادق و بروحانیت مرحومہ ہمشیرہ او اُم کلثوم بخوانند و ثواب ہفتاد ہزار بار را بروحانیت یکے بخشند و ہفتاد ہزار بار دیگر را بروحانیت دیگرے از دوستان دعا و فاتحہ مسئول است انتہی اور حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اس باب میں ایک قصہ منقول ہے جسکو مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی نے اپنی کتاب تحذیر الناس مطبوعہ بریلی کے صفحہ ۴۰ میں لکھا ہے کہ حضرت جنید کے کسی مُرید کا رنگ یکایک متغیر ہوگیا آپنے سبب پوچھا تو بروئے مکاشفہ اُس نے یہ کہا کہ اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں حضرت جنید نے ایک لاکھ یا پچھتر ہزار بار کبھی کلمہ پڑھا تھا یوں سمجھ کر کہ بعض روایتوں میں اسقدر کلمہ کے ثواب پر وعدۂ مغفرت ہے اپنے جی ہی جی میں اس مرید کی ماں کو بخشدیا اور اسکو اطلاع نہ کی مگر بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جوان ہشاش بشاش ہے آپنے پھر سبب پوچھا اس نے عرض کیا کہ اب اپنی والدہ کو جنت میں دیکھتا ہوں تو آپنے اسپر یہ فرمایا کہ اس جوان کے مکاشفہ کی صحت تو مجھکو حدیث معلوم سے معلوم ہوئی اور

حدیث کی تصحیح اُسکے مکاشفہ سے ہوئی انتہی کلامہ دیکھو ان روایات واحادیث اور دستور العمل ہونے
سلف صالحین سے وجہ تخصیص کلمہ طیبہ کی عمدہ طور پر ظاہر ہو گئی پس بدعت اور ضلالت کہنا اسکا رد ہو گیا دوسرا
امر تخصیص دانہ نخود کی وجہ یہ ہے کہ دانہ نخود اگر متوسط ہو نہ بہت چھوٹا نہ بہت بڑا پہلے وزن سے کہ دو اسی
روپیہ سے زیادہ تھا ساڑھے بارہ سیر نخود از روئے شمار ایک لاکھ دانہ ہو جاتا ہے اس عاجز نے بھی
اسکو آزمایا ہے مؤلف براہین قاطعہ نے بھی صفحہ ۹۸ سطر ۱۶ میں اسکی تصدیق کی اور یہ لکھا کہ فی الواقع
اول میں دانہ نخود کے اختیار کی یہی وجہ تھی الی آخرہ اور دو شمار جو حدیث میں آئے ہیں ایک میں ستر ہزار
دوسری میں ستو ہزار احتیاطاً سو ہزار یعنی ایک لاکھ پر عمل مقرر ہو گیا اور ہر کسی کو قدرت نہ تھی کہ اس قدر
تسبیحیں جمع کرتا یا جنگل اور بازار وغیرہ سے گٹھلیاں کھجور یا جامن وغیرہ کی چنتا اور جا بجا سے سمیٹتا پھرتا
نخود میں یہ فائدہ ہوا کہ سہل الحصول ہیں جہاں سے چاہا جتنے چاہے بے تکلف مول لے لیئے شمار کی شمار بھی
قائم رہی اور بعد فراغ وحصول کار انکو تقسیم کر دیا یہ دوسری منفعت حاصل ہو گئی کہ اسکا بھی ثواب میت کو
پہنچ گیا اور اس قسم کے تعینات سے منع اور کراہت ثابت نہیں ہو سکتی دلیل اسکی یہ ہے کہ روایت ابوداؤد
و ترمذی ونسائی وابن حبان وحاکم سے یہ حدیث بطور ثابت ہے خلاصہ اسکا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے ایک عورت کو دیکھا تھا کہ گٹھلیاں یا کنکریاں لیئے ہوئے ذکر اللہ شمار کر رہی تھی آپنے اسکو منع
نفرمایا اسی قدر ثبوت سے فقہاء رحمہم اللہ نے مسئلہ نکال لیا لا بأس باتخاذ السبحة یعنی کچھ مضائقہ نہیں تسبیح
ہاتھ میں لینے کا جائز ہے کنکریوں یا گٹھلیوں کی گنتی اور تسبیح میں بڑا فرق ہے یعنی دانوں کا گول کرنا اور پھر دانے
بھی عقیق یمن کے عقیق البحر کے صندل زیتون سنگ مقصود استخوان شتر شیشہ وخاک شفاء وغیرہ کے ہوتے
ہیں اور ان میں سوراخ کرنا پھر ان کے شمار سو دانے پر رکھنا پھر ان میں تاگا پرونا ان میں ایک دانہ کو امام سب
دانوں کا مقرر کرنا یہ سب امور مسلم الثبوت اور اہل اسلام کے عمل میں ہیں حالانکہ ثبوت فقط کنکریوں پہ شمار
کرنا ہوا ہے اور ان فروعات زائدہ کے جواز پر صاحب بحر الرائق اور حلیہ اور علامہ شامی شارح در مختار اسطرح
اشارہ کرتے ہیں لانہ لا تزید السبحة علی مضمون هذا الحدیث الا بضم النوى فی خیط ومثل ذلك لا یظهر
تاثیرہ فی المنع اب دیکھیے ضم النوى فی خیط کا لفظ لکھکر جمیع تخصیصات اور تعینات تسبیح کی طرف جو اوپر مذکور
ہوئیں فقہا اشارہ کر گئے بقولہم مثل ذلك الی آخرہ یعنی ایسی ایسی باتوں کو منع میں کچھ دخل نہیں تسبیح سے مقصود
شمار ذکر ہے سو شمار ذکر کا جواز حدیث سے پایا گیا بنا بر علیہ دانہائے نخود پر شمار کرنا بھی بمقتضائے قاعدہ شرعیہ

مستنبطہ فقہاء رحمہم اللہ جائز ہوا بلکہ و انتہائے نحو و کے شمار کو واقعہ قصہ حدیث سے زیادہ تر مشارکت ہے بنسبت تسبیح کے کیونکہ تسبیح میں قیود زائد وہیت ہیں کما ذکرنا **تیسرا امر** پڑھنا قرآن کا ہے جو لوگ قرآن خوانی کو منع کرتے ہیں وہ ایک علما کی عبارتیں پیش کرتے ہیں اُسکو نہایت مستحکم جان کر اپنی کتابوں میں درج کرتے ہیں **سند اول** یہ ہے کہ سفر السعادت کی عبارت سیف السنہ کے صفحہ ۹۴ میں یا نقل کی ہے اس طرح کہ عادت نبوی نبود کہ برائے میت جمع شوند و قرآن خوانند وختمات خوانند نہ بر سر گور و نہ غیر آں و این مجموع بدعت است انتہی میں کہتا ہوں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کے جنازوں کی نماز جنازہ خود پڑھتے تھے یہ نماز نجات کے واسطے کافی ہوتی تھی فتح القدیر میں ابن حبان اور حاکم سے روایت کی گئی ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی تم میں مرجایا کرے مجھکو ضرور خبر کیا کرو فان صلوتی علیہ رحمۃ بیشک میرا نماز پڑھنا اُسپر رحمت ہے اور قرآن شریف سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وصل علیہم ان صلوتک سکن لہم تفسیر اسکی ابن عباس نے یہ کی ہے کہ دعا ان لوگوں پر بیشک تیری دعا ان کے لیئے رحمت ہے اور امام رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ روح محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت قوی نورانی روشن تھی جب آپ دعائے خیر انکے لیئے کرتے تھے آپکی قوت روحانی سے اُنکی روحوں پر فیضان ہوتا تھا اور حجب جاتی تھیں پاس پر تو نورانی سے اُن کی روحیں۔ اور ظلمت بشر کر دانیت آجاتی تھی انتہی کلامہ اور ظاہر ہے کہ نماز جنازہ میں دعا ہوتی ہے واسطے میت کے پس حال حضرت کی دعا کا قرآن اور قول صحابی اور تفسیر امام سے اور نیز حدیث سے معلوم کرچکے کہ کیا کچھ اسمیں مقبولیت اور فیضان الٰہی ہے ہم اپنے موتی پر جسقدر چاہیں ختم قرآن کریں اور کلمہ فاتحہ درود پڑھیں لیکن اُس ایک دعا کی برابری جو لبہائے سراپا رحمت حضرت محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کمال مقبولیت اور محبوبیت کے ساتھ نکلتی تھی نہیں ہوتی نہیں ہوتی۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علاوہ نماز کے اور طرح بھی مشکل کشائی فرماتے تھے حضرت جابر فرماتے ہیں کہ جب سعد ابن معاذ دفنائے گئے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سبحان اللہ سبحان اللہ پڑھا ہم بھی آپکے ساتھ دیر تک یہی پڑھتے رہے پھر آپنے اللہ اکبر پڑھا ہم بھی پڑھتے رہے پھر حضرت سے پوچھا گیا کہ اسکا کیا سبب ہے آپ نے فرمایا اسکو قبر نے دبا لیا تھا اس تسبیح و تکبیر کی برکت سے اُسپر قبر ہر طرف سے فراخ ہوگئی روایت کیا اسکو امام احمد نے کذا فی المشکوٰۃ بھلا جہاں اس طرح پر مشکل کشائی اور دستگیری ہوتی ہو وہاں ختم قرآن

نہ کیا تو کیا حرج ہے مگر قرآن نہ پڑھا تو ملکہ ذکر اللہ تو حضرت نے بھی واسطے میت کے قبر پر کیا پس جواز کے واسطے ایک اشارہ عند الفقہا کافی ہے اور بالفرض اگر عہدِ نبوی میں نہ پائے جانے کے سبب ختمِ قرآن کو بدعت کہیں مثل قول سفر السعادۃ کے اسکا مضائقہ نہیں لیکن وہ حسنہ ہے ناجائز اور مکروہ تو کہنا ہرگز صحیح نہیں اسلیے کہ بہتیرے نیک کام حضرت کے بعد کیے گئے اور بالاتفاق جائز رکھے گئے اُسکے تمام علمائے دین نے بدعت حسنہ رکھا ہے چنانچہ ہم اول تحقیق کر چکے ہیں اور اس مسئلہ میں بھی جزئی خاص پیش کرتے ہیں فتاوی تتمہ میں ہے وضع الید علی القبر بدعۃ والقراءۃ علیہ بدعۃ حسنۃ اور امام حجۃ الاسلام غزالی نے احیاء العلوم میں فرمایا ہے لا باس بقراءۃ القرآن علی القبور اور اس جگہ امام نے ایک قصہ عجیب لکھا ہے علی بن موسیٰ کہتے ہیں کہ میں امام احمد بن حنبل کے ساتھ تھا ایک جنازہ پر بعد دفن کے ایک اندھا قرآن پڑھنے لگا امام احمد نے فرمایا او آدمی یہ کام بدعت ہے جب ہم مقبرہ سے نکلے محمد بن قدامہ نے امام احمد سے پوچھا کہ تم مبشر بن اسمٰعیل حلبی کو کیسا جانتے ہو فرمایا وہ ثقہ یعنی معتبر ہے اُس نے پوچھا تم نے اُن سے کچھ علم سیکھا ہے امام نے فرمایا ہاں جب معلوم ہوا اقرار اُن کے سے کہ وہ استاد ہیں امام احمد کے تب وہ محمد بن قدامہ بولا کہ خبر دی مجھکو مبشر بن اسمٰعیل نے اُن کو خبر پہنچی عبد الرحمن سے کہ جب اُن کے باپ علاء بن لحاج کا انتقال ہوا وصیت فرمائی کہ جب میں دفن کیا جاؤں میرے سرہانے قبر کے پنج آیت اور آمن الرسول پڑھوا اور یہ کہا کہ میں نے ابن عمر کو سُنا ہے وہ وصیت کرتے تھے اسبات کی اُسوقت امام احمد نے فرمایا کہ مقبرہ میں جاؤ اور اُس اندھے کو کہدو کہ قرآن پڑھتا رہے اور فتاوی عالمگیری میں لکھا ہے قراءۃ القرآن عند القبور عند محمد رحمہ اللہ لا تکرہ ومشائخنا رحمہم اللہ اخذوا بقولہ وھل ینتفع والمختار انہ ینتفع کذا فی المضمرات اور فتح القدیر میں ہے واختلف فی اجلاس القارئین لیقرءوا عند القبر والمختار عدم الکراھۃ اور مولوی اسحٰق صاحب نے مائۃ مسائل کے سوال ہشتاد وسوم میں لکھا ہے حافظان را برائے قرارت قرآن نشاندن نزد قبر و دریں مسئلہ علما را اختلاف است مختار محمد است کہ جائز است الی آخرہ پس اگرچہ صاحب سفر السعادت نے قرآن خوانی کو بدعت لکھا لیکن کلام امام محمد اور امام احمد بن حنبل اور کتب فتاوی اور مولوی اسحٰق صاحب سے خوب ثابت ہو گیا کہ قبر پر قرآن پڑھنا مکروہ نہیں خواہ جمع ہو کر خواہ الگ الگ اور میت کو اُس سے نفع ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم قرآن نہ کرنے سے منع اور کراہت لازم نہیں آتی اسلیے کہ آپ بہت اذکار جہاد وغیرہ اور اصلاح امت

اور تعلیم نو آموز مسلمانوں میں مصروف رہتے تھے اسقدر فرصت کہاں پاتے تھے اور یہ بھی ہے کہ آپکی ایک دعا اور صرف نماز جنازہ پڑھ دینا ہمارے ختمات قرآن اور اجتماعات اذکار سے نہایت افضل اور اکمل ہوتا تھا اور بعد آپکے انصار نے اموات پر قرآن پڑھنا شروع کر دیا اور اُنکے پیچھے تمام امت میں رائج ہو گیا چنانچہ عنقریب بیان آتا ہے پس یہ روایتیں تو ہم نے قبر پر قرآن پڑھنے کی بیان کیں اب سوائے قبر کے اور جگہ اگر جمع ہو کر پڑھیں اُسکا کیا حکم ہے اُسکو ہم مانعین کی دوسری سند میں بیان کریں گے

سند دوسری مانعین اپنے رسائل میں نصاب الاحتساب کی عبارت نقل کرتے ہیں ان

ختم القرآن جهرا بالجماعة ويسمى بالفارسية سيپاره خواندن مكروه انتهى جواب اس کا یہ ہے کہ نماز کے اندر قرأت امام کا سُننا اور اُسوقت چُپ ہو جانا تو بالاتفاق فرض ہے لیکن اگر خارج نماز کے کسی مقام پر قرآن پڑھا جاتا ہو اُس کی استماع میں اور سامعین کے خاموش ہو جانے میں اختلاف ہے بعضے اسمیں بھی فرض کہتے ہیں اور بعضے مستحب جو علما مستحب کہتے ہیں اُنکے نزدیک کچھ مضائقہ نہیں جو لوگ جمع ہو کر قرآن پڑھیں با بلند آواز سے اور جو فرض کہتے ہیں اُنکے نزدیک نہیں جائز فتاوی قنیہ میں ہے يكره للقوم ان يقرؤا القرآن جملة لتضمنها ترك الاستماع والانصات المامور بهما كذا في فتاوى ابي الفضل الكرماني وقيل لا باس به كذا روى عن عين الائمة الكرابيسي وعن نجم الائمة الحكيمي یہ دونوں روایتیں جواز اور عدم جواز کی حلبی نے شرح منیہ میں اور دوسرے فقہانے بھی روایت کی ہیں ان روایتوں سے دو فائدے پیدا ہوئے ایک تو یہ کہ جو لوگ علمار سلف میں منع کرتے ہیں اُنکو منع یہ دلیل قائم نہیں فرماتی جو اس زمانہ کے مانعین قائم کرتے ہیں کہ حضرت کے وقت میں جو جمع ہو کر قرآن نہیں پڑھا گیا اسواسطے منع ہے بلکہ یہ دلیل بیان کی ہے کہ جب سب پکار کر پڑھینگے تو قرآن شریف کا سُننا جو فرض ہے وہ ترک ہوگا دوسرا فائدہ یہ کہ جن عالموں نے منع کیا اُنھوں نے جہر سے پڑھنے کو منع کیا ہے چنانچہ نصاب الاحتساب کی عبارت میں جسکو مانعین سند لاتے ہیں لفظ جہر صریح موجود ہے پھر یہ صاحب علی العموم ختم قرآن کو کیوں منع کرتے ہیں یہ بھی فرماویں کہ پکار پکار کر نہ پڑھیں تاکہ بالاتفاق جائز ہو اور اگر پکار کر پڑھینگے بعضوں کے نزدیک جائز ہوگا اور بعضوں کے نزدیک نہیں چنانچہ صاحب خزانۃ الروایات نے کتاب مفید المستفید سے یہ فیصلہ نقل کیا ہے بدیں عبارت در سیپارہ خواندن اختلاف است اگر خوانند چناں خوانند کہ یکدیگر نشنوند اور مولوی اسحٰق صاحب سوال ہشتاد و سوم کے جواب میں خاص مائۃ مسائل میں لکھتے

ہیں حافظاں را برائے قرأت قرآں نشاندن نزد قبر دریں مسئلہ علماء را اختلاف است مختار ہمیں است کہ جائز است بشرطیکہ باواز بلند جمع شدہ قرأت نکنند انتہی خلاصہ یہ کہ جمع ہو کر آہستہ اگر قرآن پڑھیں خواہ قبر پر خواہ غیر قبر پر کسی کے نزدیک منع نہیں دیکھو جمع ہو کر پڑھنا قرآن کا حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے مسلم نے روایت کیا ہے کہ جس گھر میں آدمی جمع ہوتے ہیں اس لیئے کہ تلاوت کریں کلام اللہ کی اور پڑھیں آپس میں اترتا ہے اُن کے دلوں میں آرام و قرار و طمانینت اور سب طرف سے لے لیتی ہے اُن کو رحمت اور گرد اگرد ان کے پھرتے ہیں فرشتے دیکھو یہ کسقدر فضیلت عظمیٰ ہوئی علاوہ بریں قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ تذکرۃ الموتیٰ والقبور میں لکھتے ہیں حافظ شمس الدین ابن عبد الواحد گفتہ از قدیم در ہر شہر مسلمانان جمع می شوند برائے اموات قرآن می خوانند پس اجماع شدہ انتہی اور کتب عربیہ میں اُنکی عبارت یوں ہے یجتمعون ویقرؤن القرآن لموتاھم من غیر نکیر فکان ذلک اجماعا لفظ من غیر نکیر صاف بول رہا ہے کہ پہلے اسمیں کوئی اختلاف نکرتا تھا اور علی قاری اور سیوطی اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی سب لکھتے ہیں عن سفیان قال کان الانصار اذا مات لھم المیت اختلفوا الی قبرہ ویقرؤن القرآن اور علامہ عینی شرح ہدایہ کے باب الحج عن الغیر میں لکھتے ہیں ان المسلمین یجتمعون فی کل عصر و زمان و یقرؤن القرآن ویھدون ثوابہ لموتاھم وعلی ھذا اھل الصلاح والدیانۃ من کل مذھب من المالکیۃ والشافعیۃ وغیرھم ولاینکر ذلک منکر فکان اجماعا انتہی مجموع ان روایات سے یہ معلوم ہو گیا کہ مذاہب اربعہ اہل سنت و جماعت کے تمام علمائے دیندار محقق اور صلحا ہر شہر میں قدیم سے جمع ہو کر قرآن اموات کے واسطے پڑھتے رہے ہیں اور کوئی اُنپر انکار نہیں کرتا تھا اور مراد یہ ہے کہ کوئی بڑا عالم محقق جسکی سند پکڑی جاوے اور اُسکا انکار انکار شمار کیا جاوے ایسا شخص کوئی نہیں منع کرتا تھا اور کم درجہ کے علما میں اگر کسی نے انکار کیا وہ رد کیا گیا اُسکے قول پر عمل نہیں ہوتا تھا عمل اُمت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اسی پر رہا ہے اور اتفاق و اجماع کہ پڑھنا قرآن کا مجتمع ہو کر قبر پر یا دوسرے مکان پر بھی جائز سمجھا تھا امر مجتمع ہونا عزیزوں اور دوست آشناؤں کا واسطے پڑھنے کلمہ اور قرآن کے سو وجہ اُسکی یہ ہے کہ ایک اکیلا کلمہ وارث میت پڑھ نہیں سکتا اور اگر کوئی ہمت بھی کریگا تو مدتوں میں تمام ہوگا یہاں میت کا ابھی کام تمام ہوا جاتا ہے اسکے حق میں جلدی چاہیئے پس لابد ہوا کہ دوست آشنا ایسی حالت میں ورثہ میت کی مدد کریں

کہ انکے ساتھ ماکر جلد انجام کار فرمادیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تعاونوا علی البر والتقویٰ یعنی آپس میں مدد کرو نیک کام اور تقوی پر اور یہ بھی ہے کہ جب وارثان میت نے یہ جلسہ ذکر کا منعقد کیا تو جسقدر مومنین طالب حسنات ہیں سب کو اس میں شریک ہونا موافق حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے موجب خیر وسعادت ہوگا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذا مررتم بریاض الجنۃ فارتعوا یعنی جب گذرو تم جنت کے باغ وسبزہ زار میں تو وہاں چرو چرنے سے مراد یہ کہ خوب ثواب پیٹ بھر کے حاصل کرو لوگوں نے پوچھا کہ بہشت کے باغات اور سبزہ زار کیا ہیں آپنے فرمایا حلق الذکر یعنی جہاں جماعتیں ذکر کرنیوالوں کی حلقہ مارے بیٹھی ہیں روایت کیا اسکو ترمذی نے کذا فی المشکوۃ اب ہم پوچھتے ہیں کہ اس جلسہ میں جو قرآن اور کلمہ پڑھا جاتا ہے یہ ذکر اللہ ہے یا نہیں اگر کہتے ہو کہ نہیں تو کیا گل بکاولی اور فسانۂ عجائب ذکر اللہ ہوگا اور اگر کہو کہ ہاں یہ مجلس مجلس ذکر ہے تو ہم کہیں گے کہ موافق ارشاد مخبر صادق یہ مجلس باغ اور سبزہ زار جنت ہے پھر اس میں چرنے سے کیوں منع کرتے ہو۔ اوپر گذر چکا کہ اہل اسلام کا اجماع ہے اور کسی نے انکار نہیں کیا اسپر کہ مسلمان جمع ہوکر میت کے لیئے پڑھیں پس یہ اجماع ثابت الاصل ہے اسکو ممنوع اجتماع الی اہل المیتہ میں داخل کرنا جو حدیث جریر بن عبد اللہ سے سمجھا جاتا ہے عقل وفہم سے بہت دور ہے افسوس ایک وہ لوگ تھے کہ کسی امر مکروہ کو دیکھتے تھے اور اسمیں کچھ خیر وبہتری ہوتی تھی تو اس خیر کے باعث مکروہ سے چشم پوشی کرتے تھے عیدگاہ میں بعد نماز عید نفل پڑھنا ممنوع ہے حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے ایک شخص کو وہاں نفل پڑھتے دیکھا اُسکو آپ نے منع نہ فرمایا لوگوں نے عرض کی یا امیر المومنین آپ اس آدمی کو منع نہیں فرماتے آپ نے جواب دیا کہ مجھکو خوف آتا ہے مبادا میں ان لوگوں میں شریک ہوجاؤں جنکو اللہ تعالیٰ نے جھڑکا ہے ارأیت الذی ینھی عبدا اذا صلے یعنی تو نے دیکھا اُسکو جو منع کرتا ہے بندہ کو جب وہ نماز پڑھتا ہے یہ قصہ حضرت علی کا در مختار میں اور دوسری کتب فقہ میں موجود ہے اور در مختار میں اس مقام پر یہ مسئلہ بھی لکھا ہے کہ عیدگاہ کے رستہ میں تکبیر نہ کہے اور نفل بھی نہ پڑھے قبل نماز پھر یہ لکھا اما العوام فلا یمنعون من تکبیر ولا تنفل اصلا لقلۃ رغبتہم فی الخیرات ورقیہ شامی نے اسکی شرح یوں لکھی لا سرا ولا جہرا فی التکبیر ولا قبل الصلوٰۃ بمسجد او بیت اوبعد ھا بمسجد فی التنفل دونوں عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ عام آدمیوں کو منع نہ کیا جائے تکبیر سے روز عید خواہ پکار کے

کہے یا آہستہ اور نفلوں سے بھی منع نہ کریں خواہ قبل نماز عید پڑھیں یا بعد مسجد میں پڑھیں یا اپنے گھر میں اسلئے کہ عام آدمی پہلے ہی خیرات وحسنات کی طرف رغبت نہیں رکھتے وہ لوگ جسطرح خدا کا نام لے لیں غنیمت ہے اب دیکھئے ایک وہ دورہ صحابہ کا تھا کہ حضرت علی نے یہ خیال فرمایا کہ گویا ہیئت کراہت کی اس نماز میں عارض ہے کہ بعد نماز عید عین عیدگاہ میں خلاف طریقہ سنت نماز پڑھتا ہے لیکن پھر بھی یہ فعل خیر تو ہے اللہ تعالیٰ کی یاد کر رہا ہے اللہ کی حضوری میں ہے منع نہ فرمایا اور منع کرنے میں خوف الٰہی کیا اور کیوں نہ کرتے وہی لوگ ڈرا کرتے ہیں اللہ سے جنکے دلوں میں خوف الٰہی ہوتا ہے ایک دورہ آخری ہے کہ روز معین میں اجتماع اخوان کو اپنے خیال میں مکروہ بنا کر کلمہ اور قرآن سے منع کر کے بھی خدا سے نہیں ڈرتے **پانچواں امر** معین کرنا روز تیسرا واضح ہو کہ معین کر لینا کسی روز کا واسطے کسی مصلحت کے شرع شریف میں وارد ہے شقیق رحمۃ اللہ علیہ جو کبار تابعین مقبولین سے ہیں اور شاگرد عبد اللہ ابن مسعود صحابیؓ کی روایت کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن مسعود وعظ فرماتے تھے ہر جمعرات کے دن جب لوگوں نے کہا روز وعظ فرمایا کیجیے جواب دیا مجھکو پسند نہیں آتا کہ تم کو تنگ کروں روز کہہ کہہ کر جسطرح میں وعظ کہتا ہوں اسی طرح رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہم کو وعظ فرماتے تھے یہ بروایت مسلم و بخاری مشکوٰۃ میں موجود ہے اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دن جمعرات کا مقرر کیا تھا وعظ کے واسطے اور یہ ان کے بیان سے سمجھا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دن مقرر کر رکھا تھا حالانکہ کلام اللہ سے وعظ کے لیئے کوئی قید کسی دن کی معلوم نہیں ہوتی کیونکہ قرآن شریف میں وارد ہے وذکر فان الذکری تنفع المؤمنین اس میں قید دن کی نہیں پس ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے جو دن معین کیا تو کچھ مصلحت اُس وقت کی سمجھ کر دن جمعرات کا مقرر کیا تھا ہمارے اس وقت میں اکثر علما نے جمعہ کا دن معین کر رکھا ہے کیونکہ اس زمانہ میں یہ مصلحت ہے کہ جمعہ کی نماز کو ہر طرف سے آدمی اطراف و مواضع سے خواہ نخواہ جمع ہوتے ہیں ایسے مجمع میں وعظ کہنے سے فائدہ عام ہوتا ہے جمعرات میں یہ نفع متصور نہیں **تنقیح** یہ حدیث اصل عظیم ہے ازباب تفقہ فی الدین کے لیئے اگر کوئی دن کسی امر خیر کے لیئے یا باعث بعض مصلحت معین کیا جائے تو جائز ہے امام بخاری نے اس حدیث سے تعیین یوم پر سند پکڑی ہے اور ترجمہ یہ قرار دیا باب من جعل لاھل العلم ایاما معلومۃ اب ہم یاد دلاتے ہیں اس مقام پر قول مولوی اسمٰعیل صاحب کا

جو تذکیر الاخوان حصہ دوم تقویۃ الایمان میں ہے کہ جو امر قرون ثلثہ میں بلا نکیر جاری نہوا اور نہ اُسکی
مثل و نظیر پائی گئی وہ بدعت ہے انتہی ملخصاً اس سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی چیز بعینہٖ اُس زمانہ میں نہوئی
لیکن اُسکی نظیر اُسوقت میں پائی گئی وہ بدعت نہ ہوگی اور براہین قاطعہ گنگوہی ص۲۹ میں ہے جسکے جواز کی
دلیل قرون ثلثہ میں ہو خواہ وہ جزئیہ بوجود خارجی ان قرون میں ہوا یا نہوا اور خواہ اُسکے جنس کا وجود
خارج میں ہوا ہو یا نہوا ہو وہ سب سنت ہے انتہی دوسرا قول براہین قاطعہ صفحہ ۷۶ قرآن و حدیث و قول
صحابی سے اگرچہ جزئیہ ہی ہو فقہا کلیہ نکال لیتے ہیں اور پھر اُس کلیہ سے صدہا مسائل جزئیہ جملہ ابواب فقہ
کے ثابت کرتے ہیں انتہی اب ہم ان اقوال مسلمہ منکرین کو مسئلہ متنازعہ فیہا میں روان کرتے ہیں واضح ہو کہ
جسطرح موعظت اور امر بالمعروف اور تعلم علم ایک امر خیر ہے اور کسی موقع میں فرض کسی موقع میں سنت و
مستحب اسی طرح محتاجوں کو کچھ دینا یا کھلانا امر خیر ہے اور مراتب اُسکے متفاوت بعض مقام پر سنت مستحب اور
بعض موقع پر فرض ہے جیسا کہ عالمگیری میں ہے وتفرض علی الناس اطعام المحتاج فی الوقت الذی
یعجز عن الخروج والطلب یعنی محتاج کو ایسے وقت میں کھلانا آدمیوں کے ذمہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ عاجز ہو
نکل کر کمائی کرنے سے پس سوم و دہم و چہلم میں بعض افراد محتاجین ایسے بھی ہوتے ہیں کہ انکی خبر گیری فرض ہے اور بعض کو
کی سنت یا مستحب ہے پس وارث میت اطعام کے بعض افراد میں عامل فرض اور بعض میں ہو وہی سنت و مستحب
ہوگا جس طرح واعظ کہ جس موقع میں امر بالمعروف مستحب تھا وہاں عامل مستحب ہوئے جہاں فرض تھا عامل
فرض ہوئے پس حضرت ابن مسعود کا دن معین کرنا تعلیم علم و امر بالمعروف کے لیے نظیر ہے واسطے دن معین کرنے
صدقات فاتحہ کے یعنی انفاق فی سبیل اللہ و قرات کلام اللہ علی الدوام جائز اور ثابت الاصل ہے جسطرح
وعظ کرنا علی الدوام ثابت ہے لیکن تیسرا دن اور اسی طرح بستم و چہلم وغیرہ مخصوص کیے گئے واسطے مصلحت کے جیسے
جمعرات کو وعظ کے لیے مخصوص کیا ابن مسعود نے رضی اللہ عنہ پس جب اس تعین یوم فاتحہ کی نظیر وہ تعین اُس
زمانہ میں پائی گئی تو یہ تعین بدعت نہوا اور وہ تعین ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اگرچہ ایک قضیہ جزئیہ ہے
لیکن از روئے تفقہ فی الدین اس سے ایک کلیہ پیدا ہوا وہ وہ ہے جو اوپر لکھ چکے کہ معین کر لینا دن
کا کسی امر خیر کے واسطے بعض مصالح کے سبب جائز ہے یہ ایک مفہوم کلی ہے جسکے نیچے بہت افراد جو متغائر
بالتشخص اور متحد بالحقیقت ہیں داخل ہیں اور ٹھہر چکا ہے اپنے محل میں کہ نوع کا مقتضی طبعی نہیں بدلتا پس جبکہ
ایک فرد تعین کا حکم صدر اول میں بحدیث صحیح معلوم ہو چکا تو افراد باقیہ تعیین میں بھی وہی حکم جواز

جاری و ساری ہوگا اور یہ بھی جاننا چاہیئے جب یہ ثابت ہو چکا کہ نوع تعیین یوم کا ایک فرد اسوقت موجود تھا تو فی الحقیقت یہ سب افراد تعیین اُسوقت بوجود معنوی و وجود شرعی موجود تھے گو وجود خارجی و ظہور انکا کسی آئندہ وقت میں ہو جاوے الی یوم القیامہ اور زبان سے نیت نماز کا مسئلہ یاد رکھنا چاہیئے کہ فعل حج میں تلفظ ثابت ہوا تھا پھر وضو اور نماز و روزہ میں خواہ وہ فرض ہوں یا واجب یا سنت سب میں جاری ہو گیا کما ہو مصرح فی الفقہ وجہ اُسکی یہی ہے کہ جب حکم ایک فرد عبادت میں ثابت ہوا تو سب میں ثابت ہوا اور عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول لا یجعل احدکم للشیطان شیئا من صلوتہ یری ان حقا علیہ ان لا ینصرف الا عن یمینہ بعد نماز دہنی طرف سے واجب جان کر پھرنے کی نہی کو شامل تھا الاخیر لیکن طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے اسمیں ایک کلیہ پیدا کر لیا کہ من اصر علی مندوب الی آخرہ یعنی جو کوئی کسی امر پر وجوبا عمل کریگا اُسمیں شیطان کا حصہ ہوگا افسوس آتا ہے اُن صاحبوں کے حالات پر کہ اپنے مطلب میں یہ شد و مد سے تحریر کہ قول صحابی سے اگرچہ جزئیہ ہو فقہا کلیہ نکال لیتے ہیں اور پھر اُس کلیہ سے صد ہا مسائل جزئیہ جملہ ابواب فقہ کے ثابت کرتے ہیں۔ جیسا کہ قریب گذرا پھر کیا وجہ ہے کہ تعیین یوم میں فعل رسول صلی اللہ علیہ وسلم موجود بعد از اں فعل عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ موجود اور حدیث صحیح متفق علیہ سے اُسکا ثبوت ہے اس سے کیوں کلیہ پیدا کر کے بہت سے مسائل تعیین یوم کو طے نہیں کر لیتے اب ہم شروع کریں اس بیان کو کہ سیوم میں وہ مصلحت کہ جسکے لیے تعیین یوم واقع ہوئی کیا ہے تعیین مفید ہے وارثان میت کو اور نیز جمیع قرآن و کلمہ پڑھنے والوں کو۔ وارثوں کے لیے اس طرح مفید ہے کہ تعیین اور تقرر کی قید میں خوب خیال بندھا رہتا ہے دل پر کہ یہ کام کرنا ضروری ہے پس نہیں فوت ہوتا اُن سے یہ کام اور جو لوگ معین نہیں کرتے اُن کا کام کبھی کا کبھی ہوتا ہے بلکہ بہتیرے آدمیوں سے فوت ہو جاتا ہے جو لوگ جمعرات کی تعیین میں روٹی فاتحہ اموات کی نیت سے کھلا دیتے ہیں وہ تو کھلا دیتے ہیں اور جنھوں نے تخصیص کو بدعت کہا انکو ہفتے کے ہفتے بلکہ مہینے گذر جاتے ہیں روٹی گھر سے نہیں نکالتے اور نافع ہونا اس تعیین تاریخ کا دوسرے آدمیوں کو اسوجہ سے ہے کہ اگر دن غیر مقرر رہتا تو کوئی کسی دن پڑھنے آتا اور کوئی کسی دن کام اسقدر کے ساتھ اور جلد نہوتا دن مقرر ہونے سے عین ایک میعاد پر سب جمع ہو جاتے ہیں اور خوش انجامی سے کام تمام ہو جاتا ہے اگر کوئی یہ اعتراض کرنے کہ اگر تم کو جلدی ایصال ثواب اور امداد میت منظور ہے تو دفن سے اگلے دن

کیوں نہیں ختم کرالیتے جواب اُسکا یہ ہے کہ اگر ہم دوسرا دن مقرر کرتے اُسپر بھی تم اعتراض کرتے کہ دوسرا دن کیوں مقرر کیا تعیین بدعت ہے علاوہ ازیں مصلحت اُسمیں یہ دیکھی گئی کہ روز دفن میں برادری کے آدمی اور دوست آشنا دیر تک تجہیز تکفین میں رہتے ہیں ہم دیکھتے ہیں کسی میت کی قبر کنی اور غسل و تکفین وغیرہ میں ایک ایک پہر اور بعض جگہ دو دو پہر کم وبیش لگجاتے ہیں اگر دوسرے دن بھی کچھ گھڑی یا پہر بھر کی محنت واسطے ختم قرآن اور کلمہ طیبہ کے دیجاتی تو متواتر پے درپے آنا کسی قدر دشوار ہوتا اسلیئے ایک دن بیچ میں آسایش دیکر تیسرا دن معین کیا گیا دوسری مصلحت یہ ہے کہ وارثان میت کی تعزیت کے واسطے شرع شریف میں تین روز مقرر کیے گئے ہیں چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے و

لا باس لاھل المصیبۃ ان یجلسوا فی البیت او فی مسجد ثلثۃ ایام والناس یاتونھم ویعزونھم

یعنی کچھ مضائقہ نہیں مصیبت زدوں کو بیٹھنا گھر میں یا مسجد میں تین روز تک اسمیں آدمی آوینگے اُنکے پاس اور تعزیت یعنی تسلی اور تشفی دینگے اہل ماتم کو انتہی پس تیسرے دن کے معین کرنے میں یہ بھی مصلحت سمجھی گئی کہ ان ایام میں آمد ورفت اہل تعزیت کی رہتی ہے لوگوں کے بلانے اور جمع کرنے میں چنداں مشقت نہو گی اجتماع مومنین سہولیت سے ممکن ہوگا اور یہ بھی ہے کہ جو قرب وجوار کے مواضع وقصبات میں اُنکے اقربا و دوست آشنا رہنے والے ہیں بعد وصول خبر وفات وہ بھی اکثر شریک امداد فاتحہ وختم قرآن وکلمہ طیبہ کے ہوجاوینگے پس تعیین تیسرے دن کی مبنی اس مصلحت پر ہے اور جو کچھ اُس میں پڑھا جاتا ہے کلما اور قرآن اُس کا بیان بہت وضاحت سے اوپر ہوچکا اور یہ تعیین کچھ ہماری مقرر کی ہوئی نہیں بلکہ قدیم الایام سے علماء دین اور مفتیان شرع متین کی قرار دی ہوئی ہے ایک مختصر دلیل اسپر یہ ہے کہ ملا علی قاری اور سیوطی اور علماء عینی وغیرہم کے کلام سے ہم ثابت کرچکے ہیں کہ جمیع مذاہب کے علماء وصلحا کل شہروں میں کل زمانوں میں جمع ہوکر ختم قرآن کرتے رہے ہیں اسپر اجماع اُمت ہے پس اس بنا پر ہم کہتے ہیں کہ کل شہروں اور ملکوں میں ہندوستان تو بڑا ملک ہے اسمیں بہت شہر ہیں پس ضرور ہے کہ یہاں کے علما صلحا نے بھی جمع ہوکر پڑھنے کا طریقہ اپنے ملک ہندوستان میں بلاشبہہ جاری کیا ہوگا ہم جب خوب تلاش کرتے ہیں اور فکر کرتے ہیں تو ہندوستان کے دور دور شہروں میں یہی طریقہ قدیم الایام سے جاری دیکھتے ہیں اور ہم اپنے آباواجداد سے اور ہمارے آباواجدا د اپنے آباواجداد سے اسی طرح سُنتے اور دیکھتے آئے ہیں سیکڑوں برس کی کتابوں میں اُن کا ذکر ہے پس یہ لابد قرار داد

علما ربا معتقین اور صاحب ارقدیم کا ہے البتہ جس وقت عوام اس مجمع سیوم میں بعض باتیں خلاف شرع کرنے
لگے اسوقت ایک وجہ خاص کے سبب علما اسکو منع کرنے لگے چنانچہ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام
شرح سفرالسعادت میں صاف اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے اما این اجتماع مخصوص روز سیوم و
ارتکاب تکلفات دیگر و صرف اموال بے وصیت از حق یتامی بدعت ست و حرام انتہیٰ کلامہ اہل
انصاف دیکھیں کہ اس کلام شیخ سے جو صاحب سیف السند وغیرہ قرآن اور کلمہ پڑھنے انکار روز سیوم
میں نکالتے ہیں کیسی بے منصفی ہے اس سے تو اجتماع للقراءۃ کی قباحت نہیں نکلتی بلکہ اجتماع مخصوص
ان ایام کا جو خاص زمانہ شیخ میں بعض منہیات کے ساتھ ہوتا تھا جس کی طرف اشارہ لفظ این اجتماع
مخصوص واقع ہے اور نیز اپنے ترجمہ فارسی مشکوۃ باب البکاء علی المیت میں لکھتے ہیں باک نیست
نشستن تا سہ روز در خانہ یا در مسجد و آنچہ مردم دریں زمان از تکلفات کنند ہمہ بدعت و شنیع و
نامشروع است غرض کہ ان کے کلام سے اس اجتماع مخصوصہ کی برائی اور یتیموں کے حق ضائع کرنے اور
تکلفات کرنے کی ممانعت پائی گئی اور اس عبارت پہلے جو سفرالسعادت کی عبارت بدعت ہونے ختم قرآن
میں بھی اسکا جواب ہم بیان ا[illegible] تکلفات کرنے مرتی میں ممنوع ہیں چنانچہ بعض
آدمیوں نے بعض شہروں میں نئے نئے تکلفات ایجاد کیے تھے جنکا ذکر نصاب الاحتساب میں ہے
یقطعون اوراق الاشجار ویتخذون منہا شیئا علی صورۃ الاشجار ویزینون بہا حول القبر ویلبسون القبر
ثیاب الحریر اذا کان المیت من اہل ای کان یلبس ذلک ویحضرون المجامر المصورۃ بتماثیل ذوات
الارواح کالبازی ونحوہ وانہ مکروہ ویبسطون الفرش ویقوم الشاعر فیمدح المیت بما لم یفعلہ
وانہ کذب ویحضرون المصاحف فی المقابر ویضعونہا فی المجلس لا یقرؤن وینتظرون حضور
الصلحاء فان فیہا المصحف واخذ الناسخ القراءۃ ثم حفظہا الصلحاء ویغضب علیہم فہل ہذا الا من
التخییل والمبادرۃ بالسوء انتہی کلامہ ملخصا وفی حاشیۃ خزانۃ الروایات الناس یجیئون
الریحان والورد فی الاطباق وماء الورد فی القماقم یعنی درختوں کے پتوں کو اس طرح تراشتے ہیں
کہ صورت عین درختوں کی انمیں پیدا ہو جاتی ہے اور گرد قبر کے ان پتوں کو سجاتے ہیں اور قبر پر ریشمین غلاف ڈالتے
ہیں اگر وہ میت پہنتا تھا اپنی زندگی میں ریشم اور لاتے ہیں انگیٹھیاں جنمیں باز وغیرہ جانوروں کی تصویر ہوتی ہے
اور بچھاتے ہیں فرش یعنی تکلفی اور ڈوم بھاٹ کھڑا ہو کر اس مردہ کی جھوٹی تعریفیں کرتا ہے اور لیجاتے ہیں گور

پر قرآنوں کو اور رکھ دیتے ہیں پڑھتے نہیں جب تک رئیس مجلس نہ آ جائے اور اگر اس سے پہلے قرآن پڑھنے
لگیں تو وہ خفا ہوتا ہے یہ نفس امارہ کی شامت ہے یہ نصاب الاحتساب کے چھپنے ہوئے فقرے ہیں او خزانۃ الروایات
کے حاشیہ میں ہے کہ تیار کرتے ہیں آدمی پھول پھلواری اور گلابی پھول طباقوں میں اور عرق گلاب بھرتے
دیگ قمقموں میں انتہی اب خیال کرنے کا مقام ہے کہ ورثہ میت تو مصیبت زدہ ہوتے ہیں انکو سرور کا سامان
ایام مصیبت میں کرنا اور بعض امور محرمہ اور مکروہہ سے زینت دینا کون عاقل گوارا کریگا چنانچہ مفتیان دین
نے اسکو منع کیا اور تمام عالم نے اسکو مان لیا اب دیکھئے یہ باتیں کوئی نہیں کرتا البتہ ایک یوم معین میں جمع ہو کر
کلمہ کلام پڑھ دیتے ہیں اب جو بعضے علما تشدد کرتے ہیں محض تعیین یوم کے سبب سے قرآن اور کلمہ کو بھی مکروہ کہدیتے
ہیں یہ صحیح نہیں اور دلیل انکی دو ہیں ایک یہ کہ نماز میں معین کر لینا سورت کا مکروہ ہے تو ایصال ثواب
کے واسطے بھی تیسرا دن خاص کرنا مکروہ ہے جواب اس کا یہ ہے کہ اگر ہم کسی امر کو قیاس کرتے ہیں تو
تم کہا کرتے ہو قیاس کرنا مجتہد کا کام ہے اور خود اپنے مطلب کے لیئے قیاس کرتے ہو تو جائز ہے
یہ بے منصفی نہیں تو اور کیا ہے اس سے قطع نظر تعیین یوم فاتحہ وغیرہ کو قیاس نماز پر کرنا خود صحیح
نہیں اس لیئے امام شافعی کے نزدیک تو تعیین سورت مکروہ ہی نہیں اور حنفیہ کے نزدیک جو مکروہ
ہے تو امام طحاوی اور اسبیجابی وغیرہ محققین کے کلام سے اسکی کراہت دو سبب سے ہے یا تو یہ کہ
پڑھنے والا اس کو یہ اعتقاد کرے کہ اسی ایک سورت کا پڑھنا واجب ہے دوسری سورت پڑھونگا تو
اسمیں نماز نہ ہوگی یا ہوگی تو مکروہ ہوگی دوسرا سبب یہ کہ جاہل لوگ اسی ایک سورت کو جب پڑھتے
دیکھینگے مبادا وہ لوگ یہ اعتقاد کریں کہ نماز میں بھی ایک سورت واجب ہے دوسری نہیں یہ مضامین
فتح القدیر اور شامی اور برہان وغیرہ میں ہیں اور غالبًا وجہ کراہت کی وہی سبب اول ہے یعنی واجب
جاننا تعیین سورت کا چنانچہ حدیث صحیح ہے اسکی تصدیق پائی جاتی ہے صحیحین میں ہے کہ ایک آدمی امام
تھا وہ ہر رکعت میں قل ہو اللہ ضرور پڑھتا کرتا بخاری کی روایت میں ہے کہ مقتدی لوگ اس سے الجھے
اس نے جواب دیا کہ میں تو اس سورت کو نہیں چھوڑتا تمہارا جی چاہے مت پڑھو میرے پیچھے نماز
انجام کو یہ مرافعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک کیا گیا آپ نے اس سے پوچھا کہ تو کیوں نہیں مانتا ان کی
بات اور کیوں التزام کر رکھا ہے تو نے اس سورت کا ہر رکعت میں اس نے کہا کہ مجھکو پیاری لگتی ہے
یہ سورت آپ نے ارشاد فرمایا اخبروہ ان اللہ یحبہ یعنی خبر دو اسکو کہ اللہ تعالیٰ اسکو دوست رکھتا ہے اور ایک

روایت میں بیان آیا ہے کہ فرمایا حبک ایاھا ادخلک الجنۃ یعنی تو جو اس سورت کو دوست رکھتا ہے اس کے
دوست رکھنے نے تجھکو جنت میں داخل کر دیا اس قصہ سے معلوم ہوا کہ تعیین سورت کو واجب اعتقاد کرنا
ہی موجب کراہت تھا جب اس شخص نے اپنا وہ اعتقاد ہونا نہ بیان کیا بلکہ یہ کہا کہ مجھکو اس سورت سے
محبت ہے تب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تعیین اور التزام و دوام کو منع نہ فرمایا اور یہ بھی حضرت نے
ارشاد نہ فرمایا کہ رفع اشتباہ عقیدہ عوام کے لیئے اس تعیین کو کبھی ترک کر دیا کر اسلیئے کہ جب وہ بالمشافہہ
کہہ چکا کہ میں محبت کے سبب پڑھتا ہوں یعنی واجب نہیں جانتا تو جسطرح ترک احیاناً سے رفع اشتباہ
متصور تھا وہ تصریح زبانی سے ہوگیا یہ بات بھی قابل استحضار ہے اب ہم کہتے ہیں کہ تعیین سوم میں بھی وہ
علت کراہت مفقود ہے سب جانتے ہیں کہ اموات کے لیئے ایصال ثواب ایک امر مستحب ہے فرض و واجب
کوئی نہیں اعتقاد کرتا جب اصل ایصال نہ واجب نہ فرض ہوا تو تعیین یوم سوم کون نادان فرض و واجب کہہ دیگا
علاوہ بریں یہ تخصیص تیسرے دن کی جو جاری ہے وہ مبنی بعض مصلحتوں پر ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا اور
سہولیت سے انجام کار ہو جاتا ہے اور خود فقہ میں بھی تعیین سورت کے باب میں امام طحاوی نے تصریح
کی ہے اما اذا الاذ بھا لسہولتہا علیہ فلا یکرہ بل یکون حسناً کذا فی البرھان اور قہستانی میں ہے فلو قرأ
للسنۃ او للتیسر فلا باس پس بریں موافق اس تعلیل کے تعیین سوم مکروہ نہ ٹھہرا باقی رہا دوسرا سبب کہ مبادا
دوسرے آدمی جاہل اسکو دیکھ کر یہ اعتقاد نہ کرلیں کہ ایصال ثواب تیسرے دن ہی ہوتا ہے نہ پہلے اس کے
نہ پیچھے اُس سے سو یہ علت بھی یہاں مفقود ہے اسلیئے کہ جو لوگ فرض و واجب و سنت و مباح کی حقیقت
اور کنہ کو نہیں سمجھتے اُن کا تو کچھ علاج ہی نہیں وہ تو نماز روزہ میں بھی اُمور مستحبہ کو فرض فرض کو افضل
یا اولی مکروہ کو مفسد اور حرام مباح کو واجب جو چاہتے ہیں کہتے ہیں اُن کو ہرگز تمیز نہیں اگر اُن کے لیئے
تغیر امور شرعیہ میں کیا جائیگا عجب نہیں کہ کل شریعت اور ہی کچھ ہو جائے سو ایسے اشد اجہل العوام
سے قطع نظر کر کے یہ دیکھنا چاہیئے کہ جو لوگ عوام اس درجہ کے ہیں کہ اُن کو فرضیت اور اباحت
میں فرق معلوم ہے سو حضرت سلامت یہ مسئلہ خاص اس درجہ کا ہے کہ اس درجہ کے عوام سب
جانتے ہیں کہ یہ مثل حج و زکوٰۃ کے فرض تو نہیں ہے بلکہ واجب بھی نہیں ایصال ثواب فی نفسہ مستحب ہے
اور تعیین ایک مصلحت کے لیئے سب بزرگان دین کا قرار دیا ہوا ایک امر متوارث چلا آتا ہے اور یہ شبہ
تو کسی کم سے کم عقل والے کو بھی نہیں پڑ سکتا کہ یوں جانے ثواب آج ہو پہنچیگا پھر نہ ہو پہنچیگا اسلیئے کہ

جب وہ دیکھتے ہیں کہ وارثان میت سوائے روز سوم کے اور دنوں میں بھی فاتحہ و درود کرتے ہیں تو کس طرح اعتقاد کریں گے کہ روز سوم ہی کو فقط ثواب پہنچا کرتا ہے باقی شبہ تعین سورت میں جو صاحب ہدایہ نے لکھا ہے وہ بھی جاتا رہا بایں سبب کراہت کے سبب مفقود ہوئے تو تعین سیوم مکروہ کہنے کی کوئی وجہ باقی نہ رہی **خلاصہ** یہ کہ تعین سویم یہاں نہ یہ تعین ہے کہ قرات قرآن وغیرہ کا ثواب آج ہی پہنچتا ہے اسلئے کہ غیر ایام میں بھی پڑھ کر بخشدیتے ہیں اور نہ یہ تعین ہے کہ کھانا کھلانا میت کی طرف سے یا تقسیم نقد و اشیاء ماکولہ وغیرہ آج ہی ہوتا ہے اسواسطے کہ یہ امور غیر ایام میں بھی کرتے رہتے ہیں کھانا میت کی طرف سے محتاج کو دینا روز موت سے جو شروع ہوتا ہے تو چالیس روز تک اور کہیں اس سے کم و بیش برابر جاری رہتا ہے تخصیص روز سوم کی نہیں ہے معلوم ہوا کہ یہ تعین سوم نہ ایصال ثواب مالی کے لیے ہے نہ بدنی کے لیئے بلکہ یہ تعین بمصلحت اجتماع مسلمین کے لیئے ہے کہ حسب تعین سب فراہم ہو جائیں بے تعین اجتماع نہیں ہو سکتا اور تعین سورت نماز میں یہ حکمت و مصلحت مفقود ہے بنا بر علیہ یہ قیاس مع الفارق نا مسموع ہے **دوسری دلیل مانعین کی** یہ ہے کہ سیوم میں مشابہت ہے کفار ہنود کی اور حدیث میں ہے من تشبہ بقوم فهو منهم سو جواب اسکا یہ ہے کہ تشبہ مصدر ہے ماخذ اسکا لفظ شبہ بالکسر ہے شبہ کے معنی مانند لہٰذا تشبہ کے معنی مانند کسی کے ہوجانا جب معنی تشبہ کے معلوم ہوئے اب ان متعصبوں کی زبان زوری سمجھنی چاہیئے کہ سیوم کرنیوالے کس بات میں مانند ہندوؤں کے ہوجاتے ہیں ہم قرآن پڑھتے ہیں وہ قرآن نہیں پڑھتے ہیں اور ہم کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں جو کفر شکن ہے وہ کلمہ نہیں پڑھتے سبحان اللہ کیا عقل سلیم ہے کہ کلمہ قاطع کفر کا پڑھنا مشابہ رسم اہل کفر قرار دیتے ہیں ہمارے احباب اور برادری جمع ہو کر کلمہ کلام پڑھتے ہیں انکی برادری جمع ہو کر کچھ نہیں پڑھتی فقط وارث میت سے دکان اسکی کھلوا دیتے ہیں اور قلم سیاہی کتاب وغیرہ کو ہاتھ لگوا کر سوگ دفع کراتے ہیں کچھ ان کے یہاں اگر پڑھتا ہے تو فقط ایک حرف کوئی برہمن پنڈت پڑھتا ہے وارثان میت اور بھائی برادری اور دوست آشنا کچھ نہیں پڑھتے وہ اجتماع اور قسم کا ہے اور ہمارا اجتماع وہ ہے جو باجماع اہل صلاح و دیانت امتیان محمد صلی اللہ علیہ وسلم جائز ہے جیسا کہ علامہ عینی شارح ہدایہ کی عبارت گذر چکی اور ہنود کا اصل مذہب یہ ہے جو کتاب سنسکار ودھی مطبوعہ بنارس کے صفحہ ۱۵۰ میں ہے مضمون اسکا زبان اردو میں یہ ہے مُردے کو جلا کر سب لوگ چلے آئیں اور نہا دھو کر بدن کو صاف اور پاک باہر سے کرلیں

جسکے گھر میں موت ہوئی ہے اُسکے کنبہ کے لوگوں کو تسلی دیکر آپ اپنے گھر چلے جائیں چوتھے دن
مُردہ کی راکھ اور ہڈیاں زمین میں گاڑ دیویں یا باغ یا کھیت میں ڈالدیویں اور جب تک رنج دور نہ ہو
تب تک اچھے عالموں فاضلوں کی صحبت سے رنج کو دور کریں اُن کو خورونوش سے خوش کریں مراد یہ کہ
اہل مصیبت اگر کھانا بباعث رنج کے نہ کھاتے ہوں تو علماء وغیرہ اُنکو کھلا پلاکر خوش کریں یہی پنڈدان
اور شرادھ جاننا اور مرنے والا آدمی جو کچھ دھن دھرم کے لیئے چھوڑ گیا ہو اُسکو علم اور ملک کی ترقی میں لگادیں
الیٰ آخرہ غرض کہ اُن کی اصل دین میں مرنے والے کے لیئے اسکے بعد اور کچھ نہیں لکھا اور اب جسطرح
بعض فرقہ ہنود عمل میں لاتے ہیں وہ یہ ہے جو کچھ اوپر ہم لکھ آئے ہیں اور نیز تیسرے دن میت کی
ہڈیاں جلی ہوئی چُن کر لاتے ہیں پھر گنگا وغیرہ میں بہاتے ہیں اور اہل اسلام کوئی عمل اُن میں
سے نہیں کرتے پھر کس بات میں مانند ہنود کے ہوگئے اور کیا تشبہ پیدا ہوگیا انصاف شرط ہے
اور اگر کوئی مشابہت اس کا نام رکھے کہ اُن کے یہاں تیسرے دن رسوم کفر ہوتے ہیں تمہارے یہاں
رسم اسلام یعنی کلمہ و قرآن ہوتا ہے تو انصاف کرنا چاہیئے کہ یہ مشابہت کیا ہوئی یہ تو مخالفت ہوئی یعنی
ہم وہ کام کرتے ہیں جو مخالف کفار ہیں کافر وہ کام کرتے ہیں جو مخالف اسلام ہیں وہ اپنے کام کرتے ہیں
ہم اپنے مثلاً مغرب کے وقت اور عشاء اور صبح صادق کے وقت ہم لوگوں نے اذان کہی اور نماز پڑھی انھوں
نے ان تینوں وقتوں میں ناقوس یعنی سنکھ بجایا پوجا کیا اب کوئی بیہودہ اسکو مشابہت قرار دینے لگے کہ ان وقتوں
میں تم نے اپنے طور کی عبادت کی انھوں نے اپنے طور کی پس اتحاد اوقات سے تشبہ پیدا ہوگیا تو سب
عقلاء اسکی ہرزہ گوئی اور کم عقلی پر قہقہہ مارینگے اور اسی طرح جب حاجی لوگ بیت اللہ زادہا اللہ شرفاً
سے واپس ہوتے وقت آب زمزم لاویں تو کوئی یاوہ گو کہنے لگے کہ یہ تشبہ ہنود ہوگیا وہ بھی اپنی
اپنی عبادت گاہ سے واپس ہوتے ہوئے گنگا کا پانی لاتے ہیں تم پانی زمزم شریف کا لائے تو سمجھنا
چاہیئے کہ یہ خرافات بیہودہ تشبیہیں نکالنی سخت جہالت کی دلیل ہے اور مؤلف براہین قاطعہ نے جو صفحہ ۱۱
سطر اول میں زمزم کا پانی لانے کو امر عادی لکھا اس غرض سے کہ یہ چیز امور دینیہ سے نہیں بلکہ امور طبعیہ
سے ہے اسمیں تشبہ منع نہیں سو یہ ناظرین کو قابل دید اور سامعین کو لائق شنید ہے اسلیئے کہ کسی شے کو
مقتضائے طبع قرار دینا اُس وقت صحیح ہے کہ انسان کی طبیعت اپنی حیات یا تلذذ یا مقتضائے جسمانی میں
اُسکی محتاج ہو سو پانی کا پینا عطش وغیرہ کے لیے البتہ مقتضائے طبع ہے اور تعظیماً حصول برکات کے لیئے

پینا تو مقتضائے طبع و عادت نہیں بلکہ مقتضائے دین ہے اور یہ سب جانتے ہیں کہ اس امر دینی کے اشتراک کو یعنی پانی تبرکاً لانے کو جمیع علماء ہند نے سلفاً و خلفاً بلا نکیر جائز رکھا پس ممانع ہو کہ من وجہٍ کوئی تشبہ بنظر ظاہر کسی امر میں پیدا ہو جاوی ہرگز شرعاً ممنوع نہیں اور تماشا یہ ہے کہ فقط تیسرے دن کی شرکت میں بھی مشابہت قوم ہنود کی نہیں تفصیل اس کی یہ ہے کہ ہندوؤں میں بعض قومیں مثل سراوگی بالکل سیوم یعنی تیجے کے قائل نہیں سو انکے ساتھ تو کچھ بھی مشابہت نہوئی انکے یہاں تیجا عبارت فقط اس امر سے ہے کہ تیسرے دن کاروبار کرنے لگیں سوگ میت کا دفع کریں سو تعزیت کے واسطے اور رفع سوگ کے لیے شرع میں بھی تین دن معین ہیں اور بعض قومیں ہنود کی مثل بیشنی اگروال جو سیوم کو مانتے ہیں اور اموات کے لیئے ثواب رسانی کے کام کرتے ہیں اگر اہل اسلام کو مشابہت لازم آتی تو ان کے ساتھ لازم آتی سو غور سے دیکھیے تو انکے ساتھ بھی مشابہت نہیں کیونکہ ان لوگوں کے قوانین متعلق گردش کواکب کے ہیں تیسرے دن تیجا وہ لوگ جب کرتے ہیں کہ گرہ سامنے نہو اور اگر پنچک کی گرہ جو پانچ نچھتر ہیں سامنے آجاتے ہیں تو جبوقت تک وہ گرہ ٹل نہیں جاتی تیجا نہیں ہوتا پھر کبھی چار دن میں کبھی پانچ دن میں کیا جاتا ہے اور مسلمان تیسرے دن سے آگے نہیں ہلاتے ان کو کواکب سے کچھ بحث نہیں انھوں نے شرع سے یہ اصل پیدا کر لی کہ کسی امر خیر کے لیئے بنابر مصلحت دن معین کر لینا جائز ہے دن معین کیا تعیین اہل اسلام شئے دیگر ہے اور تعیین ہنود شئے دیگر پس حکم تشبہ بباعث مشارکت یومی بھی ٹوٹ گیا اور یہ مسئلہ شرعی ہے کہ جب ہمارے اور کفار کے درمیان کسی امر میں تفاوت اور امتیاز پیدا ہو جاتا ہے تو حکم تشبہ باطل ہو جاتا ہے حدیث و فقہ پڑھنے والوں کو یہ بات یاد ہوگی کہ یہود صوم عاشورا رکھتے تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو بھی حکم دیا کہ تم بھی رکھو اور مشابہت یہود سے جو لازم آتی تھی انکی مخالفت میں اسقدر کافی ہو گیا کہ آپنے ایک روزہ اول اور آخر رکھنے کا حکم دیا صوموا یوم عاشوراء وخالفوا فیہ الیہود صوموا قبلہ یوماً او بعدہ یوماً یعنی روزہ رکھو دہم محرم کو اور مخالفت کرو یہود کی اس طرح کہ رکھو ایک اول یا ایک آخر روایت کیا اسکو امام احمد نے مسند میں اور بیہقی نے سنن میں یہ امام سیوطی کی جامع صغیر میں ہے اور بیہقی نے یہ بھی روایت کی ہے کہ اگر میں اگلے برس زندہ رہا حکم دونگا ایک روزہ پہلے اور ایک پیچھے کا اور ائمہ کبار حنفیہ سے امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ شرح معانی الآثار میں بالاسناد روایت کرتے ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ وہ فرماتے تھے خالفوا الیہود وصوموا

یوماً التاسع والعاشر اور یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کلام نقل فرماتے ہیں صوموہ وصوموا قبلہ یوما او بعدہ یوما ولا تتشبہوا بالیہود یعنی تنہا روزہ عاشورا رکھنے میں یہود کی مشابہت مت کرو بلکہ مخالفت کرو اول یا آخر روزہ رکھ کر اور فقیہ شامی شرح قول در مختار میں لکھتے ہیں کہ روزہ عاشورا بغیر روزہ نویں یا گیارہویں ملانے کے مکروہ ہے اور محیط سے اسکی دلیل یہ لکھی لانہ تشبہ بفعل الیہود یعنی اکیلا دسویں محرم کا روزہ رکھنا تشبہ فعل یہود ہے اسلیئے مکروہ ہے اور اول آخر روزہ ملانے سے وہ کراہت تشبہ جاتی رہتی ہے اور اسی طرح روز شنبہ اکیلا روزہ مکروہ لکھا کہ فعل یہود ہے لیکن جب یکشنبہ کا روزہ اُسمیں ملالیا یا جمعہ کا تب کراہت نہیں کیونکہ تشبہ بالیہود باقی نرہا اور کنز العباد میں ہے کچھ مضائقہ نہیں کہ اہل مصیبت گھر کے اندر یا مسجد میں بیٹھ جائے کہ لوگ انکی تعزیت کو آئیں لیکن دروازہ پر نہ بیٹھے فان ذلک عمل اہل الجاہلیۃ دیکھیے ذرا تغیر میں حکم بدل گیا الحاصل ان نظیروں سے ثابت ہوگیا کہ جب مشبہ اور مشبہ بہ میں تمیز آجائیگا حکم تشبہ باقی نرہیگا اس مقام پر مؤلف براہین قاطعہ صفحہ ۱۱۰ سطر آخر میں عجیب بات لکھتے ہیں وہ یہ ہے (تنہا روزہ عاشورا کا کسی کے نزدیک مکروہ نہیں) میں کہتا ہوں مؤلف کو کتب دینیہ سے سخت بیخبری ہے دیکھو مکروہ ہونا اور منہی عنہ ہونا اُسکا ہم حدیث وفقہ سے ثابت کرچکے اور یہ بھی کہ تشبہ مٹانے کے لیے اول و آخر روزہ ملانا کافی ہوا اب دیکھئے وہ اصل روزہ عاشورا جسکو یہود رکھتے تھے اُس فعل میں مسلمان شریک ہے لیکن ایک روزہ اول اور ایک آخر ملانے سے جو تغایر پیدا ہوا حکم تشبہ باطل ہوگیا اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ جب اہل اسلام کا سیوم دائم تیسرے دن برقرار رہا اور ہنود کا تیجا متبدل ومتغیر یعنی کبھی روز سیوم کبھی چہارم کبھی پنجم ہوتا رہا پھر اُسمیں بھی ہمارے افعال اور کچھ اُنکے اور کچھ اور ہمارے امور خمسہ مندرجہ سیوم مستنبط قواعد شرعیہ سے ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا پھر تشبہ کس بات میں ہوگیا **فائدہ** مؤلف براہین قاطعہ نے اس مقام پر ہمارا مدعا بالکل نہ سمجھا اسلیئے کہ صفحہ ۱۰۸ میں یہ لکھا۔ مؤلف انوار ساطعہ حدیث من تشبہ بقوم فہو منہم میں تشبہ بجمیع اجزائہ من کل الوجوہ سمجھا ہے کہ سب اجزا و ہیئت مشابہ ہوجاوے تو اُس وقت تشبہ محظور ہے ورنہ درست ہے اسی وجہ سے لکھتا ہے کہ کس بات میں تشبہ ہنود کی ہوگئی انتہی بلفظہ اسکے بعد مؤلف براہین نے تین ورق سیاہ کیئے وہ سب فضول ولاطائل ہیں اسلیئے کہ ہماری یہ مراد نہیں بلکہ ہمارا دعوی یہ ہے کہ پانچ چیزیں فاتحہ سیوم میں

ہیں اہل اسلام ان پانچوں میں کسی چیز کے اندر مشابہ اہل ہنود نہیں معلوم نہیں ان صاحبوں کا کیسا تفقہ اور کیسا فہم وذکا ہے کہ ہرگز ژرف نگاہی اور موشگافی علل احکام میں نہیں فرماتے مفتی قاطع السنہ یعنی صاحب سیف السنہ اور اُن کے آبار اولین اور اخوان معاصرین یہ سب اُس مسئلہ میں بے سمجھے بوجھے حکم تشبہ لگا رہے ہیں اور حدیث نبوی من تشبہ بقوم فہو منہم کو نہایت درجہ بے محل پڑھ رہے ہیں فما لھؤلاء القوم لا یکادون یفقھون حدیثا یہ لوگ نہ تشبہ کے معنی لغوی جانیں نہ اصطلاحی اسلئے کہ لغوی معنی تشبہ کے ہیں مانند ہو جانا اب تم دیکھ چکے اور سن چکے کہ ہنود کا تیجا مشتمل کن امور پر ہے اور اہل اسلام کا شامل کن امور پر پھر مانند ہونا دونوں فریق کا رسوم یکدیگر میں کہاں ہے اب معنی شرعی سُنئے صاحب بحر الرائق شرح جامع صغیر قاضیخاں سے نقل کرتا ہے کہ کفار کے ساتھ تشبہ ہر بات میں مکروہ نہیں فانا ناکل ونشرب کما یفعلون یعنی اسلیئے کہ ہم بھی اُسی طرح کھاتے پیتے ہیں جسطرح وہ کھاتے پیتے ہیں اور درمختار میں قید لگائی ہے کہ اگر ارادہ کرے آدمی اُنکے ساتھ مشابہت کا اور جس چیز میں مشابہت کرتا ہے وہ شرع میں مذموم بھی ہو اُسوقت تشبہ مکروہ ہے عبارت اُسکی یہ ہے فصل ۵ فان التشبیہ بھم لا یکرہ فی کل شیٔ بل فی المذموم وفیما یقصد بہ التشبیہ اور مسلم رکھا اس حکم کو شامی نے اور مولوی اسمٰعیل صاحب کی تحریر سے بھی رسالہ اثبات رفع یدین میں معلوم ہوتا ہے کہ اُنھوں نے مشابہت کے مکروہ ہونے میں قصد کو معتبر رکھا ہے یعنی جب اُنپر یہ اعتراض کیا گیا کہ ان ملکوں میں رفع یدین کرنے میں تشبہ روافض کے ساتھ لازم آتا ہے اُسکے جواب میں لکھتے ہیں لا نتحری تشبہ الفرق الضالۃ بل اتفقت الموافقۃ یعنی ہم رفع یدین میں ارادہ تشبہ فرقوں گمراہ کا نہیں کرتے بلکہ اتفاقاً موافقت لازم آجاتی ہے انتہی اب دیکھیئے کہ سیوم میں مسلمانوں کی غرض قصد مشابہت وارادہ موافقت ہنود ہے کیونکہ اگر یہ ہوتا تو اُنہی کی طرح یہ بھی سیوم کو کبھی روز سیوم اور کبھی چہارم کبھی پنجم کرتے جیسا کہ اوپر گذرا اور نہ تیسرے دن پڑھنا قرآن وکلمہ کا حدیث اور قرآن سے مذموم و ممنوع پھر منع کا حکم دینا کیسا اور علی قاری رحمہ اللہ شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں انا ممنوعون من التشبہ بالکفرۃ واھل البدعۃ المنکرۃ فی شعارھم لا منھیون عن کل بدعۃ ولو کانت مباحۃ سواء کانت من افعال اھل السنۃ او من افعال الکفرۃ واھل البدعۃ یعنی ہم کو مشابہت کافروں اور بدعتیوں کے ساتھ اُسی بات میں منع ہے جو اُنکے دین کا خاص تمغا اور پختہ علامت اُنکے فریق کی ہو اور نہیں منع ہر مباح بدعتوں میں اگرچہ وہ بدعتیں افعال اہل سنت وجماعت سے ہوں یا کافروں سے یا اہل بدعت سے انتہی اب خیال کرنیکا مقام ہے کہ تشبہ جو حدیث میں

منع ہے کسکے یہ معنی ہیں ۔ شرعاً پھر ہم کو قوم ہنود سے کسی بات میں مشابہت نہیں نہ قرآن پڑھنے میں نہ چنوں پر کلمہ پڑھنے میں یہاں تک کہ تیسرے دن کے تعین میں بھی شرکت نہیں کیونکہ اُنکے تعین بدلتے رہتے ہیں بباعث پیش آنے گرہ مذکور کے پس تشبہ لغوی وشرعی کسی طرح کا ہم کو اُنکے ساتھ نہیں والحمد للہ علی ذالک **لمعہ خامسہ فاتحہ چہلم وبستم ودہم وسبو فرستادن در مساجد** پہلے دستور تھا کہ مٹی کا گھڑا جسکو فارسی میں سبو اور عربی میں جرہ کہتے ہیں میت کی طرف سے مساجد میں بھیجا کرتے تھے نہ فقط ایک گھڑا بلکہ چند گھڑے علاوہ اُن گھڑوں کے جن سے غسل میت ہوتا ہے بھیجتے تھے وجہ اسکی یہ ہے کہ جب سعد بن عبادہ کی والدہ مر گئیں انھوں نے پوچھا یا رسول اللہ کونسا صدقہ بہتر ہے آپنے فرمایا پانی تب اُس نے ایک کنواں یعنی ایک چاہ تیار کرایا اور کہا هذه لام سعد یعنی یہ چاہ سعد کی والدہ کا ہے اسکو ثواب پہنچے یہ مشکوٰۃ میں حدیث ہے پھر ہر کوئی تو کنواں یعنی چاہ کھدوانے اور بنوانے کا مقدور نہیں رکھتا اسلیے مسلمانوں میں یہ قاعدہ ٹھہر گیا تھا کہ کورے گھڑے مسجد میں بھیجا کرتے تھے کہ حضرت نے پانی کو اچھا صدقہ فرمایا ہے اگر کنواں نہ بنایا جاوے گا گھڑا بھرا ہوا مسجد میں رہیگا کوئی اُس سے پیاسا پانی پیے گا کوئی وضو و غسل وغیرہ کے خرچ میں لاویگا ثواب ہوگا یہ اصل ہے گھڑا بھیجنے کی اور بھیجنا اس گھڑے کا مسجد میں یعنی اعانت اہل اسلام پر ہے اور جس شخص کو یہ مد نظر نہ ہو بلکہ اُسمیں رسوم جاہلیت ادا کرنے کا ارادہ باندھے رنگ سے نقاشی کرے وہ درست نہیں اور چالیس روز تک کھانا مساجد کے ملاؤں اور مساکین کو جو بھیجتے ہیں اُسکی وجہ یہ ہے کہ فقہانے لکھا ہے یستحب ان یتصدق عن المیت الی ثلثة ایام یعنی مستحب ہے کہ صدقہ دیا جاوے میت کی طرف سے تین دن اور بعضوں نے لکھا ہے الی سبعة ایام یعنی سات دن تک اور بعضوں نے اربعین تک یعنی چالیس دن لکھے ہیں یہ روایتیں خزانۃ الروایات اور شرح برزخ وغیرہ میں ہیں ینبغی ان یواظب علی الصدقة للمیت الی سبعة ایام وقیل الی اربعین فان المیت یشوق الی بیته یعنی چاہیے کہ سات دن تک ہمیشہ صدقہ دیا جاوے میت کی طرف سے اور بعضوں نے کہا کہ چالیس دن تک کیونکہ میت آرزومند اور مائل ہوتا ہے اپنے گھر کی طرف انتہی اور شاہ عبد العزیز صاحب نے بھی لکھا ہے تفسیر عزیزی میں کہ موت کے بعد اپنے ابنا جنس کی طرف تکاؤ باقی رہتا ہے زندوں کی مدد مُردوں کو خوب پہنچتی ہے اور وہ امیدوار رہتے ہیں صدقات اقربا وغیرہ کے غرض کہ اس قسم کی روایات کے سبب آدمی چالیس دن تک برابر روٹی محتاج کو میت کی طرف سے دیتے ہیں باقی رہا چہلم وغیرہ تو

چالیس روز تک کھانا دینا

صورت اُس کی یہ ہے کہ جو صاحب اسکو منع کرتے ہیں اُن کی چند دلیلیں ہیں اول اُن کا حال معلوم کرنا چاہیئے بعد ازاں وجہ جواز سُننی چاہیئے **دلیل اوّل** عبارت شرح منہاج نووی شافعی کی ہے جو سیف السنۃ کے صفحہ ۱۰۴ و ۱۰۵ میں ہے الاجتماع علی المقبرۃ فی الیوم الثالث وتقسیم الورد والعود واطعام الطعام فی الایام المخصوص کالثالث والخامس والتاسع والعاشر والعشرین والاربعین والشھر السادس والسنۃ بدعۃ ممنوعۃ جواب اسکا یہ ہے کہ شرح منہاج میں دو امر کا ذکر ہے ایک تو جمع ہونا تیسرے دن مُردہ کی قبر پر اور وہاں جاکر گلاب کے پھول اور عود یعنی اگر کی بتیاں وغیرہ حاضرین مجلس پر تقسیم کرنا سو اُسکا ذکر تو بیان سویم میں گذر چکا نصاب الاحتساب سے کہ لوگوں نے نہایت تکلفات بیہودہ ایجاد کیے تھے اور وہ تکلفات بھی کرتے تھے گو نیت پر لیس ممنوع ہونا اُس کا صحیح ہے چنانچہ ہم خود اسکی ممانعت پر تصریح کر چکے اور جن بعض آدمیوں نے ایسی رسمیں ایجاد کی تھیں بعد منع علماء کے چھوڑ دیں اب یہ رسم نہیں دوسری بات شرح منہاج سے یہ نکلی کہ کھانا تیسرے دن اور پانچویں اور نویں دسویں بیسویں چالیسویں دن چھٹے مہینے برسویں دن بدعت منع ہے سو ظاہر یہ ہے کہ کھانا ان ایام میں قبر مُردہ پر جاکر کھلاتے تھے فتاوی بزازیہ میں تصریح ہے قبر پر کھانا لیجانے کی دیکرہ نقل الطعام الی القبر فی المواسم لفظ مواسم جمع ہے موسم کی اور موسم لغت میں کہتے ہیں ایک چیز کے وقت کو اور جمع ہونے کی جگہ کو کذا فی المنتخب وغیرہ پس معنی یہ ہوئے کہ مکروہ ہے کھانا لیجانا قبر مُردہ پر ایام مقررہ میں اُس سے مراد معلوم ہوا کہ تیسرے نویں دسویں دن اور چھماہی اور برسی اور ایام عید وشبرات وغیرہ میں جو کہ یہ ایام واسطے فاتحہ اموات کے معیّن ہیں اہل اسلام میں بعضے آدمیوں نے بعض شہروں میں کھانا قبر پر لیجانا اور اُسی جگہ جاکر کھلانا رسم کر لیا تھا اُسکو اہل فتوی نے منع کیا اور نصاب الاحتساب سے بھی اسکی تصدیق ہوتی ہے کہ لکھا ہے ویشربون الشربۃ عند القبور وفی الحدیث الاکل فی المقابر یقسی القلب یعنی پیتے ہیں شربت قبروں کے پاس حالانکہ حدیث میں آیا ہے کہ کھانا قبرستان میں سخت کر دیتا ہے دل کو پس علماء دین نے وجہ ممنوع اور مکروہ ہونے کی مخالفت حدیث شریف کی بیان کی ہے کہ احادیث سے قبروں پر کھانا پینا منع ہے یہ نہیں لکھا کہ یہ کھانا بباعث خاص کر لینے دن کے مکروہ ہے اور ظاہر ہے کہ ان ملکوں میں جو فاتحہ دسویں بیسویں چالیسویں وغیرہ کی کرتے ہیں مقابر پر نہیں کرتے تو وہ جائز ہوئی **دوسری دلیل** فتاوی بزازیہ کی عبارت ہے جو کہ مستملی شرح منیۃ المصلی

میں منقول ہے ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی المقابر فی المواسم واتخاذ الدعوۃ لقراءۃ القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم او لقرأۃ سورۃ الانعام او الاخلاص اس عبارت سے تین مسئلے پیدا ہوئے ایک یہ کہ مکروہ ہے کھانا تیار کرنا میت کا پہلے دن اور تیسرے دن اور ہفتہ کے بعد یعنی آٹھویں دن جواب اسکا یہ ہے کہ اسمیں دسویں بیسویں چالیسویں کا نام بھی نہیں پھر یہ عبارت کس طرح چہلم وغیرہ کی ممانعت پر دلیل ہو سکتی ہے اور اگر اجتہاد کر کے قیاس قایم کرو کہ جسطرح بزازیہ میں اُن ایام کو منع کیا ہے ہم ان ایام کو منع کرتے ہیں تو اسکو بھی ہم رد کرتے ہیں دو وجہ سے ایک وجہ یہ کہ خود شارح منیۃ المصلی نے عبارت بزازیہ نقل کر کے اُسکو رد کیا ہے اور اُس کھانے کا مکروہ ہونا مسلم نہیں رکھا اور یہ لکھا ہے ولا یخلو عن نظر لانہ لا دلیل علی الکراھۃ یعنی مکروہ کہنا اس کھانے کو خالی بحث سے نہیں اسواسطے کہ کوئی دلیل کراہت پر نہیں الی آخرہ پس جبکہ خود شارح منیۃ المصلی نے کراہت کو مسلم نہ رکھا ہم بھی مسلم نہیں رکھتے معلوم نہیں جن حضرات نے یہ عبارت بزازیہ کی شرح منیہ سے نقل فرمائی تو ایک سطر کے بعد شرح منیہ میں اُسپر اعتراض لکھا تھا کیوں نقل نہ فرمایا دوسری وجہ رد استدلال مانعین کے لیئے یہ ہے کہ اگر طعام ایام مخصوصہ کی کراہیت موافق کلام بزازیہ کے مسلم بھی رکھیں تو وہ کراہیت خاص اُس کھانے کے لیئے ہو سکتی ہے جسکو وارثان میت بعض ملکوں میں فخریہ طور پر کرتے ہیں اور جس طرح شادی عروسی وغیرہ میں شان اور فخر کے ساتھ کھانا کھلانے کا دستور ہے اُسی طرح میت کا کھانا تکلف اور زینت سے اغنیا اور امیروں اور عزیز قریبوں کنبے والوں کو کھلاتے ہیں جسطرح محدث دہلوی اور فقیہ شامی کے کلام سے عنقریب دلیل تیسری میں نقل کیا جاویگا لیکن اسکی ممانعت بھی ایسی ہے کہ اس عبارت سے سمجھ لو جو مجموعہ فتاوی عالمگیری کی جلد خامس باب الہدایا والضیافات میں لکھا ہے لایباح اتخاذ الضیافۃ ثلثۃ ایام فی ایام المصیبۃ واذا اتخذ لاباس بالاکل منہ بعض علما اسمیں تشدد زیادہ کرتے ہیں بعض کم اور فتاوی قاضی خان جلد اول فصل فی المسجد میں یہ مسئلہ لکھا اور کراہت کو مقید کیا کہ مکروہ جب ہے کہ میت کے ترکہ سے کھانا پکایا جائے اور وارث صغیر سن نابالغ ہویا بڑا ہوا اور غائب ہو عبارت یہ ہے ویکرہ اتخاذ الضیافۃ فی المصیبۃ من الترکۃ ان کان الوارث صغیرا او کبیرا غائبا اور صاحب بزازیہ نے جو منع کیا ہے تو اُس طرح کے کھانے کو منع کیا ہے جو شادی کی طرح ہو دلیل اسکی خود کلام صاحب بزازیہ ہے جو شرح منیۃ المصلی میں اسی مقام پر مرقوم ہے وان اتخذ طعاما للفقراء

کان حسنًا یعنی اگر غریب آدمیوں کے لیئے کھانا تیار کریں اچھی بات ہے اگر صاحب بزازیہ کے نزدیک کراہت طعام مذکورہ بباعث تعین ایام ہوتی تو یوں لکھتا وان اتخذ ولا الطعام فی غیر الایام المخصوصۃ کان حسنا یس صاف معلوم ہو گیا کہ صاحب بزازیہ کے نزدیک کراہت بباعث تخصیص ایام نہیں بلکہ اسلیے کہ وہ لوگ غریبوں کو نہیں کھلاتے تھے اپنے دوست آشنا اغنیا کو کھلاتے تھے رسمًا اسواسطے کہا کہ صاحب بزازیہ نے کہ اگر کھانا تیار کریں واسطے غریبوں کے کہ اچھی بات ہے اور جناب مولٰنا شیخ محمد محدث تھانوی مرحوم جو مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے اُستاد ہیں اُنھوں نے اپنی کتاب انوار محمدی میں چند فتاوی مرقومہ خاص مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی کے جمع کیئے ہیں از انجملہ یہ فتوی بھی صفحہ ۴۰ مطبوعہ مطبع ضیائی میرٹھ میں ہے

سوال ہشتم آنکہ خوردن طعام روز سیوم و دہم و چہلم وغیرہ از اہل میت **جواب** محتاج را منع نیست انتہی دیکھیے مولوی اسمٰعیل صاحب نے فتاوی بزازیہ کی تصدیق کر دی یعنی جو کھانا فقرا کے لیئے ہو وہ حسن ہے اور اہل علم کو یہ بات مؤلف براہین قاطعہ صفحہ ۱۱۲ کی قابل دید ہے آپ فرماتے ہیں پہلی روایت بزازیہ کی کتاب الجنائز کی ہے اور دوسری کتاب الاستحسان کی پھر کس طرح استثنا درست ہوا انتہی کیوں صاحب اگر ایک ہی مسئلہ دو باب میں ہو تو استثنا ایک کا دوسرے سے کیوں صحیح نہ ہوگا کتب فقہ و احادیث اس سے بھری ہوئی ہیں لیکن ہم آپکی خوشنودی کے لیئے ایک ہی جگہ دونو مطلب دکھائے دیتے ہیں لیجیے فتاوی قاضیخان کی کتاب الحظر والاباحۃ ملاحظہ کیجیے ویکرہ اتخاذ الضیافۃ فی ایام المصیبۃ لانہا ایام تاسف فلا یلیق بہ ما یکون للسرور وان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنًا دیکھیے یہاں دونوں مسئلہ موجود ہیں یعنی ایام مصیبت میں ضیافت برادرانہ تکلفی مثل شادی نکرے کیونکہ وہ سرور میں ہوتی ہے پس مصیبت میں نہ چاہیئے پھر استثنا رکیا یعنی دوسرا مسئلہ بیان کیا کہ اگر فقرا کے لیئے کھانا پکاوے گا تو حسن ہے اب مرد منصف کو چاہیئے کہ خدا سے ڈر کر ان دلائل پر نظر کرے اور زبان درازی اور سخن پروری سے تائب ہو وما علینا الا البلاغ **دوسرا مسئلہ** منجملہ تین مسئلوں کے عبارت بزازیہ سے یہ معلوم ہوا کہ کھانا میت کی قبر پر لیجانا مکروہ ہے یہ بات ہمپر حجت نہیں ان ملکوں میں یہ رسم ہی نہیں **تیسرا مسئلہ** یہ نکلا کہ قاریوں اور حافظوں کو ختم قرآن کے واسطے جمع کرنا مکروہ ہے سو تحقیق اسکی یہ ہے کہ اگر اہل اسلام جمع ہو کر قرآن پڑھیں برائے خدا اور میت کو بخشدیں اسکا حکم ائمہ مجتہدین اور علمائے محققین اور اجماع اہل دیانت و صلاح سے اور مولوی اسحٰق صاحب کے کلام سے ہم ثابت کر چکے کہ وہ ہرگز

مکروہ نہیں پس بالضرور مراد صاحب بزازیہ کی یہ ہے کہ موافق رسم بعض ملکوں کے اگر حافظوں کو
مزدوری دیکر قرآن پڑھوا دیں یہ البتہ مکروہ ہے اسکی تصدیق کتب فقہ میں موجود ہے شامی نے باب
الاجارہ میں لکھا ہے قال تاج الشریعۃ فی شرح الھدایۃ ان قراءۃ القرآن بالاجرۃ لا یستحق
الثواب لا للمیت ولا للقاری وعن شیخ الاسلام ان القاری اذا قرأ القرآن لاجل المال
فلا ثواب لہ فای شیء یھدیہ الی المیت انتہی کلام الشامی ملخصاً یہ جو لشکروں اور چھاونیوں اور
بعض شہروں میں قرآن اس طرح پڑھواتے ہیں کہ روپیہ کے تین قرآن یا چار قرآن کے حساب سے یا کچھ سپارہ کا
روزمرہ ٹھہرا کر اسکا ٹھیکہ کر دیتے ہیں اس طرح قرآن شریف سیکھنے کے واسطے پڑھوانا منع ہے اور صفحہ بارہ
سیف السنہ میں جو عبارتیں طریقہ محمدیہ اور قرطبی کی نقل کی ہیں ان میں بھی مراد وہی مزدوری کے طور پر
قرآن پڑھنا ہے اسلیئے کہ اسوقت میں بعض ملکوں میں یہی دستور تھا اور خود طریقہ محمدیہ کی عبارت سیف
السنہ میں ہے والماخوذ منہا حرام للآخذ وھو عاص بالتلاوۃ والذکر لاجل الدنیا اور بعض
علماء نے جو قبر پر قرآن پڑھوانے کی اجرت جائز رکھی ہے انھوں نے قبر پر آنے اور جانے کی محنت اور اسقدر
پابند ہو کر بیٹھنے کی اجرت سمجھ کر جائز کیا ہے اجرت قرآن کی نہیں وہ گویا ہدیہ ہے قاریوں کی طرف سے
پس فتاوی بزازیہ کی عبارت سے کراہت ان باتوں کی ثابت ہوتی ہے قرآن مزدوری دیکر ختم کرانا مردہ
کی قبر پر کھانا لیجانا پہلے تیسرے آٹھویں دن ضیافت اغنیا و احباب کے لیئے بطور فرحت و سرور کھانا
پکانا مکروہ ہے اور جسطرح ہمارے ملکوں میں رائج ہے یعنی طعام دسویں اور بیسویں اور چالیسویں کے
حق میں جو خالصاً للہ پکا کر محتاجوں اور رہالوں کو اپنے گھر بلا کر کھلا دیں ہرگز ہرگز کراہت یا حرمت اسکی
عبارت بزازیہ سے نہیں ثابت ہوتی بلکہ استحسان اور عمدگی ظاہر ہو گئی ہے کیونکہ اس نے اور قاضیخان نے
لکھدیا فان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا اور صاحب سیف السنہ اور انکے والد بزرگوار نے جو فقرہ
چونکہ حضرت کے مخالف مطلب تھا نقل نہ کیا لا تقربوا الصلوۃ پڑھ کر وانتم سکاری پر زبان پر بند کر لی تحقیق
انیق روایت کی عاصم بن کلیب نے اپنے باپ سے اس نے ایک صحابی انصاری سے رضی اللہ عنہ قال خرجنا
مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی جنازۃ فرأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو علی القبر یوصی الحافر
یقول اوسع من قبل رجلیہ اوسع من قبل راسہ فلما رجع استقبلہ داعی امرأتہ فاجاب ونحن معہ فجیء
بالطعام فوضع یدہ ثم وضع القوم فاکلوا فنظرنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلوک لقمۃ فی فیہ ثم قال

اجد لحم شاة اخذت بغیر اذن اھلھا فارسلت المرأۃ تقول یارسول اللہ انی ارسلت الی النقیع وھو موضع یباع فیہ الغنم لیشتری لی شاة فلم توجد فارسلت الی جارلی قد اشتری شاة ان یرسل بھا الی بثمنھا فلم یوجد فارسلت الی امرأتہ فارسلت الی بھا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اطعمی ھذا الطعام الاسری رواہ ابوداؤد والبیہقی فی دلائل النبوۃ کذا فی المشکوۃ فی باب المعجزات کہا اس صحابی انصاری نے رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے ایک جنازہ پر میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر پر فرماتے تھے گورکن سے کہ پاؤں کی طرف سے قبر کو فراخ کر اور سر کی طرف سے فراخ کر پھر جب بعد دفن آپ واپس ہوئے اس میت کی بی بی نے آدمی بھیجا کہ کھانا تیار ہے نوش جان فرمائیے آپنے قبول فرمایا اور ہم جماعت آپکے ساتھ تھے وہاں گئے کھانا سامنے آیا اپنے دست مبارک اپنا کھانے کی طرف بڑھایا پھر سب جماعت قوم نے بڑھایا اور کھایا پھر ہم نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ آپ لقمہ چباتے تھے دہان مبارک میں اور نگلتے نہیں پھر آپنے ارشاد فرمایا کہ میں جانتا ہوں یہ گوشت ایسی بکری کا ہے کہ جو مالک کی بے اجازت لیگئی ہے عورت نے مالک کے پاس یہ کہکر بھیجا کہ یارسول اللہ میں نے آدمی نقیع میں بھیجا جہاں بکریاں بکتی ہیں تاکہ بکری مول آجاوے لیکن نہ ملی تب میں نے اپنے ہمسایہ کے پاس آدمی بھیجا کہ جو اس نے بکری خریدی ہے وہ مجکو بقیمت بھیجدے اتفاق سے وہ ہمسایہ بھی گھر نہ تھا پھر میں نے اسکی بی بی کے پاس بھیجا اُس نے بے اذن خاوند کے بکری میرے پاس بھیجدی تب فرمایا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کھلاؤ یہ کھانا قیدیوں کو شیخ عبدالحق وغیرہ محدثین لکھتے ہیں کہ وہ قیدی لوگ کفار تھے کہ دائرہ تکلف شرعی سے خارج تھے اور وہ خاوند اُسکا نہ ملا تھا تاکہ اسکا اذن لیا جاتا اور مسلمان کھالیتے روایت کیا اس حدیث کو ابوداؤد نے اور بیہقی نے دلائل نبوت میں یہ مشکوۃ کے باب المعجزات میں ہے اور کہا علامہ ابراہیم حلبی نے شرح کبیر منیہ میں کہ روایت کیا اس حدیث کو امام احمد نے ساتھ اسناد صحیح کے انتہیٰ پس اس حدیث صحیح سے ثابت ہوا کہ اہل میت کی دعوت قبول کرنی جائز ہے اور جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی سب جماعت کے ساتھ کھانا کھانے کے لیے بیٹھے تو یہ ثابت ہوا کہ اگر کوئی غنی بھی جو مصرف صدقہ نہیں ایسی دعوت میں شریک ہو جاوے درست ہے پس مبنی جواز کا اس بات پر رہا جب اہل میت کھانا تیار کرے نہ واسطے ریا و سمعہ کے بلکہ بنظر ثواب و قربت وہ جائز ہے مولینا شاہ عبدالغنی محدث رحمۃ اللہ علیہ نے جن سے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے حدیث پڑھی ہی کتاب انجاح الحاجہ

شرح ابن ماجہ میں لکھتے ہیں واما صنعۃ الطعام من اہل المیت اذا کانت للفقراء فلا بأس به لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل دعوۃ المرأۃ التی مات زوجہا کما فی سنن ابی داؤد یعنی کھانا تیار کرنا اہل میت کا جب متجز ثواب فقراء کے لیئے ہوئے کچھ مضائقہ نہیں اسلیئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول کی دعوت اُس عورت کی کہ جسکا خاوند مرگیا تھا جیسا کہ سنن ابی داؤد میں ہے یعنی وہ حدیث عاصم بن کلیب کی جسکا حال اوپر لکھا گیا اور لکھا ملا علی قاری نے مرقات شرح مشکوٰۃ میں ھذا الحدیث بظاہرہ یرد علی ما قررہ اصحاب مذھبنا من انه یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع یعنی یہ حدیث عاصم بن کلیب کی ظاہر کُھلے طور پر رد کر رہی ہے اُس مسئلہ کو جو ہمارے مذہب والوں نے قرار دیا ہے کہ کھانا تیار کرنا پہلے روز اور تیسرے دن اور ہفتہ بعد مکروہ ہے اس کے بعد علی قاری نے اپنے مذہب والوں کی وجہ بیان کی کہ وہ خلاف حدیث کیوں حکم دیتے اُن کا حکم محمول ہے ایسے مقامات پر کہ جسکے وارثوں میں کوئی چھوٹا لڑکا نابالغ ہو یا یہ کہ بالغ ہو لیکن غائب ہو وہاں موجود نہو یا موجود ہو لیکن اُس کی رضامندی نہیں معلوم ہوتی اور کیا جائے یہ کھانا خاص مال ترکہ سے اور کیا ہوئے کسی ایک معین وارث نے اپنے مال سے عبارت مرقات علی قاری کی یہ ہے یحمل علی کون بعض الورثۃ صغیرا او غائبا او لم یعرف رضاءہ او لم یکن الطعام من عند احد معین من مال نفسہ اور آخر عبارت میں لکھا و نحو ذلک یعنی جیسے یہ عذر ہم نے بیان کیئے ایسے ہی اور عذر مثل ریا و سمعہ وغیرہ کے جب پیش آئینگے اُن کے سبب کھانا میت کا منع کیا جائیگا ہمارے اصحاب مذہب کی غرض یہ ہے نہ یہ کہ اہل میت کا دعوت کرنا اگر محض ثواب کے لیئے اور موانع مذکورہ سے خالی ہو تب بھی مکروہ ہے حاشا و کلا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جس فعل کے فاعل ہوئے ہوں وہ ہرگز مکروہ نہیں الحاصل باقرار محدثین یہ حدیث عاصم بن کلیب در باب جواز طعام اموات ایک اصل عظیم ہے اور تعیین دہم اور بستم وغیرہ کے لیئے ایک اصل عظیم سابق گذر چکی کہ جسطرح وعظ کے لیئے بباعث بعض مصالح دن معین کیا گیا اسی طرح صدقہ اموات کے لیئے بھی بباعث بعض مصالح تعیین یوم واقع ہوا جائز علیہ یہ فاتحات مروجہ ہندوستان موافق ادلہ شرعیہ مسلمہ اہل سنت و جماعت نہایت صحیح ہیں اور جو لوگ انکو رد کرتے ہیں بباعث اثر جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے کہ جسکو امام احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے قال کنا نعد الاجتماع الی اہل المیت وصنعہم

الطعام من النیاحۃ یہ دلیل کئی وجوہ سے مخدوش ہے **اولاً** یہ کہ مقدمہ شرح مسلم میں ہے کہ جب صحابی یوں کہے کہ ہم ایسا کیا کرتے تھے یا ایسا کہا کرتے تھے تو اسکی دو تفصیل ہیں اگر وہ یہ کہے کہ زمانہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہم ایسا کرتے تھے تو وہ حدیث مرفوع ہے ورنہ موقوف ہے اس قول کو جمہور محدثین واصحاب فقہ واصول کا قول لکھا ہے پھر لکھا ہے کہ ہذا ہو المذہب الصحیح الظاہر بنا بر علیہ قول جریر بن عبداللہ جو مضاف طرف زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں موقوف ہوا اور حدیث موقوف حجت نہیں جیسا کہ میر سید شریف رسالہ اصول حدیث میں فرماتے ہیں الموقوف وہو مطلقا ما روی عن الصحابی من قول او فعل متصلا کان او منقطعا وہو لیس بحجۃ علی الاصح اور ملا محمد طاہر نے مجمع البحار کے خاتمہ جلد ثالث میں لکھا والموقوف ما روی عن الصحابی من قول او فعل متصلا و منقطعا وہو لیس بحجۃ پس یہ حدیث موقوف جریر بن عبداللہ کی حجت نہیں حالانکہ معارض ہے اسکو حدیث صحیح مرفوع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی **ثانیاً** معنی حدیث جریر کے یہ ہوئے کہ ہم نیاحت میں شمار کیا کرتے تھے اسیات کو کہ لوگ جمع ہو دیں اہل میت کے پاس اور وہ انکے لیئے کھانا تیار کریں انجاح الحاجہ شرح ابن ماجہ میں اسکی تفسیر یہ لکھی ہے نعد وزرہ کوزر النوح یعنی اسبات کا گناہ ہم ایسا شمار کیا کرتے تھے جیسا نوحہ میں گناہ ہوتا ہے اور نوحہ کا مسئلہ یہ ہے کہ شرح کبیر منیہ میں ہے ویحرم النوح یعنی حرام ہے نوحہ کرنا اور ابو داؤد میں ہے لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم النائحۃ والمستمعۃ یعنی لعنت کی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنیوالے پر اور رغبت سے نوحہ سننے والے پر تو معلوم ہوا کہ اس اجتماع اور طعام میں آدمی مرتکب حرام اور مستحق لعنت ہوتا ہے بھلا اگر یہ بات صحیح ہوتی تو کس طرح ارباب فتاویٰ بزازیہ و قاضیخان وغیرہما فتویٰ دیتے کہ اگر غریبوں کے واسطے اہل میت کھانا تیار کریں تو اچھی بات ہے اور کس طرح تشریف لیجاتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مع اصحاب اُس عورت کے بلانے سے جسکا خاوند مر گیا تھا کیونکہ ان دونوں صورتوں میں اجتماع الی اہل المیت اور تیار کرنا کھانے کا جسکو منکرین حرام اور مستحق لعنت لکھتے ہیں دونو باتیں موجود ہیں اور بڑی شوخی کی اس مقام پر مؤلف براہین قاطعہ نے کہ صفحہ ۹ سطر ۱۰ میں تحت حدیث جریر ابن عبداللہ لکھا (اس حدیث میں اجتماع کو مطلق فرمایا ہے کوئی قید نہیں کہ کس واسطے جمع ہونا تھا خواہ محض تعزیت مکررہ کے واسطے خواہ قرآن پڑھنے کو اور مطلق کو مقید کرنا بالرای حرام ہے اور طعام بھی مطلق ہے) بھلا جب اجتماع مطلق رہا جمیع اجتماعات کو شامل اور طعام بھی مطلق رہا سب افراد طعام کو

شامل تو دیکھئے یہ کج فہمی مولف براہین کی کہاں کہاں پہنچے گی صورتیں مذکورہ بالا ملاحظہ کرنی چاہئیں
ثالثاً فقہاء رحمہم اللہ نے اُس اجتماع اور طعام کو موت کے وقت مکروہ رکھا ہے جیساکہ علامہ حلبی نے شرح
کبیر میں حدیث جریر کو لکھا ہے وانما یدل علی کراھۃ ذلک عند الموت فقط اور حدیث عاصم
بن کلیب میں حضرت کا دعوت قبول کرنا بعد دفن میت کے تھا تو اس صورت میں شبہ تعارض ادلہ کا
بھی دفع ہوگیا اور ہمارے ارباب مذہب نے جو بعد دفن بھی چند روز تک اطعام طعام کو منع کیا ہے
اُسکا بیان فتاوی قاضیخان سے اور عنقریب مرقاۃ علی قاری سے گذر چکا کہ اس منع کی شکلیں اور
محض قربت و ثواب کی نیت سے منع نہیں بلکہ فتاوی میں ہے کہ سات روز تک یا یوم موت سے
یا چالیس روز تک میت کی طرف سے برابر صدقہ کیا جائے جیساکہ اوپر بیان ہوچکا اور فقراء کے لیئے
طعام کا حسن ہونا بھی گذر چکا رابعاً علی قاری نے مرقاۃ میں اُس اجتماع اور صنع طعام کی شرح
اس طرح پر لکھی ہے فینبغی ان نقید کلامھم بنوع خاص من اجتماع یوجب استحیاء اھل المیت
فیطعموھم کرھا یعنی ہم کو چاہیئے کہ نہ مطلق رکھیں اس اجتماع کی منع کو بلکہ مقید کردیں کلام ارباب
فتاوی مستندہ حدیث جریر کو ایسا سمجھ کہ اجتماع خاص کے ساتھ آدمی خواہی نخواہی جمع ہوجائیں اور
وارثان میت انکو شرما شرمی سے کھلائیں جبراً و کرہاً تو یہ اجتماع البتہ درجہ حرمت میں اور مستحق
لعنت ہوگا جو گناہ نوحہ کے برابر گنا گیا ہے اس صورت میں الف لام الاجتماع کا حدیث جریر میں عہد
کے لئے ہے مؤلف براہین نے جو سیوم کے اجتماع اور تقسیم نخود کو اور اسی طرح دہم و بستم و چہلم
وغیرہ کے اجتماعات و اطعامات کو حدیث جریر بن عبداللہ میں داخل کیا اور اُن کے سب ہم مشرب
اگلے پچھلے داخل کرتے ہیں اور اس کو بڑی قوی دلیل لوہے کی لاٹ سمجھ رہے ہیں معلوم ہوچکا
تحقیقات مذکورہ بالا سے کہ بالکل بے اصل ہے اسلیئے کہ سیوم میں اجتماع للقراءۃ ہے وہ بالاجماع
جائز جیساکہ عینی وغیرہ سے گذر چکا اور تقسیم نخود و شیرینی وغیرہ سیوم میں اور اطعام طعام دیگر
فاتحات میں نہ استحیائے شرما شرمی سے ہے جو ملا علی قاری نے اثر جریر بن عبداللہ سے ثابت کیا کہ
لوگ خواہی نخواہی وارثان میت کے گرد ہوگئے اور حلقہ مارکر بیٹھ رہے بلکہ خود ورثہ میت نے
ملانوں اور مصلیوں کو دعوت کرکے بنظر قربت و ثواب بلایا ہے جو لوگ اُس جلسہ میں غربا ہیں اُنکے
دینے میں ثواب صدقہ اور جو کوئی غنی ہیں اُن میں ثواب فعل معروف موجود ہے جسطرح نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم جماعت صحابہ میں اُس عورت کے گھر جسکا خاوند مر گیا تھا موجود تھے فما منشا
اثر جریر میں اجتماع اور صنع طعام دونوں فعل ہیں اور فعل جب ہوگا لابد کسی زمانہ میں ہوگا وہ زمانہ
اس اثر میں محدود نہیں بلکہ وقت وفات میت سے لیکر جب تک وارثان میت زندہ رہیں اُس وقت
تک کو شامل ہے پس حرج عظیم لازم آئیگا اسلیئے کہ جب اجتماع مولف براہین نے مطلق لیا کہ خواہ
کسی واسطے آدمی جمع ہوں اور تقیید بالرائے حرام ہے اب ہم کہتے ہیں کہ زمانہ بھی مطلق ہے خواہ کبھی
آدمی جمع ہوجائیں تو لازم آئینگی دو قباحتیں **ایک** یہ موت میت کے بعد سے ابدًا اہل میت کے گھر
اجتماع اور اطعام طعام خواہ کسی وجہ سے ہو ممنوع اور حرام ہوگیا اور یہ بڑی حرج کی بات ہے اسی سبب سے
علامہ حلبی نے اسکو مخصوص کردیا وقت موت کے ساتھ کہ وہ وقت تاسف اور وقت مشغولی تکفین وغسل وغیرہ
کا ہے اور بعد دفن کا حکم اس سے خارج رہا عبارت انکی شرح حدیث جریر میں یہ ہے وانما یدل علی کراھۃ
ذلک عند الموت فقط یعنی یہ حدیث جریر فقط موت ہی کے وقت صنع طعام واجتماع کی کراہت تحریمیہ
پر دلالت کرتی ہے لاغیر **دوسری قباحت** یہ کہ جب زمانہ مطلق رہا تو جمیع افراد یعنی ایام معینہ وغیر
معینہ کو شامل ہوگا المطلق یجری علی اطلاقہ کلیہ مسلم الثبوت ہے تو جس طرح ایام معینہ کے فاتحات
میں اجتماع وصنع طعام ہوگا اسی طرح ایام غیر معینہ کے اطعام مساکین میں بھی یہی دو نو باتیں موجود ہونگی
الاجتماع الی اھل المیت وصنعھم الطعام پس جس دلیل سے ایام معینہ کے کھانے کو منع کرتے ہو
اسی دلیل سے ایام غیر معینہ میں اطعام مساکین مکروہ وحرام مثل نوحہ ٹھہریگا مانعین اچھا اعتراض نکالا
جھونکا لائے کہ اپنی مشت خاک بھی اُڑا لیگئے الحاصل صاحب شرح کبیر منیہ کی نظر بہت صحیح ہے اور اس نظر پر جو فقیہ
شامی نے نظر فرمائی ہے اُسکا بعض مضمون مثلاً یہ عبارت فانہ واقعۃ حال لا عموم لھا مع احتمال سبب
خاص بخلاف ما فی حدیث جریر علے انہ بحث فی المنقول فی مذھبنا ومذھب غیرنا کالشافعیۃ
مخالف قرار داد علمائے متقدمین مثل علی قاری وغیرہ کی ہے کیا ضرور ہے کہ فعل رسول صلی اللہ علیہ وسلم صحیح اسناد سے
پہنچا ہوا کہ جسکی بابت ارشاد ہے وما اتاکم الرسول فخذوہ بلا معارض مرفوع صحیح واقعہ حال ٹھہرا کر ترک کردیا جائے
اور اسکے مقابل میں ایک صحابی کا اثر جو موقوف انہی پر ہے قانون کلی تجویز کیا جائے اور طرفہ ماجرا یہ ہے کہ دونوں میں
تعارض بھی نہیں جو حدیث عاصم بن کلیب میں ثابت ہوا وہ بنظر قربت وثواب ہے اُسکو ہمارے اصحاب جائز
رکھتے ہیں اور جو حکم اثر جریر ابن عبد اللہ میں ہے وہ استحیا وسمعہ وریا موانع مذکورہ بالا کے سبب ہے اُسکو ہمارے

ارباب فتاوی منع کرتے ہیں پس منقول فی المذہب میں بحث نہوئی اور شافعیہ وغیرہ کا مذہب ہمیر حجت نہیں اس سبب سے عاجز راقم السطور نے سابقاً انوار ساطعہ میں فقط کبیری کی نظر کو ذکر کیا اور شامی کی نظر کو بیان نہ کیا تھا کہ وہ خود منظور فقیہ تھی اور اس مضمون کے بعد جو فقیہ شامی نے وجہ کراہت میں مناکیر بیان کی ہیں وہ ہمارے اور علامہ حلبی وغیرہ کے خلاف نہیں بلکہ عین موافق ہیں یعنی ورثہ کا صغیر یا غائب ہونا اور سامان فرحت وسرور مثل بجانے طبل اور تغنی وغیرہ کے افعال قبیحہ کرنا وجہ کراہت تحریم ضیافت متعلقہ اموات کے ہے یہ ہرگز نہیں کہ بنظر ثواب کھانا پکانا اور اجتماع ہونا فقط یہی دو امر مندرجہ حدیث جریر موجب کراہت وتحریم ہوں یہ تعلیلات متاخرہ شامی کے بالکل فقہاء احناف کے موافق ومطابق ہیں اور شاہ عبد الغنی دہلوی موصوف الصدر کا بیان بھی یہی ہے کتاب شفاء السائل میں وطعام پختن مثل شادی وجمع شدن درخانہ میت مثل اجتماع شادی مکروہ است اور یہی مطلب ادا کیا ہے انھوں نے اپنی دوسری کتاب انجاح الحاجہ شرح ابن ماجہ میں واما اذا کان للاغنیاء والاضیاف فممنوع مکروہ لحدیث احمد وابن ماجۃ کنا نری الاجتماع وصنعۃ الطعام الی آخرہ یعنی جب وہ کھانا مخصوص اغنیاہی کے لئے ہوا اور اُن لوگوں کے لئے جو خواہی نخواہی آکر جمع ہوگئے ہیں تو وہ ممنوع اور مکروہ ہے پس شاہ صاحب موصوف نے صاف بیان فرمادیا کہ ممنوع ومکروہ وہ شکل ہے جیسی مثل طعام شادی اجتماع اغنیا واضیاف کا ہوا اور یہ محمل حدیث جریر کا ہے اُنکے نزدیک اور جو بنظر ثواب ہو وہ جائز ہے وہ محمل ہے اُن کے نزدیک حدیث عاصم بن کلیب کا جیسا کہ انجاح الحاجہ سے اوپر نقل کیا گیا اور یہی مذہب ہے **تیسری دلیل** مانعین کی درباب چہلم وغیرہ یہ عبارت ہے کہ سیف السنہ کے صفحہ ۱۵ میں مرقوم ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے مقالۃ الوصیت یعنی وصیت نامہ میں فرمایا ہے دیگر از عادات شنیعہ ما مردم اسراف است در ماتم و چہلم وششماہی وفاتحہ سالینہ الی آخرہ میں کہتا ہوں اگر یہ لوگ عاقل ہوتے شاہ ولی اللہ کے کلام کو کبھی پیش نہ کرتے اسلئے کہ انہیں چہلم وغیرہ کے کھانے کو نہیں منع کیا انہیں تو اسراف کرنے کو عادات شنیعہ سے لکھا ہے اسراف کہتے ہیں بے اندازہ خرچ کرنے کو اور قرآن شریف میں ہے ولا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین اسراف کو کون درست کہتا ہے شاہ ولی اللہ صاحب کا منشا اُسکے بند کرنے میں بند کرنا اسراف کا ہے چنانچہ اُسکی برائی انھوں نے بیان کی ہے اور ہم بھی اُسکو برا کہتے ہیں اور اسراف لوگوں میں جس طرح کی مختلف مقاموں میں پیدا ہوگئی ہے علامہ شامی نے ضیافت اموات کی تہنا علت میں لکھا ہے یحصل عند ذلک

غالبا من المنکرات الکثیرۃ کایقاد الشموع والقنادیل التی لاتوجد فی الافراح وکدق الطبول والغناء بالاصوات الحسان واجتماع النساء والمردان واخذ الاجرۃ علی الذکر وقراءۃ القران الی آخرہ دیکھیے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موتی کے کھانوں میں قندیل اور شمعیں روشن کیجاتی تھیں اس طرح کہ محافل شادی میں بھی نہیں اور طبلہ بجتے ہیں اور گانا خوش آوازی سے ہوتا ہے عورتیں اور بے ریشہ لڑکے مِلتے ہیں جو کچھ قرآن پڑھتے ہیں اُسکی مزدوری لیتے ہیں یہ عبارت شامی نے باب الجنائز میں لکھی ہے معلوم ہوا کہ بعض جگہ ایسے اسرافات بھی جاری ہو گئے تھے اور اسی طرح جو خاص اپنے احباب اور برادران اغنیا میں حصص بطور تورہ بندی تقسیم کرتے ہیں غریبوں کو نہیں کھلاتے وہ بھی فی الجملہ اسراف اور خودنمائی میں داخل ہے چنانچہ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت جو مولوی اسحق صاحب نے مسائل اربعین کے سوال سی و ششم میں جامع البرکات سے نقل کی ہے و آنکہ بعد از سالی و ششماہی یا چہل روز درایں دیار پزند و در میان برادران بخشش کنند آنرا احیاجی گو یند چیزے داخل اعتبار نیست بہتر آن است کہ نخورند انتہی واضح ہو کہ شرح منہاج میں جو گذرا کہ ششماہی و سالیانہ وغیرہ کا کھانا مکروہ ہے اُسمیں ایک یہ بھی سبب ہے کہ جو مستحق اُس کھانے کے ہیں اُنکو نہیں کھلاتے اور کھانا اس طرح کا تکلفی پکاتے اور رسمیں طرح طرح کی زینتیں کرتے ہیں جسطرح شادی عروسی کے کھانے میں دستور ہے اور احباب کی ضیافت خوشی کرتے ہیں ایسے کھانے کو فقہا منع کرتے ہیں فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہے ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من اہل المیت لانہ شرع فی السرور لا فی الشرور یعنی الحزن وہی بدعۃ مستقبحۃ الی آخرہ اور حاشیہ خزانۃ الروایات میں ہے ولا ضیافۃ فی بیوت الموتی وہم فی اللحود یعنی احباب کی ضیافت تکلف اور زینت کے ساتھ اہل میت سے لینا اور کھانا مکروہ ہے کیونکہ یہ بات سرور میں جائز ہے موت میں کہ وہ کہاں یہاں تو شرور یعنی غم ہیں اور موتی کے گھروں میں ضیافت کیسی حال یہ کہ وہ قبروں میں پڑے ہیں واضح ہو کہ جس فقیہ کے کلام میں ممانعت ہے وہ ایسے قسم کے کھانے کی ممانعت ہے دلیل اسکی یہ ہے کہ تصریح بزازیہ وغیرہ میں موجود ہے وان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا اور جو لوگ تعینات کے ان فاتحات کو جائز رکھتے ہیں وہ سب شرط کرتے ہیں کہ محض اغنیا کو کھلا دینا ثواب صدقات میں معتبر نہیں چنانچہ تحفۃ النصائح میں ہے ؎ مسازی طعام مردہ چوں روز سیوم ہفتم چہل ﴿ باید دہی درویش را ورنہ نباشد معتبر ﴾ باقی رہی یہ بات کہ جب طعام بنظر ثواب اموات کیا گیا اور فقرا ہی کو

کھلایا لیکن کوئی غنی شخص بھی اسمیں شریک کئے گئے تو انکا بھی ثواب میت کو پہنچتا ہے یا نہیں یہ مسئلہ
ایک بار مولینا احمد علی محدث سہارنپوری مرحوم کے سامنے پیش کیا گیا کہ مولانا اسحٰق مرحوم کے مائۃ
مسائل سوال پنجاہ وہفتم میں لکھا ہے (طعامیکہ بہ نیت تصدق بر فقرا از اموات پزند تا ثواب آں باشیاں
رسد جز فقیراں نخورد چہ تصدق بر فقرا می باشد و ہدیہ مر اغنیا را) اور اسوقت مولینا موصوف الصدر کمیپ
میرٹھ کوٹھی شیخ الٰہی بخش خاں بہادر مرحوم میں کھانا گیارھویں کا تناول فرمارہے تھے موقع وقت بھی
یہی تھا کہ جناب مولینا بفضل حق سبحانہ بہت خوشحال و متمول و صاحب تجارت تھے اور وہ کھانا
ایصال ثواب روح پر فتوح حضرت غوث الثقلین قدس سرہ کے لئے تھا ارشاد فرمایا کہ اسکے معنی یہ ہیں
کہ اغنیا کے کھانے میں اُس درجہ کا ثواب نہیں پہنچتا جسطرح فقراء کے کھانے کا پہنچتا ہے اور یہ نہیں کہ اغنیا کے
کھانے کا بالکل ثواب نہ پہنچے اسلئے کہ اطعام الطعام اگرچہ اغنیا ہی کو ہووے منکرات سے نہیں بلکہ معروفات
شرعیہ سے ہے اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ کل معروف صدقۃ یعنی ہر معروف کام کرنے میں
شرعاً صدقہ کا ثواب ملتا ہے انتہی کلام مولینا المحدث بعد ازاں بندہ کو تلاش ہوئی کہ یہ تو ارشاد حدیث سے جواب
ہوا اب جزئیہ فقہا بھی دیکھنا چاہیے تو چند کتب میں بندہ نے اس مسئلہ کو مصرح پایا چنانچہ لکھتا ہوں اُسی مائۃ
مسائل سوال پنجاہم میں بحر الرائق سے نقل کیا ہے وقید بالزکوۃ لان النفل یجوز للغنی کما للہاشمی یعنی قید
زکوٰۃ کی اسلئے کہ نفل صدقہ جائز ہے غنی کو جسطرح جائز ہے مرد ہاشمی نسب کو اور قہستانی کی فصل مصرف الزکوۃ میں ہے
سوق الکلام مشیرا الی جواز صرف صدقۃ التطوع الی الغنی اسکا بھی خلاصہ یہی نکلا اور ہدایہ کے فصل صدقہ میں ہے قد
یقصد بالصدقۃ علی الغنی الثواب یعنی اغنیا کا کھلانا جسطرح انکی رضا جوئی اور اپنی کاربراری وغیرہ وجوہ دنیوی کے
لئے ہوتا ہے اسی طرح کبھی بارادہ حصول ثواب بھی ہوتا ہے اور مجمع البحار جلد دوم میں ہے الصدقۃ ما تصدقت
بہ علی الفقراء ای غالب انواعھا کذٰلک فانھا علی الغنی جائزۃ عندنا یثاب بہ بلاخلاف یعنی صدقہ وہ چیز جو
فقراء کو دیا جائے اور مراد اس سے یہ ہے کہ اکثر صدقے ایسے ہی ہوتے ہیں ورنہ صدقہ بیشک غنی کو بھی دینا جائز ہے
اُسپر ثواب ملتا ہے بلاخلاف انتہی اگر کوئی یہ کہے اغنیا کا دینا ہبہ اور ہدیہ ہوتا ہے تو جواب یہ ہے کہ ہدیہ
اور ہبہ مسلمانوں کو کرنا بھی معروفات شرعیہ اور موجبات ثواب میں ہے پس ثواب ضرور ملیگا گو بہ نسبت فقراء کے
کم ہو **چوتھی دلیل** منع چہلم وغیرہ پر قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول جو وصیت نامہ میں
فرماتے ہیں: بعد مردن من رسوم دنیوی مثل دہم و بستم و چہلم و ششماہی و برسینی ہیچ نکنند کہ رسول

صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ از سہ روز ماتم کردن جائز نداشتہ اند الی آخرہ واضح ہو کہ کھانا نہ کھلانا امور دین سے ہے اور قاضی صاحب نے رسوم دنیوی کو منع فرمایا ہے وہ یہ کہ عورتیں جمع ہو کر ان ایام میں رویا پیٹا کرتی ہیں اور یہ ہم اپنی طرف سے نہیں کہتے خود قاضی صاحب کی دلیل اپنے منہ بول رہی ہے یعنی منع چہلم وغیرہ کی دلیل یہ فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن سے زیادہ ماتم کرنا جائز نہیں فرمایا پس اس سے یہ ثابت ہوا کہ چھماہی برسی چہلم وغیرہ میں ماتم نکریں مولوی اسمٰعیل صاحب نے بھی تذکیر الاخوان میں لکھا ہے جو عورت ماتم پرسی کو آتی ہے وہ بھی انکے پیٹنے چلانے میں شریک ہوتی ہیں پھر کسی کے یہاں تین دن کسی کے سات دن کسی کے دس کسی کے چالیس دن کسی کے چھ مہینے تک کسی کے برس دن تک کسی کے دو برس تک یہی بات جاری رہتی ہے جتنے دنوں جسقدر رہے تو حد زیادہ ہوا اسی قدر آپسمیں انلوگوں کی تعریف ہوا اور اگر نہ ہو تو طعن کرتے ہیں کہ فلانے کے ہاں میت کی کچھ قدر نہوئی اور مرد جو جاتے ہیں تو صرف دستور اوراج کے موافق اُن لوگوں کے دکھلانے کو کچھ فاتحہ وغیرہ پڑھتے ہیں اور اُس فاتحہ سے مُردے کے واسطے ثواب منظور نہیں ہوتا یہ عبارت ملخص تذکیر الاخوان کی ہے پس قاضی صاحب کا اشارہ ان امور کیطرف ہے ورنہ وہ خود اپنی وصیت نامہ میں فرماتے ہیں وَاِذا کلمہ و درود و ختم قرآن و استغفار از مال حلال صدقہ بفقرا باخفا امداد فرمایند انتہی اس سے ظاہر ہوگیا کہ ختم کلمہ قرآن وغیرہ سب قاضی صاحب کے نزدیک درست ہے اور صدقہ کو جو پوشیدہ فرمایا وہ اسلئے کہ اپنے ورثہ میں کچھ طریق ممنود اور نمایش وغیرہ کا دیکھا ہوگا جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں اسواسطے اخفا کا حکم دیا ورنہ صدقہ ظاہر کرنا شرع میں درست ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان تبدوا الصدقات فنعما ھی شاہ عبدالقادر صاحب نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے اگر کھلی دو خیرات تو کیا اچھی بات ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب نے اسکا فارسی ترجمہ یہ کیا ہے اگر آشکارا کنید خیرات را پس نیکو چیز ست اور ظاہر کرنے کے دینے میں ایک نفع اور بھی ہے تاکہ اور آدمیوں کو ہدایت ہو وہ بھی صدقہ کریں **پانچویں دلیل** منع چہلم وغیرہ کے لیئے یہ لکھتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا ہے طعام المیت یمیت القلب فی طعام المریض یمرض القلب و در نوادر ہشام آمدہ کہ مکروہ ہست اجابت کردن طعامے کہ بجہت روح مُردہ کردہ باشند یعنی میت کا کھانا دل کو مُردہ کر دیتا ہے اور مریض کا کھانا دل کو بیمار کر دیتا ہے اور نوادر ہشام میں آیا ہے کہ مکروہ ہے قبول کرنا اُس کھانے کا جو کہ واسطے روح میت کے واسطے کیا ہووے انتہی کلامہ ہم کہتے ہیں کہ اگر اس حدیث کو صحیح بھی رکھو گے تو دوسری حدیثیں جو ترغیب خیرات میں میت کی طرف

سے آئی ہیں اور باجماع امت وہ مقبول ہیں ان کا کیا جواب دو گے اور اس حدیث کی اسناد بھی معلوم نہیں نہ صحابی کا نام کہ کس صحابی نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا اور نہ مابعد صحابی کے اور راویوں کا حال معلوم کہ پھر صحابی سے کن کن راویوں نے اسکو روایت کیا اور نہ کتاب حدیث کا نام مرقوم کہ صحاح ستہ میں یا کسی اور کتاب حدیث میں یہ حدیث موجود ہے اور قطع نظر ان امور کے پیش کرنا اس حدیث کا واسطے ممانعت فاتحات مخصوصہ معینہ سیوم و دہم و بستم و چہلم کے فقط صحیح نہیں اسمیں مطلق طعام میت کی نہی موجود ہے تو صدقہ بلا قید التعین بھی نامردود ہوا جسکو تم جائز کہتے ہو اور جب اس دعوت کا قبول کرنا مکروہ ہوا مطلقاً بلا قید غنی و فقیر تو وہ جو حکم صدقہ کا میت کی طرف سے فقہ و حدیث میں ہے اس دعوت کو قبول جنات کرینگے یا جنگل کے وحوش وطیور منکرین ایسی سند کتاب اربعین سے لائے جس سے اپنے پاؤں میں خود تیشہ مار گئے یہ بھی دلیل منع کی یہ کہ مسائل اربعین میں لکھا ہے در نوادر الفتاوی اورد وانکہ اجابت کردن طعامیکہ از بہر مردہ ساختہ باشند مکروہ ست سہ روزہ ہفتہ و ماہیانہ و سالیانہ و آن طعام علما و فضلا را مکروہ است انتہی اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ رسم تیجا و دہمہ اور چہلم وغیرہ کا کھانا مکروہ علما و فضلا کے واسطے ہے اوروں کو مکروہ نہیں اگر سب کو مکروہ ہوتا تو عالموں کا نام لینا کیا ضرور تھا خیر اگر یہ لوگ اسی قدر لکھدیں کچھ مضائقہ نہیں اسواسطے کہ علما فضلا تو خود اس کھانے میں کم جاتے ہیں اکثر اور آدمی کھاتے ہیں اگر اوروں کو جائز ہوا یہ بھی غنیمت ہے اور صحیح نہیں ہے اس مسئلہ میں بڑی شہرت مولوی اسمعیل صاحب کی ہے کہ وہ رئیس المانعین ہیں ان تعینات کو مکروہ و حرام کہتے ہیں صورت انکی یہ ہے کہ انکے نزدیک محض باعث ممانعت کا یہ ہے کہ ان کو اپنے ہمعصروں میں یہ معلوم ہوا تھا کہ یہ لوگ خالصاً للہ نہیں کرتے بلکہ لوگوں کے دکھانے کو کرتے ہیں اور جبراً کرتے ہیں چنانچہ صراط مستقیم مطبوعہ میرٹھ کے صفحہ ۲۰ میں لکھتے ہیں و در تقسیم طعام سیوم و چہلم بسبب خوف مطعون شدن وسعت کشادگی می کنند انتہی اور صفحہ ۶۴ میں ہے (ورنہ پندارند کہ نفع رسانیدن باموات باطعام و فاتحہ خوانی خوب نیست چہ این معنی بہتر و افضل غرض آن ست کہ مقید برسم نباشد بے تعین تاریخ در روز و جنس و قسم طعام ہر وقت و ہر قدر کہ موجب اجر جزیل بود بعمل آرد و ہرگاہ ایصال نفع بمیت منظور دارد موقوف برطعام نگذارد اگر میسر باشد بہتر است و الا صرف ثواب فاتحہ و اخلاص بہترین ثوابہا است در تعین تاریخ در روز و قسم و وضع طعام ضیق پیش می آید انسان را خواہ نخواہ انچہ کردن دشوار می بود و سرانجام آن ضرور می افتد الی آخرہ) اس عبارت سے

صاف ظاہر ہو گیا کہ سیوم اور چہلم وغیرہ کا کھانا تعیین ایام کے سبب منع نہیں جیسا کہ بعض علمائے
زمانہ خیال کرتے ہیں بلکہ اسمیں قباحت مولوی اسمٰعیل اور سید احمد صاحب کے نزدیک یہ ہے کہ انسان کے
پاس کچھ ہو یا نہ ہووے پابندی تواریخ ایام سے خواہ مخواہ اسکو کرنا پڑتا ہے اسمیں تنگی اور مصیبت پیش آتی
ہے پھر اگر یہی بات کسی کو پیش آوے اسکے حق میں ہم بھی منع کرینگے اے بھائی تو اپنے مقدور کے موافق کردے جو حوصلہ
سے زیادہ تمام آمدنی کے طور پر جسکا نبھانا تجھکو مشکل ہو اس طرح مت کر فالفاتحہ جسقدر تیرے
پاس موجود ہے اسی قدر کردے اور جو کچھ بھی نہیں تو خالی فاتحہ پڑھ دے **سوال** تعیین ایام کی حاجت
کیا ہے **جواب** صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دلوں میں خود شوق تھا کسب خیرات و حسنات کا وہ اپنے
دلوں کے شوق دلی سے امور صالحہ کرتے تھے اُن کو نہ کسی کی تاکید کی حاجت تھی نہ تعیین کی نہ یاد دلانے کی جب
وہ دورہ گذر چکا لوگوں کے دلوں میں بے رغبتی امور صالحہ کی پیدا ہو گئی اسکے لیئے علمائے دین نے بنظر اصلاح
دین فتوی اور احکام پیدا کیئے مثلاً قرآن شریف کی تعلیم پر اجرت لینا اہل حدیث سے منع تھا اسوقت
میں لوگوں کے دل راغب تھے اللہ کے واسطے تعلیم کرتے تھے جب زمانہ قرون صالحہ کا تمام ہو گیا
لوگوں کے دل ویسے نہ رہے قرآن شریف کا پڑھنا پڑھانا بند ہونے لگا تب علمائے دین نے رحمہم اللہ
حکم دیا جواز کا یعنی تعلیم قرآن پر دینا اجرت کا جائز ہے اور لینا بھی جائز چنانچہ فقہا لکھتے ہیں لو لم یفتح
لھم باب الاجر لذھب القرآن اور ہدایہ میں ہے لانہ ظھر التوانی فی الامور الدینیة ففی الامتناع
تضییع حفظ القرآن وعلیہ الفتوی اور اذان کے بعد تثویب یعنی الصلوٰۃ الصلوٰۃ وغیرہ پکار کر کہنا تاکہ
نمازی اگر جلد جماعت میں شریک ہوں متاخرین علماء نے مستحسن قرار دیا چنانچہ کتاب ہدایہ میں ہے والمتاخرون
استحسنوہ فی الصلوات کلھا لظھور التوانی فی الامور الدینیة یہ مسئلہ تثویب کا فتاوی عالمگیری میں بھی
ہے اس قسم کی بہت نظیریں کتب فقہ میں موجود ہیں جو ڈھونڈیگا پاویگا اور یہی معنی ہیں اسکے جو مجمع البحار اور شامی
اور فتاوی عالمگیریہ وغیرہ چند کتب معتبرہ مقبولہ میں یہ بات مندرج ہے کم من احکام یختلف باختلاف
الزمان یعنی بہتیرے حکم بدلجاتے ہیں زمانہ کے بدلجانے سے ایک وہ وقت تھا کہ قرآن کے اندر زیر و زبر
جائز مطلق وقف لازم وغیرہ لکھنا علماء جائز نہیں رکھتے تھے مکروہ کہتے تھے چنانچہ متقدمین کی کتابوں میں
مندرج ہے اور ایک وقت وہ آیا کہ لوگوں کا ڈھنگ بگڑ گیا جہالت جاری ہو گئی تب علماء نے حکم دیا کہ
قرآن شریف میں زیر و زبر وغیرہ لکھنا واجب ہے چنانچہ کشف الظنون وغیرہ میں تصریح ہے کہا کہ وہ تھا واجب ع ہیں

ع۲ علمائے متاخرین نے پسند کیا ہے تثویب کو سب نمازوں میں بسبب ظاہر ہونے سستی کے امور دینیہ میں ۱۲

تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ۔ اور اسی طرح مساجد کی زینت اور بلند کرنا مکروہ ثابت ہوتا ہے لیکن علما باعث
مصلحت کے مستحب فرماتے ہیں چنانچہ صاحب مجمع البحار لفظ حرف زخرف کی تحقیق میں لکھا ہے کہ جب لوگ اپنے گھر
بہت عمدہ عمدہ بنانے لگے اب اگر مسجد کو بھی امینٹوں سے اونچے اونچے مکانات کے پاس بنادینگے اور بہتیرے گھر
کافروں کے بھی اُسکے پاس بلند ہوتے ہیں تو البتہ مسجد نظروں میں حقیر ٹھہر گئی انتہی کلامہ مجموع ان امثال و روایات سے
معلوم ہوا کہ اگر زمان و مکان میں یا کسی ہیئت او وضع میں بباعث کسی مصلحت کے کسی قسم کی تعینات واقع ہوں
تو وہ جائز ہیں شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ رسالہ انتباہ کے شروع میں فرماتے ہیں اگرچہ اوائل امت را
با واخر امت در بعض امور اختلاف بودہ باشد اختلاف صورمضر نمی کند ارتباط سلسلہ بہمہ ایں امور صحیح ست و
اختلاف صور را اثرے نیست انتہی کلامہ ملخصاً ان عبارتوں سے یہ فائدہ نہایت اہتمام سے محفوظ رکھنے
کے قابل حاصل ہوا کہ اگر علما متاخرین میں کسی قسم کا تعین مخالف وضع علما متقدمین کے پیدا ہو تو یہ ضرور نہیں
کہ اسکو رد کیا جاوے اسلیے کہ مصلحت زمانہ متقدمین میں وہ تھی جو انھوں نے حکم دیا اور متاخرین کے
وقت میں بباعث تغیر اوضاع و طبایع امت کے دوسری طرح پر امتحان ظاہر ہوا اور در حقیقت یہ اختلاف
نہیں کہ دونوں فریق متقدمہ و متاخرہ اصلاح دین پر متفق ہیں انکے وقت میں اصلاح اسمیں تھی ان کے
وقت میں اصلاح دوسری طرح چنانچہ یہی وجہ مولوی اسمٰعیل صاحب کے مرشد برحق سید احمد صاحب کو پیش آئی
کہ صراط مستقیم میں انھوں نے ایک باب جدا واسطے تجدید اشغال کے مقرر کیا صفحہ ۸ میں لکھتے ہیں مصلحت
وقت چناں تقاضا کرد کہ یک باب ازیں کتاب برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسب ایں وقت ست
تعین کردہ شود انتہی اور اسی کتاب کے آخر ورق میں مولوی اسمٰعیل صاحب اپنے پیر کا حال لکھتے ہیں بعد ازاں
در تلقین و تعلیم طریقہ چشتیہ بازوئے ہمت کشاوند و تجدید اشغالیکہ ایں کتاب مستطاب برآں محتوی گردیدہ
فرمودند انتہی کلامہ یہ عاجز مؤلف اس انوار ساطعہ کا کوئی بات اپنی طبیعت سے نہیں کہتا کہ ثانی الحال
الزام دیا جاوے بلکہ جو کچھ خلاصہ کلام ہے وہ خطر چھانٹا ہوا انھیں حضرات مانعین کے مسلم الثبوت کتابوں
سے ہے جب یہ مسئلہ متحقق ہوگیا تو سمجھنا چاہیے کہ صحابہ سابقین بالخیرات تھے اُنکے لیے تعیین زمان
ایصال ثواب وغیرہ کے لیے کچھ حاجت نہ تھی بلکہ خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ پوچھکر خیرات
اپنے اقربا کی طرف سے کیا کرتے تھے چنانچہ قصہ سعد کا گذرا اب اگر کسی کو ثواب کا رستہ بتاتے ہیں تو وہ منھ
دوسری طرف پھیر لیتا ہے غرض کہ جب لوگوں میں سستی واقع ہوئی تب فرق پڑنے لگا خیرات میں اور موتی کا

حال دیکھا تو وہ ہے جو حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جسطرح کوئی ڈوبتا ہوا آدمی سہارا تکتا ہے کوئی میرا ہاتھ پکڑ لے میرے ہاتھ میں کوئی رسی کوئی لکڑی کوئی چیز ہاتھ آجاوے کہ اُسکو پکڑ کے بچ جاؤں اسی طرح میت آسرا تکتا ہے اپنے زندہ اقربا کا اور اقربا کا یہ حال ہو گیا کہ انکے حق فراموش کرنے لگے تب کھڑے ہوگئے بزرگان دین تعیین ایام پر اور معین کیا اُسکو متفرق وقتوں پر مثلاً دسواں بیسواں وغیرہ معین کر دیا تاکہ وارثوں کو بھی بتدریج انتظام سہل ہو اور موتی کو یہ فائدہ ہو کہ مدد کا سلسلہ منقطع نہو کچھ آج فائدہ پہنچا کچھ پھر اُس کے بعد کچھ پھر اُسکے بعد اور یہ بڑا فائدہ ہے کہ تعیین کے سبب یاد رہتا ہے آدمیوں کو اور خیال دل پر چڑھا رہتا ہے چنانچہ جو لوگ مصلحت تعیین کے پابند ہیں اُنکے گھر سے کچھ نہ کچھ خیر ہو جاتی ہے اور طرف ثانی جو بعضے وقت ان لوگوں کی بہ نسبت کہتے ہیں کہ اس تعیین کے ساتھ کام کرنے سے نکرنا اچھا ہے انمیں انکو نمود ہوتی ہے سو یہ کہنا انکا صحیح نہیں اسلیئے کہ ہر کوئی تو نمود ہی کے واسطے نہیں کرتا اور اگر کوئی نمود کے واسطے کرتا ہوگا تو اسکو بھی ہم منع نہ کرینگے اگر اُسکے حق میں نمود ہے تو کسی غریب کا ایک وقت پیٹ بھریگا یہ تو کام اچھا ہے ہماری غرض یہ نہیں کہ لوگ ریا اور نمود داری کے واسطے کیا کریں حاشا وکلا عمل وہی بہتر ہوتا ہے جو اخلاص سے ہوتا ہے لیکن یہ اسلیئے کہا کہ اگر کسی ایک نے نمود کے طور پر عمل کیا اُسکے سبب سے منکرین شدید کے سب کو منع کرنے لگیں اُن کے جواب میں بطریق ولو سلمنا کہا جاتا ہے کہ یہ بھی کچھ نہ کچھ خیر سے خالی نہیں حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ تنبیہ میں فرماتے ہیں لا یترک العمل لاجل الریاء یقال فی المثل ان الدنیا خربت منذ مات المراؤن لانھم کانوا یعملون اعمال البر مثل الرباطات والقناطیر والمساجد فکان للناس فیہ منفعۃ وان کان للریاء فربما ینفعہ دعاء احد من المسلمین یعنی عمل خیر کو ریا کے سبب سے چھوڑنا نہ چاہیئے کہتے ہیں جب سے نمود داری کے کام کرنیوالے مرگئے ہیں دنیا اُجڑ گئی اسلیئے کہ وہ پہلے کام کرتے تھے سرائے پُل مسجدیں بنواتے تھے لوگوں کا اُسمیں بھلا تھا اگرچہ کام ریا کا اُس کرنیوالے کو نفع نہیں دیتا لیکن کبھی کوئی مسلمان اُس ریا کی چیز سے نفع پا کر دعا دیتا ہے تو اُسکو اُسی دعا سے نفع ہو جاتا ہے انتہی غرض کہ فعل خیر کا نتیجہ خیر ہو جاتا ہے **اب اصل بیان پر آویں** کہ جب بباعث بے رغبتی اور سستی آدمیوں کے تعیین کی حاجت ہوئی تو ایک کھانا اور فاتحہ سالیانہ کا یعنی برسویں دن ٹھہرایا اور ایک نصف اُسکا یعنی ششماہی پھر اُسکا نصف یعنی سہ ماہی پھر اُسکا نصف یعنی پینتالیس دن لیکن چونکہ اکثر امور میں عدد چلہ کا اختیار کیا گیا ہے اسلیئے پینتالیس میں سے پانچ کم کرکے چالیسواں دن کر دیا گیا اور عدد چہل کے شمار جو شرع میں وارد ہے اُس کے چند مقامات ذکر کیئے جاتے ہیں اول جب

خمیر حضرت آدم علیہ السلام کا ہوا چالیس برس تک وہ خمیر اسی حالت میں پڑا رہا پھر اُسکا سڑنا شروع ہوا
چالیس برس تک وہ سڑا کیا جسطرح گارہ لیپنے مکانات کا سڑایا جاتا ہے پھر خشک ہونا شروع ہوا تو چالیس برس
میں وہ خشک ہوا جسطرح ٹھیکرا مٹی کا بجانے سے ٹن ٹن بجتا ہے بجنے لگا اسی طرح آدمی کی پیدائش میں بھی چالیس دن
وہ نطفہ رہتا ہے اور پھر چالیس دن خون بستہ پھر چالیس دن گوشت کے ٹکڑے بوٹیاں بنجاتے ہیں غرضکہ اس سے
معلوم ہوا کہ چالیس دن میں حال بدل جاتا ہے اسی غرض سے صوفیہ کرام نے عدد چلہ اپنی ریاضتوں میں مقرر
کیا کہ اتنے دنوں کی ریاضت میں حالت نفس کی بدلجاویگی اور حدیث میں آیا کہ جو چالیس دن اخلاص اللہ تعالے
کے ساتھ رکھیگا اُسکے دل سے چشمے رحمت کے پھوٹ کر زبان سے جاری ہونگے یہ حدیث تفسیر عزیزی میں ہے، اور
نقل کیا امام غزالی نے احیاء العلوم میں کہ جو کوئی چالیس دن تکبیر اولی امام کے ساتھ پاویگا اللہ تعالی اُسکو
دو باتوں سے بری کر دیگا ایک نفاق سے دوسرے عذاب نار سے اور حضرت موسیٰ کو بھی اللہ تعالی نے وعدہ فرمایا
تھا کہ چالیس رات اعتکاف کرو اُسوقت ہم تم کو شریعت یعنی توریت عنایت کرینگے یعنی اتنے دنوں میں حالات
نفس و قلب وغیرہ بدل جاوینگے قال تعالیٰ واذ واعدنا موسیٰ اربعین لیلۃ اور بیہقی نے انس رضی اللہ عنہ
سے بابت ارواح انبیاء علیہم السلام کے یہ روایت کی ہے ان الانبیاء لا یترکون فی قبورھم بعد اربعین لیلۃ
ولکنہم یصلون بین یدی اللہ حتی ینفخ فی الصور معنی اس حدیث کے زرقانی نے یہ لکھے ہیں کہ چالیس
روز تک اُس جسد مدفون فی القبر سے روح بہت پیوستہ رہتی ہے بعد ازاں وہ روح قرب الٰہی میں عبادت
کرتی رہتی ہے اور بشکل جسد ہوکر جہاں چاہتی ہے جاتی ہے انتہی اور یہ جو عوام میں مشہور ہے
کہ چالیس دن تک ہر کسی کی روح کو گھر سے علاقہ رہتا ہے یہ حدیث شاید کہیں آئی ہوگی اور ارواح انبیاء
کی بہ نسبت تو وہ حدیث بیہقی کی دیکھی عام ارواح کی نسبت نظر سے نہیں گذری لیکن ہم لوگ بہ نسبت
علماء سابقین کے کم مایہ اور سامان کتب علم کا قلیل ہماری نظر سے نہ گذرنا دلیل اسکی نہیں کہ درحقیقت
یہ حدیث آئی نہیں البتہ ہم نے دقائق الاخبار میں جو امام غزالی کی طرف منسوب ہے، یہ حدیث تو دیکھی ہے
ابوہریرہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اذا مات المومن یدور روحہ حول
دارہ شہرا یعنی جب مر جاتا ہے مومن پھرتی ہے روح اُسکی گھر کے گرد ایک مہینہ وینظر الی ما خلفہ
من مالہ کیف یقسم مالہ وکیف یودی دینہ یعنی دیکھتی ہے وہ روح کس طرح تقسیم ہوتا ہے مال اُسکا
کس طرح ادا کیا جاتا ہے قرض اُسکا فاذا تم شہرا ینظر الی جسدہ ویدور حول قبرہ سنۃ فینظر من یدع

لہ ومن یحزن علیہ جب مہینہ پورا ہوتا ہے دیکھتی ہے اپنے بدن کو اور پھرتی ہے گرد قبر کے ایک برس تک
دیکھتی ہے کون میرے لئے دعا کرتا ہے کس کو میرا غم ہے فاذا اقمت سنۃ رفعت روحہ الی حیث
یجتمع فیہ الارواح الی یوم ینفخ فی الصور یعنی جب پورا برس ہو جاتا ہے اٹھائی جاتی ہے روح جس
جگہ دوسری روحیں جمع ہیں وہ وہاں رہتی ہیں قیامت تک انتہی لیکن یہ یاد رہے کہ روحیں انبیا اور مومنین
کی کسی جگہ رہیں لیکن قبر سے سب کو ایسا علاقہ رہتا ہے گویا وہ اسی قبر کے پاس موجود ہیں یہ اتفاق ہے اہل سنت
و جماعت کا گفتگو مسلسل کہیں سے کہیں پہونچی کلام اسمیں تھا کہ عدد چالیس کا اکثر مقامات میں آیا ہے اور اس
عدد میں یہ دلالت کل مقامات میں پائی گئی کہ پچھلا حال بدلجاتا ہے چنانچہ خمیر آدم اور خمیر نطفہ انسانی اور حلیہ
صوفیہ وغیرہ امثلہ مذکورہ سے یہ بات ظاہر ہے پس لابد ہے کہ چالیس روز میں میت کی پہلی ترکیب جسمی اور
تعلق روحی میں جو دنیا کے ساتھ ہے کچھ فرق اور تغیر ہوا ہوگا جیسا ارواح انبیا میں صریح وارد ہوا ہے
بس اُس تغیر کے وقت بھی امداد شایستہ کا دستور ٹھہر گیا تاکہ ترقی و عروج اُسکا ایک درجے دوسرے درجہ کو
مدد و زاد راہ کے ساتھ ہو یعنی فاتحہ چہلم کو مقرر کیا گیا پھر وہی قاعدہ تنصیف کا جو سالیانہ سے ششماہی اور ششماہی
سے سہ ماہی میں جاری کیا تھا چہلم میں کیا گیا یعنی چہلم کا نصف بیسواں اور بیسویں کا نصف دسواں
غرض کہ اس دستور پر قاعدہ فاتحات کا ٹھہر گیا اور حاشیہ خزانۃ الروایات اور بعض رسائل میں اس
عاجز کی نظر سے یہ روایت مجموع الروایات کی گذری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر حمزہ
کے لئے تیسرے دن اور دسویں چالیسویں روز اور چھٹے مہینے اور برسویں دن صدقہ دیا اگر یہ حدیث
کسی قدر قابل اعتماد ہے تو یہ سب ہمیں گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہو گئیں یہ مجموع الروایات
پورا فقہ کی کتاب ہے خزانۃ الروایات میں بھی اس مجموعۃ الروایات سے بعضے مسائل اخذ کئے ہیں پس یہ جو
قدیم الایام سے بزرگان دین میں تعین فاتحات متفرق ایام میں ایک امر متوارث چلا آتا ہے بلا شبہ یا تو
اس حدیث یا کسی اور حدیث سے انھوں نے استخراج کیا ہوگا یا بنابر مصلحت یہ طریقہ خود مقرر کیا ہوگا بہرکیف
اگر انھوں نے خود بھی مقرر کیا تو وہ بھی صحیح ہے حدیث شریف میں آگیا ہے من سن فی الاسلام سنۃ
حسنۃ فلہ اجرہا علامہ شامی شارح درمختار نے اس حدیث کے معنی لکھے ہیں یعنی جو کوئی دین میں نیا طریقہ
نیک نکالیگا اُسکا اجر اور ثواب ملیگا واضح ہو کہ امر دین میں جو طریقہ نیک ایجاد ہوا اور مخالف قرآن و حدیث
کے نہو وہ درست ہے نماز کی نیت زبان سے کرنے کو جو ایجاد علما ہے اور درمختار اور اُسکے شارح نے اُس کو

سنت العلما قرار دی ہے اور جائز رکھی ہے اسکی بحث سابق گذرچکی اور معلوم رہے کہ یہ بھی ہم کو لازم ہے کہ
ہم سلف صالحین کے قواعد اور اعمال پر اعتراض نکریں بلکہ اُسکا اتباع کریں یہ حکم قیامت تک جاری ہے کہ
ہر دورہ والا اپنے پہلے دورہ کی اطاعت کرے چنانچہ قطب ربانی امام شعرانی کتاب المیزان میں لکھتے ہیں
فکما ان الشارع بین لنا بسنته ما اجمل فی القرآن فکذلک الائمة المجتهدون بینوا لنا ما اجمل
فی احادیث الشریعة ولولا بیانهم لنا ذلک لبقیت الشریعة علی اجمالها وهکذا القول فی
اهل کل دور بالنسبة للدور الذی قبلهم الی یوم القیمة فان الاجمال لم یزل ساریا فی کلام
علماء الامة الی یوم القیمة ولولا ذلک ما شرحت الکتب ولا عمل علی الشروح والحواشی انتہی یعنی
جس طرح شارع نے بیان کی اپنی حدیث سے ہمارے لیے وہ چیز جو قرآن میں مجمل تھی اسی طرح مجتہدوں نے
بیان کیا ہم کو جو حدیث میں مجمل رہ گیا تھا جو وہ بیان نہ کرتے شریعت مجمل گول مول بے بیان رہجاتی
اور یہی قول ہے ہر دورہ میں بہ نسبت اپنے دورہ سابقہ کی قیامت تک اسواسطے کہ اجمال ہمیشہ سے جاری
ہے اور رہیگا قیامت تک اور جو یہ بات نہوتی تو کتابوں کی شرحیں اور حاشیے نہ لکھے جاتے تمام ہوا کلام
قطب ربانی کا اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ عقد الجید مطبع محمد فاروقی صفحہ ۳۶ میں فرماتے ہیں
ان الامة اجتمعت علی ان یعتمدوا علی السلف فی معرفة الشریعة فالتابعون اعتمدوا فی ذلک علی
الصحابة وتبع التابعین اعتمدوا علی التابعین هکذا فی کل طبقة اعتمد العلماء علی من قبلهم و
العقل یدل علی حسن ذلک الی آخره یعنی امت جمع ہو گئی اس بات پر کہ اعتماد کریں سلف پہ معرفت شریعت
میں تابعین نے صحابہ پر اور تبع تابعین نے تابعین پر اعتماد کیا اور اسی طرح ہر طبقہ میں اعتماد کرتے آئے ہیں علما اپنے سے
پہلے علما پر اور عقل دلالت کرتی ہے اسکی خوبی پر اور شاہ عبد العزیز صاحب کی گفتگو بھی قریب قریب اسکے ہے کہ شروع
پارہ سیقول میں فرماتے ہیں پیغمبر بر کمال شما گواہی دہد و شما بر کمال تابعین حتیٰ الی یومنا ہذا پس صدر اول
ایں امت مرتبہ متوسط دارند درمیان نبوت و امت محض کہ من وجہ کار پیغمبری می کنند و من وجہ کار امتاں
وہکذا الی یوم القیمۃ فی کل طبقۃ متقدمۃ بالنسبۃ الی الطبقۃ المتاخرۃ انتہی اب ہم مولانا عبد العزیز صاحب کا
ایک کلام جامع کہ بظاہر مختصر اور فی الواقع مبسوط سب تفصیلاً امر جو اہل اسلام داخل ہیں لکھتے ہیں اور یہ بزرگ
اس فرقہ کے مسلم الثبوت علما میں ہیں تفسیر پارہ عم والقمر اذا اتسق کی تفسیر میں لکھتے ہیں بطور خلاصہ کے الفاظ
بعینہ نقل کرتا ہوں اول حالتے کہ بمجرد جدا شدن روح از بدن خواہد شد فی الجملہ اثر حیات سابقہ والفت تعلق

بدن و دیگر معروفات از ابنائے جنس خود باقی ست و آن وقت گویا برزخ است کہ چیزے از ان طرف و چیزے ازیں طرف مدد رسندگان بمردگان دریں حالت زود تر می رسد و مردگان منتظر لحوق مدد ازیں طرف می باشند فقط صدقات و ادعیہ و فاتحہ دریں وقت بسیار بکار او می آید و ازین است کہ طوائف بنی آدم تا یک سال و علی الخصوص تا یک چلہ بعد موت درایں نوع امداد و کوشش تمامی نمایند انتہی جسکا دل چاہے تفسیر عزیزی فارسی نکال کر دیکھ لے یہ مضمون مع بعض مضامین زائد اسمیں پاویگا اب ارباب انصاف جنبہ داری کو برطرف کرکے خیال فرماویں کہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان ایام مروجہ کی امداد طعام وغیرہ کے لئے کیا علت صحیح شرعی پیدا کی کہ مُردہ کا دل اُن ایام میں کچھ ادھر ہوتا ہے کچھ اُدھر اور زندوں کی مدد ان ایام میں جلد پہنچتی ہے پھر اس علت صحیحہ پر مرتب کیا یہ حکم کہ اسی سبب سے یہ بات ہے کہ آدمی اپنے اموات کو ایک برس تک اور خاصکر ایک چلہ تک مدد کرتے ہیں دیکھیے برس دن تک کی امداد میں یہ رسمیں سب مروجہ اہل اسلام یعنی سویم دہم چہلم بستم ششماہی برسی سب داخل ہیں پھر شاہ صاحب نے اس رواج اسلامی کو رد نہیں کیا بلکہ اسکی تصدیق فرمائی یعنی اپنے مدعا پر اس امر مروجہ کو دلیل لائے پس بطور دلیل لانا شاہ صاحب کا اس امر معین مقرر رواجی کو اور رد نہ کرنا اسکو کسی وجہ سے دلیل صریح اسپر ہے کہ یہ فعل جو عام طور پر طوائف بنی آدم میں رائج ہے حق اور صحیح ہے اور طوائف بنی آدم میں جو قدیم الایام سے ہندوستان میں مروج چلا آتا ہے وہ یہی دہم بستم چہلم وغیرہ ہے کما ہو شاہد اسکا انکار بدیہیات کا انکار ہے

لمعہ سادسہ نصائح در باب اموات **نصیحت** جب کسی کا کوئی عزیز قریب مرجائے تو چاہیے کہ صبر کرے اسکی موت پر تاکہ مستحق اجر و ثواب ہو طبرانی اور ابن مندہ نے ایک حدیث طویل روایت کی ہے جسمیں یہ بھی بیان ہے کہ ملک الموت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ میں آدمی کی روح قبض کرتا ہوں جب اُسکے لواحق رونے لگتے ہیں میں دروازہ پر کھڑا ہو جاتا ہوں اُس روح کو لیے ہوئے اور کہتا ہوں کہ اے رونیوالو قسم اللہ تعالیٰ کی ہم نے اس آدمی پر ظلم نہیں کیا ہے وقت سے پہلے جلدی نہیں کی اور روح قبض کرنے میں کچھ ہماری خطا نہیں اگر تم اللہ تعالیٰ کے حکم پر راضی رہو ثواب پاؤگے اور برا مانوگے تو گنہگار ہو جاؤگے اور ہم کو تمہاری طرف پھر آنا ہے ہشیار رہو الی آخرہ **نصیحت** بعد دفن کسی قدر قبر میت پر ٹھہرنا چاہیے کچھ پڑھیں اور میت کے لئے دعا کریں فتاویٰ عالمگیریہ میں جوہرہ وغیرہ سے نقل کیا ہے ویستحب اذا دفن المیت ان یجلسوا ساعۃ عند القبر بعد الانفراغ بقدر ما ینحر

جزور و یقسم لحمہا یتلون القرآن ویدعون للمیت اور رد محتار میں ہے ویستحب جلوس ساعۃ بعد دفنہ لدعاء وقراءۃ بقدر ما ینحر الجزور ویفرق لحمہ معنی دونوں عبارتوں کے یہ ہوئے کہ مستحب ہے بعد دفن میت اسقدر بیٹھنا کہ اونٹ ذبح ہو کر اسکا گوشت تقسیم ہو جاوے پڑھتے رہیں قرآن اور دعا کریں میت کے لیے انتہی اور مسلم رکھا اس حکم کو شامی نے رد المحتار میں اور نقل کیں اسپر دو حدیثیں ایک سنن ابی داود سے کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا فرغ من دفن المیت وقف علے قبرہ وقال استغفروا لاخیکم و اسئلوا اللہ لہ التثبیت فانہ الان یسأل یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب فراغت پاتے تھے دفن میت سے ٹھہرتے تھے اسکی قبر پر اور فرماتے کہ مغفرت مانگو اپنے بھائی کی اور دعا کرو کہ اللہ اسکو ثابت اور قائم رکھے جواب ہی میں کیونکہ اب اُس سے منکر ونکیر کا سوال ہوگا اور دوسری حدیث فقیہ شامی نے وہ نقل کی جو مشکوٰۃ میں بروایت مسلم موجود ہے وعن عمرو بن العاص قال لابنہ وھو فی سیاق الموت اذا انا مت فلا تصحبنی نائحۃ ولا نار فاذا دفنتمونی فشنوا علی التراب شنا ثم اقیموا حول قبری قدر ما ینحر جزور ویقسم لحمہا حتی استانس بکم واعلم ماذا اراجع به رسل ربی رواہ مسلم یعنی روایت ہے عمرو بن العاص صحابی سے رضی اللہ عنہ کہ فرمایا انھوں نے اپنے بیٹے سے جب وہ حالت نزع میں تھے کہ جب میں مرجاؤں نہووے میرے ساتھ کوئی عورت نوحہ کرنیوالی اور نہ آگ پھر جب دفن کرو مجھکو ڈالو مجھپر مٹی آہستہ پھر کھڑے ہو جاؤ میری قبر کے گرداگرد اور باتی دیر ٹھہرو کہ ذبح کیا جائے اونٹ اور تقسیم ہو جائے گوشت اُسکا تاکہ آرام اور اُنس پکڑوں تمھارے سبب اور جان لوں کہ کیا جواب دوں اپنے پروردگار کے فرشتوں کو روایت کیا اسکو مسلم نے دیکھیے یہ فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ اور افتاء مفتیان دین سے بہت صحیح اور معتمد طور پر ثابت ہی معلوم نہیں لوگوں نے کیوں اسکو ترک کر دیا چاہیے کہ اہل اسلام اسکی تعمیل کریں اگر سب آدمی نہ ٹھہر سکیں بباعث کسی ضرورت اور کاروبار کے تو میت کے دوست و آشنا و اقربا میں سے چند آدمی ٹھہریں اور پڑھتے رہیں قرآن اور استغفار وغیرہ اور دعا کریں میت کے لیئے والسلام علی من اتبع الھدیٰ

نصیحت آدمی کو چاہیے کہ اپنی موت کو ہمیشہ یاد رکھے ایک حدیث میں آیا ہے کہ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہیدوں کے درجے میں کوئی اور بھی ہوگا فرمایا ہاں جو کوئی اپنی موت کو بیس مرتبہ ہر روز یاد کیا کریگا

نصیحت آدمی کو چاہیے کہ موت کے لیئے تیار رہے اور اپنا وصیت نامہ لکھ کر ساتھ رکھے جس کسی کا قرضہ ذمہ پر ہو اور جو کچھ نماز روزہ حج زکوٰۃ اُس کے ذمہ ہو یا قسم توڑنے کا کفارہ ذمہ پر ہو وہ

سب اُس کاغذ میں لکھدے اسلیئے کہ کیا خبر ہے موت اُسکی کسوقت آجاوے اور مرنیکے وقت زبان سے وصیت نکلے یا نہ نکلے اُس کاغذ کو وارثان میت دیکھ کے تعمیل کر دینگے **نصیحت** جب کوئی آدمی مرجاوے اور کوئی شخص اُسکا عزیز و قریب اپنے خاص مال میں سے اُسکے لیئے فاتحہ کرے اسمیں کسی فقیہ و محدث کو کلام نہیں اور خاص میت کا مال اگر اس کام میں صرف کرنے لگیں تو اسمیں یہ شرط ہے کہ اُسکے وارثوں میں کوئی نابالغ لڑکی یا لڑکا نہو اسلیئے کہ ترکہ بعد مرنے مورث کے ملک وارثوں کا ہوجاتا ہے پس اگر وارث بالغ ہیں تو وہ مال خاص اُن کا ہوگیا اگر کوئی وارث اُنمیں غائب نہیں سب موجود ہیں یا کوئی غائب تھا اور اُس نے اجازت دیدی تو اس صورت میں اُن کو اختیار ہے جسقدر چاہیں میت کے لیے صرف کردیں اور اگر سب نابالغ ہیں تو ترکہ میت سب اُنکی ملک ہوگیا اُسکا صرف کردینا میت کے ایصال ثواب میں جائز نہیں نہ کپڑا نہ کھانا نہ روپیہ نہ پیسہ فقط تجہیز تکفین میں جو اُٹھے وہی درست ہے اور بس اور اگر بعضے وارث نابالغ ہیں تب بھی نابالغوں کا حصہ کل اشیاء ترکہ میں مشترک ہے اُسکا صرف کرنا بھی ایصال ثواب کے لیئے جائز نہیں فتاوی عالمگیریہ کی جلد خامس میں ہے وان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا اذا کانت الورثۃ بالغین فان کان فی الورثۃ صغیر لم یتخذوا ذلک من الترکۃ کذا فی التاتارخانیۃ اور یہ حکم کچھ طعام فاتحہ کے واسطے ہی خاص نہیں بلکہ ہر قسم کے ترکہ کی چیز لباس یا طعام یا نقدنہ مسجد میں دیجاوے نہ کسی مدرسہ میں نہ کسی فقیر کو نہ عالم کو ہاں البتہ اگر موافق قاعدہ شریعت کے تقسیم واقع ہوجاوے اور صغیر وارث کو اُسکا حصہ دیکر ورثہ بالغین اپنے حصہ سے خرچ کردیں یا عورت اپنے مہر کے دعوی میں وارث ہوکر اپنے حصہ مملوکہ سے صرف کردے یہ جائز ہے خواہ مدارس و مساجد میں دیں خواہ فاتحہ کریں اور مساکین کو کھلادیں یہ مسئلہ بہت ضروری اہتمام سے یاد رکھنے کا ہے **نصیحت** جب کوئی وارث اپنے مورث کی طرف سے کھانا کھلاوے تو واسطے بڑائی ظاہر کرنے کے لیئے نہ کرے حدیث شریف میں آیا ہے من سمع سمع اللہ بہ یعنی جو کوئی سنواوے لوگوں کو اپنی تعریف سخاوت اور داد و دہش کی یعنی اپنی شہرت اور فخر چاہے اللہ تعالی اُس آدمی کو ذلیل کریگا سب کے سامنے پس اس صورت میں مُردہ کو ثواب پہنچنا تو کیا ممکن وہ شخص خود عتاب الٰہی میں گرفتار ہوگا وہی مثل ہوجاویگی محنت برباد گناہ لازم اور کھانیوالوں کو بھی چاہیئے اگر یہ معلوم کریں کہ یہ کسی کے مقابلہ میں کھانا فخریہ کرتا ہے فلاں شخص نے کیا کھانا کیا میں اُس سے بڑھ کے کرتا ہوں تو ایسی دعوت قبول کریں خواہ وہ کھانا غمی اور ماتم کا ہووے یا شادی اور خوشی کا امام احمد رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دو آدمی ایسے ہوں

کہ ایک کی ضد میں دوسرا ثمرائی حاصل کرنے کو کھانا زیادہ کرے اگر وہ دعوت کریں تو نہ قبول کیجاوے اُنکی دعوت اور نہ کھلایا جاوے اُن کا کھانا کذا فی المشکوٰۃ **نصیحت** یہ بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ قرضدار آدمی کو صدقات کا کرنا خواہ اپنے لیئے کرے خواہ میت کے لیے شرع میں مستحسن نہیں صاحب مجمع البحار لفظ ظہر کی تحقیق میں لکھتے ہیں خیر الصدقۃ ما کان عن ظہر غنی پھر دو سطر کے بعد لکھتے ہیں ولا صدقۃ کاملۃ عن ظہر غنی وھو رد علیہ ای الشیٔ المتصدق بہ غیر مقبول لان قضاء الدین واجب پس معلوم ہوا کہ یہ طریق اچھا نہیں علی الخصوص جبکہ قرض سود دیکر بہم پہنچاوے یہ نہایت قبیح و شنیع ہے ایسا آدمی محض الحمد اور سورتیں پڑھ کر بخشدیا کرے **نصیحت** اگر وارثان میت بشروط مذکورہ کھانا کھلاویں تو مناسب یہ ہے کہ غریب رشتہ داروں اور ہمسایوں اور اہل محلہ کو مقدم رکھیں فقہا باب الزکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ لا تقبل صدقۃ الرجل وقرابتہ محاویج حتی یبدأ بھم فیسد حاجتھم ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مثل مشہور اول خویش بعدہٗ درویش اسی حدیث کا ترجمہ ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قصبات کے شرفا میں جو رواج ہے کہ برادری کے آدمی بھی کھانا میت کا فاتحہ چہلم و بستم وغیرہ میں کھاتے ہیں وہ بھی شاید اسی روایت پر مبنی ہوگا کہ رشتہ دار اور ہمسایہ اور اہل محلہ مقدم ہیں دوسرے آدمیوں پر اور ظاہر ہے کہ قصبات کے شرفا میں فراغت اور وسعت کم ہے اکثر لوگ غریب ہیں وہ آدمی کہ زکوٰۃ اُنپر واجب ہو یا یہ کہ اپنے مکان اور نفقہ اہل و عیال سے فارغ ہو کر بھی اُنکے پاس کچھ مالیت زائدہ فاضل رہے ایسے آدمی کم نکل بہت ایسے ہیں کہ اُنکے گھر کھانے کا بھی ٹوٹا ہے پس شریعت میں ایسے آدمی داخل فقرا ہیں بنا بر علیہ بزرگوں نے اُنکو کھلانا بہ نسبت اور سائلوں کو جو کہ گروں کے مقدم سمجھا کہ حق ہمسائگی اور محلہ داری اور قرابت بھی ادا ہو جاوے اور چیز اپنے موقع پر بھی صرف ہو جاوے پھر اگر سو آدمیوں غربا برادری میں کوئی آسودہ صاحب زکوٰۃ بھی شامل کر لیا تو اس میں یہ حکمت کہ اُن لوگوں کے دلوں میں یہ نہ پیدا ہو کہ ہمکو حقیر کنگال سمجھا پس ایک یا دو با آبرو آدمی کے شامل ہونے سے اُنکی دلی ندامت بھی دفع ہو جاتی ہے علاوہ بریں اغنیا کا کھانا بھی ثواب سے خالی نہیں اگرچہ اسمیں فقرا کے کھانے سے کم ثواب ہے پس اگر یہی نیت اس زمانہ میں بھی ہے تو کچھ مضائقہ نہیں اور اگر اہل محلہ اور رشتہ داروں کو اس نیت سے کھلاویں کہ آج میں اسکو کھلا دوں تو کل یہ مجھکو کھلاویگا اس صورت میں ثواب ندارد ہوگا اسلیے کہ ارادہ معاوضہ لینے کا ہے پھر ثواب کہاں فلیکن ہذا آخر ما اردنا ایرادہ فی ہذا الباب واللہ ہو الہادی للصدق

والصواب نور سیوم میں نو لمعے ہیں

لمعۂ اولیٰ اثبات محفل مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

فرمایا حق سبحانہ نے واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اس آیۂ کریمہ میں منعم حقیقی اپنی نعمتوں کے ذکر اور یادگاری کا حکم دیتا ہے کہ ذکر کرو اور یاد کرو اللہ کی نعمت کو جو تم پر ہے اور اسمیں شک نہیں کہ پیدا ہونا اور تشریف لانا صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں ایک بڑی نعمت ہے قال اللہ تعالیٰ لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلو علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ شاہ ولی اللہ صاحب اسکا ترجمہ لکھتے ہیں ہر آئینہ نعمت فراواں داد خدا بر مؤمنان آنگاہ کہ فرستاد درمیان ایشان پیغامبر از قوم ایشان میخواند بر ایشان آیات خدا و پاک میسازد ایشان را و می آموزد ایشان را کتاب و علم انتہی اور شاہ عبد القادر لکھتے ہیں اللہ نے احسان کیا ایمان والوں پر جو بھیجا اُن میں رسول اُنہی میں کا الی آخرہ ثابت ہوا کہ وجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نعمت ہے کہ جسکا احسان حق سبحانہ نے ظاہر فرمایا ہے اور آپکے اسماء مبارک جو ایک ہزار تک محدثین نے شمار کیے ہیں اُنمیں ایک نام نامی آپکا نعمۃ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے جیسا کہ قسطلانی وغیرہ نے ذکر کیا ہو اور شیخ ابو عبد اللہ محمد سلیمان جزولی نے بھی دلائل الخیرات میں آپکا یہ نام مبارک لکھا ہے اور فرمایا حضرت سہل ابن عبد اللہ تستری نے تفسیر آیۂ کریمہ ان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا میں کہ وہ نعمت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ وہ نعمت عظمیٰ ہیں یعنی اسلیے کہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں اور آپکے سبب جو منافع و فوائد حاصل ہیں جو شمار سے خارج ہیں زمین اور آسمان اور جو کچھ اُنکے درمیان ہے سب آپ ہی کے وجود باجود کا طفیل ہے پھر انکی شمار کہاں تک ہو اور زجاج اور سدی تفسیر آیۂ کریمہ یعرفون نعمۃ اللہ ثم ینکرونھا میں فرماتے ہیں کہ نعمۃ اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یعنی کفار آپکو نبی جانتے ہیں معجزات ظاہرہ دیکھکر پھر انکار کرتے ہیں عناداً اور رئیس المفسرین ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بخاری وغیرہ نے تفسیر آیۂ کریمہ الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا میں روایت کی ہے قال ھم واللہ کفار قریش ومحمد نعمۃ اللہ تعالیٰ یعنی قسم اللہ کی وہ لوگ نعمت کو ناشکری سے بدلنے والے کفار قریش ہیں اور نعمت اللہ تعالیٰ کی محمد ہیں صلی اللہ علیہ وسلم قسطلانی سے شرح مواہب میں یہ تینوں تفسیریں مرقوم ہیں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نعمت الٰہی ہونا کلام مفسرین و محدثین سے ثابت ہوگیا تو آپکی یادگاری اور تذکرہ منطوق آیہ واذکروا نعمۃ اللہ علیکم میں بعموم الفاظ اچھی طرح داخل ہوگیا اور اسی طرح فرمایا حق سبحانہ تعالیٰ شانہ نے کہ واشکروا نعمۃ اللہ ان کنتم ایاہ تعبدون یعنی شکر کرو اللہ کی نعمت کا اگر تم اُسکی عبادت کرتے ہو اور تم اسکو معبود جانتے ہو اور اُسکے عبد

معنے یہ اس آیہ کریمہ میں حق سبحانہ اپنے بندوں کو شکر گذاری نعمتوں کا حکم دیتا ہے اور اوپر ثابت ہو چکا کہ نعمتوں میں بڑی نعمت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود با جود ہے پس شکریہ اس نعمت کا بجالانا اور سرود کرنا اور تذکرہ کرنا اہل ایمان کو بحکم خداوندی ضروری ٹھہرا اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے التحدث بنعمۃ اللہ شکر و ترکہ کفر یعنی اللہ کی نعمت کا بیان کرنا شکر ہے اور نہ کرنا کفران نعمت ہے یہ حدیث شیخ محی السنہ نے معالم میں روایت کی ہے مع الاسناد تحت آیہ واما بنعمۃ ربک فحدث پس نعمت وجود با جود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان کرنا شکر گذاری انعام رب العزت اور چھوڑ دینا اسکا کفران نعمت ٹھہرا اور فرمایا حق سبحانہ نے وذکرھم بایام اللہ یعنی یاد دلا ان کو دن اللہ کے لکھا امام رازی نے کہ مراد دنوں سے واقعات عظیمہ ہیں جو ان دنوں میں واقع ہوئے پھر اہل ایمان کو دیکھنا چاہیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے بڑھ کر کونسا واقعہ ہے جسمیں ایوان کسری کا شق ہونا اور بتوں کا سر کے بل گر جانا اور آتشخانہ فارس کا بجھ جانا اور دریائے خانہ ساوہ کا جاری ہونا اور آسمان سے تاروں کا نیچے جھک آنا اور کعبۃ اللہ کا جھک کر شکر الہی بجالانا ایسے ایسے بہت واقعات کو شامل ہے پس یاد دلانا یوم میلاد کا بسبب ایام کے یاد دلانے سے اہل ایمان کے نزدیک بڑھ کر ہے اور تفسیر روح البیان میں یہ تفسیر بھی بعض مفسرین سے نقل کی ہے ذکرھم بایام اللہ ای ذکرھم نعمائی لیؤمنوا بی یعنی یاد دلا انکو میری نعمت تاکہ ایمان لاویں وہ مجھپر انتہی اور یہ بات ظاہر ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نعمت ہیں اور آپ کا تذکرہ موجب لذت یاد و ذوق ایمان ہے اور فرمایا اللہ تعالی نے ورفعنا لک ذکرک یعنی فرمایا اللہ تعالی نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تحقیق بلند کیا ہم نے ذکر تیرا یعنی تم کو نبی بنایا اور مشہور کیا زمین اور آسمان میں اور پھیلا دیا ذکر تمہارا دنیا کے انتہا کناروں تک اور تمہارا ذکر دلوں میں محبوب و مطلوب کر دیا امام رازی نے یہ سب مطلب لکھ کر بعد اس کے یہ لکھا کان اللہ تعالی یقول املاء العالم من اتباعک کلھم یثنون علیک ویصلون علیک یعنی یہ جو اللہ تعالی نے ورفعنا لک ذکرک فرمایا اسکے یہ معنی ہیں گویا اللہ تعالی یوں فرماتا ہے کہ ہم بھر دینگے عالم کو تمہارے فرمانبرداروں سے وہ سب تمہاری تعریف کیا کرینگے اور درود پڑھا کرینگے انتہی ما فی التفسیر الکبیر خیال کرنا چاہیے کہ یہ معنی بخوبی صادق آتے ہیں محفل میلاد شریف پر بیشک یہ محفل مقدس منزل مضمون آیہ ورفعنا لک ذکرک میں داخل ہے اسلیے کہ اس محفل میں کثرت ہوتی ہے درود شریف کی اس قدر کہ نہیں ہوتی کسی اور مجالس وعظ و تدریس میں اور بیان ہوتا ہے حضرت کے نور کا اور ظہور معجزات و کرامات کا جو وقت ولادت اور رضاع اور قبل نبوت اور بعد نبوت

ظاہر ہوتی اور بیان ہوتا ہے حلیہ شریف کا یہ سبب ثنا و صفت ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پس مضمون
یثنون علیک ویصلون علیک خوب صادق آیا اسپر اور آواز بلند اور پاکیزہ سے ایک مقام بلند مثل منبر یا
جوکی پر بیٹھ کر پڑھنے سے ایک وہی شان رفعت ورفعنا لک ذکرک کی ظاہر ہوتی ہے اور جو کچھ معجزات و فضائل
حضرت سید الکائنات بیان کیے جاتے ہیں وہ روایتیں ہیں کہ ان کو صحابہ نے مجالس تابعین میں اور تابعین نے
مجالس تبع تابعین میں بیان فرمایا اسی طرح طبقہ بعد طبقہ ذکر ہوتا ہم تک پہنچا اگر یہ قصد اور ذکر ممنوع ہوتا صحابہ
اول طبقہ میں زبان اسے بند کر لیتے نہ ہم تک فضائل پہنچتے نہ ہم مجالس اور محافل میں ان مدائح اور مناقب کو
بمضمون آیۂ کریمہ ورفعنا لک ذکرک آفاق میں منتشر اور مشتہر کرتے خلاصہ یہ کہ ذکر ثابت الاصل ہے عہد صحابہ میں
تقاضا کر کے وصف حضرت کا سنتے تھے اور اسمیں دل لگاتے تھے ترمذی نے شمائل میں روایت کی ہے کہ حضرت
امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سوال کیا ہند ابن ابی ہالہ سے وکان وصافا عن حلیۃ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی وہ بہت وصف کیا کرتے تھے حلیہ شریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وانا اشتہی
ان یصف لی شیئا اتعلق بہ اور میں یہ چاہتا تھا کہ وہ مجھکو وصف سنا دیں کچھ صورت مبارک کا اور دل لگاؤں

میں اس سے الی آخرہ اب دیکھیے یہ حضرت امام حسن نواسہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت وفات حضرت سات
برس کے تھے اتنی عمر والا اپنے اقربا کی صورت بھولا نہیں کرتا حالانکہ یہ صاحبزادہ رضی اللہ عنہ تو کمال ذہین اور
متین اور قوی الحفظ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث حفظ کر کے روایت فرماتے تھے چنانچہ صحاح
ستہ کے چند ائمہ حدیث نے قنوت وتر کی حدیث ان سے روایت فرمائی ہے اور اسماء الرجال میں ان کو صحابہ
میں شمار کیا ہے پس ظاہر ہے کہ ایسا صاحب حفظ ایسے پیارے نانا جان کی صورت جو ہر دم گود میں رکھتے تھے
کندھے پر چڑھا لیتے تھے نہیں بھولے تھے بلکہ مزا لینے کے لیے کہ تذکرہ حضرت کا موجب سرور قلب ہو اور
خوب مستحکم دل میں اچھی طرح منضبط کریں اسلیے ہند ابن ابی ہالہ سے سوال کیا کہ سناؤ مجھکو وصف شکل مبارک
کا پس بیان کیا ہند ابن ابی ہالہ نے وہ حدیث طویل ہے شمائل میں مذکور ہے اور ہند ابن ابی ہالہ کی
نسبت جو یہ لفظ آیا کان وصافا عن حلیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لفظ وصافا صیغہ مبالغہ کا ہے
اور مبالغہ کثرت سے ہوتا ہے معلوم ہوا کہ وہ کثرت سے بیان فرماتے رہتے تھے حلیہ شریف اور اسی طرح دارمی وغیرہ
محدثین ابو عبیدہ سے کہ وہ تابعی اور مقبول بین المحدثین ہیں روایت کرتے ہیں کہ ابو عبیدہ نے پوچھا مسماۃ
ربیع صحابیہ سے کہ وصف سنا مجھکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ بولی لو رأیتہ لقلت الشمس طالعۃ اور

اسی طرح بیہقی نے روایت کی کہ ابو اسحٰق جو ایک تابعی جلیل القدر ہے اُنہوں نے ایک عورت صحابیہ سے پوچھا کہ بیان کر مجھ سے کہ کیسے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت کالبدر لیلۃ البدر لم ارقبلہ ولا بعدہ مثلہ صلی اللہ علیہ وسلم غرضکہ اس قسم کی بہت روایتیں موجود ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ اور تابعین میں بہت تذکرہ آپکے اوصاف کا رہتا تھا عہد صحابہ اور اس زمانہ میں بس اسی قدر فرق ہے کہ اُس وقت میں مختصر طور پر روایتیں بیان ہوتی تھیں اب تفصیل اور تطویل سے ہوتی ہیں جسطرح علم حدیث کا حال ہے حضرت شاہ ولی اللہ انتباہ میں لکھتے ہیں کہ صدر اول میں حدیث لکھنے کا دستور نہ تھا یعنی صحابہ میں حدیث کا تذکرہ اور یادگاری زبانی ہوتی تھی بعد اُنکے حدیثیں لکھی جانے لگیں اور ایک صدی کے بعد بہت اہتمام کتابت کا ہوا پھر دوسری صدی کے بعد پوری طرح پر کامل تصنیفیں ہونے لگیں انتہیٰ غرضکہ یہ جو کتب احادیث میں اب ہے کہ ایک قسم کی حدیثوں کا باب الگ نماز کی جسقدر حدیثیں ہیں وہ محدثوں نے ایک جگہ جمع کر دیں اور زکوٰۃ کی ایک جگہ یہ بات پہلے نہ تھی پس اسی طرح وہ جو ذاتیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ شریف کی بابت اور وقائع میلاد و رضاع وغیرہ کی بابت صحابہ میں منتشر متفرق تھیں ایک وقت وہ آیا کہ محدثین کے دل میں آیا انکو ایک جگہ جمع کر دیجئے تب محدثین نے انکو جمع کیا وہ رسالے نکلے سینکڑوں رسائل میلاد و تصنیف ہو گئے ازانجملہ مولد شریف حافظ شمس الدین محدث دمشقی کا ہے مورد الصادی فی مولد الہادی اور لکھا محمد بن عثمان لولوی دمشقی نے الدر المنظم فی مولد النبی الاعظم اور لکھا امام القراء والمحدثین ابن جوزی نے عرف التعریف فی مولد الشریف اور لکھا مجد الدین صاحب قاموس نے نفحات العنبریۃ فی مولد خیر البریہ سبکا نام لکھنا طول کو پہنچاتا ہے غرضکہ علامہ سخاوی اور ابن حجر وغیرہ محدثین ہر کسی نے شریک ہونا اس خیر میں اور جمع کر دینا اس قسم کی روایات کا ایک الفاظ پاکیزہ اور ترکیب نفیس میں نظماً و نثراً اپنی مایۂ سعادت سمجھا اور پڑھے جانے لگے وہ رسائل محافل میں پھر فارسی زبانوں نے فارسی زبان میں اور بلاد رومیہ میں ترکی زبان میں اور ہندوستان میں ہندی زبان میں ترجمہ ہو کر پڑھے جانے لگے اور یہ ذکر پاک بسبکہ موجب فرحت و سرور تھا اسمیں بعض سامان سرور مثل زینت مجلس اور استعمال بخور و عطریات اور اطعام طعام و شیرینی و اجتماع اخوان و خلان بھی داخل اور شامل ہو گئے ان امور کے شامل ہونے کو علمائے دین نے جائز رکھا چنانچہ جلال الدین سیوطی نے حسن المقصد میں اور ملا علی قاری نے مورد الروی میں علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے واما ما یتبعہ من السماع واللھو وغیرھما فینبغی ان یقال ما کان من ذلک مباحا بحیث یعین السرور بذلک الیوم فلا باس بالحاقہ وما کان حراما او مکروھا فیمنع اور

اس عمل کو تخصیص دی گئی ساتھ مہینہ مبارک ربیع الاول کے ہر چند وہ تذکرہ رواں آ ساتو قدیم یعنی وقت صحابہ سے
چلا آتا تھا لیکن یہ سامان فرحت سرور کرنا اور اسکو بھی مخصوص شہر ربیع الاول کے ساتھ اور اسمیں بھی
خاص وہی بارھواں دن میلاد شریف کا معین کرنا بعد میں ہوا یعنی چھٹی صدی کے آخر میں اور اول یہ
عمل ربیع الاول میں کرنا تخصیص اور تعیین کے ساتھ شہر موصل میں ہوا کہ ایک شہر ہے ملک عراق میں وہاں ایک
متقی دیندار شیخ عمر جو صلحاء روزگار سے تھے انھوں نے یہ عمل ایجاد کیا یہ جو لوگوں میں مشہور ہے کہ سات سو
برس سے مولد شریف نکلا ہے اسکے یہ معنی کہ بعض خصوصیات کے ساتھ اتنے دنوں سے ہے ورنہ اصل
تذکرہ مولد شریف تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے چلا آتا ہے اور بادشاہوں میں اول بادشاہ
ابو سعید مظفر نے مولد شریف تخصیص و تعیین کیساتھ ربیع الاول میں کیا غرض کہ اس بادشاہ نے شیخ عمر مذکور کی پیروی اس
فعل میں کی ہر سال ربیع الاول میں تین لاکھ اشرفی لگا کر بڑی محفل کیا کرتا تھا اسکے زمانہ میں ایک عالم ابو الخطاب
بن دحیہ جو حضرت دحیہ کلبی صحابی کی نسل اور اولاد میں تھا جسکی بابت شرح علامہ زرقانی اور دوسری تواریخ
عربی میں لکھتے ہیں کہ وہ علم حدیث میں بڑا بصیر پختہ کار تھا علم نحو اور لغت اور تاریخ عرب میں کامل تھا بہت
ملکوں میں پھر کے اُسنے علم حاصل کیا تھا اکثر شہروں ملک اندلس میں اور مراکش اور افریقیہ اور دیار مصر اور شام
اور دیار شرقیہ و غربیہ عراق و خراسان و مازندران وغیرہ میں علم حدیث حاصل کرتا اور دوسروں کو فائدہ دیتا پھر انجام
کار سنہ ۶۰۴ چھ سو چار ہجری میں وہ شہر اربل میں آیا یہاں سلطان ابو سعید مظفر کے لیے مولد شریف تصنیف کیا
اسکا نام رکھا کتاب التنویر فی مولد السراج المنیر اور خاص آپ اُسکے سامنے پڑھا ایک ہزار اشرفی انعام میں سلطان سے
پائی منکرین لوگ اس عالم محدث کو بباعث مولد شریف لکھنے اور پڑھنے کے دشمن جانتے ہیں اور انکی برائی کرتے ہیں
حالانکہ کتب معتبرہ میں انکی تعریف مندرج ہوا اور اسی طرح سلطان مظفر کو بھی برا کہتے ہیں اُسکے پلٹنوں میں طبل
غازی بجتا تھا اس بات سے منکرین نے اُسپر مزامیر سننے کا عیب لگایا حالانکہ وہ آلات تہیہ جہاد میں داخل تھا اس
قسم کے طبل وغیرہ چیز دیگر ہیں اور مزامیر لہو ولعب چیز دیگر اور محفل میں مدائح مصطفویہ سنکر شدت سرور
سے اُسکو وجد ہوتا تھا اسکا نام ان بھلے مانسوں نے رکھا کہ وہ محفل میں ناچتا تھا اور لکھا کہ اسکی محفل میں خیال
گائے جاتے تھے یہ خاکہ اڑایا اسکا کہ یہ اشعار نعت پڑھے جاتے تھے اور اشعار کی تعریف خود کتابوں میں تصریحاً
لکھی ہے کہ اشعار مقدمات خیالی کو کہتے ہیں پس کہاں تو یہ خیال اور کہاں وہ ٹپا اور خیال تواریخ عربی میں طومار
کے طومار اسکی تعریف میں بھرے ہوئے ہیں یہ موقع طول کا نہیں اسلئیے ایک مختصر عبارت علامہ زرقانی شارح

مواہب کی لکھتا ہوں کہ اُنھوں نے علامہ ابن کثیر کی تاریخ سے نقل فرمائی ہے کان شہما شجاعا بطلا عاقلا عادلا محمود السیرۃ الحاصل اُس بادشاہ کے وقت میں دھوم سے محفل ہونے لگی اور شامل ہونے لگے اسمیں بڑے بڑے علما اور مشایخ صوفیہ سبط ابن الجوزی نے لکھا ہے وکان یحضر عندہ فی المولد اعیان العلماء والصوفیۃ اور جلال الدین سیوطی نے فتوی حسن المقصد میں لکھا ہے اول من احدث فعل ذلک صاحب اربل الملک المظفر ابو سعید کوکبری بن زین الدین علی بن بکتکین احد الملوک الامجاد والکبراء الاجواد وکان لہ آثار حسنۃ وھو الذی عمر الجامع المظفری بسفح قاسیون انتھی اور شیخ الاسلام ابن حجر نے لکھا ہے اول من احدثہ ملک عادل عالم وقصد بہ التقرب الی اللہ عز وجل وحضر عندہ فیہ العلماء والصلحون من غیر نکیر یعنی جاری کیا اس عمل کو ایک بادشاہ عادل عالم نے اور ارادہ کیا اسمیں اللہ عز وجل کی نزدیکی کا اور حاضر ہوئے اسمیں علما اور صالحین اور کسی نے اسمیں انکار نہ کیا اس سے معلوم ہوا کہ بلا نکار سب علما و صلحا کا اسپر اجماع ہو گیا لیکن اس اجماع کے پچاس برس بعد تاج الدین فاکہانی مغربی پیدا ہوا کیونکہ ولادت انکی سنہ ۶۵۴ چھ سو چون ہے اور اول محفل ابو سعید مظفر کی سنہ ۶۰۴ چھ سو چار میں ہوئی اور انتقال اس بادشاہ مظفر کا سنہ ۶۳۰ چھ سو تیس میں غرضکہ اس اجماع کے بعد اور وفات شاہ مظفر کے بھی بعد اس عالم یعنی فاکہانی نے مخالف جمہور ہو کر عدم جواز مولد شریف میں فتوی لکھا سو فقہا و محدثین نے اُسکو رد کیا اور بدستور قدیم جاری رہا یہ عمل مستحق التعظیم اور رائج ہو گیا تمام بلاد اسلامیہ میں شرقاً و غرباً جنوباً و شمالاً چنانچہ ملا علی قاری اور علامہ حلبی و قسطلانی وغیرہ نقل کرتے ہیں ثم لا زال اھل الاسلام فی سائر الاقطار والمدن الکبار یحتفلون فی شھر مولدہ و یعتنون بقراءۃ مولدہ الکریم ویظھر علیھم من برکاتہ کل فضل عمیم اور علی قاری نے کل ملکوں میں مولد شریف کا ہونا ثابت کیا ہے جسکا جی چاہے اُنکے رسالہ مورد الروی میں دیکھے کہ وہ لکھتے ہیں یہ بات کہ حرمین شریفین زادھما اللہ شرفاً و تعظیماً اور ملک مصر اور ملک اندلس اور ممالک مغربی اور ملک روم اور ملک عجم اور ملک ہندوستان وغیرہ میں کمال اہتمام اور احتشام سے ہوتی ہیں محفلیں مولد شریف کی اور یہ بھی لکھا ہے ومن تعظیم مشائخھم وعلمائھم ھذا المولد المعظم والمجلس المکرم انہ لا یابی احد فی حضورہ رجاء ادراک نورہ ضمیر غائب لفظ ہم راجع ہے جمیع مذکورین دیار و امصار مذکورہ بالا کی طرف پس معنی یہ ہوئے کہ اس محفل اور مجلس کی تعظیم اُن سب ملکوں کے مشائخ طریقت اور علمائے شریعت اس قدر کرتے ہیں کہ کوئی اسمیں حاضر ہونے سے انکار نہیں کرتا انتہی کلامہ پس مقبولیت اور شہرت اور کثرت اس عمل پاک کی کلام ملا علی قاری وغیرہم سے ظاہر ہو گئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ علما اور مشایخ میں کوئی انکار نہیں کرتا تھا اس سے ظاہر ہوا کہ وہ جو کوئی ایک دو آدمی اِدھر اُدھر انکار کرتا رہا وہ مخالف ہزاروں بلکہ لاکھوں کا اور خلاف سواد اعظم سمجھ کر ہر دورہ اور ہر عہد میں غیر مقبول اور متروک العمل رہا اور کلام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ ثم لا زال اھل الاسلام فی سائر الاقطار والمدن الکبار یعملون المولد جو سیرت حلبی میں

منقول ہے اور اسی طرح کلام ابن الجزری ولا زال اهل الاسلام یحتفلون بشهر مولده علیه الصلوٰة
والسلام جو مواہب لدنیہ مؤلفہ شیخ شہاب الدین قسطلانی میں منقول ہے انمیں لفظ لازال اہل الاسلام
اجماع جماہیر اہل اسلام اور استمرار اس عمل مقبول انام کا فائدہ دے رہا ہے چنانچہ حرمین شریفین زادہما اللہ
شرفاً وتعظیماً میں زمانہ قدیم سے آجتک اور ملک روم وشام اندلس اور ممالک مغربی وغیرہ تمام بلاد اسلامیہ
میں ہمیشہ سے اسوقت تک اسی استحباب واستحسان محفل مولد شریف پر عمل ہے سوائے اس خطۂ پاک
حضرت ہندوستان کے کہ اسمیں طرح طرح کے انکار پیدا ہوگئے اور زمانہ قدیم میں ہندوستان میں بھی علماء معتمد
کے مقبولین معتمدین متقدمین مثل شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور ملا محمد طاہر صاحب مجمع البحار استحباب عمل مولد
کے قائل تھے اور نیز بعض قصص وحکایات ہمایوں وغیرہ بادشاہان دہلی سے اور نیز کلام حافظ ابوالخیر سخاوی
سے ملک ہندوستان میں رائج ہونا اس عمل پاک کا یقینی طور پر معلوم ہے انتہا یہ کہ اسوقت میں جو حکام
فرمانروا انگریز ہیں کہ اُن کو کچھ علاقہ تعظیم وآداب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں بایں ہمہ انھوں نے بھی
اپنی کچہری اور محکمہ میں جابجا اہل اسلام کے لیئے مثل عید اور بقرعید اور شبرات کی ایکدن چھٹی اور تعطیل کا
واسطے خوشی میلاد حضرت خیر الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بارھویں تاریخ ربیع الاول کو مقرر کر رکھا ہے افسوس صد
افسوس کہ حکام انگریز اپنے کاروبار ضروری میں حرج منظور کریں اور اپنے حقوق خدمت اور کارگذاری کو اس روز
واسطے بجا آوری مراسم فرحت وسرور وتعظیم حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰة والتسلیم کے موقوف کریں لوگ اس کے
مقابل میں زبان مبارک سے فرماویں۔ معاذ اللہ منہا کہ یہ فعل بدعت ہے اور ضلالت ہے، اس دینداری اور خوش
عقیدتی پر افسوس ہے انکار کرنیوالے انکار کریں اگر انکو یہی توفیق ہے کنارہ کیا کریں محفل پاک ذکر رسول صلی اللہ علیہ
آلہ وسلم سے مگر ہم اسوقت تک کا ثبوت کامل دیکھکے کہ مشرق سے مغرب تک کل ممالک اسلامیہ میں با اہل اسلام
اس عمل پاک کو محمود اور مستحسن جانتے ہیں پس کافی ہے ہم کو حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کہ فرماتے ہیں
ما رآہ المسلمون حسناً فهو عند اللہ حسن یعنی جس چیز کو اہل اسلام اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے اور
امام احمد نے اپنی مسند میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں مرفوعاً روایت کی ہے سألت ربی ان لا تجتمع امتی علی ضلالة
فاعطانیها یعنی میں نے اپنے پروردگار سے سوال کیا کہ میری امت گمراہی پر جمع نہو سو پورا کیا پروردگار نے میرا
سوال اور ابن عمر سے مرفوعاً روایت ہے ان اللہ لا یجمع هذه الامة علی ضلالة ابدا یعنی اللہ تعالیٰ اس امت
کو کبھی گمراہی پر جمع نہ کریگا اور معلوم ہو چکا کلام سیوطی سے کہ سنہ چھ سو چار سے علماء دینی امت کا اجماع

بلا نکیر اس عمل کے استحسان پر ہے پس مجتمع ہونا علماء امت کا دلیل شافی ہے از روئے حدیث اسبات پر کہ یہ عمل ضلالت نہیں اور فاکہانی مغربی نے جو بعد مدت دراز پیدا ہو کر مخالفت کی یہ خود اُن کی خطا ہے آیہ ومن یبتغ غیر سبیل المؤمنین سے اندیشہ کرنا ضروری تھا پس فاکہانی کی مخالفت اتفاق علماء سلف کے خلاف ٹھہری والعمل علی الخلاف خرق الاجماع قاعدہ مسلمہ ہے یعنی اتفاق امت کے خلاف عمل کرنا اجماع کا توڑ دینا ہے اور یہ بڑی خطا ہے اور فاکہانی کے بعد جو بعض آدمی انکار میں اُسکے تابع ہوئے وہ خلاف کی بدی ہے جو ناجائز ہے اصطلاح شرع میں اسکو اختلاف نہیں کہہ سکتے اور اگر کوئی اسکو اختلاف ہی قرار دے اور کسی ناحیہ کے دس پانچ مولوی ایک جرگہ باندھ کر اس عمل پاک کا انکار کر کے صورت اختلاف ظاہر کریں تب بھی کلام رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا تصفیہ صاف ہے ابن ماجہ و دارقطنی وغیرہ محدثین انس سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اذا رأیتم اختلافاً فعلیکم بالسواد الاعظم یعنی جب تم علماء امت میں اختلاف دیکھو تو جس بات پر سواد اعظم ہو اسکی پیروی کرو اور جو لوگ سواد اعظم کے معنی میں ہیر پھیر کر کے طرح طرح کی باتیں پیش کرتے ہیں وہ قابل التفات نہیں جمہور محدثین کے نزدیک اس کے معنی وہ ہیں جو مولانا احمد علی محدث سہارنپوری مرحوم نے اپنی مطبوعہ مشکوٰۃ میں شرح ملا علی قاری سے نقل کیے ہیں وہ یہ ہیں یعبر بہ عن الجماعۃ الکثیرۃ والمراد ما علیہ اکثر المسلمین یعنی سواد اعظم سے مراد جماعت کثیرہ ہوتی ہے یعنی تم پیروی اُسکی کرو جس پر اکثر مسلمان ہوں اور اسی طرح مولانا اسحٰق صاحب کے خلیفہ و شاگرد رشید نواب قطب الدین خاں صاحب نے مشکوٰۃ کے ترجمہ مظاہر الحق میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے جو اعتقاد اور قول و فعل اکثر علماء کے ہوں اُن کی پیروی کرو باقی رہی یہ بات کہ مراد اکثر علماء سے کس فریق کے علماء ہیں اسکو علم اصول کی کتاب توضیح میں واضح کر دیا کہ وہ اہل السنۃ والجماعۃ سے ہونے چاہئیں عبارت یہ ہے والسواد الاعظم عامۃ المسلمین ممن ھو امۃ مطلقۃ والمراد بالامۃ المطلقۃ اھل السنۃ والجماعۃ اور یہ بھی علم اصول میں معلوم ہو چکا ہے کہ جس عمل پر مدت دراز سے اتفاق علماء محققین کا ہو وے وہ شرع میں حجت اور دلیل حقیقت ہے مسلم الثبوت کے آخر تتمہ میں ہے ان اتفاق العلماء المحققین علے ممر الاعصار حجۃ کالاجماع اور شارح بحر العلوم نے اس مقام پر تحت قولہ المحققین یہ لکھا کہ وان کانوا غیر مجتھدین مطلب یہ نکل آیا کہ اتفاق علماء اہل تحقیق کسی امر پہ جو مدت دراز سے چلا آتا ہو وے اگر وہ علماء مجتہد بھی نہوں تب بھی حجت ہے مثل اجماع اب دیکھنا چاہیے کہ علماء مجوزین مولد شریف مثل ابو شامہ و ابن حجر و ابن جزری و

سیوطی و علی قاری وغیرہم جن کے نام نامی لمعۂ تاسعہ میں درج ہونگے سب اہل سنت وجماعت میں کسی نے معاذ اللہ انکو اہل بدع میں شمار نہیں کیا اور یہ لوگ محققین بھی ہیں بنا بر علیہ عمل مولد شریف پر ان سب کا اتفاق حجت ٹھیرا مثل اجماع والحمد للہ علی ذلک **لمعۂ ثانیہ میں یہ بیان کہ خاندان عزیزیہ کے مشایخ کرام شامل محفل مولد شریف ہوئے** اور جناب مرشدی و مولائی حضرت حاجی امداد اللہ صاحب عم فیوضہم بھی شریک محفل ہوتے ہیں بیان مولینا **شاہ عبد العزیز دہلوی** رحمۃ اللہ علیہ یہ ہے کہ آپنے علی محمد خانصاحب رئیس مرادآباد کے نام جو خط رقم فرمایا ہے عبارت اُسکی ملخصاً یہ ہے در تمام سال دو مجلس در خانہ فقیر منعقد می شود اول کہ مردم روز عاشورا یا یک دو روز پیش ازیں قریب چہار صد یا پانصد کس بلکہ قریب ہزار کس و زیادہ ازاں فراہم می آیند و درود میخوانند بعد ازاں کہ فقیر می آید می نشیند ذکر فضائل حسنین کہ در حدیث شریف وارد شدہ در بیان می آید و آنچہ در احادیث اخبار شہادت ایں بزرگان وارد شدہ نیز بیان کردہ میشود و بعد ازاں ختم قرآن و پنج آیت خواندہ بر ما حضر فاتحہ نمودہ می آید پس اگر ایں چیز با نزد فقیر جائز نمی بود اقدام بر اں اصلاً نمی کرد باقی ماند مجلس مولود شریف پس حالش اینست کہ بتاریخ دوازدہم شہر ربیع الاول ہمیں کہ مردم موافق معمول سابق فراہم شدند و در خواندن درود شریف مشغول گشتند و فقیر می آید اولاً بعضے از احادیث و فضائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مذکور میشود بعد ازاں ذکر ولادت باسعادت و نبذی از حال رضاع و حلیہ شریف و بعضے از آثار کہ دریں آوان بظہور آمد بمعرض بیان می آید پس بر ما حضر از طعام یا شیرینی فاتحہ خواندہ تقسیم آں بحاضرین مجلس میشود یہ شاہ عبد العزیز صاحب وہ ہیں کہ شہرۂ ان کا زبان زد جمیع صغار و کبار ہے اور زمرۂ منکرین کے نزدیک بھی سلسلۂ سند حدیث ان تک پہنچ جانا کمال درجہ مایۂ افتخار ہے سو جسطرح ہم اُنکی تحریرات سے ثبوت وجود بدعت حسنہ ثابت کر چکے ہیں اور صدقات مروجہ اموات میں بھی اُنکی سند دیکھیے اب ہم نہیں کے کلام سے بدعت حسنہ کی اس فرد خاص ذی اختصاص مروجہ فیما بین اہل اخلاص یعنی محفل مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سند گذارتے ہیں اور ضمناً فاتحہ بر طعام کی بھی اسمیں تائید ہوگئی اب بیان **حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی** رحمۃ اللہ علیہ کا سنیئے یہ جناب شاہ عبد العزیز موصوف الصدر کے باپ اور اُستاد اور پیر تھے آپنے اپنا حال کتاب فیوض الحرمین میں لکھا ہے عبارت یہ ہے کنت قبل ذلک بمکۃ المعظمۃ فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی یوم ولادتہ والناس یصلون علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویذکرون ارھاصاتہ التی ظہرت فی ولادتہ ومشاھدہ قبل بعثتہ فرأیت انوارا سطعت

دفعۃ واحدۃ لا اقول انی ادرکتہا ببصر الجسد ولا اقول ادرکتہا ببصر الروح فقط واللہ اعلم کیف کان الامر بین ھذا وذلک فتاملت تلک الانوار فوجدتہا من قبل الملئکۃ الموکلین بامثال ھذہ المشاھد بامثال ھذہ المجالس ورأیت یخالطہ انوار الملئکۃ انوار الرحمۃ انتہی بلفظہ یعنی شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اس سے پہلے مکہ معظمہ میں تھا مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بروز ولادت یعنی بارھویں تاریخ ربیع الاول کی اور آدمی درود پڑھتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ذکر کرتے تھے وہ کرامتیں جو وقت ولادت شریف ظاہر ہوئیں اور وہ حالتیں جو قبل نبوت وقوع میں آئیں تب میں نے دیکھا کہ یکایک بلند ہوگئے انوار غیبی میں نہیں کہہ سکتا کہ میں نے یہ واقعہ ظاہری آنکھ سے دیکھا یا باطنی اور بصیرت روحی سے اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ کیا عالم تھا درمیان ظاہر و باطن کے غرض میں نے تامل کر کے غور سے اُن انوار کو دیکھا تو وہ اُن فرشتوں کے انوار تھے جنکو حق تعالیٰ نے معین کر رکھا ہے اسبات پر کہ ایسے ایسے مقامات میں اور ایسی ایسی مجلسوں میں حاضر ہوا کریں اور یہ بھی میں نے دیکھا کہ انوار ملائکہ کے ساتھ انوار رحمت کا خلط ملط ہو رہا تھا یعنی ایک تو ملائکہ خود اجسام نوری ہوتے ہیں دوسرے انوار رحمت حاضرین مجلس کے لئے نازل ہوئے یہ دونوں انوار ملکر مجلس نور علی نور ہو رہی تھی جسکو تعبیر کیا ہے اس عبارت سے فرأیت انوارا سطعت دفعۃ دیکھئے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اپنی مجالس ذکر ولادت شریف میں ورود ملائکہ اور نزول رحمت اپنے مشاہدے سے ثابت کرتے ہیں اب حال انکے والد بزرگوار کا جو شریعت و طریقت میں بھی انکے رہنما تھے یعنی **حضرت شاہ عبدالرحیم** رحمۃ اللہ علیہ کا حال سنیئے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جو چالیس حدیثیں عالم رویا کی نقل فرما کر اُسکا نام الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین کیا ہے اُسکی بائیسویں حدیث میں نقل کیا ہے اخبرنی سیدی الوالد قال کنت اصنع فی ایام المولد طعاما صلۃ بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یفتح لی سنۃ من السنین شیٔ اصنع بہ طعاما فلم اجد الاحمصا مقلیا فقسمتہ بین الناس فرأیتہ صلے اللہ علیہ وسلم وبین یدیہ ھذہ الحمص متبہجا بشاشا فرماتے ہیں شاہ ولی اللہ کہ مجکو میرے سردار یعنی میرے باپ نے خبر دی کہ میں ایام مولد شریف میں کھانا پکایا کرتا تھا تاکہ مجکو اتصال ہو اسکے سبب ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سال مجھ کو کچھ ہاتھ نہ آیا جس سے کھانا پکواتا صرف چنے بھنے ہوئے موجود تھے وہی لوگوں میں بانٹ دیئے پھر میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپکے آگے وہ چنے رکھے ہوئے ہیں اور آپ ایسے خوش ہیں کہ چہرہ پر بشاشت ظاہر ہے اب شاہ ولی اللہ صاحب کے پیران پیر کا حال جو تھے طبقہ اولیٰ ان کے مشائخ طریقت اور مشائخ حدیث میں ہیں یعنی **مولٰنا جلال الدین**

سیوطی رحمۃ اللہ علیہ جیسا کہ شروع کتاب لمعہ رابعہ میں رسالہ انتباہ سے اُن کا سلسلہ نقل کیا گیا ہے سُنیئے وہ فرماتے ہیں حسن المقصد فی عمل المولد میں یستحب لنا اظہار الشکر لمولدہ علیہ السلام بالاجتماع و الاطعام وغیر ذلک من وجوہ القربات والمبرات یعنی مستحب ہے ہم کو ظاہر کرنا شکر میلاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ جمع ہونے اہل اسلام اور کھانا کھلانے کے اور اسکے سوا امور مستحسنہ اور خوشحالیوں کے ساتھ یہ عبارت علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر روح البیان اور سیرت شامی وغیرہ کتب معتبرہ متداولہ میں بھی سنداً نقل کی ہے اب حال سُنیئے شیخ القراء والمحدثین حضرت شیخ الاسلام شمس الدین ابوالخیر ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ کا جو حضرت شاہ ولی اللہ کے نویں طبقہ اوپر مشائخ حدیث و مشائخ طریقہ میں منسلک ہیں کتاب عرف التعریف بالمولد الشریف میں فرماتے ہیں فما حال المسلم الموحد من امتہ علیہ السلام یسر بمولدہ و یبذل ما تصل الیہ قدرتہ فی محبتہ صلی اللہ علیہ وسلم لعمری انما یکون جزاءہ من اللہ الکریم ان یدخلہ بفضلہ العمیم جنات النعیم یعنی کیا حال پوچھتے ہو اُس مسلمان موحد کا جو امتی ہے آپ کا خوش ہوتا ہے آپکے مولد سے اور جہاں تک پہنچتا ہے اُسکا دسترس خرچ کرتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں قسم ہے مجھکو کہ اُسکی جزا خدائے کریم کی طرف سے اور کچھ نہیں سوا اسکے کہ اپنے فضل عام سے اُسکو جنات نعیم میں داخل فرمائے اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مورد الروی فی مولد النبی میں ایک نقل حضرت ابوالخیر شمس الدین ابن الجزری کی تحریر کی ہے جسکا خلاصہ یہ ہے قال ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ وقد حضرت فی سنۃ خمس و ثمانین و سبعمائۃ لیلۃ المولد عند الملک الظاہر برقوق رحمہ اللہ بقلعۃ الجبل فرأیت ما سرنی و حزرت ما انفق فی تلک اللیلۃ علی القراء والحاضرین من الوعاظ والمنشدین وغیرہم بنحو عشرۃ آلاف مثقال من الذہب ما بین خلع ومطعوم ومشروب ومشموم وشموع وغیرہا وعددت ذلک خمسا وعشرین حلقۃ من القراء الصیتیین یعنی فرمایا ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ نے کہ میں حاضر ہوا واقعہ تاریخ سنہ سات سو پچاسی رات کے وقت مولد شریف میں بادشاہ مصر ملک ظاہر برقوق رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہاڑ کے قلعہ پر جو سلاطین مصر کا تخت گاہ تھا میں نے وہ باتیں دیکھیں جنہوں نے مجھکو خوش کیا میں اندازہ کرتا ہوں کہ اُس رات جمیع قاریوں اور واعظوں اور شعر خوانوں وغیرہم حاضرین پر دس ہزار مثقال طلا خرچ کیا ہوگا خلعت دینے اور کھلانے پلانے میں اور خوشبوئیوں اور روشنی وغیرہ میں اور میں نے شمار کئے تو مجلس میں پچیس حلقے لڑکوں نوآموز قاریوں کے تھے تمام ہوا ملخصاً

جو موجود الفروی میں ہوا اور اسی طرح بعینہ یہ حال ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ کا نورالدین ابوسعید بوڈیانی
رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مولد فارسی زبان میں نقل کیا ہے تبصرہ اسوقت عمل مولد شریف میں دو فریق ہیں
ایک وہ ہیں جو کراہت وحرمت ثابت کرتے ہیں اول پیشوا انکا تاج الدین فاکہانی مغربی ہے جسکا قول رسالہ مورد
فی الکلام علی المولد میں یہ ہے هو بدعة احدثها البطالون وشهوة نفس اعتنى بها الاكالون اور اسکی چند سطر
بعد لکھا ہے لا يأذن فيها الشرع ولا فعله الصحابة ولا التابعون پھر اسکی دو تین سطر بعد لکھا وحينئذ يكون الكلام فيه
في فصلين احدهما ان يعمله رجل من عين ماله لاهله واصحابه وعياله لا يجاوزون في ذلك الاجتماع على
اكل الطعام ولا يقترفون شيئا من الآثام فهذا الذي وصفناه بانه بدعة مكروهة وشناعة والثاني
ان يدخله الجناية وهذا الاختلاف في تحريمه اثنان انتهى ملخصا یعنی یہ عمل مولد جاری کیا ہے بطال
آدمیوں نے یہ شہوت نفس کی بات ہے اہتمام کیا اسکا بڑے کھاؤ آدمیوں نے نہیں اجازت دی اسکی شرع نے اور نہ صحابہ
و تابعین نے پھر کلام یہ کہ اسکے دو طریقے ہیں ایک کہ آدمی اپنے مال سے کرے اور اپنے بال بچوں اور دوستوں
اور کنبے کے آدمیوں کو کھلا دے اور کچھ بھی نہ کرے سوا اسکے کہ سب کو جمع کرکے کھانا کھلا دے اور وہ لوگ کوئی
گناہ کی بات نہ کریں یہ طریق … وہ برا فعل ہے اور دوسرا طریق
مولد کا یہ ہے جسمیں گناہ کی باتیں داخل ہوں وہ تو ایسا حرام ہے کہ ہرگز اسمیں دو آدمی اختلاف نہیں کر سکتے
کہ ایک بھی ان میں اسکو درست کہدے اور دوسرا فریق وہ ہے جو کہتے ہیں کہ صحابہ و تابعین سے
کسی فعل کا منقول نہ ہونا موجب حرمت و شناعت نہیں ہوتا اگر مولد امور مباحہ و مستحسنہ پر شامل ہوگا
تو بعروض ہیئت جدیدہ و اجتماع امور مباحۃ الاصل سے ہرگز حرمت یا کراہت لاحق نہیں ہو سکتی بس
یہ عمل مباح و مستحسن ہے یہ مذہب سواد اعظم و جم غفیر و جماہیر محققین و صالحین امت محمدیہ صلی اللہ علیہ
وسلم کا سلفاً و خلفاً جہاں تک کہ وہ مشائخ کرام جنکو ہمارے وقت کے منکرین بھی محقق اور متورع اور اپنا
پیشوا سمجھتے ہیں وہ بھی اسی طرف ہیں چنانچہ ابھی انکے افعال و اقوال شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے لیکر
حضرت امام القراء والمحدثین ابن جزری قدس سرہ تک نقل کیے گئے اے ہمارے دیس کے رہنے والے
مسلمان بھائیو تم غفلت میں کیا سمجھے ہو کدھر چلے گئے جمہور اہل السنۃ والجماعۃ سے منہ موڑا اپنے خاندان عزیز کے
پیشواؤں کو چھوڑا اور اتباع کیا تو کسکا تاج الدین فاکہانی مغربی کا العجب العجب امام المحدثین ابن جزری اہتمام
واحتشام مولد شریف کو پسند فرمائیں علامہ سیوطی مجدد مائۃ تاسع اسکے استحباب کا حکم لگائیں شاہ عبدالرحیم صاحب

بسال بلا ناغہ مولد شریف میں کھانا تیار کر کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو شاباش شاباش پائیں اور ہمارے
ہم عصر منکرین قول نا کہانی ایناد دستور العمل بنا کر ان سب مشائخ کبار کے افعال یا اقوال کو مقبول نا کہانی
شہوت نفس بدعت و کراہت و شناعت اور شاہ عبد الرحیم کے ہر سال کھانا تیار کرنے کو احدثوا البطالون و
الاکالون میں شامل ٹھہرائیں معاذ اللہ اے بھائیو اب تو آپ بھی خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ اور ہمارے ساتھ ہو کر
جمہور علما و صلحا و اصفیائے امت اور اپنے خاندان عزیزیہ کے مقبولین ذی کرامت کو اس نو عمری کی تفسیق و شناعت سے
بچاؤ اور اگر کوئی یہ وسوسہ لائے کہ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد بعض علمائے خلف نے حضرت مولانا
کا خلاف کیا ہے سو معلوم رہے کہ یہ بالکل خلاف ہے کیونکہ انکے شاگرد جانشین اور خاص نواسہ مشہور آفاق جناب
مولانا محمد اسحق صاحب مرحوم کتاب مائۃ مسائل کے جواب سوال پانزدہم میں لکھتے ہیں کہ جواب دیا ہے عرس و مولد شریف
غیر صحیح است زیرا کہ در مولد ذکر ولادت خیر البشر است و آن موجب فرحت و سرور است و در شرع اجتماع برائے
فرحت و سرور کہ خالی از منکرات و بدعات باشند آمدہ و برائے اجتماع حزن و شرور ثابت نشدہ و فی الواقع فرحت ولادت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بود دیگر امر نیست پس دیگر امر بریں قیاس صحیح نخواہد شد و معہذا در مولود ہم اختلاف
است زیرا کہ در قرون ثلثہ کہ مشہود لہم بالخیر است این امر معمول نبود بعد قرون ثلثہ ایں امر حادث شدہ بنا بریں علماء
در جواز و عدم جواز آن مختلف شدہ اند چنانچہ بتفصیل و بسط در کتاب سیرت شامی مذکور است من شاء فلینظر الیہ
اس عبارت میں چند امور مطلب مخالفین کے مخالف موجود ہیں **اول** یہ کہ ہمارے عصر کے منکرین دعوی کرتے ہیں کہ
عمل مولد شریف بالاتفاق ضلالت ہے یہ کہنا انکا رد ہو گیا مائۃ مسائل کی اس تقریر سے کہ علما در جواز و عدم جواز
آن مختلف شدہ اند اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ اگر کسی نے منع کیا ہے تو دوسرے علما جواز پر بھی گئے ہیں
پس مولانا اسحق صاحب جو تیرہویں صدی میں تھے انکی تحریر تک بھی منع پر اتفاق نہوا تھا بنا بریں دعوی اتفاق
منع باطل رہا **ثانی** یہ کہ سیرت شامی کا حوالہ دیکر ظاہر کر دیا کہ اس اختلاف علما میں مذہب صحیح عمل مولد
شریف کا استحباب ہے اسواسطے کہ شامی نے کثرت سے علمائے مجوزین مولد شریف کے اقوال نقل کر کے جواز و
استحباب ثابت کیا ہے اور اقوال منکرین کو مرجوح و مغلوب غیر معتمد علیہ لکھا ہے اور انہوں نے شیخ سیوطی رحمۃ
اللہ علیہ کا وہی قول نقل کیا جو ہم اوپر نقل کر چکے ہیں فیستحب لنا اظہار الشکر لمولدہ الخ اور نیز نقل کیا شامی نے
قول امام القراء ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ کا استحسان مولد میں اور یہ دونوں محدث بواسطہ شاہ ولی اللہ صاحب
مولانا اسحق صاحب کے مشائخ حدیث میں ہیں پس حوالہ دینا مولانا اسحق صاحب کا عبارت کتاب شامی پر گویا تصریح ہے

یہ بیان فرماتا ہے کہ ہمارے مشائخ اور اساتذہ کے نزدیک یہ محفل مبارک مستحسن ہے، **ثالث** یہ کہ جو عمل قرون ثلثہ میں پایا گیا ہو لیکن اسکی اصل شرع میں موجود ہو تو وہ عمل باتفاق فریقین صحیح و درست ہوتا ہے پس مولنا اسحٰق صاحب نے اسما عیلی کی اس اصل بیان فرما دی کہ در مولود ذکر ولادت خیر البشر ست و آں موجب فرحت و سرور است و در شرع اجتماع برائے فرحت و سرور کہ خالی از منکرات و بدعت باشد آمدہ اس عبارت سے صاف واضح ہو گیا کہ یہ اجتماع عمل مولد میں اسباب سرور کے ساتھ بشرطیکہ منہیات شرعیہ سے خالی ہو از روئے شرع شریف جائز ہے اور یہی ہمارا دعویٰ ہے اور مولنا اسحٰق صاحب محفل مولد شریف میں برابر شریک ہوتے تھے چنانچہ مولوی نور الحسن صاحب کے مجموعہ رسائل عشرہ مطبوعہ مطبع انصاری دہلی کے صفحہ ۴۰ سطر ۱۵ میں یہ مضمون موجود ہے اور راقم نے بذات خود جناب مولنا فضل الرحمن صاحب صوفی صافی فقیہ و محدث کامل ساکن گنج مراد آباد ملک اودھ سے جو شاگرد رشید مولنا محمد اسحٰق صاحب مرحوم کے ہیں بذریعہ خط دریافت کیا تو آپ نے بسبیل ڈاک یہ جواب تحریر فرمایا (ما ہمراہ حضرت مولنا محمد اسحٰق رفتہ ایم در میلاد آنحضرت) علاوہ اسکے جناب مولنا مشہور زمن ماہر فن جناب مولنا فیض الحسن صاحب مرحوم سہارنپوری شفاء الصدر مطبوعہ ۲۷ ماہ مبارک پانزدہم دسمبر ۱۸۸۲ء کے صفحہ ۱۸ میں تحریر فرماتے ہیں من جاء مجلس المیلاد فلہ ان یقوم ان قاموا و الا فلا و ھکذا یقول المولوی احمد علی المحدث المرحوم تبعا لاستاذہ مولنا محمد اسحٰق المغفور یعنی جو کوئی آوے مجلس مولود شریف میں اسکو چاہیے کہ کھڑا ہو وے جب سب کھڑے ہو دیں اور اگر نہ کھڑے ہوں اہل مجلس تو وہ بھی نہ کھڑا ہووے ایسا ہی کہتے تھے مولوی احمد علی صاحب محدث مرحوم سہارنپوری تابع ہو کر اپنے استاد مولنا محمد اسحٰق صاحب مغفور کی انتہی بیان ان دو محدثوں یعنی مولنا فضل الرحمن صاحب و مولینا احمد علی صاحب سے جو کہ شاگرد ہیں مولنا محمد اسحٰق صاحب مرحوم کے شامل ہونا انکا محفل میلاد میں اور مستحسن سمجھنا ثابت ہو گیا پس مخالف نہ ٹھہرے یہ حضرت اپنے نانا اور استاد شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اب بیان کریں ہم شاہ عبد العزیز صاحب کے دوسرے شاگرد رشید کا یعنی حقائق و معارف دستگاہ جناب مولنا **شاہ سلامت اللہ** صاحب مرحوم کا آپ مولد شریف دائم کرتے تھے اور اثبات میلاد میں دلائل قاطعہ قائم کرتے تھے نظماً و نثراً اس محفل قدس کی ترغیب دلاتے اشعار دلکش اس باب میں ارشاد فرماتے از انجملہ دو شعر جو انکے رسالہ بوسیلہ خدا کی رحمت میں ہیں رقم کرتا ہوں

پیدا ہوا جس دن سے محمد سا نبی ہے	یہ شادی میلاد رسول عربی ہے
تعظیم کھڑے ہو کے بجا لاؤ ادب سے	اس کام کا انکار بڑی بے ادبی ہے

اب بیان سنیے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ طریقت جناب سید احمد صاحب
کا جو مرشد اور رہنما تھے مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی کے انکے حالات میں انکے مرید خاص مولوی سید محمد علی صاحب نے ایک
کتاب مسمی بہ مخزن احمدی بزبان فارسی لکھی ہے جسکو نواب محمد علیخاں صاحب والی ٹونک نے مطبع مفید عام
آگرہ میں واقعہ ۱۲۹۹ھ بارہ سو ننانوے میں طبع کرائی ہے اسمیں سید احمد صاحب کا سفر عرب جس مقام پر لکھا ہے
یوں رقم کیا ہے صفحہ ۸۰ مقدار مدت ہیجدہ فصل بہار در گلزار کلکتہ ابواب ہدایت مفتوح داشتہ بعزم سفر یازدہ
جہاز بطریق کرایہ مقرر فرمودہ دوازدہ ہزار روپیہ نول آں مقرر کردہ و مراکب را بر اہل قافلہ تقسیم فرمودہ و
بر ہر مرکب شخصے را امیر ساختہ و برائے زاد و راہ ایں سفر وسیلۃ الظفر بقیمت دوازدہ ہزار روپیہ غلجات
از قسم گندم و برنج وغیرہ خرید فرمودہ بر ہر جہاز تقسیم نمودہ فرستادند جہاز موسوم بدربیعے کہ ناخدایش
سید عبدالرحمن حضرمی بود و معلم آں داؤد ساکن بندر سورت برائے مسکن خود مقرر ساختند و با اناث و ذکور
ذوالقربیٰ خویش کہ با اطفال و جواری قریب بہ ہفتاد کس میرسند بر جہاز مذکور جا گرفتند و باقی اہل قافلہ بر مراکب
خود ہا نیز نشستند و بہجرت دو شبانہ روز مراکب را در گنگا ساگر جریاں نمودہ روز سیوم مقدار یکپاس روز
بر آمدہ در بحر ذخار در سیرے کہ مشہور بکیلا کاچھی است داخل گردیدند کے بعد جہازوں کا کلی کوٹ اور ملیبار
جانا بعد ازاں سنگلدیپ پھر وہاں سے لنکا جسکو عرب قلعۃ العفاریت کہتے ہیں پہنچنا لکھا وہ مقام ہولناک تھا اسکا
بیان ان الفاظ سے لکھا ہے صفحہ ۸۹ میں و بر ہر کس از شما امروز وقت شب یاد الٰہی و تسبیح و تہلیل نامتناہی و استغفار
از جمیع جرائم و مناہی واجب و متحتم است چوں شب در آمد آں حضرت بعد نماز عشائین حزب البحر مذکور شب بہ با
خواندند و میفرمودند کہ عفاریت و شیاطین اکثر بہرہ تقابل بایں گروہ قلیل میدارند اینک گوئے و اینک میدان بود
و آں شب تاریک آنحضرت اکثر بیدار می بودند و مانند پاسبانان دور و سیر گاہ بالا و گاہ زیر مرۃ بعد اخرٰی
بگرد بعد اولیٰ در تمام جہاز میفرمودند تا آنکہ شب بپایاں رسید و صبح صادق دمید و جہاز از مکان خوف و
ہولناک بخیریت تمام بدر آمد و ہر گاہ کہ روز روشن شد ناخدائے جہاز دیگ حلوائے از حجرہ خویش بیروں آوردہ مجلس
مولد شریف منعقد کردہ بعد از اختتام قصائد مولودیہ شیرینی تقسیم نمود انتہیٰ بلفظہ دیکھیے اس بیان سے صاف واضح
ہوا کہ مولد شریف بڑی برکت کی چیز ہے جو ایسے مواقع خطرناک میں کہ خود جناب سید احمد صاحب کو بھی رات بھر تردد
رہا تھا پڑھا گیا اور خاص اس جہاز میں کہ جسمیں خاص سید احمد صاحب اور انکا کنبہ اور متعلقین خاص تھے غیر کا اسمیں
دخل بھی نہ تھا یہ محفل فیض منزل منعقد ہوئی اور یا مرجو اوپر مذکور ہوا کہ سید صاحب کے چالیس آدمی ایک جہاز میں سوار

تھے اسکی وجہ یہ تھی کہ وہ جہاز دخانی مروجہ حال کی طرح کلاں نہ تھے بلکہ وہ مرکب ہوائی چھوٹے تھے الحاصل خاص
سید صاحب کے جہاز میں مولد شریف و قصائد کا پڑھا جانا اور شیرینی کا تقسیم ہونا ثابت ہوگیا و کفیٰ بہ حجۃً اب باقی
رہے سید صاحب کے مرید خاص **مولوی اسمٰعیل صاحب** دہلوی سو ہم کو ان کا شامل ہونا محفل مولد شریف
میں نہیں پہنچا البتہ ایک تقریر انکی ایسی پہنچی ہے کہ ضمناً مولد شریف کا اثبات انکے منہ سے صاف ثابت ہے
وہ یہ ہے جناب مولانا رشید الدین خاں صاحب مرحوم دہلوی نے چودہ سوال مولوی اسمٰعیل صاحب سے
کیے تھے انمیں تیرہویں سوال کا جواب جو رقم فرمایا ہے اسکی عبارت بعینہا حبطرح نشان امانت ہے لکھی جاتی
ہے **سیزدہم آنکہ** اعراب قرآن بدعت است یا نہ واگر ہست حسنہ است یا سیئہ وایں جمع قرآن بحکم قرآن بود
یا بکدام حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا بحکم ہر دو نبود پس بدعت ست یا نہ وہمچنیں ہر حکمے کہ از نقل
قرآن شریف یا ظاہر احادیث متعین نبود بدعت ست یا نہ **جواب از سیزدہم آنکہ** اعراب قرآن بدعۃ حسنہ
است کہ صحت قرارت عجمیان بل عربیان حال بآں موقوف ست لیکن جمع قرآن ظاہراً نہ بحکم کدام آیت قرآنی
است و نہ بحکم کدام حدیث نبوت پس بدعت باشد لیکن بدعت حسنہ چراکہ مقصود ازاں ضبط و حفظ قرآن ست از
ضیاع و غلط و در حسن بودن بعضی بدعات شبہ نیست و ثبات آں از اکثر احادیث میتواں نمود مثل مَنْ سَنَّ سُنَّۃً حَسَنَۃً
فَلَہٗ اَجْرُہَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِہَا و تقیید بدعت مردود بہ بدعت ضلالۃ چنانکہ در حدیث ست من ابتدع بدعۃ ضلالۃ
لا یرضاہا اللہ ورسولہ الحدیث و حدیث من احدث فی امرنا ہذا ما لیس منہ فہو رد چہ ازاں مردود بودن بدعتے
ثابت میشود کہ تعلقے بدیں نداشتہ باشد پس بدعتے کہ اصل آں از شرع ثابت باشد مثل اخذ تسبیح و تراویح
حسنہ باشد پس حکمی از نص صریح قرآن و حدیث ثابت نباشد بر دو قسم ست یکے بدلیل شرعی دیگر مثل باجماع و
قیاس ثابت شود یا اصلے شرعی داشتہ باشد آں خود ہرگز بدعت سیئہ نیست بلکہ چوں بدلیل شرعی و بحکم آیۂ
کریمہ الیوم اکملت لکم دینکم قواعد استنباط وغیرہ آں در دین داخل ست در سنت یا بدعت حسنہ کہ در معنی سنت آں
داخل باشد بلکہ بعل آوردن بعضی بدعات حسنہ فرض کفایہ چنانکہ در کتب بسیار مصرح ست منجملہ آں فتح المبین شرح
اربعین امام نووی ست از شیخ ابن الحجر الہیثمی کہ در وے در شرح حدیث خامس گفتہ قال الشافعی رضی اللہ تعالیٰ ما
احدث وخالف کتاباً وسنۃً او اجماعاً او اثراً فہو البدعۃ الضلالۃ وما احدث من الخیر ولم یخالف شیئاً من ذلک
فہو البدعۃ المحمودۃ والحاصل ان البدعۃ الحسنۃ متفق علی ندبہا وہی ما وافق شیئاً مما مر ولم یلزم من فعلہ محذور
شرعی ومنہا ما ہو فرض کفایۃ کتصنیف العلوم ونحوہا مما مر قال الامام ابو شامۃ شیخ المصنف رحمۃ اللہ علیہ و من

احسن ما ابتدع فی زماننا ما یفعل کل عام فی الیوم الموافق لیوم مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم من الصدقات والمعروف واظہار النعمۃ والسرور فان ذلک مع ما فیہ من الاحسان الی الفقراء مشعر بمحبتہ صلی اللہ علیہ وسلم وتعظیمہ وجلالہ فی قلب فاعلہ وشکر اللہ تعالی علی ما من بہ من ایجاد رسولہ الذی ارسلہ للعالمین رحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم انتہی بحروفہ دیکھیے مولوی اسمٰعیل صاحب اس مقام پر ذکر بدعت حسنہ میں وہ عبارت ابو شامہ محدث کی لائے جس میں صاف تصریح استحسان محفل مولد شریف کی ہے اور سوائے انکے اور اکابر علماء دہلی مثل مولانا محمد کریم اللہ صاحب مرحوم جامع علوم عقلیہ و نقلیہ و استاذنا و مولانا و مولی العالمین مفتی محمد صدر الدین خان صاحب صدر العلماء والفضلاء اور جناب مولانا احمد سعید صاحب دہلوی عارف و محدث و فقیہ استحباب محفل مولد شریف کے قائل تھے انکے فتاوی مہری راقم الحروف کے پاس موجود ہیں اور جناب مولانا شاہ عبد الغنی صاحب دہلوی زبدہ متورعان روزگار عمدہ محدثین کبار جن سے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے بھی کچھ پڑھا ہے بزم میلاد شریف کے معتقد تھے قیام کرتے تھے اور ایک عبارت مختصر آپکے رسالہ اشتغار السائل میں جو ایام اقامت ہندوستان میں تصنیف فرمایا تھا موجود ہے وہ یہ ہے حق آنست کہ نفس ذکر ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و سرور و فاتحہ نمودن یعنی ایصال ثواب بروح پر فتوح سید الثقلین از کمال سعادت انسان است چنانچہ شیخ ابن حجر مکی و شیخ عبد الحق دہلوی وغیرہما تصریح نمودہ اند آرے بعضے امور دیگر کہ مقترن شدہ اند کہ خلاف شرع ہستند پس البتہ ممنوع خواہد بود مثل مراثی و سرود خوانی الی آخرہ دیکھیے اس مختصر میں آپ سب کچھ فرما گئے یعنی جب کوئی شخص ممنوع باتیں خلاف شرع مثل مرثیہ و سرود خوانی کریگا تو اسکو منع کیا جائیگا اور اگر یہ نہیں تو حق فاتحہ آپکا یعنی طعام یا شیرینی ایصال ثواب کے واسطے مسلمانوں کو دینا اور کھلانا اور آپکی ولادت شریف کا سرور کرنا انسان کی کمال سعادت ہے جب سرور کرنا کمال سعادت ہوا تو جمیع سامان سرور مثل اجتماع احباب و اخوان و استعمال خوشبو و تقسیم شیرینی و اطعام طعام اور ذکر ولادت کے وقت غلبہ محبت و جوش فرحت و سرور میں کھڑا ہو جانا اظہاراً للفرحۃ والسرور بمولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور درود و سلام پڑھنا سرور کرنے میں داخل اور موجب سعادت انسانی ٹھہرا اور شاہ صاحب موصوف اس بارہ میں دو علماء ربانی کا حوالہ دیتے ہیں ایک تو شیخ عبد الحق محدث دہلوی خود صراحۃً عمل مولد کو مع سامان سرور و تعیین یوم ثابت من السنۃ وغیرہ تصنیفات میں درست مان رہے ہیں دوسرے ابن حجر مکی وہ بھی امور مذکورہ و قیام مروجہ کو اپنی تصنیف مولد کبیر وغیرہ میں صراحۃً لکھ رہے ہیں پس شاہ صاحب نے ان دونو بزرگوار ونکا نام عبارت مذکورہ بالا میں لکھکر ہر مرد عاقل کے لیے کامل اشارہ فرما دیا کہ جس طرح علماء مجوزین کا فریق اس عمل کو مستحسن بتا رہا ہے میں بھی بتا رہا ہوں اور فی الواقع آپ اسی طرح صراحۃً زبانی ارشاد فرمایا کرتے تھے اور یہی آپکا خود دستور العمل تھا جسکو شک ہو تو آپکے مقرب اور تلمیذ اور شاگرد عزیز جناب مولانا محمد عبد الحق صاحب سے جو بالفعل حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و دیگر بلاد اسلامیہ میں دور

دور تک معروف و مشہور ہیں دریافت کرے افسوس ہے کہ وہ حضرات کاملین مسبوق الذکور موجود نہیں انتقال فرما گئے
لیکن ہم انکے انتقال و وفات پر صبر کرکے پھر بھی اُس منعم حقیقی کا شکر بجالاتے ہیں کہ اب بھی حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً
میں ہمارے ہندوستان کے دو رکن رکین حامی دین محمدیہ شرع متین قبلۂ ارباب یقین موجود ہیں یعنی اُستاذی ملجائی وملاذی
شیخ العلما حضرت مولانا رحمۃ اللہ صاحب عمت فیوضہم و مرشدی و مولائی و محققی و رجائی الحافظ المہاجر مولانا امداد اللہ
نفعنا اللہ بانوارہ واسرارہ یہ دونوں حضرات بابرکات محفل قدس کو موجب خیر و برکت فرماتے ہیں جس کوئی صاحب
محفل آپکو بلاتے ہیں برغبت اُسکے گھر تشریف لیجاتے ہیں غرضکہ مسلک آپکا مشرب صدق وسداد ہے قیام کی
بابت یہ ارشاد ہے کہ نہ اسمیں افراط و غلو چاہیے کہ اسکو فرض و واجب کہا جائے نہ اسقدر تفریط کہ حرام اور بدعت
ضلالت ٹھہرایا جائے صراط مستقیم اور طریقہ بین بین یہ کہ موافق فتوائے علماء حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و
مطابق تحقیق علماء روم و شام و یمن اسکو مستحب و مستحسن تسلیم کیا جائے اور یہی اس راقم السطور کا مشرب ہے ربنا افتح
بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین واضح ہو کہ اگرچہ ثبوت محفل میلاد شریف راقم نے سلف سے خلف تک
کامل طور سے ثابت کردیا لیکن چونکہ بعض شبہات مانعین اِدھر اُدھر قلوب مومنین میں وسوسہ اندازی کرتے
ہیں بنابرآن ایکے وساوس و اعتراضات کا جواب بھی لکھتا ہوں وباللہ التوفیق لمعۂ ثالثہ اعتراض
کرتے ہیں کہ یہ لوگ ہر سال محفل کرتے ہیں یہ مشابہت کرتے ہیں کنہیا کے جنم کی اور نیز اسمیں تشبہ ہے نصاریٰ کے
بڑے دن کا نعوذ باللہ من ہذا القول و الاعتقاد جواب اسکا یہ ہے کہ اگر فقط ہندوستان میں یہ فعل ہوتا تو یہ بات
کہہ سکتے تھے کہ مسلمانوں نے ہندوؤں سے یہ بات سیکھ لی انکی مشابہت کا قصد کرتے ہیں تم اصل حال سن چکے کہ
اول یہ عمل عراق کے شہر موصل میں ایجاد ہوا وہ لوگ تو خود کنہیا کو نہیں جانتے کہ کس چیز کا نام ہے اور اسکے جنم
کی مشابہت کا قصد کرنا تو درکنار بھلا اگر ہندوستان کے مسلمان جنم کنہیا کی مشابہت کرتے ہیں تو بیان کرو کہ
روم شام کے مسلمان اور حرمین شریفین کے علما جو یہ عمل کرتے ہیں وہ کس کے جنم کی مشابہت کرتے ہیں نعوذ باللہ
منہا پس خوب سمجھ لو کہ ہم اس عمل میں تابع ہیں دستور العمل سلاطین روم اور فرمانروایان ملک شام اور ملوک ممالک
مغربیہ و اندلس اور مفتیان عرب کی سلمہم اللہ الی یوم الدین اب سمجھنا چاہیئے کہ جسطرح جنم کنہیا کی اسمیں مشابہت
نہیں اسی طرح نصاریٰ کی مشابہت بھی نہیں اسکی کئی وجہ ہیں ایک تو یہ کہ اگر خدانخواستہ مسلمان لوگ نصاریٰ کے
بڑے دن کو انکی طرح کے افعال کرنے لگتے تو جو شعار اُس قوم کا ہے اسمیں شرکت لازم آتی اور مانند انکے
ہوجاتے اُسوقت میں مخبر صادق آتا من تشبہ بقوم فہو منہم کیونکہ تشبہ کے معنی ہیں مانند ہونا اور یہاں یہ

بات تو ہرگز نہین پھر اعتراض کیا **دوسری وجہ** یہ کہ ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور
اجتماع اہل اسلام اور استعمال عطریات و حلویات وغیرہ ہرگز شرع میں مذموم یعنی بری بات نہین کیونکہ یہ چیزین شعار
اہل کفر سے نہین بلکہ اصول شرعیہ سے انکا ثبوت ہے اور پیدا ہونا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ثابت ہے
کیونکہ آپ رحمۃ للعالمین ہین اور رحمت الٰہی پر فرحت و سرور کرنیکو حق تعالےٰ امر فرماتا ہے قل بفضل اللہ و
برحمتہ فبذلک فلیفرحوا یعنی کہہ اہل ایمان سے کہ ساتھ فضل اور رحمت الٰہی کی فرحت و سرور کرین اور مسلم کی
مین ہے کہ آپسے پوچھا گیا سبب استحباب پیر کے دن روزہ رکھنے کا جو آپ رکھتے تھے ارشاد فرمایا میں اُس دن
میں پیدا ہوا اُسی میں وحی اُتری پس ولادت شریف کی فرحت اور اُس کا شکر ادا کرنا اہل اسلام نے اصول شرعیہ
سے ثابت کیا ہے شعار کفار سے نہین لیا ہے اور تشبہ اُس امر میں مکروہ ہوتا ہے جو مذموم شرعی اور شعار کفار
ہو چنانچہ در مختار اور بحر الرائق وغیرہ سے عبارتیں ذکر فاتحہ سیوم میں ہم نقل کر چکے اور یہی جواب ابن جزری
رحمۃ اللہ علیہ کیطرف بھی ہو سکتا ہے جو تشبہ بالنصاری کا اعتراض اُنپر کیا ہے اور اُنکی طرف سے دوسرا جواب یہ بھی ہے کہ
پہلے اہل اسلام میں تیر اندازی تھی جب اہل اسلام کو کفار سے مقابلے واقع ہوئے اور اُنکے پاس توپ بندوقین
تھین اہل اسلام کے لشکر مجاہدین و غزوات میں بھی یہی آلات تجویز کئے گئے چنانچہ تیر اندازی کو فقہا لکھتے ہیں کانی ہمانا
استغنےٰ عنہ بالمدافع یعنی اب ہمارے زمانہ میں اُسکی حاجت نہ رہی بباعث توپون کے اور جسطرح قواعد جنگ
پلٹن اور رسالہ وغیرہ کی اُنکے ہان تھی اسطرف بھی اسیطرح کرکے مقابلہ کیا گیا اُس کو تشبہ نہین کہتے یہ آیت فمن اعتدیٰ
علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدیٰ علیکم کی تعمیل ہے اس آیہ کریمہ کے ذیل میں صاحب روح البیان لکھتے ہین اسلے
بعقوبۃ مماثلۃ لجنایتہ اعتدائہ یعنی تم بھی اُس کو ویسا ہی عذاب دو جیسی اُنہون نے زیادتی کی ہے پس
جیسا فریق ثانی توپ و بندوق سے مسلمانون کو بھونے لگے یہ بھی جواب میں اُسیطرح پیش آنے لگے الحاصل
ممالک مغربی وغیرہ میں کہ حدود واقوام نصاریٰ سے ملحق ہین جب وہ لوگ اپنے پیغمبر مسیح کی یوم ولادت
میں احتشام و شوکت ظاہر کرکے فخر دکھلاتے تھے اور ضعفاء اہل اسلام اُنکی ظاہری شوکت دیکھکر افسردہ خاطر
خستہ دل ہوتے تھے تب ملوک مصر و اندلس و مغرب نے جو اہل اسلام تھے قوم نصاریٰ سے بہت زیادہ رونق
جلال کیساتھ اعلاء کلمۃ الحق اور اظہار شان اسلامی کیلئے اپنے نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے روز میلاد
ماہ ربیع الاول مین تزک اور احتشام ظاہر کیا ہے تاکہ شوکت اسلامی اُنکے مقابل مین بخوبی ظاہر ہو اور طرح طرح
معجزات کا پڑھنا شروع کیا تاکہ عمدہ ظہور حضرت کے جاہ و جلال و کمال کل عالم پر ہر طرف مشہور و منتشر ہو یہ تشبہ

نہیں درحقیقت یہ پست کرنا ہے منافقین کا اور فرع دنیا ہے شعائر دین کا چنانچہ کلام حافظ ابو الخیر سخاوی
میں تصریح ہے اس امر کی نقل کیا علی قاری نے اپنے رسالہ مورد الروی میں ومن اما ملوک الاندلس والمغرب فلہم
لیلۃ فی ربیع الاول لیلۃ تسیر بہا الرکبان ویجتمع فیہا ائمۃ العلماء والاعیان من کل مکان ویعلون بین اہل الکفر کلمۃ
الایمان اور اسیطرح نور الدین ابو سعید بورانی نے لکھا ہے علماء اطراف عالم جمع آیند در تعظیم آنحضرت یعنی
میلاد شریف ارغام اہل کفر و ضلال نمایند اور خود کلام ابن جزری میں اسکی تصریح ہے لم یکن ذلک الا ارغام
الشیطان وسرور اہل الایمان یعنی کہا ابن جزری نے کہ نہیں ہے محفل مولد شریف میں مگر ذلیل کرنا شیطان
کا اور سرور اہل ایمان کا تماشہ یہ ہے کسی دورہ میں کفار اس محفل سے جلتے تھے اس دورہ آخری میں بعضے
مسلمان جلتے ہیں اور تیسرا جواب اور بھی ابن جزری کی طرف سے ہو سکتا ہے کہ یہ دستور ہی جو کسی نیک کام کی
طرف لوگونکو ترغیب دیتے ہیں تو ادنی کا ذکر کر کے اعلی کا شوق دلاتے ہیں مثلاً گاؤکشی وغیرہ معتقدات دینیہ میں
جب اہل اسلام کو بے رغبت دیکھیں تو انکو یہ کہا جاوے کہ تم ہنود باوجودیکہ مذہب ان کا باطل ہو وہ تو باطل
پر جان فشانی کریں تم حق پر ہو کے کچھ نہ کرو تم کو انسے زیادہ عرق ریزی اور جان نثاری چاہیے اسکو کوئی عاقل تشبہ کفار
نہ کہیگا اسی قاعدہ پر نازل ہوا قرآن میں ان تکونوا تالمون فانہم یالمون کما تالمون وترجون من اللہ ما لا یرجون اسکی
تفسیر دیکھنی چاہیے اور اسی درجہ میں ہو قول محمد بن مسعود گازرونی کا کہ وہ لکھتے ہیں جب بادشاہ یا امیر ذی اقتدار
اپنے گھر میں لڑکا پیدا ہونیکی خوشی میں طرح طرح کے تکلفات وضیافت وغیرہ کرے حالانکہ وہ ابنا دنیا سے ہیں
میلاد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خوشی میں کیوں نہ کیا جاوے کہ سبب نجات ہو پس اسی قبیل سے قول جزری کا
ترغیب محفل میلاد میں واقع ہوا ہے کہ جب نصاری اپنے پیغمبر کی میلاد کی ایسی خوشی کریں ہم تو ان سے
زیادہ مستحق ہیں کہ اپنے نبی کی خوشی کریں اور اسی درجہ میں قول ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
کا بھی واقع ہوا ہے کہ یہودی نے جب کہا کہ ہم روزہ عاشورا شکریہ نجات موسی کا رکھتے ہیں آپنے فرمایا
انا احق بموسی منکم یعنی جب تم یہود ان کا شکریہ ادا کرو تو میں زیادہ مستحق ہوں اس کا کیونکہ مجھکو زیادہ
مناسبت ہے موسی سے علی نبینا وعلیہ السلام اور ایک خوبی بیان طلب ہے کہ اگر ابن جزری یہ مقولہ فرما کر
محفل میلاد شریف کی بنا ڈالتے تو یہ بھی گمان ہوتا کہ اسی دلیل پر یہ عمل مبنی ہوا ہے انھوں نے
یہ عمل نصاری سے سیکھا ہے حالانکہ یہ عمل اس کلام سے دو سو برس پہلے بتخصیص وتعیین روز میلاد
شریف ایجاد ہو چکا تھا اور علماء دین اسکی اصل ونظیر شریعت سے نکالکر فتوی دے چکے تھے پس بے سمجھے

ارشاد ہوا تم بھی کفار کیطرح لڑائی میں جاندہی کرو تو ایسا تشبہ تو منع نہیں ۱۲

بر جیسے اس شیخ معظم مرحوم پر تشبہ نصاری کا الزام نہ لگانا چاہئے خیر یہ ذکر رد و اعتراض اس شیخ کا اتفاقی آگیا تھا اب ہم رجوع کریں اصل کلام کی طرف اور بیان کریں واسطے ابطال وجہ تشبہ کو وجہ تمیزی وہ یہ ہے کہ نصاری کا بڑا دن اور ہندؤں کا جنم کنہیا معین ہے وہ لوگ اُسی ایک دن میں جو کچھ کرنا ہو کرتے ہیں اور اہل اسلام کے یہاں یہ بات نہیں کہ خاص بارہویں تاریخ ربیع الاول کے سوا کسی اور دن محفل میلاد شریف منعقد نکریں ربیع الاول کی کل تاریخوں میں مولد شریف ہوتا ہے کسی نے کسی دن کیا کسی نے کسی دن بلکہ علاوہ ربیع الاول کے اور مہینوں میں بھی اہل اسلام مولد شریف کرتے ہیں اور ہنود و نصاری میں نہیں ہوتا مگر اُسی دن میں اور یہ مثال ہم اول دے چکے ہیں کہ صوم عاشورا میں ہم اور اہل کتاب شریک ہیں لیکن ایک روز اول میں جو ہم رکھ لیتے ہیں تو اُس میں تشبہ اہل کتاب کا جاتا رہتا ہے اور ہمارا فعل اُن سے جدا گنا جاتا ہے فقہ اور حدیث کی کتابوں سے معلوم کر و پس جب اس قدر مخالفت کرنے سے تشبہ باطل ہو گیا حالانکہ ہم اُن کی اصل فعل میں یعنی صوم یوم معین عاشورا میں شریک ہیں پھر کیا خیال کرتے ہو نصاری کے بڑے دن اور کنہیا کے جنم میں کو ہم انکے اُن دونوں دنوں میں اُنکے افعال کے شریک نہیں اور ہم جو محفل میلاد شریف کرتے ہیں اُس کی آئین اور ترتیب جدا اور انکی رسوم رواج جدا دن میں شرکت نہ کالا بار میں مشابہت استغفر اللہ یہ جو تھا جواب ابن جزری کیطرف سے خلاصہ یہ کہ امام القراء المحدثین علامہ ابن جزری اور جمیع اہل سنت و جماعت کا مشرب نہایت صاف اور تشبہات کفریہ سے بالکل پاک ہے ہاں یہ معترض ایسی تشبیہات جنم کنہیا وغیرہ کی محفل پاک کی نسبت پیدا کر کے کچھ اپنی عاقبت بخیر ہونیکا سامان کر رہے ہیں اگرچہ ہمکو اکثر مبتدعین کی تکفیر میں سکوت ہے کیونکہ اگر وہ کافر ہو گئے تو اللہ بس ہے اُنکی تعذیب کو میں کیوں مُنہ اپنا آلودہ کروں ہاں البتہ بعض اہل علم تحریر فرماتے ہیں کہ ایسی تشبیہ دینے سے اور محفل ذکر پاک سید الابرار کو اس قسم کی اہانت اور استحقار کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے پس اہل اسلام کو بہت غور کرنا چاہیئے کہ ایسے الفاظ خطرناک سے پرہیز کریں وما علینا الا البلاغ

فائدہ چونکہ ابن جزری وغیرہ علمائے کبار تک یہ لفظ تشبہ بالہنود والنصاری کا پہنچایا ہے اسلیئے ہم شرع سے ایک نظیر پیش کرتے ہیں تاکہ وہ ابرار اس وہیتے سے پاک نظر آجائیں وہ یہ ہے کہ اگر کسی کام میں بظاہر تشبہ معلوم ہوتا ہو لیکن مسلمانوں کی غرض قصد تشبہ نہیں بلکہ کوئی مصلحت اور اعلاء شان اسلام منظور ہے تو وہ فعل مکروہ نہیں رہتا دیکھئے مساجد کی زینت اور تجمل میں حدیث وارد ہوئی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما امرت بتشیید المساجد قال ابن عباس لتزخرفنہا کما زخرفت الیہود والنصاری یعنی مشکوۃ میں بروایت ابو داؤد

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجکو حکم نہیں دیا گیا مسجدون کے بلند بنانے اور چونہ گچ وغیرہ سے سجانیکا فرمایا ابن عباس نے کہ جسطرح یہود و نصاریٰ نے اپنی عبادت گاہونکو نقوش زرین و دیگر تکلفات سے سجایا ہے البتہ تم بھی اسیطرح مساجد کو سجاؤ گے اور ابن ماجہ میں ہے؛

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اراکم ستشرفون مساجدکم بعدی کما شرفت الیہود کنائسہا وکما شرفت النصاریٰ بیعہا یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مین جانتا ہون تم میرے بعد مسجدون کی عمارتین عالی کروگے جیسے یہود نے عالیشان بنایا اپنی عبادت گاہونکو اور نصاریٰ نے بلند بنایا اپنے معابد کو دیکھئے یہان خود کلام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مین لفظ تشبہ وارد ہے جس سے یہ ثابت ہے کہ اگر مسلمان اپنی مساجد کو بلند بنائین یا تکلفات نقوش وغیرہ کے ساتھ سجائین تو یہ فعل یہود و نصاریٰ کے مشابہ ہے لیکن باینہمہ جائز رکھا اس کو محققین اہل اہل سنت واجماع فتاویٰ نے ہدایہ میں ہے لاباس بان ینقش المسجد بالجص والساج وماء الذہب یعنی کچھ مضائقہ نہین اسبات مین کہ مسجد میں نقش کئے جائیں چونے یا سال کی لکڑی یا سونیکے پانی سے اور اسیطرح در مختار میں لکھا ہے اور فتح القدیر میں ہے کہ مسجد کی زینت کرنے میں تین قول ہین ہمارا مذہب یہ ہے کہ کچھ مضائقہ نہین عبارت یہ ہے والاقوال ثلثۃ عندنا لاباس بہ اور بحر الرائق سے طحطاوی نے نقل کیا ہے واصحابنا قالوا بالجواز من غیر کراہۃ یعنی ہمارے اصحاب قایل ہوئے ہین کہ زینت دینی مسجد کے جائز ہے بلاکراہت اور ان تین قول میں دوسرا قول یہ ہے کہ مستحب ہے زینت دینا مسجد کا یہ قول بھی ہدایہ اور شامی وغیرہ میں ہے عبارت شامی یہ ہے وقیل مستحب لما فیہ من تعظیم المسجد اور تیسرا قول یہ ہے کہ مساجد کا تجمل و تزئین مکروہ ہے سو یہ قول ضعیف مرجوح ہے علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں قرار دیا ہے کہ مانعین کی حجت ضعیف ہے اسلئے کہ باجماع جمیع مسلمین کعبۃ اللہ کو زینت دی گئی اسطرح کہ دیوار ہے سنہرا کام کیا گیا ہے اور باہر سے غلاف دیبا اسپر چڑھایا گیا اور خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غلاف چڑھایا اور مسجد کی زینت میں لوگوں کو رغبت ہوتی ہے مسجد میں آنے کی یہ تکثیر جماعت کا سامان ہے اور تعظیم ہے اسمیں خانہ خدا کی انتہی کلامہ اور مجمع البحار کی تقریر ہیم اوپر لکھ چکے اور کہا علم دخیرہ میں کہ لوگ اپنے مکانات عمدہ عمدہ بنانے لگے اگر مساجد کی زینت نہ کیجئے تو خانہ خدا کی تحقیر لازم آتی ہے انتہی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات مین یہ ہی مضمون رقم فرماتے ہین عبارت یہ ہے کہ مردم خانہاے مشید و مزخرف و مطلا میسازند اگر مامسجد ہا بخشت وگل ساده بنا کنیم شاید کہ در نظر عوام خوار نماید وحقیر در آید انتہی خلاصہ یہ ہے کہ مکروہ سمجھنے محققین کا عمل نہین بلکہ عالم میں پھر کر دیکھو جمیع اہل اسلام

جونہ اور گچ وغیرہ سے خوبصورتی پیدا کرتے ہیں تعمیر مساجد میں اور جنکو مقصود یہ ہو وہ فروش وقنادیل ونقوش وغیرہ سے زینت دیتے ہیں انتہٰی اور مؤلف براہین قاطعہ گنگوہی نے بھی اس مقام پر اسیطرح لکھا ہے صفحہ ۱۳۰ سطر ۵ زینت مساجد کی بوجہ ازالہ شین اسلام کی ہے اور دفع شین اسلام کا فرض ہے الیٰ آخرہ سبحان اللہ جبتک یہ چند حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے کسی غرض دین کی کراہت سے نکلکر منصب عالی فرضیت پر بسبب مؤلف براہین قاطعہ پہنچ گیا اور جب اقوال علماء سلف مستحب اور مباح ہو گیا تو کیا غفلت کا پردہ پڑ گیا مانعین کی فہم مولد شریف میں کیوں نہیں سمجھتے کہ بالفرض اگر تمکو تشبہ اسمیں نظر آتا ہے تو اسکو بمقتضائے تبدیل کیفیت زمان کے مستحب سمجھو جیسا کہ ہم اوپر قول سخاوی کتاب علی قاری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کر چکے کہ یجتمع ائمۃ العلماء والاعیان من کل مکان ویعلو بین اہل الکفر کلمۃ الایمان یعنی جمع ہوتے ہیں مولد شریف میں بڑے بڑے علماء دین ہر طرف سے اور بلند ہوتا ہے درمیان اہل کفر کے کلمہ ایمان یہ فائدہ ہم نے بطور تنزل لکھا ہے یعنی درحقیقت اسمیں تشبہ نہیں اور اگر تشبہ بھی ہوتا تب بھی یہ عمل بباعث ایک دوسری خوبی کے کہ اسمیں بلند ہوتا ہے کلمۃ الحق مستحب اور مستحسن ہوتا جیسا کہ مساجد کی زینت میں گو تشبہ یہود ونصاریٰ کا موجود ہے لیکن بباعث دوسری خوبی کے کہ تعظیم نکلتی ہے خانہ خدا کی مستحب اور مستحسن ہے لعلہ بعضے یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر تشبہ کفار اسمیں نہیں پھر بھی یہ محفل بدعت سیئہ ضرور ہے کیونکہ قرون ثلثہ میں پائی نہیں گئی جواب مولوی اسمٰعیل صاحب اپنی تصنیفات تذکیر الاخوان وغیرہ میں لکھتے ہیں کہ جو عمل ایسا ہو کہ زمانہ نبوت میں علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور تین زمانہ مابعد یعنی صحابہ تابعین وتبع تابعین میں وہ عمل بعینہ نہ پایا جاوے اور ان چاروں زمانوں میں اسکی نظیر اور مثل پائی جاوے وہ عمل بدعت ہے اور جو کچھ مجتہدوں نے اپنے اجتہاد سے نکالا وہ سنت میں داخل ہے انتہٰی پس اس بنا پر ہم کہتے ہیں کہ عمل مولد شریف بدعت نہیں اسکی اصل بھی پائی گئی اور اسکی نظیر اور مثل بھی اصل وجود تو یہ ہے کہ نصوص قرآنی شروع بحث مولد شریف میں ہم لکھ چکے ہیں اونکو دیکھنا چاہیے علاوہ اسکے فرمایا حق سبحانہ تعالیٰ نے لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رءوف رحیم یعنی بیشک آیا ہے تمہارے پاس رسول تمہیں میں سے بھاری ہے اسپر جو تم تکلیف اٹھاؤ حرص رکھتا ہے تمہاری ہدایت پر مسلمانوں پر شفقت رکھنے والا مہربان انتہٰی دیکھیے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آپ کے آنیکا ذکر فرمایا اسکے بعد آپ کی صفتیں بیان فرمائیں مولد شریف میں بھی یہی ہوتا ہے آپکے آنیکا ذکر کرتے ہیں کہ آپ پیدا ہوئے یعنی عالم غیب وبطون سے عالم شہادت وظہور میں تشریف لائے اور بیان آپ کی صفات کا کیا

جاتا ہے نظماً و نثراً اور اس سے بھی واضح تر سنو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انی عند اللہ مکتوب خاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینتہ وساخبرکم باول امری دعوۃ ابراہیم وبشارۃ عیسٰی ورؤیا امی التی رات حین وضعتنی وقد خرج لہا نور اضاء لہا منہ قصور الشام یعنی فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تحقیق میں لکھا ہوا تھا اللہ کے نزدیک ختم کرنیوالا انبیون کا اس حال میں کہ تحقیق آدم پڑے ہوئے تھے زمین پر اپنی مٹی گندھی ہوئی میں اور خبر دیتا ہوں میں تمکو اپنے اول امر کی کہ وہ دعا ہے ابراہیم کی اور خوشخبری ہے عیسٰی کی اور عجائبات دیکھنا میری والدہ کا جب جنا مجکو اور تحقیق نکلا واسطے اُس کے ایک نور کہ چمک گئے اُس سے محل شام کے انتہی روایت مشکوٰۃ کے باب فضائل سید المرسلین میں موجود ہے اور کہا قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مواہب لدنیہ میں کہ روایت کیا اس حدیث کو امام احمد و بیہقی اور حاکم نے اور کہا حاکم نے یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور کہا زرقانی نے شرح مواہب میں کہ روایت کیا اسکو ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں دیکھئے حدیث صحیح الاسناد سے ثابت ہے کہ آپ نے خود ذکر اپنی اولیت اور سابقیت اور ولادت باسعادت کا بیان فرمایا اور جماعت صحابہ حاضرین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سنا جنکو حضور نے مخاطب کر کے فرمایا تھا ساخبرکم باول امری اب دوسری روایت ہم وہ بیان کریں جس میں یہ بات ہے کہ ایک صحابی جلیل القدر نے مجمع عام صحابہ میں رضی اللہ عنہم اجمعین ایسے اشعار پڑھے جنمیں ولادت شریف کا ذکر ہے اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے رضا و رغبت سُنا مواہب لدنیہ وغیرہ دیگر کتب میں بروایت حاکم و طبرانی و دیگر محدثین روایت ہے کہ جب حضرت صلے اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس آئے اول مسجد میں تشریف لائے وہاں آپنے مجلس عام میں اجلاس فرمایا جیسا کہ کعب ابن مالک نے صحیح میں روایت کی ہے پھر عباس ابن عبد المطلب نے اجازت چاہی آپنے دعائے خیر دیکر اُنکو اجازت فرمائی اُنھوں نے یہ اشعار پڑھے۔

من قبلہا طبت فی الظلال وفی	مستودع حیث یخصف الورق
ثم ہبطت البلاد لا بشر	انت ولا مضغۃ ولا علق
بل نطفۃ ترکب السفین وقد	الجم نسرا واہلہ الغرق
تنقل من صالب الی رحم	اذا مضی عالم بدا طبق
وردت نار الخلیل مکتتما	فی صلبہ انت کیف یحترق
حتے احتوی بیتک المہیمن من	خندف علیاء تحتہا النطق

وانت لما ولدت اشرقت الارض — وضاءت بنورک الافق
فنحن فی ذلک الضیاء وفی — النور وسبل الرشاد نخترق

اب دیکھئے اسمیں حال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولیت کا اور سبھی منتقل ہونا ایک صلب سے دوسرے صلب میں
اور حضرت ابراہیم اور نوح علیہ السلام کا نجات پانا آپ کی برکت سے کہ آپ کا نور انکے ساتھ تھا پھر بعد تقلبات
صلبی رحمی انجام کار پیدا ہونا اور اسوقت نور کا نکلنا پھر اس نور سے تمام عالم کا روشن ہو جانا جو کچھ محفل
مولد شریف مین تفصیل ہوتا ہے اس جلسہ میں بالاجمال وہ سب مذکور ہوا ہے پس امر دوم ہوا اول اُن
لوگون کا جو کہتے ہین بالاستقلال یہ ذکر نکرے اگر وعظ کے اندر ذکر میں ذکر یہ بھی کر دے درست ہے اور بعض
یہ کہتے ہین کہ تنہا پڑھ لے تو جائز ہے مجمع میں نہ پڑھین اب لوگون کو آنکھ کھول کر دیکھنا چاہئے کہ اس
مجلس مین کل قصیدہ حضرت عباس کا بالاستقلال اسی ذکر مین ہے اور نہیں کہ اسکے اول و آخر میں پند و موعظت اور عین
مجمع مین پڑھا ہے اور اسیطرح روایت سابقہ مین نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بالاستقلال یہی ایک
ذکر مجمع عام میں بیان فرمایا تو ثابت ہو گئی مجلس ذکر میلاد مبارک کی اصل اصیل اب ثابت کرین ہم
دوسری بات یعنی اسکی نظیر اور مثل بھی ثابت ہے بیان اس کا یہ ہے کہ مجلس میلاد شریف شکریہ ہے نعمت خدا وندی
کا کہ ایسا ہادی حق سبحانہ نے ہماری ہدایت کے لئے بھیجا جیسا کہ کلام امام نووی کی اسناد میں تصریح اس
مضمون کی موجود ہے لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیہم رسولا الآیہ پس نظیر اور مثل اسکی جلسہ شکریہ صحابہ میں
بھی ہوتا تھا چنانچہ صحیح مسلم میں ہے ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حلقہ صحابہ مین تشریف لائے پوچھا تم کیون
بیٹھے ہو کہا ہم بیٹھے ہین اللہ کی یاد کرتے ہین اور شکر اوسکا ادا کرتے ہین علی ما ہدانا اللہ للاسلام ومن بہ علینا یعنی
اسبات کا شکریہ ادا کرتے ہین کہ خدا نے ہمکو ہدایت فرمائی اسلام پر اور احسان کیا ہمپر اسبات کا راہ راست پر لگا دیا
تب فرمایا حضرت نے تمکو قسم اللہ کی تم محض شکریہ کے لئے بیٹھے ہو انہون نے عرض کی قسم اللہ کی ہم اس لئے
بیٹھے ہین آپ نے فرمایا میں نے تمکو اسلئے قسم نہیں دی کہ مجھے یہ گمان ہو کہ تم جھوٹ بولتے ہو بلکہ میرے پاس جبرئیل
آیا اور مجھے یہ خبر دی کہ ان اللہ عز وجل یباہی بکم الملٰئکۃ یعنے اللہ تعالیٰ فرشتوں میں تمھارا فخر ظاہر کرتا ہے
کہ دیکھو میری نعمت کا شکر کرتے ہین دیکھئے صحابہ نے نعمت اسلام کا شکریہ ادا کر کے وہ درجہ پایا مجلس
میلاد میں اس نعمت عالی کا شکر ہے کہ جو دین اسلام کا اصل سبب ہے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے شکر
میں بانیان محفل میلاد اقدس کا بھی فخر ظاہر فرماتے کیونکہ علت وہی شکر نعمت ہے جب معلوم ہوا کہ مجلس ذکر مولد

یہ عجیب بیان ہے اس سے [illegible] سابق ہو یہ بعید [illegible] ایمان [illegible] رسول [illegible]

شریف کی اصل اور نظیر دونوں ثابت ہیں پھر بدعت سئیہ کہنا اس کا باطل ہوا اب اگر کوئی امر بالائی مرّوجہ مجلس میں بحث کرے تو جواب اُس کا یہ ہے کہ اُمور مروجہ محافل مثل فروش وچوکی یا مسند و استعمال عطریات و تقسیم شیرینی یا طعام وغیرہ سب امور مباحات شرعیہ سے ہیں جیسا کہ عنقریب واضح ہوگا اور بعض مباحات کا منضم و مجتمع ہونا بعض مباحات کیساتھ کسی اصولی کے نزدیک موجب کراہت وحرمت نہیں اور یہ اعتراض پیش کرنا کہ ایک آدمی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی برابر میں چھینکا اور یہ کہا کہ الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ ابن عمر نے فرمایا میں بھی کہتا ہوں الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ لیکن ایسے موقع میں ہمکو ایسا تعلیم نہیں فرمایا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم فرمایا ہے کہ کہا کریں الحمد للہ علی کل حال اس حدیث سے یہ سند ہوئی کہ جو شرع میں ثابت ہوا دس پر زیادہ کرنا منع ہے جواب مختصر طور پر یہ ہے کہ درمختار کی کتاب الذبائح میں ہے مواطن تکرہ لاذکر فیہا عند العطاس وعند الذبح بس السلام علی رسول اللہ کہنا اوس کے مقابل نہی کے واقع ہوا تھا پھر الحاق امر منہی عنہ کو کسطرح وہ رضی اللہ عنہ منع نفرماتے اُمور منہیہ کو ہم بھی منع کرتے ہیں اور براہین قاطعہ میں ہے کہ ایک شخص نے چھینک کر کہا السلام علیکم حضرت ابن عمر نے اُسپر بھی انکار کیا انتہی ہم کہتے ہیں ۔ ۔ ۔ انکار اسلیے تھا کہ وظیفہ معینہ شرع کا جو الحمد للہ تھا اُس نے چھوڑ کر تحیت ملاقات کا وظیفہ اُس کی جگہ قائم کیا تھا یہ تشریع جدید اور تبدیل دین ہے مولد شریف کا اسمیں کیا علاقہ امور خیر کا اضافہ ایجاد فہو ای من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ کی تعمیل ہے نہ یہ تبدیل دین ہے نہ تشریع جدید اب ہم پیش کرتے ہیں یہ تقریر کہ زیادہ کر دینا کسی امر مستحسن یا مباح کا جو پیشتر نہ تھا جائز ہے اس کی دو نظیریں لکھتا ہوں باقی جس شخص کی نظر فتاوی پر ہوگی وہ اور نظیریں نکال لیگا نظیر اول یہ کہ سب جانتے ہیں کہ صحاح ستہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درود تعلیم فرمایا ہوا واسطے جلسہ التحیات کے یہ ہے اللہم صلی علی محمد الی آخرہ لیکن اگر کوئی آدمی اسمیں لفظ سیدنا زیادہ کرے واسطے آداب تعظیم کے یعنی یوں کہے اللہم صلی علی سیدنا محمد اس کو صاحب درمختار نے افضل اور مندوب لکھا ہے وندب السیادۃ لان زیادۃ الاخبار بالواقع عین سلوک الادب فہو افضل من ترکہ دوسری نظیر یہ کہ فقہا زیارت مدینہ منورہ میں زادہا اللہ شرفاً وتعظیماً یوں لکھتے ہیں وکل ماکان ادخل فی الادب والاجلال کان حسنا اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ رعایت اُمور آداب کی کرنی کہ جو سلف سے منقول ہے وہی ہونے او ذرا کیا ۔ ۔ ۔ ت بھی زیادہ نہ ہو یہ کچھ ضرور نہیں بلکہ اپنی طرف سے جو کچھ حرکات وسکنات مودبانہ کریگا سب بہتر ہیں اُن تعظیمات میں زائر مخیر ہے خلاصہ یہ کہ حدیث

لہ یعنی ذکر نہیں ہے چھینکنے اور ذبح کے وقت ۱۲ منہ یعنی ... واقعی خبر کا زیادہ کرنا عین ادب کا رستہ چلنا ہے ... اس کا افضل ہے ... ۱۲ منہ افعال ... ادب اور اجلال میں داخل ہو وہ بہتر ہے ۱۲

خطاس میں اس شخص کا زائد کرنا لفظ السلام علی رسول اللہ مقابل قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تھا اس لئے ابن عمر رضی اللہ
عنہما نے اسکو منع کیا اور مولد شریف میں جو بعض امور ملحقہ ہین انکی نہی شرع میں وارد نہیں پس قیاس کرنا امور غیر منہیہ
کو منہیہ پر صحیح نہیں **آجکل کی کیفیت مروجہ مدارس** کو خیال نہیں فرماتے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم کے زمانہ میں بھی تعلیم دین ہوتی تھی اور اب بھی مدارس اسلامیہ مین ہوتی ہے لیکن اسقدر فرق ہے کہ اول شیوع
اسبات کو تھا کہ استاد پڑھتے تھے شاگرد سنتے تھے چنانچہ بخاری و مسلم و ابو داؤد وغیرہ یہ سب محدث لکھتے ہین
کہ ہمارے استادون نے یہ حدیثین ہمارے سامنے پڑھین اور ہم کو تعلیم کین جا بجا لفظ حدثنا اس پر شاہد ہے
اور امام احمد اور ابن مبارک اور یحیی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک لفظ اخبرنا بھی مثل حدثنا وہی سماع
عن الاستاد کے معنی میں ہے مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفا مین ابتک تیرہ سو برس ہوچکے وہی دستور جاری ہے
کہ استاد پڑھتا ہے اور شاگرد سنتے ہین جو شبہ ہوتا ہے استاد سے دریافت کرلیتے ہین اور ہندوستان کے
مدارس کا یہ طریق ہے کہ شاگرد پڑھتا ہے استاد سنتا ہے جو سلف مین بکثرت تھا اب بالکل یہان متروک ہے
اور تعمیر مدرسہ کی نہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ابو بکر نہ عمر نہ عثمان نہ علی سے رضوان اللہ علیہم
اجمعین اور پہلے صحابہ اور تابعین تھے کہ امام اعظم اور امام محمد و ابو یوسف تک بھی تعلیم علم دین کی اجرت
نہ لیتے تھے اب علم دین کے پڑھانے پر تنخواہین معین ہین اور آئین تعلیم مین صرف و نحو وغیرہ کے حد مقرر
ہین کہ فلان فلان کتاب تک ہو پہلے یہ نہ تھا اور علاوہ اس کے منطق اور علم ہیات و ہندسہ وغیرہ جنکا
سلسلہ یونانیوں تک پہنچتا ہے اور صحابہ کی جوتیوں تک کو ان علوم کی گرد نہ لگی تھی اب تحصیل مین داخل
ہین اور پہلے جو کوئی روپیہ دیتا تھا مخفی طور پر دینے کو خالی ریا سے جانتا تھا اب چندہ دینے والون کی
نمائش ہوتی ہے ان کے نام سال بسال کتابون چھپتے ہین چندہ والا اگر دینے مین کچھ تامل کرے تو ایک
پیادہ متقاضی اسپر معین کیا جاتا ہے خلاصہ یہ کہ اس زمانہ کی طور پر تعلیم مدارس کو کہان تک بیان کرون
کم سے کم علم آدمی بھی تامل کرے گا تو معلوم کرے گا کہ بیشک مدرسہ تعلیم دین کا اس ہیئت کذائی اور ترتیب
مجموعی کیساتھ ہرگز قرون ثلثہ میں پایا نہیں گیا لیکن باینہمہ جائز رکھتے ہین اس کو فقط اسبات پر نظر کرکے
کہ گویا یہ عوارض اور لوازم بالائی سلف سے نہیں لیکن اصل تعلیم دین تو ثابت ہے ان عوارض سے اس
کی اصلیت باطل نہیں ہوتی اور یہ نہیں کہتے کہ یہ تعلیم جو اس ہیئت کذائی سے ہے بدعت اور ضلالت ہے
علی ہذا القیاس عارض ہونے اس ہیئت کذائی سے محفل مولد شریف بھی سنت ہونے سے خارج نہین

ہو سکتی اور بدعت ضلالت کہنا اس کا لغو اور ضلالت ہے **فائدہ** اس مقام پر مؤلف براہین قاطعہ گنگوہی نے مدرسہ مروجہ حال کو بجمیع وجوہ سُنت ثابت کیا ہے صفحہ ۸۵ انتفیر مدرسہ کیلئے لکھا صُفّہ کو جہاں اصحاب صُفّہ طالب علم دین و فقرا و مہاجرین بستے تھے مدرسہ ہی تو تھا نام کا فرق ہے لہٰذا اصل سُنت وہی ہے اور عمال کو یعنی جو زکوٰۃ وصول کرتے تھے اُن کو عمالہ یعنی اجر ملتا تھا سو وہ ہی اب تنخواہ مدرسین کی ہے یہ بھی اقرین پر لیا ہے صفحہ ۸۶ اور چندہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود لیا ہے غزوہ تبوک میں صفحہ ۸۷ اب تک تھوڑا علم والا بھی جانتا ہے کہ مدارس کے سب اُمور سُنت ہیں قرون ثلثہ میں موجود تھے انتہی بکلامہ تلخیصاً ہم کہتے ہیں اُمور مندرجہ محفل میلاد کا ثبوت اس سے بہت اعلیٰ طور پر ہے **ذکر ولادت** یہ خود ثابت الاصل جیسا ذکر او پر گذر چکا اور **فرش و استعمال عطر اور کھانا اور شیرینی دینا** یہ خاطر داری اور ضیافت مہمانوں کی صحیحین کی حدیث ہے من کان یومن باللّٰہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کمال تاکید سے ارشاد فرماتے ہیں کہ جسکو اللہ تعالےٰ اور روز قیامت پر ایمان ہے اُس کو چاہیئے کہ خاطر داری اور تواضع کرے اپنے گھر آئے ہوئے کی پس فرش زیبا پر اُنکو بٹھانا اور عطر لگانا مہمانوں کی تعظیم و اکرام ہے اور مجلس کرنیوالوں سے پوچھ لیجئے کہ اُن کی نیت بھی یہی ہوتی ہے کہ جو کچھ ہم نے تیار کیا ہے شیرینی یا کھجور یا شیرینی وغیرہ وہ سب صاحبوں کو جو ہمارے گھر آئینگے کھلائینگے اور شریعت سے یہ بات معلوم کیجئے کہ ضیافت شرع میں کس چیز کا نام ہے چیز کھانیکی خواہ تھوڑی یا بہت جب اُس کے لئے آدمیوں کو بلا دیگا وہ شرع میں ضیافت کہلاویگی صحابی روٹی کا ٹکڑا یا کھجور جو ہوتا پیش کرتے اور حدیث میں ہے لو دعیت الی کراع لاجبت یعنی ایک پاچہ بکری کیلئے بھی کوئی دعوت کرے تو میں قبول کروں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اخلاق عالی تھا اُس اہل ضیافت کا خوش کردینا منظور ہوتا تھا اپنا پیٹ بھرنا منظور نہوتا اور یہی اُمت کو ارشاد فرمایا جیسا کہ بخاری میں ہے ان دعیتم الی کراع فاجیبوا یعنی اگر کوئی تم کو ایک پاچہ بکری پر دعوت کرے تو قبول کرو اور فقہا بھی یہی حکم دیتے ہیں فتاوی برہنہ میں ہے ازجہت بعد فقرا تشارع نیاز وقصد نکند حاجت شکم را بلکہ نیت کند اقتدای سنت وادخال سرور در دل مسلم پس اگر کوئی متمول ذی مقدور شکم سیر کھانا کھلاوے محفل مولد شریف میں یا کم مقدور والا صحض شیرینی اور کھجور حاضرین کے لئے اہل اسلام کو تکلیف دی اسکو شرع میں ضیافت کہتے ہیں اور ہدایہ میں ہے من لم یجب الدعوۃ فقد عصی ابا القاسم یعنی جو مسلمان دعوت کیا ہوا بغیر عذر نہ آیا اُس نے نافرمانی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

افسوس وہ لوگ تعمیل سنت کے لئے آدمیں قلیل وکثیر پر نظر نہ کریں اور منکرین اُن عاملان سُنت پر طعن کریں اور اس بات کا خیال نہ کریں کہ سنت کی استہزا میں زوال ایمان کا اندیشہ ہوتا ہے اور یہ جو طعنہ دیتے ہیں مٹھائی کے لالچ سے آتے ہیں اور بعضے یہ کہتے ہیں کہ مٹھائی بانٹنے کی کیا اصل ہے یہ اعتراض بھی صحیح نہیں شاہ عبدالعزیز صاحب رسالہ اہل بغیر الله مطبوعہ مطبع محمدی کے صفحہ ۴۲ میں لکھتے ہیں اور وتقسیم طعام وشیرینی امر مستحسن وخوب است باجماع علما انتہی بلفظہٖ فتاوی خزانۃ الروایات کی فصل ضیافت اور روح البیان کی جلد دوسری میں لکھا ہے فی بطن المومن زاویۃ لا یملاء ہا الا الحلوا یعنی مومن کے پیٹ میں ایک گوشہ ہے جسکو نہیں بھرتی کوئی چیز سوا مٹھائی کے انتہی اب خیال کرنا چاہئے کہ گوشہ شکم مومن جو کہیں سے نہیں بھرتا مٹھائی سے اُس کا خلو رفع کرنا کیا کچھ اجر کی بات ہوگی اور فرمایا الله تعالے نے لن تنالوا البر حتے تنفقوا مما تحبون یعنی نہیں پہنچو گے تم نیکی کی حد کو جب تک نہیں خرچ کرو گے وہ چیز جسکو دوست رکھتے ہو اور حدیث سے معلوم ہوا ہے جن چیزوں کو مومن دوست رکھتا ہے اُنہیں مٹھائی بھی ہے چنانچہ خزانۃ الروایات اور نیز تفسیر روح البیان میں آیا ہے قال علیہ السلام ان المومن حلو ویحب الحلاوۃ پس جو چیز خود قاسم مومن اور نیز مومنین مقسوم علیہم کو محبوب ہو اُمید ہے کہ آدمی اُس کے تقسیم کرنے میں نیکوکاری کی حد کو پہنچے اور کچھ شک نہیں کہ اسیطرح کے وجوہات سے شاہ عبدالعزیز صاحب نے اس کو مستحسن اور خوب باجماع علما لکھا ہے منبر یا چوکی اور اشعار کا ثبوت یہ کہ مسجد نبوی صلے الله علیہ وسلم میں حضرت حسان منبر پر کھڑے ہو کر خود حضرت کے سامنے اشعار پڑھتے تھے یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے تداعی یعنی بلانا آدمیوں کا اسکی دو شکلیں ہیں یا یہ بلانا تناول ماحضر کے لئے ہے یہ خود سُنت دعوت ہے بلانا اس لئے ہے کہ وہ آکر سیرت وصفات نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سنیں یہ بھی سُنت ہے اس لئے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بھی صحابہ کو خبر بھیجکر بلاتے اور جمع کر کے اُنکو کچھ فرماتے آپکا زبان سے کچھ فرمانا حدیث ہے پس سُنت ہوا اسماع حدیث کے لئے بلانا اور اصطلاح دین میں حدیث شامل ہے رسول کریم صلے الله علیہ وسلم کے قول وفعل وتقریر وصفات وشمائل وفضائل وحلیہ وغیرہ کو اور موضوع علم حدیث ذات رسول ہے صلی الله علیہ وسلم اور غایت اُس کی حصول سعادت دارین اور شک نہیں کہ محفل مولد شریف میں بیان ہوتے ہیں افراد علم حدیث تو اعلام کر کے بلانا گویا حدیث رسول الله کیلئے بلانا ہے اس تداعی کو مکروہ وحرام کہنا عجیب بات ہے یہ لوگ آیۂ کریمہ ادع الی سبیل ربک سے بھی اگر

اپنی تسلی کرلیں یہ بھی ممکن ہے تعجب ہے کہ مدرسہ کیلئے اسقدر ردو درو دراز فکر کو دوڑایا کہاں عمالہ عاملین کہاں تنخواہ مدرسین کہاں صفہ کہاں مدرسہ کہاں جہاد کا چندہ کہاں مدرسہ کا چندہ اور ہماری دلائل دربارہ مولد شریف جو مدلولات دعاوی پر صریح الدلالت ہیں اُنکی طرف خیال بھی نہیں فرماتے اُس کو بدعت ٹھہراتے ہیں العداله مدکمال بوالعجبی کا مقام ہے اگر کوئی یہ سمجھے کہ یہ چیزیں فرادی فرادی جبتک جائز لیکن ہم ان کا جمع ہونا جائز نہیں جانتے جواب اُس کا یہ ہی کہ مدرسہ کی ہئیت مجموعی بھی قرون ثلثہ سے ثابت نہیں اُسکے اثبات میں بھی فرادی اجزا کا ثبوت دیا گیا ہے یہاں بھی وہی قبول کرنا چاہئے ثانیا

یہ کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں فان مفرادات المباحات اذا اجتمعت کان ذلک المجموع مباحا ومہما انضم مباح لم یحرم الا اذا تضمن المجموع محظورا لاتتضمنہ الاحاد دیس مجتمع ہونے مباحات ومستحبات سے یہ محفل ممنوع نہوگی اور براہین قاطعہ صفحہ ۹۰ میں جو اعتراض اس قاعدہ مسلمہ سلف پر کیا ہے اور یہ لکھا ہے (تمر اور پانی دونوں کا نبیذ بنایا جاوے بعد کف دینے کے جو ہئیت حاصل ہوئی حرام ہوگیا) جواب اس کا یہ ہے کہ جب تک محض تمر اور پانی تھا اُس وقت تک مباح تھا اب طول مدت اور تاثیر زمان سے ایک شئے ثالث حادث ہوئی جو نشہ آوری کا سبب ہوگیا پس موجب حرمت یہ شئے ثالث مذموم شرعی ہے نہ وہ اشیاء مباح ورنہ تعلیل مؤلف براہین کے موافق تو اجتماع مباحات سے قطع نظر ایک چیز منفرد بھی حرام ہوجائے گی اس لئے کہ شیرۂ انگور بعد سکر خود شراب بنجاتا ہے تو چاہئے منفرد چیز کو بھی حرام کہا جاوے اور یہ صحیح نہیں احکام شرعیہ میں تامل مدکار ہی بنا رعلیہ صحیح وہی ہے کہ اگر اجتماع مباحات میں کوئی محظور شرعی لازم نہ آتا ہو وہ درست اور مباح ہے اس سے وہ دوسرے اعتراض مخالفین کے بھی رد ہوگئے جو کہتے تھے کہ قرآن دیکھکر پڑھنا سنت تھا اور نماز سنت تھی مجموعہ ملکر مشابہ باہل کتاب ہوگیا اور رکوع مشروع اور قرآن مشروع جمع دونوں کا مکروہ ہوا جواب اُسکا یہ ہے کہ صورت اول میں محظور شرعی یہ لازم آیا کہ تشبہ اہل کتاب سے ہوا اور صورت ثانیہ میں یہ کہ حدیث شریف کے مخالف یہ فعل ہوگیا جو فرمایا ہے الا انی نہیت ان اقرء القرآن راکعا او ساجدا ذکر مولد شریف میں امور مذکورہ بالا شریک ہوئے ہیں نہ تشبہ اہل کتاب سے ہے جیسا کہ لمعۂ ثالثہ میں اسکا ابطال بخوبی ہوچکا اور نہ کوئی نہی شرعی انضمام مباحات میں وارد ہے بنا برعلیہ یہ مجلس مع انضمام امور مباحہ ومستحبہ مروجہ درست اور مستحسن ہے دوسری تقریر امور مذکورہ کے جواز پر یہ ہی کہ فرمایا حق سبحانہ تعالیٰ

نے سورۂ اعراف کے چوتھے رکوع مین قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق
یعنی تو کہہ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کسنے حرام کردیا اللہ کی زینت کو جو پیدا کی ہے اپنے بندون کے واسطے
اور ستھری چیزیں کھانیکے اول یہ بات سمجھنی چاہئے کہ آیات کا نزول خواہ کسی موقع میں ہوا ہو لیکن حکم اُنکا
مقید بہ شان نزول نہیں ہوتا بلکہ جہانتک دلالت الفاظ جاری ہوتی ہے وہان تک حکم جاری کیا جاتا
ہے یہ علماء اصول قرار دے چکے ہین چنانچہ توضیح وغیرہ مین مندرج ہے العبرۃ لعموم الالفاظ لا لخصوص السبب یہ بات
ہماری کل آیات استدلالیہ مین یاد رکھنا چاہئے پس یہ آیہ کریمہ گو موقع خاص مین نازل ہوئی لیکن جمیع مفسرین
واصولیین وفقہا اس آیۃ کو عام لیتے ہین جسکی نظر درمختار اور تفسیر بیضاوی و رازی وغیرہ پر ہوگی اسپر یہ بات ثابت
مخفی نہیں کہ فرش بچھانا اور محفل کا سجانا اور عطریات سے لباس بسانا چوکی اور منبر اور مسند لگانا یہ سب زینت
اللہ میں داخل ہے اور جو کچھ حاضرین کو کھلایا جائیگا پان الائچی چائے کھجور شیرینی یا کھانا اُس کو لفظ طیبات
من الرزق شامل ہو علامہ بیضاوی نے آیۃ مذکورہ کی تفسیر میں لکھا ہے فیہ دلیل ان الاصل فی المطاعم
والملابس وانواع التجملات الاباحۃ بنا برعلیہ یہ سب چیزین از روئے قواعد اصول حنفیہ تصریح
مفسرین محول جائز اور مباح ہوئین منع کرنیوالا انکا خطر عظیم میں ہے حق تعالے نے فرمایا ہے یاایہا الذین
آمنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین چاہئے کہ مانعین اندیشہ کرین ایسا نہ ہو
کہ وہ معتدین میں شامل ہوجائین جنکو اللہ تعالے نہیں چاہتا تیسری تقریر جمیع امور مجلس میلاد کیلئے
یہ ہی کہ دلیل پکڑنی چاہئے اس آیہ کریمہ سے جو سورۂ یونس کے چھٹے رکوع میں ہے قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک
فلیفرحوا ہو خیر مما یجمعون بارہ برس گذرے یہ نحیف اس آیۃ کو اپنی کتاب بہار جنت مین درج کرچکا ہے
لیکن عام آدمیون کو جب تک تشریح نہ سمجھایا جائے اصل مدعا کو نہیں پہنچتے بنا برعلیہ اب اسکی تفسیر کرتا ہون
واضح ہو کہ حق سبحانہ اس آیہ ہدایت پیرایہ میں حکم دیتا ہے اہل ایمان کو کہ وہ اللہ ہی کے فضل اور اللہ ہی
کی رحمت سے فرحت اور سرور کریں امام رازی اور بیضاوی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہین کہ بیان کیا
فعل فلیفرحوا محذوف ہے اور آیۃ مذکور یعنی اہل ایمان کو چاہئے اللہ کے فضل ورحمت پر خوشی کریں پھر
فرمایا دوبارہ کہ چاہئے اسی پر خوشی کرین اور تکرار امر تاکید کے لئے ہے اور لفظ فبذلک مفید حصر ہے
یعنی واجب ہے انسان پر کہ فرحت خاص اللہ ہی کے فضل ورحمت پر کرے کیونکہ جو لذات جسمانی
ونفسانی اور نعیم دنیاوی ہیں یہ سب فانی ہین یہ چیزین قابل فرحت وسرور نہیں اور فضل و رحمت

خداوندی کو فرمایا ہو خیر مما یجمعون یعنی وہ بہتر ہے اُن سب لذات و نعمائے فانیہ سے جو دُنیا میں جمع کر رکھی
اسیطرح ہیں اس آیہ کریمہ سے ثابت ہوا فرحت و سرور کرنا ساتھ فضل و رحمت خداوندی کے اور شک نہیں
کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم خدا کی رحمت اور فضل ہیں علامہ ابن حجر نے آیہ کریمہ و لولا فضل اللہ علیکم و رحمتہ
لاتبعتم الشیطان الا قلیلا کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ فضل اللہ رسول خدا ہیں صلے اللہ علیہ وسلم اور رحمت
بھی وہی ہیں ذکر کیا اسکو زرقانی شارح مواہب نے اور تفسیر روح البیان میں سورہ نساء تحت آیہ مذکورہ لکھا ہے
و فی الحقیقۃ کان النبی علیہ السلام فضل اللہ و رحمتہ یدل علیہ قولہ تعالی ہو الذی بعث فی الامیین رسولا منہم یتلوا
الی قولہ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء و قولہ تعالی و ما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین اسیواسطے کتب احادیث و
سیر میں منجملہ اسماء مبارک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل اللہ اور رحمت للعالمین و رحمۃ مہداۃ و رحمۃ الامۃ و
رسول الرحمہ بھی شمار کئے ہیں جیسا کہ زرقانی اور قسطلانی وغیرہ محدثین نے لکھا ہے پس ثابت ہوا فرحت
و سرور کرنا آپکے وجود با وجود کا اور جب فرحت کرنا ثابت ہوگیا تو فرحت کے جتنے اسباب مباح ہیں
وہ سب ثابت ہو گئے کہ اذا ثبت الشئ ثبت بلوازمہ قاعدہ مسلمہ ہے پس اجتماع اخوان و تقسیم شیرینی
شیرینی کے خوان و جمیع مباحات فرحت اسی وقت بذکر ولادت شریف جوش فرحت و سرور میں کھڑا
ہو جانا اور شکر الٰہی اس فضل و رحمت مہداۃ کی بابت بجا لانا سب منطوق فلیفرحوا سے ثابت ہوگیا اور بآیہ و اشکروا
نعمۃ اللہ ان کنتم ایاہ تعبدون سے بھی یہ امور ثابت ہو سکتے ہیں اسلیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑی نعمت ہیں
اور شکر ادا ہوتا ہے طرح طرح کے افعال و اعمال سے مثل قرارت آیات و تلاوت احادیث معجزات و درود و سلام
و اطعام طعام وغیرہ اور لمعہ خامسہ میں بھی تقریر اسکے ملحقہ آئیگی اور اگر یا نعین اسطرح کی نظیر اور مثل طلب
کرتے ہیں کہ ایسا جلسہ مسنونہ بتاؤ جسمیں چند سنتیں مثل جلسہ مولد شریف کے مجتمع ہوں تو اُس کی بھی نظیر شرع میں
موجود ہے مثلا شادی عروسی کہ اسمیں اجتماع ہے مومنین کا اور ذکر اللہ بھی اسمیں ہے اسلیے کہ خطبہ نکاح کا
جو سنت ہے جلسہ نکاح میں پڑھا جاتا ہے بعد ازاں خرما وغیرہ تقسیم کر دیا جاتا ہے یا حاضرین کے ہاتھوں لٹا دیا جاتا
ہے فتاوی عالمگیری میں ہے لا بأس بنثر السکر والدراہم فی الضیافۃ وعقد النکاح اور مولوی ...
مسائل اربعین میں لکھا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نکاح فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا میں لوگوں کو
جمع کر کے خطبہ پڑھا ایجاب و قبول کیا چھوہارے لٹائے اور نیز جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت
اُم حبیبہ سے نجاشی بادشاہ حبشہ نے اپنے ملک حبش میں کیا تو حضرت جعفر اور جمیع مہاجرین کو جمع کر کے خطبہ پڑھا ایجاب

ف
اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا تم پر اور اس کی رحمت تو تم شیطان کے پیچھے جاتے مگر تھوڑے سے
ع کو ... نہیں ... دنیا ... اور مجلس نکاح میں
۱۲

نازل کیا بعد ازاں سب کو کہا کہ ابھی بیٹھے رہو یہ سنت پیغمبروں کی ہے کہ بعد نکاح کے کچھ کھانا کھاویں تب
کھانا منگا کر سب کو کھلایا یہ بھی مسائل اربعین میں ہے اب دیکھئے اگر نکاح میں عقد نکاح کا سرور ہے یہاں یعنی مجلس میلاد شریف
میں اُس سے کہیں زیادہ بڑی نعمت یعنی وجود باعث ایجاد عالم کا سرور ہے وہاں خطبہ میں توحید اور اقرار
رسالت ہے یہاں بھی یہ مضمون بتفصیل و شرح موجود وہاں تقسیم شیرینی و خرما و طعام ہے یہاں بھی علی ہذا القیاس
یہ باتیں موجود ہیں اور اگر سال بسال التزامی ہونا تثلیث مطلوب ہو تو محدثین صوم عاشورا کی نظیر دے چکے ہیں
کہ موسیٰ علیہ السلام کی نجات کا شکریہ سال بسال کب سے چلا آتا ہے غرض کہ میلاد شریف کی اصل بھی شرع میں
موجود ہے اور نظیر اور مثل بھی بناء علیہ موافق قول مولوی اسمٰعیل صاحب کی یہ محفل بدعت نہیں بلکہ اب اور تقریر کی
ثابت کرتے ہیں کہ یہ محفل سنت ہے مولوی اسمٰعیل صاحب تذکیر الاخوان میں مجتہدوں کی نکالی چیز کو سنت میں
داخل کرتے ہیں اور مجلس میلاد اگرچہ بدین ہیئت مجموعی کسی مجتہد مطلق نے خود ایجاد نہیں فرمائی لیکن مجتہدان
مطلق نے ایسے عمدہ قاعدے کلیہ ایجاد کئے کہ یہ مجلس ان قاعدوں میں داخل ہو گئی مثلاً حضرت امام
مالک حدیث کی تعظیم اسطرح کرتے تھے کہ اول غسل کرتے تھے پھر فرش ہوتا چوکی و مسند بچھتی عود و لوبان
وغیرہ بخور خوشبو سلگتی پھر منبر پر بیٹھ کر کمال تعظیم سے بیان فرماتے لوگوں نے پوچھا یہ اہتمام کیوں کرتے ہو فرمایا
تعظیم کرتا ہوں حدیث رسول اللہ کی تب کسی نے اعتراض کیا اور چپ ہو گئے امام مالک خیر القرون تبع
تابعین میں تھے اور مجتہد بھی اُنکے فعل سے یہ آداب ثابت ہو گئے پھر جنہے اُنپر اعتراض کیا وہ اُنکی دلیل
معقول سُنکر چپ ہو کہ واقعی حدیث رسول اللہ کی تعظیم ہے پس دوسروں کا سکوت کرنا بعد اعتراض کے یہ بھی قول
امام مالک کو موید ہو گیا علاوہ بریں اُسوقت سے آجتک سب جمیع کتب حنفیہ مالکیہ شافعیہ میں دستور العمل مکتوب ہو گیا
کہ حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے مکان عالی پر بیٹھنا خوشبو لگانا تعظیم مد نظر رکھنا مستحب ہے، مدارج النبوۃ
اور مواہب اور شرح مواہب وغیرہ سے یہ بات ظاہر ہے اور معلوم ہے سب کو یہ بات کہ محفل مولد شریف میں احادیث
معجزات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے اسمیں اس قسم کے آداب کئے جاتے ہیں پس یہانتک تو محفل
مولد شریف فعل خیر القرون میں داخل اور سنت میں شامل رہی باقی رہا درود و سلام وہ بھی کھڑے ہو کر
پڑھنا [illegible] اسکی اصل بھی مجتہدوں سے ثابت ہے یعنی احمد بن حنبل کے استاد یحییٰ بن سعید منارہ مسجد سے
پشت لگا کر بیان کرنا شروع کرتے تھے اور بڑے بڑے عالم مجتہد محدث مثل علی ابن مدینی اور ابن خالد
اور امام احمد وغیرہ کھڑے رہتے تھے اور تحقیق کرتے حدیثیں اور کوئی اُنکی ہیبت اور جلال سے بیٹھ نہ سکتا تھا

یہ حال فتاوی برہنہ میں موجود ہے ان محدثوں اور مجتہدوں کے فعل سے ثابت ہو گیا اگر کوئی شخص ذکر الرسول کھڑا ہو کر کرے صحیح ہے اور حضرت حسان منبر پر کھڑے ہو کر اشعار پڑھا کرتے تھے اور فخر بیان کرتے تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا لیکن قاری اور سامعین اول سے آخر تک کھڑا رہنے میں مشقت سمجھکر کہ ہر کسیکو کھڑا رہنا دشوار ہے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا بس اسیقدر میں کھڑے ہو جاتے ہیں جسمیں اصل ولادت شریف کا ذکر ہوتا ہی کہ یہ جلسہ اُسکی فرحت و سرور کا ہے الحاصل امور مندرجہ مجلس میلاد کا ثبوت مجتہدین مطلق کی قواعد سے کمال سے ہو گیا اور جسوقت ملک ابو سعید مظفر نے محفل مولد کا سامان کیا اور مفتیان دین میں اس مسئلہ کا سنہ ۶۰۴ میں اعلان کیا اُسوقت اگرچہ کوئی مجتہد مطلق موجود نہ تھا لیکن مجتہدین کے چند طبقہ میں اُنمیں سے ایک مجتہدین مسائل ہوتے ہیں کہ قوت نظریہ اُنکی قوی ہوتی ہے اور اپنے امام کی اصل پر نظر کر کے مسایل غیر منصوصہ میں بنظر اجتہادی حکم دیتے ہیں اس قسم کے مجتہد شافعی و مالکی وغیرہ موجود تھے تواریخ سے ثابت ہی کہ اُسوقت جمیع علماء محفل مولد شریف کو مع اُمور مروجہ اطعام طعام وتعیین یوم میلاد وغیر جائز رکھا پس ان خصوصیات کی اسناد بھی مجتہدین تک پہنچگئے اور مولوی اسمٰعیل صاحب نے مجتہد مطلق اور مجتہد فی الشرع کی قید تو لگائی نہیں کیونکہ اُن کی غرض یہ ہی کہ کوئی فعل ایسا ہو کہ عوام یا علماء کم پایہ اسکو پسند کرلین بلکہ وہ ایسی مجتہد ہون کہ اُنکو قوت نظریہ لایق اصل و نظیر پہچاننے کے ہووے اور مولوی اسمعیل صاحب نے تذکیر الاخوان کے باب تقلید میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ اگر اکثر عالم دیندار متقی اس مسئلہ کو قبول کرلین تو البتہ وہ بھی معتبر ہے انہی دیکھیے بیان اجتہاد کی بھی قید ندارد ہے اب ہم کہتے ہین کہ اس محفل کو اکثر علماء دیندار متقیون نے معتبر رکھا ہے اور استحباب کا فتوی دیا ہے اور ابو سعید مظفر کے عہد مین علماء بڑے عالی درجہ صحیح النظر جامع فروع و اصول سے تھے قوت اخذ مسائل غیر منصوصہ اپنی عقل اور ادراک میں رکھتے تھے علاوہ برین امام شافعی کے قاعدہ میں جو کہ مجتہد فی الشرع تھے محفل مع جمیع خصوصیات وتعینات مروجہ اہل اسلام داخل ہو وہ قاعدہ یہ ہی کہ امام شافعی سے بیہقی نے یہ روایت کیا ہی کہ نئی بات اگر ایسی ایجاد ہو کہ قرآن اور حدیث اور اجماع کے مضمون کو نہ مٹاتی اور نہ رد کرتی ہو وہ بدعت حسنہ اور ... ہے اُسکو بُرا نہ کہنا چاہیے پس محفل میلاد اس مجتہد کے قول میں داخل ہو گئی کیونکہ یہ کسی حکم قرآن و حدیث و اجماع کو رد نہیں کرتی اور اگر رد کرتی ہے بیان کر دو من ادعی فعلیہ البیان الحاصل ہر تیج سے سب کی اسناد مجتہدین تک پہنچتی ہے خواہ تصریحاً خواہ استنباطاً پس یہ محفل سنت میں داخل ہے اور بدعت نہین موافق قاعدہ مقررہ مولوی اسمٰعیل صاحب

کے سوال تم سا کنان ہند وستان حنفی المذہب ہو امام مالک اور شافعی سے کیون استدلال کرتے ہو جواب جو مسئلہ ہمارے امام سے تصریحاً بیان نہوا اور دوسرے اماموں نے اسکی تصریح کی ہو اور وہ ہمارے قواعد کے مخالف نہو پس تسلیم کیا جاتا ہے وہ ہمارے مذہب حنفیہ مین اسکی نظیرین ناظر کتب فقہ کو ملجاوینگی بالفعل ایک مثال لکھتا ہون درمختار میں ہے واما تقبیل الخبز فجوز الشافعیۃ انہ بدعۃ مباحۃ وقیل حسنۃ یعنی کہا صاحب مختار نے کہ روٹی کو چومنا یعنی بوسہ دینا جائز رکھا ہی شافعیوں نے کہ یہ بدعت مباح یا مستحب ہے، یہ مذہب شافعیوں کا لکھکر صاحب درمختار جو مذہب کے حنفی ہیں لکھتے ہیں کہ قواعدنا لا تاباہ یعنی ہم حنفیوں کے قاعدے کچھ اس سے مخالفت نہین رکھتے پس ثابت ہوا کہ غیر اماموں کے مذہب میں جو بات ایسی ہو کہ ہمارے مذہب مین اس کا ذکر نہ ہو اور ہماری مخالفت بھی نہ ہو اسکا لے لینا درست ہے چنانچہ تقسیم بدعت حسنہ اور سئیہ کی ہمارے کتب فقہ شامی وغیرہ میں برابر مثل مذہب امام شافعی کے مندرج ہے اور اسیطرح قرارۃ حدیث میں لوبان وغیرہ کا سلگانا خوشبو لگانا اونچی جگہہ پر بٹھانا باقتدار امام مالک کتب حنفیہ میں موجود ہے **لمعۂ خامسہ** اعتراض کرتے ہین کہ اگر یہ محفل کبھی کبھی کرلی جائز بھی ہو تو خیر لیکن خاص ربیع الاول کی بارہویں تاریخ میں کرنا اس کا اور وہ بھی ہر سال دائما کرین اس کی تو کوئی دلیل نہین ہے **جواب** محفل مولد شریف کی تخصیص اسطور پر کہ خاص بارہویں تاریخ ربیع الاول کی اور پھر جائز نہ ہو یہ کسی عالم اہل سنت نے تصریح نہیں فرمائی بلکہ اہل بیان جب کرسکین کرین عبارتین فتاوی متقدمین کی صریح موجود ہین ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی مورد الروی میں ہے بل یحسن فی ایام الشہر وکلہا ولیالیہ اس کے بعد ابن جماعہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہی کان یقول لو تمکنت عملت بطول الشہر کل یوم مولدا اور سیرت شامی میں علامہ ظہیر الدین ابن جعفر کا فتوی یہ ہی ہے بدعۃ حسنۃ اذا قصد فاعلہا جمع الصالحین والصلوٰۃ علی النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم واطعام الطعام للفقراء والمساکین وہذا القدر یثاب علیہ بہذا الشرط کل وقت اور اصل تحقیق اسمیں یہ ہی کہ نصوص قرانی مطلق ہین واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اور اسیطرح قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا اور اسیطرح واشکروا نعمۃ اللہ ان کنتم ایاہ تعبدون پس شکر یہ نعمت نزول و با جود حضرت رحمۃ للعالمین کا ہمپر فرض ہوا اور اسیطرح فرحت کا بھی حکم ہوا کہ رحمت خداوندی پر فرحت وسرور کرو اور ظاہر ہے کہ حق سبحانہ تعالی شانہ نے اس فرحت وسرور اور شکریہ کو موقت کسی وقت کے ساتھ نہیں فرمایا بنا بر علیہ حضرت کی ولادت کا فرحت وسرور دائمی ہوا اسیواسطے جمیع اہل اسلام جمیع بلاد اسلامیہ میں شرقاً وغرباً بارہ مہینے جب کسی سے بن پڑتا ہی مولد شریف کرتے ہین اور اسیطرح شکر ولادت نبی کریم علیہ التسلیم جمیع افراد عبادت میں عام ہے

اور یہ بات علمائے اصول سے مخفی نہیں کہ فرضیت امر آلٰہی کسی فرد میں پائے جانے سے ادا ہو جاتی ہے خواہ وہ کتنا ہی قلیل ہو لیکن قدر مفروض شرعی سے زیادہ کرنا تکمیل فرض کیلئے جہانتک بوجہ شرع ہو سکے مستحب اور بہ مطلوب ہے شرعاً جب یہ بات معلوم ہو چکی تو ثابت ہو گیا یہ کہ شکریہ و فرحت و سرور وجود نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم دائمی ہر جب ہو سکے ادر جس فرد میں ہو سکے عمل میں لائے خواہ اطعام طعام یا تقسیم شیرینی اہل ایمان میں خواہ قرارت قرآن و تلاوت معجزات و انشاد مدائح و محامد و مناقب بہیئت آداب و تعظیم کرے خواہ ان سب باتوں کو جمع کر دے پھر شہر ربیع الاول کی بارھویں تاریخ یا افعال و اعمال بجالائے یا کسی اور تاریخ اور کسی مہینہ میں سب جائز ہی اس تقریر سے مطلق کی سب فرد جائز رہی اگر کوئی یہ ذکر نعمت اللہ بلا قید کرے وہ بھی جائز ہے اور جو مقید قیود و آداب مستحسنات سے کرے جنکا ذکر لمعہ رابعہ میں گذر چکا وہ بھی جائز ہے اور یہ بالبداہت معلوم ہے کہ جسقدر مستحسنات و مستحبات شرعیہ محفل میں زیادہ ہونگے خیر و برکت زیادہ ہو گی اسیوجہ سے اکثر آدمی اس فرکر اقدس کو جہانتک ہو سکے تعظیم و احترام و زیب و احتشام سے کرتے ہیں کہ اجتماع افراد مستحسنات سے حسن معنوی کا تضاعف اور زیب و زینت ظاہری سے شان اسلام کا تجمل ظاہر ہو یہ نہیں جو مانعین کہتے ہیں کہ ان لوگوں کے نزدیک بغیر امور مروجہ محفل ذکر اقدس منع ہے حاشا وکلا جب جی چاہے خالی قیود سے بھی ہیچ و قصہ میلاد وغیرہ پڑھتے ہیں بنا علیہ انپر کوئی غبار نہیں ہاں مانعین ایک اندیشہ عظیم میں ہیں زیب و تجمل اور تقسیم شیرینی اور اجتماع مومنین کو منع کرتے ہیں گویا انہوں نے مطلق کو مقید کر دیا کہ اس ہیئت تجمل کیساتھ نہو اس کا نام شرع میں نسخ ہے معاذ اللہ اور یہ اعتراض کہ صحابہ نے اس تجمل کے ساتھ کیوں نہ کیا جواب یہ ہے کہ ان کے وقتوں میں چند مصارف ایسے پیش تھے کہ صرف ہونا روپیہ کا انہیں قرین مصلحت تھا نہ اپنی زینت اور تکلف طعام و لباس میں بھی نہ لگاتے جو کچھ پاتے انہیں مواقع میں اٹھاتے لیکن پھر بھی اصل فرحت و سرور ذکر نبی ہیں ہمارے شریک تھے تجمل سے حلیہ کو نکیا اصل عمل تو فوت نہیں پایا گیا فرحت و سرور و شکریہ مفروضہ ایک فرد بھی ادا ہو سکتا ہے جیسا افراد کثیرہ میں ادا ہوتا ہے اور بہت صحیح طور پر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہمکو پہنچ چکا ہے اپنی امت کو ارشاد فرمایا ہے قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے میرے صحابہ کی وہ شان ہے کہ اگر تم احد پہاڑ کے برابر سونا خدا کی راہ میں لٹا دو گے تب بھی انکے تین پاؤ جو کے برابر ثواب نہ ملیگا اور ڈیڑھ پاؤ کے برابر یہ حدیث صحیحین میں ہے اس صورت میں اہل اسلام بنظر تحقیق دیکھیں کہ حضرت عباس کا وہ قصیدہ در باب کر

مولد خوشی خوشی حضوری حضرت سید الکائنات صلی اللہ علیہ و سلم میں پڑھ دینا اور حضرت حسان کا اشعار
فخریہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مواجہہ میں اکثر پڑھنا اس تمام ہیئت مجموعی کے افراد کثیرہ کی خیر و برکت
سے کہیں زیادہ ہوگا جب اُنکا ذکر پاؤ جو خرچ کیا ہوا ہمارے پہاڑ کے برابر سونے سے زیادہ ہوا تو یہ اعتراض
لغو ہو گیا جو کہتے ہیں کہ تم صحابہ سے بھی بڑھ گئے کہ اُنھوں نے یہ محفل نہیں کیا تم کرتے ہو وجہ لغو ہونیکی یہ کہ
اُنکا ایک ذکر فرحت اور سرور قلبی سے کرنا ہمارے بہت سے سامان فرحت و سرور سے افضل ہوا ز روئے
حدیث پھر ہم کہاں بڑھ گئے اُن سے ہاں صحابہ اصل اس تذکرہ اور فرحت و سرور وجود باجود نبی صلی اللہ
علیہ وسلم میں ہمارے شریک ہیں بنا علیہ ہمارا سلسلہ اُنسے ملا ہوا ہے جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ
دیباچہ انتباہ میں فرماتے ہیں باید دانست کہ یکے از نعم خدا تعالےٰ بر امت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوات
والتسلیمات آنست کہ تا امروز سلسلہا ر ایشان تا حضرت پیغامبر صلے اللہ علیہ وسلم صحیح و ثابت است و
اگرچہ کل امت را باد اخر امت در بعض امور اختلاف بودہ است پس صوفیہ صافیہ ارتباط ایشان در زمن اول
بصحبت و تعلیم و تادب بادب و تہذیب نفس بودہ است نہ بخرقہ و بیعت و در زمن سید الطائفہ جنید بغدادی
رسم خرقہ ظاہر شد و بعد ازان رسم بیعت پیدا گشت و ارتباط سلسلہ بہمہ انحا متحقق است فی اختلاف صور ارتباط
ضرر نمیکند الی ان قال و علماء کرام ارتباط ایشان در زمن اول باستماع احادیث و حفظ آن در دعای
قلب بود و بعد ازان تصنیف کتب و قراءۃ و مناولۃ و اجازت آن پیدا شد و ارتباط سلسلہ بہمہ انواع این
اُمور صحیح است و اختلاف صور اثری نیست بنا علیہ اگر فرحت و سرور اور مدح خوانی میں ہمارے اور صحابہ
رضوان اللہ علیہم کے مابین کچھ ہیئت کا اختلاف ہو تو ہرگز مضر نہیں جب اصل امر ہم میں اور اُنمیں مشترک ہے
باقی رہی تحقیق تعیین تاریخ سو مراد اُن لوگوں کی یہ نہیں کہ بارہویں ربیع الاول سے غیر دنوں میں جائز
نہیں بلکہ اُسمیں ایک قسم کی مناسبت سمجھکر اُسمیں زیادہ تر یہ محفل پاک کرتے ہیں اور دلیل شرعی اسکی
بھی موجود ہے وہ یہ ہے کہ شرع شریف میں یہ مضمون پایا گیا ہے کہ جس روز کسی نعمت عظمیٰ کا ظہور ہو
ہر سال اُسی روز خوشی کیا کریں قرآن شریف میں اس تعیین یوم کی مثال یہ ہے کہ جب حواریوں نے
عیسےٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ اگر آسمان سے ہمارے لئے خوان کھانیکا اُترے تب عیسیٰ علی نبینا و
علیہ السلام نے یہ فرمایا اللہم ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء تکون لنا عیدا لاولنا وآخرنا لکھا امام رازی نے تفسیر
کبیر میں کہ اسکے یہ معنی ہیں یا اللہ اُتار ایک خوان کھانیکا آسمان سے کہ ہو جاوے وہ ہماری پہلوں اور پچھلوں کیلئے

عید یعنی جسدن میں وہ مائدہ اُترے اُس کو ہم عید بنالیں اور ہمارے بعد جو پیدا ہووین وہ بھی اس کو عید بنا دیں اُس دن کی تعظیم جاری رہے پس اُترا وہ مائدہ اتوار یعنی یکشنبہ کو اور بنالیا نصاری نے اُس کو خوشی کا دن کہ اسمیں خوشی کرتے ہین انتہی یعنی وہ لوگ اپنی عبادت گاہ میں جمع ہوتے ہین یکشنبہ کو مثل جمعہ اہل اسلام کے اور اُس روز اپنے محکموں میں تعطیل کرتے ہین استراحت پاتے ہین دیکھیئے قرآن شریف سے اصل ثابت ہوئی کہ روز حصول نعمت کو ابداً عید بنالیا جاوے اور حدیث سے یہ سند ہی کہ ابن حجر محدث نے مسلم اور بخاری کی حدیث سے نکالی ہے یعنی جس وقت رسول صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ مین تشریف لائے یہود کو دیکھا کہ عاشورا محرم کو روزہ رکھتے ہین آپنے پوچھا کیوں رکھتے ہو بولے یہ وہ دن ہی کہ اسمیں ڈبو دیا اللہ تعالی نے فرعون کو بچالیا موسی علیہ السلام کو پس روزہ رکھا موسی نے شکراً فنحن نصومہ شکراً لِلّٰہ تعالی یعنی ہم اُسدن کو روزہ واسطے شکر گذاری اللہ تعالی کے رکھتے ہین حضرت نے یہ سنکر ارشاد فرمایا تمہاری بہ نسبت ہمکو زیادہ مناسبت ہی موسی سے تب آپنے روزہ عاشورا رکھا اور صحابہ کو بھی حکم دیا یہ حدیث صحیح ہے مسلم اور بخاری مین موجود ہے اب دیکھیئے کہ کب فرعون ڈوبا اور کب موسی علیہ السلام نے نجات پائی اور جب سے ابتک وہ شکریہ اُس نعمت کا جاری ہی کہ جب روز عاشورا محرم کا آتا ہی ہر سال اہل اسلام اُسکا شکریہ ادا کرتے ہین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیدا ہونا تو ایسی بڑی نعمت ہی کہ نزول مائدہ عیسی اور نجات موسی علیہ السلام سے کہین فایق اور افضل اور اکمل ہی پس یہ دن جب ہر سال آوے کیوں نہ اسمیں فرحت و سرور ظاہر نہ کیا جاوے اور شکر الہی کیوں ادا نہ کیا جاوے جب روز معین کا ہر سال موجب اعادہ شکر سرور ہونا قرآن حدیث سے ثابت ہوگیا تو روز میلاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو نہایت درجہ کو قابل اسکے ہے کہ اسکو یوم سرور کیا جاوے علاوہ ان دلائل کے اور بہی حدیث صحیح درباب تعیین و قرار پانی یوم سرور بباعث ظہور نعمت علماء محققین نے مثل مفتی سعد اللہ صاحب وغیرہ نے بیان فرمائی ہے اور یہ بات تو اس قسم کی ہی کہ ابو عبد اللہ بن الحاج جنکو یہ صاحب اپنا طرفدار شمار کرتے ہین یعنی اُنکو مانع عمل مولد شریف جانتے ہین اُنھوں نے اس تخصیص افضلیت ماہ ربیع الاول کو مسلم رکھا ہی عبارت اُن کی

مدخل میں یہ ہے ہذا الشہر العظیم الذی فضل اللہ تعالی وفضلنا فیہ بہذا النبی الکریم الذی من اللہ تعالی علینا فیہ بسید الاولین والآخرین کان یجب ان یزاد فیہ من العبادۃ والخیر شکرا للمولی علی ما اولانا بہ من ہذہ النعم العظیمۃ وقد اشار علیہ الصلوۃ والسلام الی فضیلۃ ہذا الشہر العظیم بقولہ علیہ السلام للسائل الذی سالہ عن صوم یوم الاثنین فقال علیہ السلام ذلک یوم ولدت فیہ

فتشریف ہذا الیوم مستفمق لتشریف ہذا الشہر یعنی یہ مہینہ ربیع الاول کا بزرگ ہی اللہ نے اسمیں ہمپر احسان کیا کہ
ایسا سید الاولین والآخرین پیدا کیا جب یہ مہینہ آیا کرے ہمکو چاہئے کہ بطور شکریہ بہت زیادہ اسمیں نیکیاں کیا
کریں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی بزرگی کیطرف اشارہ کر دیا کیونکہ آپ روز پیر کا رکھا کرتے تھے
جب کسی نے پوچھا کیوں رکھتے ہو آپنے فرمایا میں اس دن پیدا ہوں پس اس سے ثابت ہو گیا کہ جیب پیر کا
دن باعث پیدا ہونے آپکے اشرف اور مکرم ہو گیا کل دنون کی نسبت پس لا بد وہ مہینہ بھی مکرم اور معظم ٹھیرا
کل مہینوں میں یہ معنی ہین کلام ابن حاج کی اور ایک اعتراض دوسرا جو وارد ہوتا تھا کہ یہ مہینا اگر افضل تھا
تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کیوں اسمیں اظہار شکریہ وغیرہ کا نکیا اسبات کا جواب بھی انہی حضرت ابن حاج
نے مدخل میں دیدیا وانکان النبی صلے اللہ علیہ وسلم لم یزد فیہ علی غیرہ من الشہور شیئا من العبادات وما ذلک الا
الرحمۃ صلے اللہ علیہ وسلم باُمتہ ورفقا بہم لانہ علیہ السلام کان یترک العمل خشیۃ ان یفرض علی اُمتہ یہ عبارت پہلی
عبارت سے ملی ہوئی ہے یعنی ہمکو جب ہے ربیع الاول میں زیادہ کرنا نیک کاموں کا اگرچہ حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے خود کوئی بات زیادہ اس مہینہ میں نہیں فرمائی یہ اسواسطے تھا کہ آپ بعض کام چھوڑ دیا کرتے تھے کہ
میری سبب سے اُمت پر یہ کام فرض ہو جاوے پس اُنکے محقق مسلم الثبوت کا کلام اعتراض تخصیص ربیع الاول کی
دفعہ میں کافی ووافی ہے والحمد للہ علی ذلک **دوسری** دلیل اس عمل کی علی الدوام یعنی ہر سال کرنیکی یہ ہے
کہ حدیث صحیح میں آگیا ہے احب الاعمال الی اللہ ادومہا وان قل یعنی اللہ کو بہت پیارا وہ عمل ہے جو سدا کو ہووے
اگرچہ تھوڑا ہو پس جو شخص سال بھر میں ایک دو مرتبہ محفل کریگا تو ظاہر ہے کہ تین سو ساٹھ دنمیں ایکدن یا دو دن
اس عمل پاک کے حصہ میں آتے پس یہ قلیل ہے جب قلیل ہوا تو اب اسکو دائمی بھی نکریں تو کیا اللہ تعالی کو پیارا ہوگا
بنا بر علیہ طالب حسنات کو لازم ہوا کہ یہ عمل ہر سال کیا کرے **تیسری** دلیل اسکے دوام کی یہ ہے کہ اللہ تعالی نے
سورۃ حدید میں ارشاد فرمایا ہے ورہبانیۃ ابتدعوہا ما کتبناہا علیہم الا ابتغاء رضوان اللہ فما رعوہا حق رعایتہا یہ
آیت جسطرح بدعت حسنہ کے جواز کی دلیل ہے اسیطرح اسپر بھی دلیل ہے کہ اگر کوئی کام نیک اپنی طرف سے
ایجاد کرے تو اُس کا نباہ اور حق ادا کرنا بھی مناسب ہے تفصیل اسکی یہ کہ جب بنی اسرائیل نے خاص اللہ
تعالی کی رضامندی اور اپنے نفس کشی کیواسطے اپنی طرف سے یہ ایجاد کیا کہ پہاڑوں اور جنگلوں میں اکیلے
جا بیٹھے موٹے کپڑے پہنتے نکاح نہ کرتے لیکن انجام کار پوری حق گذاری ادا نہ ہوئی تب اللہ تعالی
نے اُن کو فرمایا کہ اُنھوں نے بدعتیں ہماری رضامندی کیلئے ایجاد کیں اور ہم نے حکم نہیں دیا تھا اُنکا پھر اُنکو

ڈ نباہا جسطرح چاہیے نباہا دیکھئے اسمیں ایک تو دلیل پیدا ہوئی کہ بعضی بدعتیں اللہ تعالیٰ کی ضامندی کیلئے بھی ہوئی ہیں دوسری یہ کہ اگر ایسی بدعت نکالی تو اُسکا پورا طرح نباہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اسبات پر ملامت نفرمائی کہ کیوں انھوں نے یہ بدعتیں ایجاد کیں بلکہ اسبات پر ملامت فرمائی کہ انھوں نے نہ نباہا حق نباہنے کا جب یہ مضمون قرآن سے ثابت ہوگیا تو معلوم کرنا چاہیے کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز تراویح تین رات پڑھکر چھوڑ دی تھی ندا حسین یہ بیان ہوا تھا کہ اول شب میں اُن کو پڑہنا چاہیے یا آخر شب میں اور تمام رمضان کی راتوں میں پڑہنا چاہیے یا کسی رات میں پڑہ لینا کافی ہے اور نہ مقدار قرات کا بیان ہوا تھا کہ ختم قرآن ہو یا ہنو اور نہ بیان کہ اپنے گھر میں پڑہیں یا مسجد میں اور نہ کچھ اُسکے لئے اہتمام و انتظام جماعت کا ارشاد ہوا تھا اور اسیطرح حضرت ابوبکر کے دورہ میں بھی رہا پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسمیں اہتمام زیادہ کیا اور حکم دیا تمیم داری کو کہ عورتوں کو تراویح پڑہا دے اور ابی بن کعب کو حکم دیا کہ مردوں کو نماز تراویح پڑہا دیں اور مردوں کو مسجد میں تراویح کا حکم دیا اور پہلے صحابہ اپنے اپنے گھر میں بلا جماعت پڑہتے تھے اور حضرت عمر نے مسجدوں میں قندیلیں روشن کرائیں اور حجۃ اللہ البالغۃ میں ہے کہ یہ بھی حکم دیا کہ بعد عشا کے شروع رات میں پڑہا کرو یعنی بطور تہجد پچھلی رات کو مت پڑہو غرض کہ جب حضرت عمر نے اُس نماز کو کہ حضرت نے کچھ ذکر چھوڑدی تھی جاری فرمائی اور بعضی خصوصیات و تعینات اسمیں زائد فرمائیں تب باعث عارض ہونے ہیئت کذائی جدیدہ کے آپنے بزبان خود اُس کو بدعت فرمایا لیکن تعریف کیساتھ فرمایا کہ نعمت البدعت یعنی یہ اچھی بدعت ہے اُسوقت صحابہ میں ٹھیرا کہ دیکھو اس نماز کو تم نے اہتمام اور جماعت اور قیود کیسا تھ خود کیا ہے اب اسکو ترک مت کیجو اور خوب مداومت کے ساتھ پڑہیو ایسا مت کیجو جیسا بنی اسرائیل کچھ باتیں ایجاد کر کے پھر اُسپر پورے عامل نہوئے اُن کو اللہ تعالیٰ نے عتاب کیا ما رعوہا حق رعایتہا کہ انھوں نے نہ نباہا حق نباہنے کا یہ قصہ کشف الغمہ میں اور تفسیر روح البیان کی سورہ حدید میں مذکور ہے وکان ابو امامۃ الباہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول احدثتم قیام رمضان ولم یکتب علیکم فدوموا علے ما فعلتم ولا تترکوہ فان اللہ عاتب بنی اسرائیل فی قولہ ورہبانیۃ ابتدعوہا ما کتبناہا علیہم الا ابتغاء رضوان اللہ فما رعوہا حق رعایتہا انتہی جب معنی آیۃ کریمہ کی اور استدلال صحابہ کا اس آیۃ سے درباب جواز احداث بدعت حسنہ اور تاکید مداومت اُسکی سُن چکے تو اب ماہ ربیع الاول شریف کا حال سنو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماہ ربیع الاول میں کوئی عمل مقرر نہیں فرمایا تھا ابن حاج رحمۃ اللہ علیہ نے اُس کا عذر بیان کیا ہے

کو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ڈرتے تھے کہ مبادا میرے کرنے سے امت پر فرض ہو جاوے لیکن اشارہ اسکی فضیلت کا کر دیا کہ میں پیر کے دن اسلئے روزہ رکھتا ہون کہ اسمین پیدا ہوا ہون یعنی اسمین امت کو اشارہ نکل آیا کہ جب ہفتہ کے سات دنو نمین یہ ایکدن محل عبادت شکریہ ہو گیا بباعث وقوع ولادت کے پس برس دن کے بارہ مہینون مین ایک دو مہینہ بھی بلاشک محل عبادت شکریہ ہوگا جسمین میلاد شریف ہوا اس بنا اور اصل پر اہل اسلام نے اس مہینہ مین مجلس شکریہ جو مشتمل چند عبادات بدنی و مالی پر ہے ایجاد کی اور اکابر علماء محدثین اور فقہا جنکا نام ہم خاتمہ مین شمار کرینگے اُسکے بانی اور مجوز اور ثناخوان ہوئے اور اولیاء اللہ جو اہل کشف تھے اُنھون نے مکاشفات اور منامات مین رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے راضی پایا غرضکہ علماء طریقت اور شریعت کے اتفاق سے یہ عمل مستحسن ٹھیرا پس صادق آیا اسپر وہی مضمون آیۃ کریمہ ابتدعوہا ما کتبنا ہا علیہم الا ابتغاء رضوان اللہ اور مطابق ہوا اسپر قصہ صحابہ کا در باب تراویح پس اگر ہم اس عمل پاک پر مداومت نکرین اور ہر سال بطور وراو مہینہ اوا نکرین تو ہمکو بھی وہی اندیشہ ہوگا جو ایوا ما نہ پانی کو ہوا جسکے سبب انھون نے فرمایا دوموا علی ما فعلتم ولا تترکوہ اور

طیبی کا یہ قول من اصر علی مندوب وجعل عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان اُسکے معنی یہ ہین کہ جو آدمی امر مستحب کو واجب اعتقاد کر کے ترک نکرے اسمین دخل ہے شیطان کا علامہ طیبی نے یہ بات قول عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پیدا کی کہ اُنھون نے فرمایا نکرے کوئی تم مین سے اپنی نماز مین حصہ شیطان کا کہ اعتقاد کرے نماز مین یہی واجب ہے کہ بعد سلام پھیر دینے کے نہ پھرے وہ مگر دہنے ہاتھ کی طرف سے اسواسطے کہ مین نے دیکھا ہے بہت دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ سلام پھیر کر پھر جاتے تھے اپنی بائین طرف سے انتہی اب ہم تحقیق اسکی سنو نماز کے بعد دہنی طرف پھر جانیسے جو عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منع فرمایا اسمین دو باتین خلاف شرع تھین ایک تو یہ کہ داہنی طرف سے پھرنا سنت ہے پھر اگر کوئی اسکو واجب اعتقاد کریگا تو ظاہر ہے کہ وہ بدل دیگا حکم شرع کو دیکھو تمھارے عالم مسلم الثبوت مولوی قطب الدین خان صاحب اس حدیث کی تحقیق میں لکھتے ہین سنت میں اعتقاد واجب ہونیکا کرنے انتہی کلامہ دوسرے یہ کہ عبد اللہ ابن مسعود نے فرمایا کہ مین نے بہت دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بائین طرف سے پھرتے دیکھا ہے اس سے معلوم ہوا کہ بائین طرف سے پھر جانا بھی سنت ہے حالانکہ جو شخص داہنی طرف سے پھر جانا واجب اعتقاد کریگا اُسکے نزدیک بائین طرف سے پھرنا سوا فق قانون شرع کے مکروہ تحریمہ ٹھیریگا کیونکہ واجب کا ترک عمداً مکروہ تحریمہ ہوتا ہے

پس اُسکے اعتقاد کے موافق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فعل یعنی بائیں طرف سے پھرنا جو کہ سنت تھا وُہ
مکروہ تحریمیہ ٹھیرتا تھا ان دو قباحتوں پر صحابی موصوف نے منع فرمایا کہ تم ایسے اعتقاد کرکے شیطان کا حصہ
یعنی گمراہی اپنے دین میں پیدا مت کرو اس حدیث کیموافق طیبی نے فرمایا کہ من اصر علی مندوب الی آخرہ پس جو
معنی اثر صحابی کے ہیں کہ سنت کو واجب اعتقاد نہ کرے یہ ہی معنی کلام طیبی کے ہوئے اور اگر کوئی شخص مستحب
کو مستحب جانکر مداومت کرے اُسکی برائی کلام طیبی سے ثابت نہیں ہوتی اور کسطرح ہووے جب خود حدیث شریف
میں عمل کا دوام محبوب ثابت ہوچکا اور مولوی قطب الدین خان اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ بسبب اس
حدیث کے بُرا جانتے ہیں اہل تصوف ترک اوراد کو جیسا بُرا جانتے ہیں ترک فرایض کو انتہی ہم کہتے ہیں پس اسیطرح
اہل مولد وظیفہ معمولی مولد کو ترک کرنا اچھا نہیں جانتے **اعتراضات براہین قاطعہ گنگوہی معہ جواب**
(۱) یکشنبہ کا عید ہونا اور نیز صوم عاشورا بحکم الٰہی تھا جواب اگر بحکم الٰہی تھا تو ہم اُسپر قیاس بھی نہ کرتے
جب وہ بحکم الٰہی ہوا تو خوب صحیح ہوگیا یہ استنباط کہ حصول نعمت کا شکریہ اور سرور ہر سال ادا کرنا بحکم الٰہی ہے بنا
علیہ ان افراد سابقہ کو نظیر قرار دیکر وہی حکم نعمت وجود نبی کریم علیہ التسلیم میں جاری کیا - (۲) یکشنبہ
کا عید ہونا منسوخ ہوچکا اور شریعت عیسی علیہ السلام منسوخ ہوگئی جواب یہ ہیچ نہیں اگر اُن کے لئے وہ
دن کہ جس میں مائدہ نازل ہوا تھا عید ٹھیرا تو ہمارے لئے حضرت کو مادہ وجود نبی کریم علیہ التسلیم جناب آمنہ
میں نزول فرمایا ہوا اُس کی صبح یعنی جمعہ کا دن عید ٹھہرایا گیا اور صحیح تر یہ ہے کہ استقرار ذرہ نور محمدیہ صلعم رحم آمنہ
زہریہ میں شب جمعہ ہوا تھا جیسا کہ مدارج النبوۃ میں ہے قطع نظر اس سے اگر پہلی ملتیں نسخ ہوگئیں تو سب ملتوں
کا ہر حکم تو نسخ نہیں ہوتا ہم کہتے ہیں بروز حصول نعمت شکریہ ادا ہونا نسخ نہیں ہوا یہ خود آپ کے
فعل سے ثابت ہے کہ آپ نے شکریہ نجات موسیٰ میں روزہ عاشورا رکھا (۳) یہود نے حضرت سے کہا
نحن نصومہ تعظیما اسپر شکر اللہ تعالیٰ مؤلف انوار ساطعہ نے افترا علی الحدیث کیا ہے براہین قاطعہ صفحہ
۱۷۴ جواب یہود کا نحن نصومہ شکر اللہ تعالیٰ کہنا خود ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے پھر
نقل کیا اُن سے جلال الدین سیوطی نے حسن المقصد میں طاب اللہ ثراہ اور نیز نقل کیا علی قاری نے
مورد الروی میں نور اللہ مرقدہ ذرا کتابوں پر نظر بھی چاہئے یوں ہی زبان اُٹھا کر مفتری کہنا اچھا
نہیں قیامت کو ہر لفظ کا محاسبہ ہوگا اور واضح ہو کہ لفظ شکراً للہ کی جگہ تعظیماً کا لفظ بھی روایت میں
آیا ہے یہ عبارت کہ (نحن نصومہ تعظیما لہ) بخاری اور مسلم نے صحیح میں اور حضرت غوث الثقلین نے غنیہ میں

اور ابو اللیث سمرقندی نے تنبیہ الغافلین میں روایت کی ہے یہ بھی وہی معنی دیتی ہے جو شکر آپکی روایت دیتی ہے دیکھو صفحہ ۱۶۵ ارسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم عاشورا شکراً و سروراً انہیں رکھا اور معنی احق بموسی منکم کے یہ ہیں کہ اتباعاً لاسروراً و شکراً جواب آپ انکار فرماتے ہیں اور مذہب حنفیہ کے بڑے امام ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ شرح معانی الآثار میں ہماری معنی کی تصریح فرماتے ہیں صفحہ ۳۳۳ مطبوعہ مصطفائی فی ہذا الحدیث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما صامہ شکراً للہ عز وجل فی اظہار موسی علی فرعون پھر اکیس سطر بعد لکھا وقد اخبر ابن عباس فی حدیثہ بالعلۃ التی من اجلہا کانت الیہود تصومہ انہا علی الشکر منہم للہ تعالی فی اظہار موسی علی فرعون ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایضاً صامہ کذلک وان الصوم للشکر اختیار لا فرض پس جسطرح کلام ابن حجر و سیوطی سے سمجھا گیا تھا اُسیطرح امام کبیر مذہب حنفیہ سے بھی ثابت ہوگیا کہ یہود اس روز کو شکریہ رکھتے تھے پھر حضرت نے بھی شکریہ رکھا اور خود مؤلف براہین نے جب بیان کیا سطر ۲ صفحہ ۱۶۵ میں کہ حضرت رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم متبع موسی کے ہیں انتہی اور معلوم ہے یہ بات کہ موسی علیہ السلام نے روزہ شکر کا رکھا تھا کہ ان کو نجات ہوئی صفحہ ۱۶۴ براہین میں ہے فصامہ موسی شکراً اب حضرت کا روزہ اس تقریر سے بھی شکر ہو گیا لعلت اتباع کیونکہ تابع و متبوع کا حکم ایک ہوتا ہے اب صحیح ہوگیا کہ روزہ ہم بھی رکھتے ہیں تو وہ شکریہ ابتک باقی ہے ہزارہا سال ہو چکے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعمت وجود باجود کا شکریہ اگر ابداً جاری رہے تو کیا بڑی بات ہے اور اس کو شرع سے کیا منافات ہے **لمعہ سادسہ** اعتراض کرتے ہیں کہ قیام بدعت سیئہ اور شرک ہے بچند دلائل ایک یہ کہ ہاتھ باندھکر کھڑا ہونا محفل میں شرک ہے اسلیے کہ یہ عبادت ہے اور خاص صورت نماز کی ہے اور کرنا عبادت کا غیر اللہ کے واسطے شرک فی العبادۃ ہے دوسری قباحت یہ کہ لکھا نجم الدین قنوجی نے کہ قیام کرنیوالے یوں سمجھتے ہیں گویا اسیوقت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم شکم مادر سے تشریف باہر لاتے ہیں اور یہاں حاضر ہیں یہ کفر اور شرک ہے تیسری قباحت یہ کہ یوں سمجھتے ہیں کہ روح نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفل میں آیا کرتی ہے اور یہاں حاضر ہے یہ اعتقاد شرک ہے **جواب** اُن اُمور کا یہ ہے کہ ذکر اللہ و ذکر رسول اگر کوئی کریگا تین حالت سے خالی نہیں یا کھڑا ہو کر کریگا یا بیٹھ کر یا لیٹے ہوئے اللہ تعالی کی طرف سے ان تینوں حالتوں کے نسبت یہ ارشاد ہوا ہے فاذکروا اللہ قیاماً و قعوداً و علی جنوبکم لیکن لیٹ کر تو وہ اذکار ہیں جو خاص وقت سونیکے احادیث میں وارد ہوتے ہیں یا کوئی تھکا ہوا سستی چڑھا ہوا یا مریض ہو اسلیے کہ جب آدمی تندرست

اور چاق ہوتا ہے تو ذکر اللہ اور ذکر رسول لیٹ کر کرنا ادب نہیں سمجھتا چنانچہ نماز میں بھی قیام و قعود
تو تجویز ہوا لیٹنا نہوا اگر واسطے مریض کے پس عبادت کیلئے حالت ادب دو مقرر ہوئیں قیام اور قعود اب
اسکی تین شکلیں ہیں یا کل ذکر قیام میں کرے یا کل قعود میں یا کچھ قیام میں کرے اور کچھ قعود میں تینوں
شکلیں منصوص کلام اللہ میں داخل ہیں انہیں کی ایک شکل بالکل منطبق ہے جلسہ مولد شریف پر کیونکہ اسمیں کچھ
روایات و معجزات بیٹھکر پڑھے جاتے ہیں اور کچھ درود و سلام یا مدح کھڑے ہوکر ایک مضمون ہوا الحاصل یہ تینوں
مضامین مندرجہ آیہ کریمہ کے اور ایک فرد ہوا افراد ثلثہ ثابتہ بالکتاب سے پس لفظ بدعت کا اطلاق اسپر
صحیح نہیں بدعت وہ ہے جسکی کچھ سند نہو نہ کتاب سے نہ سنت سے نہ لفظا نہ اشارۃ جیسا کہ مولوی اسحٰق صاحب
نے مأۃ مسائل میں لکھا ہے ہاں ایک وجہ خاص کے سبب سے وہ قیام اسیوقت کیا جاتا ہے کہ جب میلاد شریف
کا ذکر آتا ہے نہ قبل اسکے اور نہ بعد اور نیز بباعث مداومت کے کہ دائمی قیام کیا جاتا ہے اس موقع میں
اگر لفظ بدعت کا اطلاق اسپر کریں صحیح ہے لیکن بدعت موافق مذہب صحیح مفتی بہ جمہور اسلام کے دو
طرح ہے سیئہ اور حسنہ سیئہ وہ جو مخالف قرآن یا حدیث یا اجماع کے ہو سو یہ بات تو اس قیام میں نہیں
اس لئے کہ اگر کوئی آیت قرآن کی یا کوئی حدیث اسبات میں آئی ہوتی کہ ایسے موقع میں کھڑا ہو کر مدح
اور سلام پڑھنا منع ہے یا اسبات پر علمائے امت کا اجماع ہوگیا ہوتا تب تو اسکے مخالف یہ حکم استحباب
قیام کا بدعت سیئہ ہوتا اور نہی تو ہرگز وارد نہیں اس موقع خاص کے کیا علی العموم قیام تعظیمی کیلئے
شرع میں نہی وارد نہیں ہوئی سوا قیام مروجہ عجمیوں کے چنانچہ شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا
ہے پس جبکہ نہی ثابت نہوئی تو موافق اصول قواعد مقررہ مسلمہ علماء فقہ کے جنکو علامہ شامی اور محقق ابن ہمام
وغیرہ لکھتے ہیں کہ جمہور حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک اصل اشیاء میں اباحت ہے یہ قیام مباح امر ٹھہرا اور
بدعت سیئہ نہوا بلکہ بباعث مقرون ہونے نیت تعظیم شان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مستحب اور
مستحسن ہوگیا بیان اس کا یہ ہے کہ نصوص قرآنی وتعزروہ وتوقروہ اور آیہ من یعظم شعائر اللہ ناطق ہیں
کہ تعظیم آپ کی مطلوب ہے شرعاً اسیواسطے لکھا مجمع البحار کی جلد دوسری تحقیق لفظ صدق میں فتعظیمہ صلی اللہ
علیہ وسلم افضل القرب یعنی تعظیم آپ کی افضل قربات وعبادات سے ہے اور شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں
لکھتے ہیں ذکر النبی صلے اللہ علیہ وسلم بالتعظیم وطلب الخیر من اللہ تعالیٰ فی حقہ آلۃ صالحۃ للتوجہ الیہ یعنی
نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر ساتھ تعظیم اور آداب کے اور آپکے حق میں اللہ تعالیٰ سے خیر کا طلب کرنا عمدہ آلہ ہے

آپ کی توجہ کے لئے اور لکھا قاضی عیاض نے شفا میں واجب علی کل مومن عند ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ان یتوقر و یاخذ فی ہیبتہ و اجلالہ۔ واجب ہے ہر مسلمان پر جب ذکر ہو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا توقیر کرے اور لین
ہیبت اور بزرگی انکی سنبھالے کہ جب یہ معلوم ہوا کہ توقیر و تعظیم آپ کی مطلوب ہے تو یہ قیام بھی چونکہ مفید
تعظیم شان رسول ہے مطلوب ہوا بنا بر علیہ اس قیام کو اگر اس سبب سے کہ خاص اس موقع میں صدر اول سے
منقول نہیں بدعت کہینگے تو باعث داخل ہونے اسکے تحت قاعدہ شرعیہ تعظیم کے احسن اور مستحسن کہینگے مجمع
البحار اور شرح مسلم نووی کی عبارت بیان بدعت میں گذرچکی کہ بدعت حسنہ کی ایجاد میں ثواب ملتا ہے
خواہ وہ طریقہ تعلیم علم کا ہو یا عبادت کا یا ادب کا سوا رکان ذلک تعلیم علم او عبادۃ او ادب پس یہ قیام جو ایجاد
کیا گیا ہے یہ طریقہ ادب کا ہے بنا بر علیہ یہ مستحسن ہوا چنانچہ مولد کبیر ابن حجر اور سیرت حلبی اور تفسیر روح البیان
و عقد الجوہر وغیرہ میں اسکی استحسان پر تصریح ہے اور عمل ہے اسی پر حرمین شریفین اور جمیع بلاد اسلامیہ
میں جن ملکوں کا ذکر اس رسالہ میں ملا علی قاری وغیرہ کے کلام سے نقل کیا گیا ہے بھلا جو عمل باتفاق سواد
اعظم مستحب اور مستحسن ہو اس کو بدعت سیئہ اور بدعت ضلالت کہنا کسقدر آئین انصاف و تدین کے خلاف ہے
اور شرک اور کفر کہنا اس کا تو محض فضول ہے اس لئے کہ شرح عقائد نسفی میں معنے شرک کے یہ لکھے
ہیں کہ شرک اسکو کہتے ہیں کہ کسی کو خدائی میں شریک کرے یعنی جیسے اللہ تعالی واجب الوجود ہے ایسا ہی
کسی دوسرے کو مستقل بالذات واجب الوجود سمجھے یا جسطرح خدا کو مستحق عبادت جانتے ہیں ویسا ہی مستحق عبادت جانے
اور وقت ذکر ولادت شریف کھڑا ہو کر صلوۃ و سلام پڑھنے میں یہ دونوں باتیں نہیں پھر شرک کیا اور اگر متقدمین
عقائد حنفی کا کلام نہیں سنتے اپنے متاخرین ہی کا کلام سنو مولوی اسمعیل صاحب تقویت الایمان کی فصل یعنی
شرک فی العبادۃ میں کہتے ہیں اللہ کی سی تعظیم کسی اور کی نہ کی چاہیے اور جو کام اسکی تعظیم کے ہیں وہ اور کے
واسطے نہ کیجئے انتہی کلامہ اب قیام کو دیکھنا چاہیے کہ خاص اللہ تعالے کے واسطے ہے یا اور کسی کے واسطے بھی ہے
اور قیام و دست بستہ عبادت بھی ہے یا نہیں سو مولوی اسمعیل صاحب کے دادا پیر شاہ عبد العزیز تفسیر عزیزی
پارہ الم میں لکھتے ہیں در حقیقت چیزیکہ نماز از غیر نماز تمیز پیدا کند ہمین دو فعل اند رکوع و سجود و قیام خود غیر
نماز بلکہ بعبادت ہم ندارد انتہی اور علامہ حلبی نے لکھا ہے شرح کبیر منیہ میں و القیام لم یشرع عبادۃ وحدہ
ذلک لان السجود غایۃ الخضوع حتی لو سجد لغیر اللہ یکفر بخلاف القیام شاہ صاحب اور حلبی کی عبارتوں سے
ظاہر ہو گیا کہ قیام خود فی نفسہ عبادت نہیں اور نہ کچھ نماز اور عبادت کیساتھ اسکو خصوصیت پس اللہ

کی خاص تعظیموں میں قیام کو شمار کرنا خود اپنے بزرگوں کے کلام کو رد کرنا ہے خلاصہ یہ کہ نماز میں
جو قیام عبادت گنا جاتا ہے وہ باعث اشتمال چند چیزوں کے عبادت گنا گیا ہے طہارت کاملہ اور استقبال قبلہ
کا شرط ہونا اور قرأت کا واقع ہونا اور وسیلہ تکرار رکوع و سجود ہونا اگر نماز میں ان باتوں کا خیال نہوتا
تو نماز میں قیام مشروع نہوتا بخلاف سجدہ و رکوع کے کہ یہ خود عبادت اصل مقصود ہے اور خاص خدا تعالیٰ کا
حق ہے اس لئے قرآن و حدیث ناطق ہیں اسپر کہ غیر اللہ کو سجدہ جائز نہیں اب اس سجدہ کا حال کتب معتبرہ
سے سنیئے مولوی اسحٰق صاحب مائۃ مسائل کے مسئلہ سی و سوم میں لکھتے ہیں سجدہ کردن غیر خدا را قبر باشد
یا غیر قبر حرام و کبیرہ است واگر بجہت عبادت غیر خدا را سجدہ کند موجب کفر و شرک است انتہی اور یہی مضمون
تفسیر عزیزی پارہ الم میں ہے اب دیکھئے ان کے بزرگوار تو عین سجدہ میں بھی تفریق کرتے ہیں کہ عبادت
کے لئے دوسرے کو سجدہ کرنا شرک ہے اور اگر بنیت عبادت کی نہیں تو حرام ہے شرک نہیں حضرت مجدد
الف ثانی جلد ثانی مکتوبات کی مکتوب نود و دوم میں لکھتے ہیں بعضی از فقہا ہرچند سجدہ تحیت سلاطین
تجویز نمودہ اند اما لائق حال سلاطین عظام آن است کہ دریں امر بحضرت حق سبحانہ و تعالیٰ تواضع نمایند
انتہی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ بادشاہوں کے لئے بھی بعض فقہا نے سجدہ کا جائز لکھا ہے لیکن حضرت مجدد
فرماتے ہیں کہ بادشاہوں کو تواضع اور عاجزی چاہئے لوگوں سے سجدہ نکراویں جب عبادت مخصوصہ
جو خاص خدا کا حق تھا یعنی سجدہ بغیر نیت عبادت کے شرک نہوا بلکہ بعض فقہا نے جائز بھی رکھا تو بقول
حضرت مجدد افسوس ان زبان درازوں کی تعدی اور عدم مبالات پر کہ فقط قیام جو ہرگز اصل عبادت
نہیں شرک اور کفر کس طرح ہو سکتا ہے واضح ہو کہ پہلے امت میں سجدہ بھی دوسروں کو واسطے تعظیم
کے جائز تھا یوسف علیہ السلام کے پاس جب انکے باپ یعقوب علیہ السلام اور انکے خالہ اور سب بھائی ملک
مصر میں آئے جب ملاقات یوسف علیہ السلام سے ہوئی تو اسوقت کا حال قرآن شریف میں ہے وخروا لہ
سجدا یعنی حضرت یوسف کے والد اور خالہ اور بھائی یہ سب حضرت یوسف کے آگے سجدہ میں گر پڑے
تعظیماً اور اسیطرح جب آدم علیہ السلام کے لئے فرشتوں کو حکم دیا سجدہ کا قلنا للملٰئکۃ اسجدوا لآدم اسوقت
سب فرشتوں کو سجدہ کیا آدم کو سوائے شیطان ملعون کے چنانچہ قرآن شریف میں ہے فسجدوا الا ابلیس ابیٰ وا
شریف اسوقت غرور میں سے سجدہ نہ کیا جہنمی بن گئے لعنت کا طوق گلے میں پڑا امام فخر الدین رازی
نے پارہ تلک الرسل میں لکھا ہے ان الملٰئکۃ امروا بالسجود لاجل ان نور محمد علیہ السلام فی جبہۃ آدم اور شاہ

عبدالعزیز نے لکھا ہی کہ فرشتون نے جو سجدہ کیا آدم علیہ السلام کو اور اخوان یوسف نے یوسف علیہ السلام کو وہ عبادت کے لئے نہ تھا بلکہ تعظیمی تھا ایسا سجدہ کبھی جائز نہیں ہوا کیونکہ یہ محرمات عقلیہ سے ہی اور محرمات عقلیہ کبھی نہیں بدلتی بلکہ وہ سجدہ تعظیمی تھا اب اس اُمت میں وہ بھی حرام ہے انتہی ملخصًا اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ سجدہ تعظیمی اس اُمت میں حرام تو ہے لیکن شرک اور کفر نہین جب عبادت خاصہ مخصوصہ باریتعالی کا یہ حال ہو پھر قیام کسطرح شرک ہو سکتا ہی اگر ہاتھ باندھکر کھڑا ہونا شرک ہوتا کبھی علماء دین واسطے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جائز نرکھتے قبر شریف کی زیارت میں صاحب جذب القلوب لکھتے ہین وقت ورود سلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم توقف در انجناب باعظمت دست راست را بر دست چپ بنہد چنانچہ درحالت نماز کرمانی کہ از علما حنفیہ است تصریح باین معنی کردہ انتہی اور ملا علی قاری نے بھی کرمانی سے یہ ہاتھ باندھنا مثل نماز کے نقل کیا کتاب والمقنیہ میں اور مدینہ جانیوالے خوب جانتے ہین کہ وہان اسی پر عمل ہے اور اُس کے خلاف پر کہ ہاتھ باندھکر کھڑا ہونے کو منع کرین ہرگز عمل نہیں اور علامہ محمد بن سلیمان مکی شافعی نے کتاب حاشیہ مناسک خطیب شربینی میں لکھا ہی فالاولی لہ وضع یمینہ علی الیسار کالصلوٰۃ کما اقتصر علیہ فی الحاشیۃ واقرہ ابن علان وآخر کلامہ فی الجوہر یشیر الی المیل الیہ انتہی اور فتاوی عالمگیریہ میں ہی در باب زیارت قبر شریف ویقف کما یقف فی الصلوٰۃ اب دیکھئے سب علما شافعی وحنفی نماز کیساتھ تشبیہ دیکر کہتے ہین کہ جسطرح نماز مین ہاتھ باندھکر کھڑے ہوتے ہین اسیطرح حضرت کے روضہ مبارک کے سامنے باادب کھڑا ہو اب اسمین دو احتمال ہین یا تو یہ علما سمجھے ہین کہ ہاتھ باندھکر باادب کھڑا ہونا کچھ عبادت نہین اور نہ مخصوص خدا کے ساتھ جیسا کہ کلام شاہ عبدالعزیز وغیرہم سے ہم نقل کر چکے پس جب مخصوص خدا کے ساتھ نہیں تو کیا مضائقہ جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کیواسطے اسطرح کھڑے ہون اور دوسرا احتمال یہ ہی کہ اگر ہاتھ باندھکر کھڑا ہونا خاص ہے اللہ تعالی کے ساتھ تو شاید یہ سمجھا ہو کہ رسول اللہ کی تعظیم کو کھڑا ہونا غیر اللہ کی تعظیم نہین بلکہ یہ گویا خود اللہ کی تعظیم ہے چنانچہ بعض آیات سے یہ مضمون مفہوم ہوتا ہے قرآن شریف میں ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ یعنی جس نے رسول کی اطاعت کی تحقیق اُسنے اللہ ہی کی اطاعت کی اور دوسری جگہ فرمایا ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ شاہ عبدالقادر صاحب نے اس آیۃ کا ترجمہ یہ کیا ہی جو لوگ ہاتھ ملاتے ہین تجھسے وہ ہاتھ ملاتے ہین اللہ سے انتہی اور تفسیر روح البیان میں ہے کان المقصود بالمبالغۃ منہ

علیہ السلام المبایعۃ مع اللہ وانہ علیہ السلام انما ہو سفیر ومعبر عنہ تعالی وبہذا الاعتبار صار کانہم یبایعون اللہ
وبالفارسیۃ آنانکہ بیعت می کنند با تو جز این نیست کہ بیعت می کنند با خدای چہ مقصود بیعت اوست و برای طلب
رضای اوست انتہی کلام روح البیان اور وقت بیعت جو رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ لوگوں کے ہاتھ پر تھا
اُس کو قرآن شریف میں یوں فرمایا ید اللہ فوق ایدیہم شاہ عبد القادر نے معنی اسکے لکھے کہ اللہ تعالی کا ہاتھ
ہے اوپر اُن کے ہاتھ کے اور تفسیر مدارک میں ہے یریدان ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التی تعلوا یدی المبایعین
ید اللہ تعالی واللہ منزہ عن الجوارح وعن صفات الاجسام وانما المعنی تقدیران عقد المیثاق مع الرسول
کعقدہ مع اللہ من غیر تفاوت بینہما یعنی رسول اللہ کی بیعت گویا اللہ کی بیعت ہے کچھ فرق نہیں خلاصہ کلام
اگر یہ قیام دست بستہ عبادت نہیں چنانچہ مذہب علماء و قول فقہاء یہی ہے تو محفل مولد شریف میں کھڑا ہونا
شرک اور کفر ہرگز نہوا اور اگر اسکو زبان زوری سے خواہ مخواہ خلاف علماء دین کی عبادت قرار دیتے ہو تو یہی
ہم جواب دینگے کہ اگر یہ عبادت ہے تو بھی اللہ ہی کیواسطے ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیدا ہونا ہمارے
لئے بڑی نعمت ہے اور یہ اللہ تعالی کی رحمت ہے جسوقت اس ظہور نعمت کا بیان ہوتا ہے ہم تعظیماً کھڑے
ہوجاتے ہیں یعنی کہ اے اللہ تعالی ہمنے تیری اس نعمت بیبہا کی عظیم جانا اسمیں دو باتیں حاصل
ہوتیں ایک یہ کہ تعظیم نکلی رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی کیونکہ آپ کی تشریف آوری عالم دنیا کا ذکر سنکر بہیبت
تعظیم کھڑے ہوگئے دوسرے یہ کہ یہی تعظیم رسول صلے اللہ علیہ وسلم بعینہٖ تعظیم ہوگئی اللہ تعالی کی کیونکہ نعمت
کی تعریف خود منعم کی تعریف ہے اور نعمت کی تعظیم سراسر منعم کی تعظیم ہے پس یہ دست بستہ کھڑا ہونا درحقیقت
منعم حقیقی کے سامنے ہے شکریہ عطاء نعمت میں اب خیال فرمائیے کہ اس معنی کو شرک اور کفر سے کیا علاقہ
فماذا بعد الحق الا الضلال ایک قباحت کا جواب تو ہوچکا اب **دوسری قباحت کا جواب** سنئے کہ تمام
مولد شریف پڑھنے والے اپنی زبان سے خوب تصریح اور توضیح سے تعین یوم ولادت کی شرح کرتے ہیں
شاہ سلامت اللہ صاحب کے مولد شریف میں ہے بارھویں تاریخ ربیع الاول کی صبح صادق کے وقت پیر کے دن
حضرت پیدا ہوئے اور مولد شریف غلام امام شہید میں ہے بارھویں تاریخ ربیع الاول دوشنبہ کے دن
وقت صبح صادق بعد چھ ہزار سات سو پچاس برس کے زمانہ آدم سے اسی قسم کی عبارتیں راحۃ القلوب
وغیرہ رسائل میلاد دیہ اردو زبان میں ہیں اور عربی مولد برزنجی میں ہے ولما تم من حملہ تسعۃ اشہر قمریۃ
ولد صلے اللہ علیہ وسلم لیلاً لاثنا اور علامہ عرب مدنی کے مولد میں ہے فی ثانی عشر من ربیع اول

فی یوم الاثنین المفخم ذی الحجہ ۱۳۰۲ پس مکتوب ہونا ان رسائل میں زد شہرت وصال و ولادت کا صاف اقرار ہے کہ آپ
اُس زمانہ میں پیدا ہوئے نہ یہ کہ اب محفل میں پیدا ہوئے نعوذ باللہ منہا اب تیسری قباحت کا جواب انکی تشریف
تشریف لانے روح پر فتوح صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سُننا چاہیے کہتے ہیں کہ حضرت کی نسبت یہ اعتقاد
رکھنا کہ جہاں مولود پڑھا جاتا ہے وہاں تشریف لاتے ہیں شرک ہے ہر جگہ موجود خدائے تعالیٰ ہو اللہ سبحانہ نے
اپنی صفت دوسرے کو عنایت نہیں فرمائی جواب خدائے تعالےٰ کے حاضر ہونے کی حقیقت یہ ہے کہ تم عظمت
اور وسعت عرش عظیم کی اور فراخی کرسی کی خیال کرو کہ اُنکے آگے سات آسمانوں کی کیا حقیقت ہے پھر کرہ
ناری اور ہوائی اور مائی کو خیال کرو کہ آسمان کے آگے اُنکی کیا وسعت ہے پھر اُن کی کرات کے آگے
زمین کو دیکھو کہ اُسکی وسعت کو کرات سے کیا نسبت ہے پھر زمین کے چوتھائی حصہ کو دیکھو جو پانی سے باہر
نکلا ہوا ہے پھر اُس باہر نکلے ہوئے میں جنگل اور پہاڑ اور ریگستان کسقدر ہیں اور آدمیوں سے آباد کسقدر
ہیں اور اُس آبادی میں کفار کسقدر ہیں اور مسلمان کسقدر اور مسلمانوں میں مولد شریف کرنیوالے کسقدر ہیں اور
نہ کرنیوالے کسقدر ہیں ان سب مراتب کے خیال اور فکر کرنے سے فرق معلوم ہو جاوے گا مرد منصف کو کہ اللہ
تعالیٰ کا حاضر ہونا قیاس درجہ میں ہے کہ عرش کرسی آسمان لوح وقلم ساتوں زمین اور جمیع جبال و
بحار ویران و عمرانات وغیرہ ہر مکان ہر زمان ہر آن کی نسبت تو حاضر اعتقاد کیا گیا ہے اور رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جس نے یہ اعتقاد کیا کہ وہ مواقع مولود خوانی میں تشریف لے آتے ہیں تو یہ زمانہ اور
وہ مواقع بہ نسبت اُن تمام ازمنہ اور مقامات مذکورہ بالا کے کس شمار اور کس حصہ میں داخل ہیں کہ بس
ان مواقع میں تشریف لانے سے اللہ تعالےٰ کے ساتھ برابری لازم آگئی اور شرک ہو گیا نعوذ باللہ منہ اور
عقیدہ اہل سنت والجماعت کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت اُسیطرح اور اُسی حقیقت سے کہ اللہ تعالیٰ کیساتھ
خاص ہو دوسرے میں نہیں ہوتی اور خصوصیت کے معنے یہ ہیں لا یوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ اور روح زمین
پر کل جگہ موجود ہو جانا کچھ خاصہ مخصوص خدا کیساتھ نہیں تفسیر معالم التنزیل اور رسالہ برزخ جلال الدین
سیوطی اور شرح مواہب علامہ زرقانی میں ہے کہ ملک الموت قابض ہے جمیع ارواح جن وانس و بہائم اور جمیع
مخلوقات کا اور اللہ تعالیٰ نے کر دیا ہے دُنیا کو اُسکے آگے مثل چھوٹے خوان کے اور ایک روایت میں آیا ہے
مثل طشت کے فیتناول من ہہنا و ہہنا یعنی ادہر سے لیتا ہے جان کو اور اُدہر سے اب خیال کرو کہ ایک
کہ ایک آن میں مشرق سے مغرب تک کسقدر چیونٹی مچھر کیڑے مکوڑے اور چرند پرند درندہ اور آدمی مرتے ہیں

ہر جگہ ملک الموت موجود ہوتا ہے اور مشکوٰۃ میں ہے کہ ملک الموت وقت موت میت کے سرہانے ہوتا ہی مومن کے بھی اور کافر کے بھی یہ حدیث طویل ہے اور قاضی ثناء اللہ نے تذکرۃ الموتی میں نقل کیا ہے ایک حدیث کو طبرانی اور ابن مندہ سے اسمیں یہ بھی ہے کہ ملک الموت نے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کیا کہ ایسا کوئی گھر نہیں نیک یا بد آدمیوں کا جسکی طرف مجھکو توجہ نہو رات دن دیکھتا رہتا ہوں اور ہر چھوٹے بڑے کو ایسا پہچانتا ہوں کہ وہ خود بھی اپنے کو اسقدر نہیں پہچانتے اور یہ بھی روایت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے کی ہے کہ ملک الموت نمازوں کے وقت آدمیوں کو دیکھتا ہے کہ یہ ہمیشہ نماز پڑھتا رہا اُس سے شیاطین کو دفع کرتا ہے اور کلمہ طیبہ تلقین کرتا ہے ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ملک الموت علیہ السلام تو ایک فرشتہ مقرب ہے دیکھو شیطان ہر جگہ موجود ہے درمختار کی مسائل نماز میں لکھا ہے کہ شیطان اولاد آدم کے ساتھ دن کو رہتا ہے اور اُس کا بیٹا آدمیوں کے ساتھ رات کو رہتا ہے علامہ شامی نے اسکی شرح میں لکھا ہے کہ شیطان تمام بنی آدم کے ساتھ رہتا ہے مگر جس کو اللہ نے بچا لیا ہے بعد اس کے لکھا ہے واقدرہ علی ذلک کما اقدر ملک الموت علی نظیر ذلک یعنی اللہ تعالے نے شیطان کو ایسی قدرت دیدی ہے جسطرح ملک الموت کو سب جگہ موجود ہونے پر قادر کر دیا ہے انتہی کلامہ اجسام محسوسہ میں اسکی مثال سمجھو کوئی آدمی مشرق سے مغرب تک آبادی دنیا کی اگر سیر کرے جہاں جاویگا چاند کو موجود پاویگا اور سورج کو بھی پاویگا پھر اگر وہ کہے کہ ایک چاند سب جگہ موجود ہے اور ایک سورج سب جگہ موجود تمہارے قاعدہ سے چاہئے وہ کافر ہو جاوے کہ اُسنے چاند کو ہر جگہ موجود کہا حالانکہ تحقیق یہ ہے کہ نہ وہ مشرک نہ کافر خاصا مسلمان ہے پس اسیطرح سمجھو کہ جب سورج سب جگہ یعنی اقالیم سبعہ میں موجود ہو کہ وہ چوتھے آسمان پر ہے روح نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو ساتویں آسمان پر علیین میں موجود ہے اگر وہاں سے آپ کی نظر مبارک کل زمین کی چند مواضع و مقامات پر پڑجاوے اور ترشح انوار فیضان احمدی سے کل مجالس مطہرہ کو ہر طرف سے مثل شعاع شمس محیط ہو جاوے کیا محال اور کیا بعید ہے علامہ زرقانی نے ابو الطیب کا شعر شرح مواہب لدنیہ کی فضل زیارت قبر شریف میں نقل کیا ہے ؎

کالشمس فی وسط السماء ونورہا	یہدی الی عینیک نورا ثاقبا
یغشی البلاد مشارقا ومغاربا	کالبدر من حیث التفت رأیتہ

یعنی جسطرح سورج آسمان کے بیچ میں ہے اور روشنی اسکی پھیلی ہوئی ہر مشرق سے مغرب تک اور جسطرح چاند جہاں سے تو اسکو دیکھے اسی جگہ سے تیری آنکھوں میں نور پہنچیگا انتہی کلامہ فرق یہ ہے کہ سورج اور چاند کے دیکھنے کی آنکھ اللہ تعالے نے کھول

رکھی ہے اُس کے ذریعہ سے بینا آدمی دیکھکر کہدیتا ہے چاند ہر جگہ موجود ہے اندھا ماد رزاد یوں کہیگا کہ چاند کہیں نہیں پس اسیطرح رُوح نبوی کا دیکھنا موقوف ہے اللہ تعالیٰ کی عنایت پر اگر وہ آنکھ باطنی کھول کر اور پردہ اُٹھا دے ہر جگہ انسان جلوۂ احمدی دیکھ سکتا ہی علامہ زرقانی شرح مواہب جلد ثالث میں تذکرہ قرطبی سے نقل کرتے ہین ان موت الانبیاء انما ہو راجع الی ان غیبوا عنا بحیث لا ندرکہم وان کانوا موجودین احیاء ولا یراہم احد من نوعنا الا من خصہ اللہ تعالیٰ بکرامتہ من اولیائہ یعنی موت انبیاء کی بس اتنی ہے کہ وہ ہم سے چھپائے گئے ہمکو نظر نہیں آتے اگرچہ وہ زندہ موجود ہین پر ہم جیسے کوئی آنکھ دیکھ نہیں سکتا مگر یہ کہ کسی ولی کو خدا تعالیٰ دکھلا دے امام شعرانی نے میزان میں لکھا ہے قد بلغنا عن ابی الحسن الشاذلی وتلمیذہ ابی العباس المرسی وغیرہما انہم کانوا یقولون لو احتجبت عنہ رؤیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طرفۃ عین ما عدنا انفسنا من جملۃ المسلمین دیکھئے ابو الحسن شاذلی وغیرہ اولیا فرماتے ہین کہ اگر ایک پل جھپکنے کی برابر بھی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے چھپ جاویں تو ہم اپنے تئین مسلمان نجانین انتہیٰ اور ہونا روح انبیاء علیہم السلام کا علیین میں ساتوین آسمان پر جو ہم نے بیان کیا یہ تفسیر عزیزی کے بیان علیین میں دیکھو لیکن باوجود ہونے علیین کے آپ کی روح کو قبر شریف سے بھی اتصال قوی ہے ہر زائر کو جانتے ہین کہ کون زیارت کو آیا اور سب کو سلام کا جواب دیتے ہیں قبر میں جسم مبارک زندہ ہو زرقانی نے لکھا ہو ان نبینا بالرفیق الاعلےٰ وبدنہ فی قبرہ یرد السلام علی من یسلم علیہ اب فکر کرنا چاہئے جب چاند سورج ہر جگہ موجود اور ہر جگہ زمین پر شیطان موجود ہے اور ملک الموت ہر جگہ موجود ہے تو یہ صفت خاص خدا کی کہاں ہوئی جسمین رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شریک کرنیسے شرک اور کافر ہوجاتین معاذ اللہ اور تماشا یہ کہ اصحاب محفل میلاد تو زمین کی تمام جگہ پاک ناپاک مجالس مذہبی وغیرہ مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں دعوی کرتے ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اُس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک ناپاک کفر غیر کفر میں پایا جاتا ہے اب تحقیق لکھی جاتی ہو سیر ارواح کی واضح ہو کہ ارواح انبیاء کا چلنا پھرنا فقہ اور حدیث سے ثابت ہے معراج کی حدیثوں میں ہے کہ آپ ارشاد فرماتے ہین میں نے اپنے تئین انبیاء کی جماعت میں دیکھا یا د موسیٰ علیہ السلام نماز پڑھتے ہین یہ عیسیٰ پڑھتے ہین یہ ابراہیم پڑھتے ہین فحانت الصلوٰۃ فاممتہم یعنی اتنے میں نماز کا وقت آگیا میں اُن کا امام ہوا روایت کیا اس کو مسلم نے اور قرطبی نے ابن عباس سے یہ روایت کی ہے کہ بیت المقدس میں اللہ تعالیٰ نے آدم سے لیکر کل انبیاء کو جمع کر دیا تھا

حاضر و ناظر

جماعتیں حضرت کے پیچھے پڑھیں اور فتاوی سراجیہ کے باب مسائل متفرقہ میں ہے امامۃ النبی علیہ السلام لیلۃ المعراج
لارواح الانبیاء علیہم السلام کانت فی النافلۃ ان روایا فقہ وحدیث سے ثابت ہو کہ سب پیغمبروں کی روحیں
اپنے اپنے مقامات سے سمٹ کر بیت المقدس میں حاضر ہوگئیں اور نماز بیان آکر پڑھی اور مشکوۃ میں مسلم
سے روایت ہے کہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چلے جاتے تھے مکہ اور
مدینہ کے بیچ میں جب ایک جنگل میں گذرے پوچھا حضرت نے یہ کونسا جنگل ہے صحابہ نے کہا یہ وادی الازرق
ہے فرمایا حضرت نے گویا میں دیکھتا ہوں موسی علیہ السلام کو پھر حضرت نے اُنکا رنگ اور بالونکا حال بیان فرمایا کہ
موسیٰ رکھے ہوئے ہیں دونوں کانوں میں اُنگلیاں یعنی جسطرح اذان میں اور آواز بلند ہے اُنکے ساتھ لبیک
کی گذرے چلے جاتے ہیں اسی جنگل سے کہا ابن عباس نے کہ ہم آگے چلے تو ایک پہاڑ کی گھاٹی پر پہنچے پوچھا
حضرت نے کونسی گھاٹی کونسا پہاڑ ہے صحابہ نے کہا یہ پہاڑ یا تو ہرشا ہے یا لفیت ہے آپنے فرمایا گویا میں دیکھتا ہوں
یونس علیہ السلام کو سرخ اونٹنی پر سوار پشمینہ کا جبہ پہنے ہوئے اُسکی اونٹنی کے مہار پوست خرما کی ہے اسی جنگل میں
چلا جاتا ہے حج کیلئے لبیک کہتا ہوا روایت کی یہ حدیث مسلم نے کہا شیخ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ نے حق الیقین
است بر حیات انبیاء علیہم السلام بحیات حقیقی دنیاوی لیکن محجوب اند از نظر عوام پس بحقیقت نمود ایشان
را بحبیب خود صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بی منام وبی مثال وبی اشتباہ وبی اشکال اور قسطلانی نے بھی مواہب
میں اس معنی کی طرف اشارہ کیا ہے وقیل ہو علی الحقیقۃ لان الانبیاء احیاء عند ربہم یرزقون فلا مانع ان
یحجوا فی ہذہ الحالۃ کما فی صحیح مسلم عن انس انہ صلے اللہ علیہ وسلم رائی موسی قائما فی قبرہ یصلی قال القرطبی حبب
الیہم العبادۃ فہم یتعبدون بما یجدونہ ان احادیث وعبارات محدثین سے معلوم ہوا کہ ارواح انبیاء حج اور
نماز وغیرہ عبادتیں کرتے پھرتے ہیں جو اُنکے دلمیں آوے اور مشکوۃ کے باب المعراج میں بخاری اور مسلم کی
حدیث سب کو یاد ہوگی کہ اُسمیں بیان ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے آسمان پر حضرت آدم
ملے دوسرے پر حضرت یحییٰ اور عیسیٰ تیسرے میں حضرت یوسف چوتھے میں حضرت ادریس پانچویں میں حضرت ہارون چھٹے
میں حضرت موسیٰ ساتویں میں حضرت ابراہیم اب دیکھئے آسمان پر جانیسے پہلے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام ارواح
کل انبیاء کی بیت المقدس میں ملی تھیں اور نماز حضرت کے پیچھے پڑھی تھی اب یہ ارواح انبیاء آسمانوں پر ملیں
اور روایت ہی کہ جب آپ معراج کو تشریف لیجاتے تھے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا قبر میں نماز پڑھتے ہیں
پھر اونہوں نے بیت المقدس میں آپ کے پیچھے نماز پڑھی پھر چھٹے آسمان پر ملے یہ تینوں روایتیں صحیح مسلم میں ہیں

زرقانی نے موضحیات نی القبر میں اس تعارض کو یوں اٹھایا ہے کہ انبیا علیہم السلام کے کھانے پینے کیلئے فراغت کے مقامات ہیں جہاں چاہیں جائیں پھر چلے آئیں وللانبیا مراتع وسارح یتصرفون فیما شاؤا ثم یرجعون خیال کا مقام ہے کہ یہ کسقدر حرکت ہوئی ہر آسمان اسقدر موٹا ہے جسقدر پانچسو برس کا رستہ ہوئے اور زمین سے آسمان تک اور ہر آسمان سے دوسرے آسمان تک پانچسو برس کا رستہ ہی پس اس تحقیق کے موافق ایک ذرا عرصہ میں آدم علیہ السلام کی روح ایک ہزار برس کا رستہ اور یحیی وعیسی علیہما السلام کی روحین دو ہزار برس کا رستہ علی ہذا القیاس موسیٰ علیہ السلام کی روح چھ ہزار برس کا رستہ اور ابراہیم علیہ السلام کی روح سات ہزار برس کا رستہ طے کر گئی اس سرعت سیر کو یاد رکھیو عنقریب ہم کچھ فائدہ اسپر مرتب کرینگے اور لکھا شرح مواہب لدنیہ میں خاتم المحدثین علامہ زرقانی نے لایمتنع رؤیۃ ذاتہ علیہ السلام بجسدہ وروحہ وذلک لانہ سائر الانبیاء صلی اللہ علیہم وسلم ردت

الیہم ارواحہم بعد ما قبضوا واذن لہم فی الخروج من قبورہم للتصرف فی الملکوت العلوی والسفلی یہ مضمون تنویر الحلک سے جلد اول کی شروع میں نقل کیا ہے **فائدہ** مؤلف براہین قاطعہ کا یہ اعتراض اور دھبا لگانا صفحہ ۷۰ میں کہ مؤلف انوار نے کلام زرقانی میں لفظ والتصرف کی جگہ للتصرف بنا دیا اور تصرف کی معنی غرض بنالئے یہ دونوں دعوی بالکل غلط ہیں دیکھو مطبع میرٹھ مطبوعہ بارہ سو انتیس کی چھپی ہوئی شرح مواہب زرقانی جلد اول صفحہ ۱۱ کی سطر اول کہ اسمیں للتصرف لکھا ہوا ہی یا اللہ جھوٹی تہمتوں سے بچائیو اور دوسرے اعتراض کا یہ حال ہی کہ میں نے حاشیہ پر جو ترجمہ اس عبارت کا لکھا ہے انوار ساطعہ مطبوعہ اولی وثانیہ دونو میں بعینہ لفظ تصرف نقل کر دیا ہے دیکھیے جس کا جی چاہے وجہ یہ تھی کہ تصرف جسوقت باب تفعیل کا سطاوع واقع ہوتا ہے اسوقت اسکے پھر نیکے معنے ہوتے ہیں صرفتہ فتصرف یعنی میں نے پھرایا اس کو وہ پھر گیا یہ قاموس میں ہے اور جب موقع سطاوعت کا نہیں ہوتا تو معنی یہ ہیں (تصرف دست درکاری کردن) جیساکہ صراح اور منتخب میں ہے اب جاننا چاہئے کہ ارواح کاملہ کی نسبت دونوں معنی ثابت ہیں بنا برعلیہ تصرف کے معنے میں نے تصرف نہ کیا تھا وہی لفظ تصرف قائم رکھا تھا جس کا جی جس معنی کو چاہے وہ سمجھ لے پس یہ اعتراض بھی غلط ہے کیونکہ میں تصرف کے معنے اردو نہیں بنائے اور معلوم نہیں معترض کو تصرف ارواح کاملہ میں کیوں بحث ہی اسبات کو علماء معقول تک مان چکے ہیں کہ نفس ناطقہ قدسیہ جو کامل درجہ کی حکمت علمیہ وعملیہ کو جامع ہوتا ہے جب وہ بدن سے نکل جاتا ہے عقول مدبرہ میں داخل ہو جاتا ہے اور اس عالم میں اپنا اثر پہنچاتا ہے شیخ الرئیس اور ارسطاطالیس وغیرہ کے کلام میں اسکی تصریح موجود ہے اور ہمارے

حکمار دین بھی سنو تسیلم بتے ہیں علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فالمدبرات امرا کی تفسیر میں لکھتے ہیں او صفات النفوس الفاضلۃ حال المفارقۃ فانہا تنزع عن الابدان غرقا ای نزعا شدیدا من اغراق النازع فی القوس فتنشط الی عالم الملکوت وتسبح فیہ فتسبق الی حظائر القدس فتصیر بشرفہا وقوتہا من المدبرات یعنے یا یہ بات ہے کہ نفوس فاضلہ کی صفتیں مراد ہیں کہ قسم ہے نفوس ناطقہ فاضلہ کی جب بدن سے نکلتی ہیں خوش ہوکر عالم ملکوت میں جاتی ہیں وہاں تیرتی پھرتی ہیں اور اپنی شرف و قوت کے باعث داخل ہوجاتی ہیں مدبرات میں یعنی انہیں جو کہ تدبیر عالم کرتے ہیں اور روح البیان میں ہے ثم من النفوس الشریفۃ لا یبعد ان یظہر منہا آثار فی ہذا العالم سواء کانت مفارقۃ عن الابدان او لا بل بعد الموت کے لکھا بل ہو بعید مفارقۃ البدن اشد تاثیرا و تدبیرا لان الجسد حجاب فی الجملۃ یعنی کچھ بعید نہیں کہ نفوس شریفہ سے اثر ظاہر ہو ویں اس عالم میں خواہ وہ اپنی بدنمیں موجود ہوں یا نکل گئے ہوں بلکہ مفارقت بدن کے بعد زیادہ تر تاثیر او تدبیر انکی ظاہر ہوتی ہے کیونکہ بدن عنصری ایک قسم کا حجاب تھا وہ اٹھ گیا اور نقل کرچکے ہم نور و دم لمعۃ ثانیہ جمعرات کی فاتحہ میں تذکرۃ الموتی والقبور سے کہ اولیا رحکم شہدا میں ہیں اور انبیاء شہدا سے بھی افضل ہیں انکی روحیں زمین و آسمان و بہشت میں جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں اپنے دوست اور معتقدوں کی مدد کرتے ہیں دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں انتہی اور انتباہ الاذکیا تصنیف علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ میں ہے النظر فی اعمال امتہ والاستغفار لہم من السیئات والدعاء بکشف البلاء عنہم والتردد فی اقطار الارض بحلول البرکۃ فیہا وحضور جنازۃ من مات من صالحی امتہ فان ہذہ الامور من اشغالہ کما وردت بذلک الاحادیث والآثار اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ بات احادیث و آثار سے ثابت ہے کہ آپ نظر فرماتے ہیں اعمال امت میں انکے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور دفع بلا کے لئے دعا فرماتے ہیں اور حدود زمین میں پھرتے ہیں برکت دینے ہوئے اور جب امت کا کوئی نیک آدمی مرے اسکے جنازہ پر تشریف لاتے ہیں یہ آپکے شغل ہیں عالم برزخ میں اور روح البیان آخر سورۃ تبارک الذی میں ہے قال الامام الغزالی رحمہ اللہ تعالیٰ والرسول علیہ السلام لہ الخیار فی طواف العوالم مع ارواح الصحابۃ رضی اللہ عنہم لقد راٰہ کثیر من الاولیاء اس سے معلوم ہوا کہ کچھ اس زمین کی خصوصیت نہیں بلکہ تمام عالموں میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع ارواح صحابہ پھرتے ہیں بہت اولیاء نے آپکو دیکھا ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب دُر ثمین کی حدیث سابع عشر میں لکھتے ہیں اخبرنی سیدی الوالد قال اخبرنی شیخ السید عبداللہ القاری قال حفظت القرآن علی

قاری زاہد کان یسکن فی البریۃ فبینا نحن نتدارس القرآن اذ جاء قوم من العرب یقدمہم سیدہم فاستمع قراءۃ القاری وقال بارک اللہ ادیت حق القرآن ثم رجع وجاء رجل آخر بذلک الذی فاخبران النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخبرہم البارحۃ انہ سیذہب الی البریۃ الفلانیۃ لاستماع قراءۃ قاری ہناک فعلمنا ان السید الذی کان یقدمہم ہو النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال وقد رایتہ بعینی یعنی خبر دی مجکو میرے والد سردار نے کہا انھوں نے خبر دی مجکو میرے پیر عبید اللہ قاری نے کہا سید عبد اللہ نے کہ میں نے قرآن حفظ کیا ایک قاری زاہد سے جو جنگل میں رہتے تھے ایکبار ہم قرآن پڑہ رہے تھے اتنے میں عرب کے آدمی آئے اونکا سردار آگے تھا اس نے قاری کا پڑہنا سنکر کہا اللہ تعالے برکت کرے کہ تونے قرآن کا حق ادا کیا پھر وہ چلے گئے اور ایک آدمی دوسرا انہی عرب والوں کی وضع کا آیا اور کہنے لگا کہ کل رات کو حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ ہم فلان جنگل میں فلان کے قاری کا قرآن سننے جاوینگے جب اس آدمی نے یہ بات سنائی ہم نے جان لیا کہ وہ سردار جو آئے تھے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور میں نے اپنی ان آنکھوں سے آپکو دیکھا انتہی

اور نیز شاہ ولی اللہ صاحب فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں ورایتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اکثر الامور بصورتہ الکریمۃ التی کان علیہا مرۃ بعد مرۃ فتفطنت ان لہ خاصیۃ من تقویم روحہ بصورۃ جسدہ علیہ السلام وانہ الذی اشار الیہ بقولہ ان الانبیاء لا یموتون وانہم یصلون فی قبورہم ویحجون وانہم احیاء اور حضرت مجدد الف ثانی جلد اول مکتوبات کی مکتوب دویست وہشتادودوم میں لکھتے ہیں امروز در حلقہ بامدادی بنیم کہ حضرت الیاس و حضرت خضر علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بصورت روحانیان حاضر شدند و بتلقی روحانی حضرت خضر فرمودند کہ ما از عالم ارواحیم حضرت سبحانہ تعالیٰ ارواح مارا قدرت کاملہ عطا فرمودہ است کہ بصورت اجسام متمثل شدہ کارہائی کہ اجسام بوقوع می آید از ارواح ما صدور می یابد اور اسی جلد اول مکتوب دوصد ونہم میں ہے در صورتی آنکہ عنایت خداوندی در رسید حقیقت معاملہ را کما ینبغی وانمود روحانیت حضرت رسالت خاتمیت علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کہ رحمت عالمیانست درینوقت حضور ارزانی فرمودہ تسلی خاطر حزین نمود امام غزالی گفتہ کہ ارباب قلوب مشاہدہ می کنند در بیداری ملائکہ وارواح انبیاء را کذا فی اشعۃ اللمعات فی کتاب الرؤیا اور یہی نقل فرمایا شیخ عبد الحق نے از شیخ ابو المسعود کہ مصافحہ میکرد آنحضرت را بعد از ہر نماز اور اسی جگہ لکھا ہی شیخ نے نقل غوث پاک کا کہ روزی غوث الثقلین شیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ عنہ بر کرسی نشستہ بود وعظ می فرمودہ قریب بدہ ہزار کس در پایہ وعظ وی حاضر و شیخ علی بن ہیتی در زیر پایہ کرسی شیخ نشستہ ناگاہ

شیخ علی ہیتی را خوابی بُرد پیش شیخ عبدالقادر قوم را فرمود ساکتوا پس ہمہ ساکت شدند تا آنکہ جز انفاس
ایشان شنیدہ نمیشد پس فرمود آمد شیخ از کرسی و بایستاد با ادب پیش علی مذکور می نگریست و مدتی پس بیدار
شد شیخ علی و گفت شیخ عبدالقادر بادی کہ دیدی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را در خواب گفت نعم فرمود ازین
جہت ادب نمودم با تو و ایستادم در پیش تو فرمودہ بچہ وصیت کرد ترا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گفت بملازمت
من مجلس تو پس شیخ علی گفت آنچہ من در خواب دیدم شیخ عبدالقادر در بیداری دید و روایت کردہ اند کہ
ہفت کس از مردان راہ در آن روز از عالم رفتند رحمۃ اللہ علیہم اجمعین انتہی تین باتیں ثابت ہوئیں ایک تو روح
پاک مصطفوی کا مجلس خیر میں آنا دوسرے تعظیم روح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے حضرت غوث اعظم پیر دستگیر کا
کھڑا ہو جانا یہ سند ہوئی استحباب قیام کیواسطے تشریف آوری ارباب فضل و اکرام کی تیسری حضرت غوث
پاک کی علو شان اور قوت ادراک کہ جسکو دوسرے آدمی خواب میں دیکھیں آپنے بیداری میں دیکھا قصہ مختصر یہ کہ
روح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین پر آمد و رفت فرماتی ہے اور اگر کوئی یہ سمجھے کہ وہ خدا تعالیٰ کی حضوری
میں مستغرق ہے انکو دنیا کی طرف کب توجہ ہوتی ہوگی جواب اسکا یہ ہے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب ماتی ہین والقمر
اذا اتسق کی تفسیر میں وبعضی از خواص اولیاء اللہ را کہ آلہ جارحہ تکمیل و ارشاد بنی نوع خود گردانیدہ اند درین
حالت ہم تصرف در دنیا دادہ و استغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ باین سمت نمی گردد جب
اولیاء اللہ کا یہ حال تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حال تو بدرجہا اسکے فائق ہوگا چنانچہ خاتم المحدثین زرقانی
صفحہ ۳۰۰ مقصد عاشر میں لکھتے ہیں ولا ریب ان حالہ صلی اللہ علیہ وسلم فی البرزخ افضل و اکمل من حال الملائکۃ
ہذا سیدنا عزرائیل علیہ السلام یقبض الف مائۃ روح او ازید فی وقت واحد ولا یشغلہ قبض عن قبض وہو مع ذلک
مشغول بعبادۃ اللہ تعالیٰ مقبل علی التسبیح والتقدیس فنبینا صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ یصلی و یعبد ربہ و یشاہدہ
ولا یزال فی حضرۃ اقترابہ ای دنوہ متلذذا بسماع خطابہ وکذا کان شانہ وعادتہ فی الدنیا یفیض علی امتہ
من سحابات الوحی الالہی مما افاضہ اللہ علیہ لا یشغلہ ہذا الشان وہو شان افاضۃ الانوار القدسیۃ علی امتہ عن
شغلہ بالحضرۃ الالہیۃ یعنی آپ کا قبر میں بھی حال ہے اور دنیا میں بھی یہی تھا کہ امت پر فیضان جاری
رہتا تھا اور خدا سے ملے رہتے تھے ادہر کی شغولی سے اودہر کی مشغولی میں فرق نہ آتا تھا ۔ ۵

ادہر اللہ سے وصل ادہر مخلوق میں شامل		خواص اس برزخ کبری میں تھا حرف شدد کا

پس ادہر توسع ادراک و علم و قوت استعداد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر اور ادہر روح انبیا کی سرعت سیر

اُن کو امت کی فیض بخشی خبر گیری اللہ تعالیٰ کی شغل سے ۱۲

معلوم کہ حضرت ابراہیم معراج رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رات بیت المقدس سے ساتویں آسمان پر سات ہزار برس کا رستہ طے کرکے ادنی فرصت میں پہنچ گئے چنانچہ ہم روایت اس کی بیان کر چکے پھر کیا اشکال اور خلجان ہورہا ہے منکرین کو کہ صرف چند محافل میلادیہ جو چند شہر میں منعقد ہوئی ہیں انہیں بسرعت سیر حاضر ہوجانیکی قدرت روح پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نہیں مانتے پیغمبر سید المرسلین ابراہیم خلیل اللہ سے اعلی وافضل بالاتفاق ہیں پھر مفضول تو سات ہزار برس کی راہ طے کرے ایکدم میں اور فاضل افضل چند مقامات کی سیر نکر سکے بڑی ناقدردانی کی بات ہے اور اسپر طرہ یہ کہ جو ایسا اعتقاد کرے انکو مشرک قرار دیں سبحان اللہ شرک کے معنے بھی یہ حضرات خوب سمجھے واضح ہو کہ نفس ناطقہ قدسیہ کا ایک آن میں ظاہر ہوجانا بہت مکانوں میں حکماء اشراقیین اور ہمارے عرفاء کاملین اور محققین شرع متین کے نزدیک صحیح ہے اسمعیل افندی علامہ قسطلانی و زرقانی و حلبی و محدث دہلوی و مجدد الف ثانی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سب قائل ہیں سیرت حلبی جلد اول میں ہے فالارواح تتجسد وتظہر فی صور مختلفۃ من عالم المثال اور فرمایا جلال الدین سیوطی نے تعدد الصور بالتخیل والتشکل ممکن کما یقع للجان آذر اور ان لوگوں عبارتوں کا مضمون حضرت مجدد الف ثانی کی جلد ثانی کی مکتوبات میں ملے ہر گاہ جنیان را تبعد یر اللہ سبحانہ ایں قدرت بود کہ متشکل باشکال گشتہ اعمال غریبہ بوقوع آمد ندار واح کمل را اگر ایں قدرت عطا فرمائید چہ محل تعجب است وچہ احتیاج ببدن دیگر ازیں قبیل است انچہ از بعضے اولیاء اللہ نقل میکنند کہ در یک آن در اماکن متعددہ حاضر میگردند وافعال متباینہ بوقوع می آرند اینجا نیز لطایف ایشان متجسد ہا جساد مختلفہ و متشکل باشکال متباینہ می شوند اور مدارج النبوۃ میں ہے وبدن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد از موت بمثال است چنانکہ در نوم مرئی می شود در تیقظ نیز می نماید وآن شخص شریف کہ در مدینہ در قبر آسودہ وحی است ہمان متمثل میگردد ودر یک آن متصور بصور متعددہ عوام را در منام می نماید وخواص را در تیقظ اس عبارت مدارج سے بھی آن واحد میں بہت شکلوں میں متشکل اور متعدد مقام پر ظاہر ہونا حضور کی جوہر پاک کا ظاہر ہے تعجب ہے کہ مؤلف براہین قاطعہ نے صفحہ ۲۱۰ میں صور متعددہ کا لفظ عبارت مدارج سے نقل کرنے میں حذف کردیا کہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف روحانی کی قوت نہ ثابت ہوجائے پھر طرفہ یہ کہ اس عبارت مذکورہ سے آپنے سند پکڑی کہ وہ تو مثال ظاہر ہونیکو لکھتے ہیں اور تشریف آوری حضور کا کہیں نام ونشان بھی نہیں انتہی افسوس عبارت کا مضمون بھی آپ نے نہ سمجھا یعنی محدث دہلوی فرماتے کہ وہ بدن جو قبر مبارک

میں ہے وہ ہی خود متمثل ہو کر نظر آتا ہے عوام کو خواب میں اور خواص کو جاگتے میں یہ نہیں کہ یہ کچھ اور چیز
نظر آتی ہے مغائر و مثالی جسم اقدس کی اس مقام پر حدیث صحاح کی بھی یاد نہ آئی من رآنی فی المنام فقد
رآنی فانہ لا ینبغی للشیطان ان یتمثل بی حضرت ارشاد فرماتے ہیں جسنے مجھکو خواب میں دیکھا اُسنے مجھے کو دیکھا
شیطان میری شکل نہیں بن سکتا جب خواب کے دیکھنے کی تصدیق حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں حالانکہ
خواب ایک غفلت کا عالم ہی پھر بیداری کا دیکھا ہوا بدرجہ اولی آپ ہی کا جوہر مقدس ہوگا نہ کسی غیر کا
بنا رعلیہ اس بدن مثالی کے آنیکو اگر آپکا تشریف لانا کہا جائے تو موافق حدیث کے ہوگا نہ مخالف اور
اسیواسطے حضرت مجدد بھی تمثیل الیاس و خضر کو فرماتے ہیں کہ بصورت روحانیان حاضر شدند اور دوسری
جگہ لکھتے ہیں روحانیت حضرت خاتمیت حضور ارزانی فرمود اور یہی قصہ سید احمد صاحب کا ہے جو لفظ روح
سے تعبیر فرمایا ہے کہ روح حضرت غوث الثقلین و حضرت نقشبند متوجہ حضرت ایشان گردید اور واضح ہو کہ
وہ مثال کوئی شے وہم و خیال محض نہیں جیسا کہ مؤلف براہین قاطعہ نے خیال کیا بلکہ ایک شے متصرف واقعی
ہوتی ہے جیسا کہ علامہ زرقانی وغیرہم رقم فرماتے ہیں لیکن اس مقام پر ہم عبارت حضرت مجدد الف ثانی
کی نقل کرتے ہیں جسکے انکار کی گنجائش فریق ثانی کو نہیں جلد ثانی مکتوبات میں فرماتے ہیں این شکل گاہ
درعالم شہادت بود و گاہ درعالم مثال چنانچہ دریک شب ہزار کس آن سرور را علیہ الصلوٰۃ والسلام
بصور مختلفہ در خواب می بینند و استفادہا می نمایند اینہمہ تشکل صفات و لطائف اوست علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ
والسلام بصور متناسبہ مثال و ہمچنین مریدان از صور مثالی پیران استفادہا می نمایند و حل مشکلات میفرمایند۔
سبلا انبیا علیہ السلام کا درجہ تو بہت عالی ہے حضرت مجدد تو پیرون کی صور مثالی سے بھی حل مشکلات کے
ثابت کرتے ہیں یہ امر وہمی و خیالی نہیں اور اسیطرح شکل کشائی حوائج الناس کی نسبت اولیاء اللہ
مفسر روح البیان نے سورۂ ملک میں لکھی ہے مثال اقامہ اللہ تعالےٰ علی صورتہ لتنفیذ ما شاء اللہ تعالےٰ
من حوائج الناس وغیرہا اور یہ بات سب پر ظاہر ہے کہ جب صورت مثالی ایک شخص کی تخیلہ میں آئی اور
وہ شخص مجلس آنا مثال کا ثابت ہوا اور متعدد اشخاص کا یہ واقعہ دیکھنا دلیل ہے کہ مرغوبیت و محبوبیت
محفل کو دخل ہے اس توجہ روحانی میں اور وہ مثال خود صاحب مثال کا جلوہ ہے علیہ افضل الصلوٰۃ
والتسلیمات کیونکہ آپ فرماتے ہیں من رآنی فقد رآنی اور فرماتے ہیں من رآنی فقد رای
الحق یہ تقریر ہم اس صورت میں کرتے ہیں جب کہا جائے کہ وہ مثال نظر آتی ہے اور جب انتباہ الاذکیا

مین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ احادیث سے ثابت کر چکے کہ آپ اطراف زمین میں پھرتے ہین تو شال کہنے کی کچھ
ضرورت نہیں چنانچہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سہمات المعارف میں لکھتے ہین فنبینا صلے اللہ علیہ وسلم تیسر لہ
بجسدہ و روحہ حیث شاء فی اقطار الارض و فی الملکوت وانہ مغیب عن الابصار کما تغیب الملئکۃ فاذا رفع
اللہ الحجاب عمن اراد اکرامہ برویۃ رآہ علی ہیئتہ التی ہو علیہا لا مانع من ذلک ولا داعی الی التخصیص برویۃ المثال
انتہی ملخصا کذا فی نور العین میں کہتا ہون کہ یہ قول سیوطی موافق مسئلہ تروح اجساد و تجسد ارواح کی ہے
جسکو اہل حقیقت مانتے ہین یعنی یہ بھی ممکن ہے کہ خود جسد پاک جو لطافت میں مثل روح ہے قبر سے لطور
اعجاز نکلکر چلتا پھرتا ہو جیسا کہ حضور ی انبیاء کی شب معراج بعض علماء کے نزدیک باجساد ہم تھے
اور بعضون کے نزدیک بارواحہم اور بعض اولیاء اللہ بند مکان سے بلا فتح باب باہر نکل آتے ہین غلبہ روحانیت
کے سبب الحاصل کسیطرح ہوئے خواہ بجسدہ و روحہ خواہ بمثالہ رونق افروزی آستانہ جال کی طرف
ثابت الاصل ہے اور یہ لکھنا مؤلف براہین کا صفحہ ۲۰۸ میں کہ مشاہدہ کے واسطے ارواح کا شاہد کے
گھر میں آنا ضرور نہیں قلب منور بعید سے دیکھتا ہے اس موقع پر صحیح نہیں اسلیے کہ جب کسی نے کسی
مقام خاص کو حضرت کی رونق افروزی سے مشرف دیکھا ہے وہان جلوہ محمدی پایا ہے اسوقت قصہ
تالاب شمسی کا جو مقام دہلی میں گذرا ہے اور خاص بیاض و نقل حضرت قطب الاقطاب قطب الدین بختیار
کاکی قدس سرہ سے فوائد السالکین میں اُنکے خلیفہ صاحب جناب شیخ الاسلام فرید الدین گنج شکر اجودہنی
رحمۃ اللہ علیہ نے رقم فرمایا ہے لکھتا ہون شمس الدین التمش را در دہلی خواست کہ حوض بنا کند یک روز سوار شد با جمیع ارکان
دولت زمین برائے ساخت کنانیدن حوض میدید چنانچہ رسید آنجا کہ حوض است با ایستاد کہ این زمین بہتر است
چون دید باز گشت و قصر آمد چون آنمرد یکی از واصلان حق بود ہمدرین نیت دران شب ہمیران مصلی
قدری در خواب شد چنانچہ دید نزدیک یک چبوترہ کہ دران حوض است مردی با دو گیسو کشادہ و خوبصورت
کہ صفت او نتوان کرد بر اسپ و چند نفر یار برابر او ایستادہ ہمین نظر مبارک ایشان بر من افتاد
و پیش خود طلبید و فرمود کہ بگو چہ نیت داری گفتم نیت این دارم کہ اینجا حوض بنا کنم ہمدرین گفتگو بود
کسیکہ نزدیک آنمرد ایستادہ بود مرا گفت ای شمس این رسول خدا است عز و جل آنچہ درخواست داری
باز نمائی تا آنمراد بدامن تو رساند چون مرا اندیشہ این حوض بود ہمین التماس کردم و در پائے مبارک
رسول علیہ السلام افتادم بعدہ برخاست دست بستہ ایستادہ شدم ہمانجا کہ چبوترہ است اسپ ل

علیہ السلام دست بزد آب بیرون آمد۔ رسول علیہ السلام فرمود کہ ای شمس ہمین جا حوض راست کنا فی ایچنین
آب بیرون خواہد آمد کہ در ہیچ شہر و مقامی لذت آن آب نباشد ہمدرین گفتگوی بیدار شدم ہماندم زیکا
سوار شدم چون آنجا بیامدم کہ اسپ رسول علیہ السلام سم زدہ بود دیدم کہ آب بیرون آمدہ است
و آنجا قرار گرفتہ ہرکس کہ برابر شمس آمدہ بود قدری ازاں آب خوردند و سوگند بر زبان راندند کہ صد
ہزار شیرین از ہر جہ جمع کنند و بخورند ایچنین شیرین نیابند کہ لذت آن آب وارد آنگاہ خواجہ قطب الاسلام
فرمود کہ شیرینی آن آب برکت قدم مبارک رسول علیہ السلام بود اس حکایت میں صاف ثبوت ہے
اسکا کہ جس مقام پر آپ کے گھوڑے کا سم دیکھا تھا وہاں صبح کو پانی خوشگوار پایا اگر قلب منور ہی فقط
دور سے دیکھتا تھا اور مکان رویت سے اُسکو علاقہ نہ تھا تو اُس زمین میں پانی نکل آنے کی کیا
وجہ ہوئی اور یہ حکایت اولیاء ابرار کی لکھی ہوئی ہے قطع نظر اس سے اہل دہلی یوں ہی متواتر
سنتے چلے آئے کہ بڑا تالاب شمسی کی بھی وجہ تھی بنا رعلیہ ہم کہتے ہیں کہ جب اولیاء ابرار اصحاب کشف
و شہود نے روح یا فتوح کی مثال کو مجلس میں دیکھا تو اس جمع اور اس مکان کا مشرف ہونا بفیضان نور
محمدی سے تسلیم کرنا چاہئے جیسا کہ محمد بن یحییٰ جو مکہ معظمہ میں مذہب حنبلی کے مفتی تھے علماء اعلام و متقدمین
السلام نے نقل کرتے ہیں کہ عند ذکر ولادتہ صلی اللہ علیہ وسلم یحضر روحانیتہ صلی اللہ علیہ وسلم
اور برزنجی کے رسالہ منظومہ اور نیز روح البیان کی جلد رابع و سادس میں حاضر ہوتے روح مبارک کے تصریح اور
اس مسئلہ کی ہر رنگ و بخود کلام شاہ ولی اللہ صاحب میں موجود ہے فیوض الحرمین میں اپنے مشاہدہ کے بیان
میں جو مدینہ طیبہ میں جا کر حاصل ہوئی فرماتے ہیں ورأیتہ صلی اللہ علیہ وسلم مستقرا اعلی حالۃ واحدۃ متوجہا الی الخلق لا یبالی بشی
الغفلۃ فاذا توجہ الیہ انسان بجمیع ہمتہ ولا ارید الانسان العالی الہمۃ فقط بل کل ذی کبد فیتاق الی شئی وتوجیہ
الیہ لقصدہ وشوقہ فانہ یتدلی الیہ درایتہ صلی اللہ علیہ وسلم ینشرح انشراحا عظیما لمن صلی علیہ وسلم ومدحہ
ان عبارات میں صاف بیان ہے کہ حضرت کا خوب دل کھلتا ہے خوشی سے اُسکی طرف جو بیچ پڑھی
حضرت کی اور درود سلام بھیجے اور جب کوئی مشتاق عشق دل سے ہمت لگاتا ہے اور متوجہ ہوتا ہے
حضرت کی طرف تو آپ اتر آتے ہیں اُسکے پاس یہ خلاصہ مضمون شاہ ولی اللہ صاحب کا بعینہ اُنکے
الفاظ میں ہے ( ) جو کوئی زیادہ تحقیق چاہے تو اصل کتاب فیوض الحرمین کی طرف رجوع کرنے یا دیکھا
اُسمیں زیادہ تشریح اور توضیح اس مطلب کی اور کشف و الہامات اولیا کی نسبت مؤلف

براہین قاطعہ کا یہ لکھنا صفحہ ۲۰۸ میں کہ (الہام وکشف اولیا کا مفید ظن او حجت علی الغیر نہیں ہوتا) عجب بات ہے کیوں صاحب شاہ عبدالرحیم وشاہ ولی اللہ وغیرہ عارفین رحمۃ اللہ علیہم سے آپ ایسے بالکل غیر بن گئے کہ آپ پر ان کا کشف حجت نہیں ہو سکتا اللہ اللہ ع گجے بر طارم اعلی نشینم بد گہے بر پشت پائے خود نہ بینم ۱۰ اب ہم کشف اور رویائے صادقہ کی حقیقت بیان کرتے ہین کشف نام اس کا ہے کہ جب مرد مرتاض کی حواس و قوی ظاہری شدت مجاہدات سے مضمحل ہو جاتے ہین تو جوہر عقل قوی ہو کر سپید نور الٰہی ہو جاتا ہے اُس نور کی تائید سے حقائق اشیا کما ہی فی نفس الامر معلوم ہونے لگتی ہین حدیث میں ایسے شخص کی نسبت وارد ہوا ہے کہ ینظر بنور اللہ اور سچا خواب وہ ہے کہ احادیث مین وارد ہوا ہے کہ رویا صالحہ نبوت کا چھیالیسوان جزو ہے اور حدیث میں ہے کہ نبوت تو ہو چکی اب مبشرات یعنی رویا صالحہ باقی ہین پس کشف ومنام صالحہ کو اس طرح تحقیر سے بالکل رد کرنا صحیح نہیں اب ہم بیان کرین بعض وہ مقامات کہ کشف پر عمل ہوا ہے حضرت خضر کو بعضوں نے نبی کہا ہے اور معالم التنزیل مین ہے کہ اکثر اہل علم کے نزدیک وہ نبی نہیں تھے پھر دیکھئے اُنھوں نے الہام وکشف پر عمل کر کے مساکین کی کشتی توڑ ڈالی اور ایک نوجوان لڑکا مار ڈالا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ بالاتفاق نبی نہ تھیں اُنھوں نے اپنے بیٹے کو تابوت میں بند کر کے دریا میں ڈالدیا یہ فعل بھی قریب ہلاک کر دینے کے ہے لیکن بالہام الٰہی کیا یہ سب وقائع قرآن شریف میں موجود ہین اگر انکو شریعت سلف ہونیکا کوئی خیال کرے تو لیجے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال سنیئے مشکوۃ کے باب الکرامات میں حدیث عائشہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں مروی ہے وہ فرماتی ہین کہ جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل وفات کی نوبت پہنچی صحابہ کہنے لگے ہم نہیں جانتے کہ کپڑے جسم مبارک سے اُتار کر غسل دیں یا مع کپڑوں کے کسیکی رائے یہ ہوئی کسی کی وہ تب اللہ تعالےٰ نے سب پر نیند بھیجدی وہ سب سو گئے خواب مین کیا دیکھتے ہین کہ گھر کے گوشہ مین ایک بولنے والا بولتا ہے کہ غسل دو تم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو کپڑوں سمیت تب وہ لوگ نیند سے اُٹھے اور آپ کو کرتا پہنے ہوئے غسل دیا اس حدیث میں لفظ فقاموا کا ترجمہ زرقانی شرح مواہب میں یہ کہا ہے کہ انتبہوا من النوم اب دیکھئے یہ بھی عمل صحابہ نے الہام منامی پر کیا ہے اور بعد صحابہ بھی بہت الہامات پر فقہا ومحدثین نے عمل کیا ہے حضرت مجدد الف ثانی اسکی بابت ایک سوال جواب لکھتے ہین مکتوبات میں سوال چون دین بہ کتاب وسنت کامل

گشت بعد از کمال بود الہام چہ احتیاج بود و چہ نقصان ماندہ کہ بالتمام کامل کردہ جواب الہام مظہر کمالات

خفیہ دین است نہ مثبت کمالات زائدہ در دین چنانچہ اجتہاد مظہر احکام است الہام مظہر دقائق و اسرارات

کہ فہم اکثر مردم ازان کوتاہ است ہرچند در اجتہاد و الہام فرق واضح است کہ آن مستند بخالق راست جل سلطانہ

پس الہام یک قسم اصالت پیدا شد کہ در اجتہاد نیست الہام شبیہ اعلام نبی ست کہ ماخذ سنت است

چنانچہ بالا گذشت اگرچہ الہام ظنی ست و آن اعلام قطعی انتہی اور شیخ عبدالحق رحمہ اللہ مدارج النبوۃ میں

لکھتے ہیں کہ اگر خواب میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات قسم احکام سے سُنے اُس پر عمل نکرے

لیکن اُسمین یہ وجہ نہیں کہ رؤیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں شک ہووے بلکہ یہ سبب ہی کہ خواب

دیکھنے والے کا ضبط مفقود ہے پھر اس کے بعد لکھتے ہیں کہ مراد ہماری احکام شرعیہ سے وہ احکام ہیں

جو قرار داد دین کے خلاف ہوں اور اگر وہ ایسے نہیں تو اُن کے قبول کرنے میں کسی کا بھی خلاف

نہیں عبارت یہ ہے و مراد احکام شرعیہ کہ مخالف قرار داد دین ست والا بعضی علوم کہ نہ از ین قبیل

باشد در قبول آن و عمل بدان خلافی نخواہد بود و بسیارے از محدثین تصحیح احادیث کہ مروی است

از حضرت دی نمودہ عرض کردہ کہ یا رسول اللہ فلان این حدیث از حضرت تو روایت کردہ است پس

فرمود آنحضرت نعم اولا و در رویت کہ در تیقظ است بعضے مشائخ نیز ہمچنین استفادہ علوم نمودہ اند

اور اسیطرح مفسر روح البیان نے بھی لکھا ہے کہ بہت علمانے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے حدیث حاصل

کی ہین عالم رویا مین جب یہ حقیقت کشف و منامات اولیاء کی ظاہر ہوئی تو معلوم کرنا چاہیے کہ جب اہل

مکاشفہ نے عمل مولد سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خوش پایا اور انوار آلہی مجلس میں دیکھے اور بعض

مشرف بزیارت ہوئے عین مجلس میں اور بعضوں کو منام میں فرمایا کہ ہم بھی وہاں آتے ہین اب ہم

اس کشف و منام کو جب پیش کرتے ہیں شریعت پر تو نہین پاتے ہم اسکو مخالف قرار داد دین متین کی اسلئے

کہ مجلس کا مکان لا بد کوئی ٹکڑا زمین کا ہوگا پس داخل ہوگا وہ اقطار الارض میں اور اقطار ارض میں آنیکا

چلنا پھرنا سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث و آثار سے ثابت کیا ہے پس مضمون اس مکاشفہ کا ایک حصہ

اور فرد ہوا افراد و حصص مضمون حدیث سے اور مخالف ہوا کسی حکم کا احکام قرار داد دین سے اس لئے

مقبولین اُمت محمدیہ نے اُس کو ہاراس العین قبول کیا اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی لکھدیا

کہ جب کوئی صاحبدل ذوق شوق سے ہمت لگاتا ہے تو حضرت بھی علیہ السلام اسکی طرف نزول فرماتے ہین

اگر کوئی کہے روح مبارک کو خبر ہو جاتی علم غیب ہے جو چاہے وہ کسیکو نہیں ہوتا سوائے اللہ تعالیٰ
کے فرمایا اللہ تعالےٰ نے سورہ نمل میں قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ اور نیز حکم کیا اللہ
تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سورہ اعراف میں کہ کہہ اے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں
سے لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء اگر جانتا میں غیب کو بہت حاصل کرتا میں منفعت
اور نہ پہنچتا مجکو نقصان جواب اسکا یہ ہے کہ اگر آپ جناب جو ان آیتوں پر ایمان ہے تو مبارک ہو
بہت اچھی بات ہے لیکن چاہئے کہ دوسری آیتوں کو بھی سچا جانو سورہ آل عمران میں ہے وما کان
اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء یعنی اللہ یوں نہیں کرتا کہ تمکو خبر دیوے غیب
کی لیکن اللہ چھانٹ لیتا ہے اپنے رسولوں میں جسکو چاہے اور سورہ جن میں ہے عالم الغیب فلا یظہر
علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول یعنی اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اپنے غیب کی بات کسی کو نہیں
کھولتا مگر جو پسند کر لیا کوئی رسول ان چاروں آیتوں کے ملانے سے اہل سنت والجماعت کا جو مسئلہ اعتقادی
ہو وہ کھلجاتا ہے یعنے اصل عالم الغیب اور علام الغیوب اللہ تعالےٰ ہے زمین و آسمان میں کوئی ایسا
نہیں جو یقینی طور پر کسی بات کو بے تعلیم و الہام حق جان لے ہاں اللہ تعالیٰ اپنے پیارے برگزیدہ

رسولوں میں جسکو چاہے خبریں غیب کی بتا دیتا ہے پس جو شخص یوں کہے کہ رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
کچھ بھی غیب کی بات نہیں جانتے وہ منکر ہو اللہ تعالےٰ کے کلام کا کہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے چھانٹ
لیتا ہوں واسطے اخبار غیبی کے جسکو چاہے اور نیز منکر ہوا حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ مشکوۃ
کے باب المعجزات میں روایت ہے عمرو بن اخطب انصاری سے کہ نماز جماعت پڑھائی ہمکو رسول صلے اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے فجر کی اور منبر پر چڑھے ہمکو نصیحت فرمائی یہانتک کہ ظہر کا وقت آیا تب اترے منبر سے
اور نماز پڑھی پھر چڑھے منبر فرماتے رہے نصیحت پھر عصر کا وقت آیا گیا پھر اترے اور نماز پڑھی پھر
چڑھے منبر پر یہانتک کہ چھپ گیا سورج اسدن بتا دیا ہمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ ہونیوالا
تھا قیامت تک اب ہم میں زیادہ عالم وہ ہے جسکو اسدن کی زیادہ باتیں یاد ہیں روایت کی یہ
حدیث مسلم نے اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بہت خبریں غیب کی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہیں
اور حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے کوئی شے نہ چھوڑی قیامت تک ہونیوالی جو ہمکو نہ بتائی
اور ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کا اس عالم سے تشریف فرما ہوئے اور ہمکو بتا گئے ہر چیز اگر

کوئی جانور بھی باز و آسمان میں ہلاتا ہے وہ بھی آپ ہم سے ذکر کر چکے یہ امام احمد اور طبرانی نے روایت
کی ہے اور فرمایا آپ نے میں اپنے سب اُمتی اگلوں پچھلوں کو جانتا ہوں جیسا تم اپنے رفیق کو پہچانتے ہو اُس سے
زیادہ ہر آدمی کو پہچانتا ہوں رواہ الطبرانی قطع نظر سے اعمال اُمت آپکے سامنے عرض کئے جاتے ہیں
روی البزار بسند جید عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال حیاتی خیر لکم ومماتی
خیر لکم تعرض علی اعمالکم فما کان من حسن حمدت اللہ علیہ وما کان من سیئ استغفرت اللہ لکم اور شاہ عبد العزیز رحمۃ
اللہ علیہ تفسیر عزیزی سورہ بقرہ میں آیہ ویکون الرسول علیکم شہیدا میں لکھتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
مطلع است بہ نور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ الی ان قال درد ایات
آمدہ ہر نبی را بر اعمال امتیان خود مطلع می سازند کہ فلانی چنان می کند وفلانی چنان تا روز قیامت ادای
شہادت تواں کرد انتہی اور نیز علامہ اسمٰعیل افندی اور قسطلانی اور زرقانی رحمۃ اللہ علیہم روایت کرتے
ہیں عن سعید بن المسیب قال لیس من یوم الا وتعرض علے النبی صلے اللہ علیہ وسلم اعمال امتہ غدوۃ وعشیۃ
فیعرفہم بسیماہم واعمالہم فلذلک یشہد علیہم یوم القیمۃ جب احادیث میں آچکا کہ صبح شام ہر روز دو بار
اُمت کے اعمال آپ کے سامنے پیش ہوتے ہیں پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو جانا جمیع محافل میلاد
کا کون بڑی بات ہے اور مؤلف براہین گنگوہی کا یہ لکھنا (تمام اُمت کا اعتقاد یہ ہے کہ جناب
فخر عالم علیہ السلام کو اور مخلوقات کو جسقدر علم حق تعالٰے نے عنایت کر دیا اور بتلا دیا اُس سے ایک ذرہ
بھی زیادہ علم ثابت کرنا شرک ہے انتہی) عجیب قانون ہے اس تقدیر پر ایک عالم شرک ہو جاتا ہے مثلاً
کسی نے اپنے اُستاد کو اپنے ذہن میں بڑا عالم یا اپنے مرشد کو بڑا صاحب کشف سمجھ لیا حالانکہ حق تعالٰی نے انکو
اُسقدر علم اور کشف نہ دیا تھا مؤلف براہین کے نزدیک ذرہ بھر زیادہ سمجھنے سے شرک ٹھہر یگا معاذ اللہ
پھر قطع نظر اس کے ہم کہتے ہیں کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت تو اسقدر ہم ثابت کرتے ہیں
جسقدر شرع میں ثابت ہے نصوص اوپر گذر چکیں دیکھو اور حرکت روحی بھی اُسیقدر ثابت کرتے ہیں جو
نصوص سے ثابت ہے اور پھر مؤلف براہین صفحہ ۵۴ میں مسئلہ در مختار وغیرہ سے لکھتے ہیں (اگر کوئی نکاح
کرے بشہادت حق تعالٰے اور فخر عالم علیہ السلام کے کافر ہو جاتا ہے بسبب اعتقاد علم غیب کے فخر عالم
کی نسبت انتہی) یہ مسئلہ بھی آپ نے صحیح نہیں لکھا اصل تحقیق اسکی لکھتا ہوں کہ اگر کوئی شخص نکاح کرے
اور کوئی گواہ نہ ہوں فقط اللہ تعالٰے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ کرکے نکاح کرے تو وہ نکاح بالاتفاق

ناجائز ہے اسواسطے کہ بیان گواہ وہ ہونے چاہئیں کہ اگر نکاح میں جھگڑا ہووے تو عدالت میں گواہی
دے سکیں اور یہ بھی ہے کہ خدا تعالیٰ تو ہر نکاح میں شاہد ہوتا ہے پھر شریعت میں علاوہ اُس ذات پاک
کے اور دو گواہ مطلوب ہیں وہ بیان نہیں بنا برعلیہ وہ نکاح ہرگز نہ ہوا اسپر اتفاق ہے لیکن بعض علماء
نے اُسکو کافر بھی کہدیا جسکا ذکر مؤلف براہین نے کیا اور یہ صحیح نہیں اسواسطے کہ در مختار میں اسکی تضعیف
پر اشارہ کیا ہے قیل یکفر قیل لفظ تضعیف ہے اور فتاوی قاضیخان کی کتاب النکاح میں لکھا وبعضہم
جعلوا ذلک کفرا کافر ہونیکا قول بعض علماء نے بیان کیا لیکن ابھی نہیں کھلا کہ خود قاضی خان کی رائے اسکے
موافق ہے یا نہیں یہ بات کلمات کفر میں کھولدی وہاں اسطرح لکھا قالوا یکون کفرا شرح منیہ وغیرہ کتب
میں صراحۃً یہ اصطلاح لکھی ہے کہ لفظ قالوا ایسے موقع میں لکھتے ہیں جہاں اپنی رائے میں وہ امر مستحسن
نہیں ہوتا شرح منیہ کے ذکر قنوت میں لکھا ہے کہ قاضیخاں کا لفظ قالوا کہنا دلیل غیر مختار ہونیکی ہے
عبارت یہ ہے وکلام قاضیخان یشیر الی عدم اختیارہ لہ فی قولہ قالوا اشارۃ الی عدم استحسانہ الیس معلوم
ہوگیا ان فتاوی سے کہ کافر کہنا ضعیف ہے اب ہم واضح تر دلیل لاتے ہیں عدم کفر پر فقیہ شامی در مختار
کے قول مذکور بالا پر جسکی سند براہین میں بڑی ہے تحریر کیا ہے قال فی التاتارخانیۃ وفی الحجۃ ذکر فی الملتقط
انہ لایکفر لان الاشیاء تعرض علی روح النبی صلے اللہ علیہ وسلم اب اس سے بھی قوی تر سنو خزانۃ الروایات
میں مضمرات سے نقل کیا ہے والصحیح انہ لایکفر لان الانبیاء علیہم السلام یعلمون الغیب ویعرض علیہم الاشیاء
فلا یکون کفرا یعنے اس روایت اخیرہ کو قوی اسواسطے لکھا کہ اسمیں تصحیح جو الفاظ فتوی سے ہے موجود ہے
یعنی اس اختلاف علماء میں صحیح یہ ہی بات ہے کہ کافر نہیں ہوتا پس در مختار اور قاضیخان کی تضعیف اور
شامی اور تاتارخانیہ اور فتاوی حجہ اور ملتقط کی تصریح اور خزانۃ الروایات اور مضمرات تصحیح سے صاف
ثابت ہوگیا کہ وہ کافر نہیں ہوتا اور دلیل اُسکی یہ ہے کہ چیزیں عالم کی پیش کی جاتی ہیں سامنے روح
نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اور فیض القدیر وغیرہ میں ہو کہ جب روایت فقہ و حدیث متفق ہوگئیں تو اُس کو نہ
چھوڑا جائے بنا برعلیہ یہ حکم ائمہ فتاوی کا موافق حدیث عرض اعمال جس کو حکیم ترمذی اور بزار اور عبد اللہ
بن مبارک اور محدثین رحمہم اللہ تعالےٰ نقل فرماتے ہیں صحیح رہا اور لکھا زرقانی نے شرح مواہب
میں کہ کل انبیاء کو اور آبا اور امہات کو اُنکی اُمت اور اولاد کے اعمال بالاجمال پیش کئے جاتے
ہیں ہر جمعہ اور حضرت کو سب پر شرف یہ دیا گیا کہ آپ کو ہر جمعہ بالاجمال اور ہر روز دو بار بالتفصیل

مطلع کیا جاتا ہے انتہی اب دیکھئے یہ عرض اعمال علم کا وسیلہ بہت اچھا ہے اور شرعی مسئلہ ہے جسکو
متقیان دین لیتے ہیں بنا بر علیہ یہ جاننا کہ روح نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو محفل کی خبر ہو جاتی ہے ہرگز
شرک نہیں ہے پس جو کوئی محفل کرتا ہے اکثر تو یہ ہے کہ ایک دو دن پہلے سے اُس کی اطلاع ہوتی ہے
اور اُسکے سامان شروع ہوتے ہیں ورنہ یہ تو ضرور ہوتا ہے کہ اگر شام کو محفل ہو تو صبح سے کچھہ
انتظام شیرینی یا کھانے وغیرہ کا ہونے لگتا ہے اور اگر صبح کو محفل ہوتی تو شام سے شروع ہو جاتا
ہے اور اطلاع آدمیوں کو شروع ہو جاتی ہے سمجھنا چاہئے جبکہ ہر روز دو مرتبہ صبح و شام حضرت کو خبر اعمال
اُمت کی پہنچائی جاتی ہے جس کے گھر میں شام کو محفل ہوگی جو کچھہ اُس نے صبح کو سامان کیا ہوگا یا کسی
کو خبر دی ہوگی وہ عمل صبحکو حضرت کے پاس پہنچ چکا ہوگا کہ شام کو محفل ہمارے فلاں اُمتی کے گھر
ہوگی اور اگر اُس کے گھر صبحکو محفل ہونیوالی ہے اور شام کو اُس شخص نے اسباب فراہم کیا ہوگا
یا کسی کے سامنے مونہہ سے نکالا ہوگا کہ میں صبح کو محفل کرونگا اسکی بھی خبر اسی وقت قبل انعقاد
محفل پہنچ چکی ہوگی علاوہ بریں محفل مولد شریف میں کثرت سے درود و سلام پڑھتے ہیں اور بحوالہ
حدیث ملکہ مجلس کا درود نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو پہنچاتے ہیں یہ بھی ایک ذریعہ ہے کہ حضرت
کو درود خوانان مجلس کی اطلاع نام بنام ہے حدیث میں آیا ہے کہ درود پڑھنے والیکا نام لیکر
فرشتے حضرت کو درود پہنچاتے ہیں اور قصائد عشقیہ بھی محبت اور ذوق و شوق سے محبین
پڑھتے ہیں اور شاہ ولی اللہ رح کا مکاشفہ اوپر گذر چکا کہ جو کوئی ذوق و شوق سے متوجہ ہوتا ہے درود
سلام و مدح پڑھتا ہے تو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُسکی طرف نزول فرماتے ہیں اس مکاشفہ کی تائید
بھی حدیث سے پائی جاتی ہے دیباچہ دلائل الخیرات میں ایک حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے پوچھا گیا کہ جو لوگ آپ سے دور اور غائب نظر ہے ہیں یا بعد زمانہ آپکے پیدا ہونگے
انکے درود کا کیا حال ہے ارشاد فرمایا اسمع صلاۃ اہل محبتی واعرفہم وتعرض علے صلاۃ غیرہم عرضا
یعنی اپنے محبت والوں کا درود خود سنتا ہوں اور اونکا درود مجھپر پیش کیا جاتا ہے اس کے معنی شرح
دلائل الخیرات میں علامہ مہدی فاسی نے اسطرح لکھی ہے اسمع[لہ] بلا واسطہ صلاۃ اہل محبتی الذین یصلون
علیّ محبة لی وشوقا وتعظیما وظاہرہ سواء صلی علیہ المحب له عند قبرہ او نائیا عنه واعرفہم لتآلف ارواحہم
بروحه وتعارفہا معہا بالمحبة الرابطة والارواح جنود مجندة فما تعارف منہا ائتلف وما تناکر منہا اختلف

لہ بلا واسطہ سنتا ہوں میں درود اہل محبت والوں کا [illegible]

وفکر صحابتهم علیه واکثارهم لها من اجل المحبة المقتضیة لذلک وتعرض علی صلاة غیرهم عرضا فهو انما یسمعها بواسطة
انتهی ملخصا اور فروع الحسنات شرح دلائل الخیرات میں ہے واعزبهم مے شناسم اہل محبت را بسبب
اتصال روحی وقرب معنوی ایشان بار وح مقدس مصطفی علیہ — قرب جانی چو بود بعد مکانی سہل است
وتعرض صلاة غیرهم عرضا یعنی فرشتگان درود غیر آنہا را بر من عرض مے کنند بواسطہ آنہا مے شنوم
وشنیدن بلا واسطہ مخصوص محبان وعاشقانی است کہ مذکور شدند دلائل الخیرات کی حدیث کو دونون
شارح نے مسلم رکھا پس معلوم ہوا کہ محبت بھی قرب روحی کا سبب ہے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے
محبین کا درود خود سن لیتے ہین جسطرح مزار شریف کے قریب کا درود سنتے ہین بعد ظاہری کچھ مانع
نہیں شاہ ولی اللہ کا مکاشفہ ظاہر کرتا ہے کہ غیر حالت درود خوانی میں بھی حضور اپنے خاص محبین کی
امداد فرماتے ہین چنانچہ انھون نے اپنا حال کتاب درثمین کے بارہویں حدیث میں لکھا ہے لم اتعش لیلة
من اللیالی فالهم بعض اصحابنا ان یهدی الی اناء من لبن فشربته ثم نمت علی الوضوء فرأیت روح النبی صلے
اللہ علیہ وسلم فافادنی انی انا الذی ارسلت اللبن والقیت الخاطر فی قلب الرجل یعنی مینے ایک دن شب کو
کھانا نہیں کھایا تھا ہمارے ایک دوست کو الہام ہوا وہ دودھ لایا میں پی کر سوگیا باوضو تو دیکھا روح
نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو مجھ سے فرمایا کہ میں نے ہی دودھ بھیجا تھا اس آدمی کے دل میں ڈالدیا تھا
کہ دودھ لیجا انتہی اور گذر چکی اس سے پہلے حکایت قاری قرآن کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکا قرآن
سننے کو تشریف لائے پس معلوم ہوا کہ آپکو بذریعہ عرض اعمال بھی خبر ہوتی ہے اور اہل محبت کی خبر بباعث
قرب روحانی بھی ہو جاتی ہے علاوہ برین ایک تیسرا طریق اور چوتھا طریق اور بھی خبردار ہو جانے نبی کریم صلے
اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے لیکن وہ دونو طریق دقیق ہین عام فہم نہین جو علی العموم ذکر کئے جائین بہر کیف
اطلاع پانے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے چند طریق ہین اور وہ سب خدا تعالی کے دئے ہوئے ہین تو علم غیب
آپ کا مستقل و بالذات نہوا جس سے شرک لازم آتا بلکہ آپ جس طریق سے حالات امت و اشیا و عالم
پر مطلع ہونگے وہ قدرت خداداد سے ہونگے اسکا نام شرک ہرگز نہین دیکھو عقائد و علم کلام کی
کتابین جب حدیث عرض اعمال وغیرہ وسائط سے آپکو علم ہو جانا ثابت ہو چکا اور روح کا چلنا پھرنا زمین
میں اور سرعت سیر ارواح احادیث (سے) معلوم ہو چکی اور آپ کی توجہ خلقت کیطرف بھی معلوم اور آیہ
بالمؤمنین رؤف رحیم دلیل شفقت ورحمت امت کیلئے موجود اور جب آپ کے لئے امتی بذل مال اور درود

سلام وصلوٰۃ خوانی بآداب وتعظیم کریں تو اس کے جواب میں آپ کی توجہ احسان فرمانے پر آیہ کریمہ ہل جزاء الاحسان الاالاحسان موجب وبھر معلوم نہیں فریق ثانی کیوں شقاق ونفاق بیجا اہل اسلام میں ڈالکر اچھے اچھے مسلمانوں کو مشرک بنارہے ہیں ہاں اگر کوئی جاہل عقیدہ شرکیہ رکھے مثلاً نبی کریم کے لئے علم غیب مستقل ذاتی سمجھے یوں نہ جانے کہ خدا تعالیٰ کا دیا ہوا ہے معاذ اللہ تو اس کے کفر میں کس کو کلام ہے وہ شخص بالاتفاق مردود ہے مؤلف براہین گنگوہی لکھتے ہیں مجلس میلاد شریف میں اکثر ایسے ہی آدمی ہوتے ہیں معلوم نہیں اُن کو گھر بیٹھے کسطرح مجلس والوں کی خبر غیبی ہوگئی اور وہ بھی اُنکے دلوں کی ہمنے اپنی عمر بھر میں اب تک اس عقیدہ کا آدمی نہیں دیکھا اور یہ عقیدہ تو معاذ اللہ شرک کا بہت ہی بُرا ہے ہم تو جمیع منہیات شرعیہ کو بُرا کہتے ہیں چاہئے کہ بانی محفل مرد باخلاص خوش عقیدت محبت والا ہو مال میں احتیاط کرے اپنی محنت کی تنخواہ یا تجارت کا کمایا ہوا یا ہبہ ومیراث وغیرہ صحیح شرعی طریق سے پہنچا ہو اطعام وشیرینی وعطر وغیرہ میں صرف کرے فرش وظروف وغیرہ سامان تجمل میں کوئی امر خلاف شریعت نہ ہووے روایات معتبرہ وہ ہوں جن کو ثقات محدثین نے باب المعجزات میں قبول کیا ہے اشعار وہ ہوں جنکے پڑھنے پر مفتیان دین نے فتویٰ دیا ہے پڑھنے والے کو آداب وتعظیم شان نبی کریم علیہ التسلیم پیش نظر ہو ہر دم درود وسلام کثرت سے سامعین حاضرین مجلس کے زبان پر ہو فضائل ومعجزات وقصائد ذوق وشوق محبت سے پڑھیں پڑھوائیں تحسین سنوائیں اسی اصل جسقدر مجلس کی صفائی میں اور منہیات سے بچنے میں ہمت لگا دینگے اُسی قدر رضامندی حق سبحانہ کی اور توجہ روح محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کی اپنی طرف پائینگے اگر محفل مقبول ہوئی ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ وہ شخص اپنے مقصود مراد کو پہنچے اعلیٰ درجہ یہ کہ ایک قسم کے خاص جلوہ روح محمدی سے بھی مشرف ہو وے اور یہ کچھ محفل ہی کیساتھ خصوصیت نہیں ہر عمل کا ثمرہ جب پاویگا کہ اُسکے شروط سے بجا لائیگا دیکھو نماز کے باب میں حدیث وارد ہے ان

العبد اذا قام الی الصلوٰۃ رفع اللہ تعالےٰ الحجاب بینہ وبینہ وواجہہ بوجہہ الکریم یعنی جب بندہ نماز پر کھڑا ہوتا ہے اللہ تعالےٰ اُٹھا دیتا ہے حجاب اپنے اور اُسکے بیچ میں سے اور سامنے اُسکے کر دیتا ہے اپنا وجہ کریم اور دوسری حدیث میں ہے کہ جب مسلمان وضو کرتا ہے شیطان اُس سے دور ہو جاتا ہے زمین کے کناروں تک بھاگ جاتا ہے اس ڈر سے کہ یہ بندہ اپنے بادشاہ کے پاس جانیکا ارادہ کرتا ہے جب وضو کر کے کہتا ہے اللہ اکبر چھپ جاتا ہے ابلیس اور اللہ جل شانہ اُس بندہ کو

کے مناسب ہو تو جائز ہے اور ایک اور حدیث میں آیا ہے اپنے اللہ کی عبادت اسطرح کر گویا تو اسکو دیکھ رہا ہے
خلاصہ یہ کہ یہی نماز ہم غافل لوگ پڑھتے ہیں اور ایک اولیاء اللہ کی نماز ہے کہ ان کو نماز میں مشاہدہ ربانی
حاصل ہوتا ہے اور مقامات طے ہوتے ہیں اسیطرح مقبولیت محافل میلاد کے درجات ہیں ؎ نہ ہر سنگ و گل در نجف لعل شد
تمام ہر پیمانہ پیش زبیدہ دست ہر بیرہ ای حصل مقبول تر وہ آدمی جو زیادہ تر اخلاص و محبت سے محفل کرے
سوال یہ قیام مروج تعظیم رونق افروزی روح محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے یا کسی اور وجہ سے ہے جواب
اگرچہ اطلاع پانا آپکا محفل پر منجملہ اعمال امت ثابت ہے اور مشتاقین کو جلوۂ خاص روحانی سے مشرف
فرمانا بھی ممکن لیکن ہر ایک محفل میں علی العموم قیام اس غرض اور علت پر مبنی نہیں بلکہ وجہ اسکی اظہار فرحت
و سرور و تعظیم شان نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہے دیکھو عالم الامۃ مقتدی الائمہ امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ
علیہ اور انکی مجلس میں اکابر علماء تھے ایک شعر مدح کا سنکر کھڑے ہوگئے چنانچہ سیرت حلبی میں مذکور ہے
اس میں روح کا آنا کچھ بھی مذکور نہیں بلکہ یہ ہے فقام الامام السبکی رحمہ اللہ وجمیع من فی المجلس فحصل انس کبیر اور
اسیطرح نقل کیا اسمعیل افندی نے تفسیر روح البیان میں اور سیرت شامی میں ہے جرت عادۃ کثیر من المحبین
اذا سمعوا بذکر وضعہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ان یقوموا تعظیماً لہ یعنی کہ محبین رسول صلے اللہ علیہ وسلم جب سنتے ہیں ذکر ولادت
شریف آپ کا کھڑے ہوتے ہیں یہ نہیں لکھا کہ روح مبارک کو دیکھکر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور رسالہ
عقد الجوہر فی المولد النبی الازہر میں امام برزنجی نے لکھا ہے قد استحسن القیام عند ذکر ولادتہ الشریفۃ
ائمۃ ذو روایۃ ودرایۃ اور یہ نہیں فرمایا استحسن القیام عند رؤیۃ روحہ او عند قدوم روحہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم علی جمیع بلاد اسلامیہ کا عرب و عجم مشرق و مغرب میں اسی بات پر ہے کہ بلا رؤیت روح پر فتوح بمجرد
سماع ذکر ولادت شریف جمیع اہل محافل کھڑے ہوجاتے ہیں اگر کوئی یہ کہے کہ اگر یہ تشریف آوری روح
کے سبب نہیں تو پھر تعظیم کس بات کی ہے جواب اسکا یہ ہے کہ قیام فقط تعظیم تشریف آوری پر منحصر نہیں
بلکہ شرع شریف میں چند مقام پر قیام پایا گیا ہے ایک آنیوالے کی تعظیم میں جیسے حضرت فاطمہ رضی اللہ
تعالےٰ عنہ وقت تشریف لانے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قیام فرماتی تھیں کذا فی المشکوٰۃ
دوسرا وضو کا بچا ہوا پانی پینے کے لئے کھڑا ہونا ترمذی نے روایت کیا کہ جب حضرت علی رضی اللہ
عنہ وضو کرچکے بچا ہوا پانی پیا کھڑے ہوکر اور یہ کہا کہ مجھکو پسند آیا کہ دکھاؤں تمکو کسطرح وضو کرتے
تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم انتہی اس سے معلوم ہوا کہ آپ بھی کھڑے ہوکر پیتے ہونگے تیسرے

زمزم کا پانی پینا کھڑا ہو کر بخاری اور مسلم میں روایت ہے کہ ابن عباس فرماتے ہیں پلایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پانی زمزم کا پس پیا آپ نے کھڑے ہوئے انتہی اصل فقہا رحمہم اللہ ان دونوں پانیوں کو قبلہ رو کھڑا ہو کر پینا مستحب اور مندوب لکھتے ہیں اس لفظ سے صاف تعظیم معلوم ہوتی ہے اور بعضوں نے یہ مسئلہ ان الفاظ سے لکھا ہے پانی کھڑے ہو کر پینا مکروہ تنزیہ ہے سوائے ان دونوں پانیوں کے کہ مکروہ نہیں اس سے بھی قیام تعظیمی ثابت ہو گیا یعنی کھڑا ہو کر پینے کی جو کراہت شرع میں تھی وہ بباعث عظمت ان دونوں پانیوں کی ساقط ہو گئی اس لئے کہ زمزم کا پانی حصول شفا کا سبب ہے اور اسی طرح وضو کا پانی بچا بچا یا بھی موجب شفا ہے شامی نے لکھا ہے کہ میرے بزرگ عبد الغنی نابلسی جب مریض ہوتے تھے وضو کا باقی پانی بارادہ حصول شفا پیتے تھے موافق فرمان سچے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پس آرام ہو جاتا تھا انکو انتہی کلام الشامی یہاں ایک بات اور بھی حاصل ہوئی یعنے کھڑے ہو کر پانی پینا مکروہ ہے شرع میں لیکن جب آب زمزم اور آب بقیہ وضو کی عظمت پر خیال کر کے کھڑا ہو کر پیتے تو قصد تعظیم کے سبب کراہت جاتی رہتی ہے پس بفرض محال اگر قیام مکروہ بھی ہوتا تب بھی جو لوگ بارادہ تعظیم ذکر مصطفائی کھڑے ہوتے ہیں چاہئے کہ اُنکے درست ہو جاوے مکروہ یا شرک یا حرام ہونے کیلئے کیا معنے چوتھا کھڑا ہونا جس وقت عمامہ باندھے بعض فقہا اس کو مستحسن کہتے ہیں پانچوان کھڑا ہونا وقت سماع اذان کے درمختار میں ہے ویندب القیام عند سماع الاذان ودر فتاوی برہنہ آوردہ چون آواز اذان برآید باید کہ ماشی بایستد و نشستہ زانو زند ہر چہ تعظیم نزدیکتر آن کند چھٹا کھڑا ہونا واسطے تعظیم مطلق ذکر کے تفسیر کشاف میں ابن عمر اور عروہ بن زبیر اور ایک جماعت سے روایت ہے کہ وہ سب نکلے اور گئے عیدگاہ میں پھر وہ ذکر اللہ کرنے لگے اُنمین سے بعضوں نے یہ کہا کہ کیا فرمایا نہین اللہ تعالٰے نے یذکرون اللہ قیاما وقعودا تب وہ سب کھڑے ہو گئے اور ذکر اللہ کرنے لگے کھڑے ہوئے ساتوان کھڑا ہو کر مدائح اور مفاخر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پڑھنے صحیح بخاری مین ہے کہ حضرت حسان منبر پر کھڑے ہو کر اشعار فخریہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پڑھتے تھے آٹھوان کھڑا ہونا دست بستہ وقت زیارت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے روزہ مطہرہ کے علی صاحبہا الصلاۃ والسلام الی یوم القیام جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے نوان جب کوئی اپنا پیشوا المجلس اُٹھے اُسکی معیت میں تعظیما کھڑے ہو جانا چنانچہ مشکوۃ میں ابو ہریرہ سے روایت ہے

کہ رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں ہمکو حدیث سُناتے تھے جب آپ اُٹھتے ہم سب کھڑے ہوجاتے
تھے اور جسوقت تک آپ گھر میں داخل نہو جاتے ہم کھڑے رہتے تھے انتہی علاوہ ان آٹھ مقامات
کے اور بھی مواضع میں قیام آیا ہے جنکی نظر فتاوی اور احادیث پر ہوگی وہ دیکھ لیگا الحاصل ان نظائر
سے یہ ثابت ہوگیا کہ قیام مخصوص فقط تعظیم آنیوالے کے لئے نہیں بلکہ اور بھی مقامات میں قیام پایا
گیا اور قدر مشترک سب میں یہ مضمون ہے کہ قیام جس امر میں کیا جاتا ہے اُس امر کی تعظیم کا فائدہ دیتا
ہے اسیطرح بزرگان دین سے طرح طرح کے مواقع تعظیم میں قیام پایا گیا از انجملہ احمد بن حنبل و علے بن
مدینی وغیرہ جلسہ تعلیم حدیث میں کھڑے رہتے تھے چنانچہ ہم یہ روایت سابقا لکھ چکے از انجملہ بہاء الدین
ملک ظاہر کا وزیر قصیدہ بردہ کو برہنہ پا اور برہنہ سر کھڑا ہو کر سنا کرتا تھا اور اُس کے گھر میں بہت خیر و
برکت دین و دنیا کی اس سے حاصل ہوئی کشف الظنون میں درباب قصیدہ بردہ لکھا ہے ولما بلغت
الصاحب بہاء الدین وزیر الملک الظاہر استنسخہا و نذر ان لا یسمعہا الا حافیا واقفا مکشوف الراس کان یتبرک
بہا ہو واہل بیتہ وراؤا من برکاتہ امورا عظیمۃ فی دینہم و دنیاہم از انجملہ کھڑا ہونا ہمارے شیخ الطریقہ امام
الشریعۃ خواجگان معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا واسطے تعظیم روضہ مرشد کے شیخ الاسلام خواجہ
فرید الدین گنج شکر اپنے پیر قطب صاحب کی ملفوظات موسومہ مسمی بہ فوائد السالکین میں لکھتے ہیں کہ ایکبار خواجہ
معین الدین قدس سرہ در باب سلوک وعظ فرما رہے تھے جب داہنی طرف نظر پڑتی تھی کھڑے ہو جاتے
تھے ایک سو بار کھڑے ہوئے لوگ حیرت میں تھے بعد اختتام جلسہ ایک بے تکلف آدمی نے یہ عرض
کیا کہ آپ کیوں بار بار کھڑے ہوتے تھے فرمایا جب میری نظر مرشد خواجہ عثمان ہارونی کے روضہ پر
پڑتی کھڑا ہو جاتا تھا اس لئے کہ پیر کی تعظیم حالت حیات و ممات میں برابر واجب ہے بلکہ بعد موت کے زیادہ
انتہی کلامہ از انجملہ جسوقت کسی صاحب معرفت کو عشق الٰہی میں وجد صادق ظاہر ہو تو جمیع حاضرین
کو کھڑا ہو جانا چاہئے ذکر کیا کہ یہ مسئلہ امام حجۃ الاسلام غزالی نے احیاء العلوم میں مع دستخط طلب مجموع
ان احادیث و آثار صحابہ اور فعل مشائخ طریقت و مشائخ حدیث سے جو کچھ ہم نے یہانتک لکھا خوب
واضح ہو جائیگا کہ بیشک قیام تعظیمی مخصوص کسیکے آنیکے ساتھ نہیں بلکہ اور امور کی تعظیم میں بھی قیام پایا گیا
ہے پھر کیا ضرور ہے کہ قیام مروجہ محفل قدوم روح مبارک ہی کے اعتقاد سے کیا جاوے بلکہ اسمیں تعظیم
شان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نظر رکھی جائے اور بیان اسکا یہ ہے کہ فرمایا اللہ تعالی نے سورہ

حج میں ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب یعنی جو کوئی تعظیم کرے نشانیوں اللہ تعالیٰ کی یہ نون
پرہیزگاری سے ہے مولوی اسمٰعیل صاحب نے اولیا اللہ کی محبت کو تعمیل اس آیت اور تعظیم شعائر اللہ
میں شامل کیا ہے عبارت اُنکی صراط مستقیم مطبوعہ میرٹھ صفحہ ۳۴ میں یہ ہے اگر نیک تامل کنی دریابی کی محبت
امثال این کرام خود شعار ایمان محب و علامت تقوی اوست ذلک ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی
القلوب انتہی کلامہ جب اولیا اللہ شعائر اللہ ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معظم شعائر ہوئے چنانچہ
حجۃ اللہ میں شاہ ولی اللہ نے بھی صفحہ ۷۱ مطبوعہ بریلی آپکو معظم شعائر اللہ میں شمار کیا ہے اور جب آپ
معظم شعائر ہوئے تو پیدا ہونا آپ کا گویا ظہور ہے اعظم شعائر اللہ کا ہمکو چاہیے کہ اعظم شعائر اللہ کی عظمت
دلمیں پیدا کریں اور اس نعمت عظمیٰ کو بہت عظیم سمجھیں جس کو فرمایا اللہ تعالےٰ نے وما ارسلناک الا رحمۃ
للعالمین اور احسان رکھا اللہ تعالےٰ نے ہماری گردنوں پر اُن کے وجود باوجود کا حیث قال تبارک
وتعالیٰ لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیہم رسولا الآیۃ پس جس وقت تذکرہ آپ کا باداب وتعظیم اور ظہور
جاہ وجلال جو وقت ولادت باسعادت آفاق عالم میں وہ انوار وآثار جلوہ گر تھے بیان ہوتا ہے
دل کے رگ و ریشہ میں اُسوقت کا جلوہ سما جاتا ہے اور آنکھوں کے آگے نقشہ حضور ملائکہ وحور عین
کا جو وقت میلاد شریف تھا سما بندھ جاتا ہے لابد دل بھر جاتا ہے عظمت شان حضور سے اور پیدا ہوتی
ہے دل میں تعظیم عظیم اُسوقت کھڑے ہوجاتے ہیں سب باداب وتعظیم اور بدلتے ہیں ہیئت جلوس کو قیام
سے چنانچہ شرع شریف میں ظاہر کو عنوان باطن قرار دیا ہے اگر قلب میں توحید اور رسالت کی تصدیق
ہے تو اقرار باللسان اسکی تطبیق ہے اسیطرح اگر دلمیں اللہ تعالےٰ سے کسی چیز کی خواہش اور حاجت ہے
تو دعا میں دونو ہاتھ بھیک مانگنے والوں کی طرح پھیلا دینا سنت ہے تاکہ نقشہ ظاہر و باطن کا ایک
ہوجاوے اسیطرح جو پاتے غواصی کو بہت مثالیں شرع شریف سے ملجاوینگی ازانجملہ چند مثالیں دافع الاوہام
میں درباب زینت محفل مذکور ہیں خلاصہ یہ کہ اسوقت اظہار عظمت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلیے
جو کہ دلمیں بھری ہوئی ہے قیام کیا جاتا ہے تاکہ ظاہر و باطن دونو ایک ہوجاویں جسطرح دل کے اندر
حضور کی عظمت ہے اسیطرح قیام باداب وتعظیم اُس عظمت کا نقشہ اور صورت ہے اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم اُسوقت بذاتہ آنکھوں کے سامنے مجلس میں حاضر نہوں لیکن آپکا ذکر ظہور تو موجود اور ظاہر ہے ذکر
ظہور کی تعظیم بعینہٖ آپ کی تعظیم ہے مولوی اسمٰعیل صاحب صراط مستقیم مطبوعہ میرٹھ کی صفحہ ۱۶ میں لکھتے ہیں از فرد ع

حسب منعم بست تعظیم شعائر اور مثل تعظیم نام اور کلام اور لباس اور انتہی جب آپکی تعظیم ولیس ہوئی تو آپکے نام اور بیان اور ذکر کی تعظیم بھی دی گئی تو یہ ذکر کی تعظیم بعینہٖ آپکی تعظیم ہے اور آپ کی تعظیم خدا کی تعظیم ہے جیسا کہ شاہ ولی اللہ نے صفحہ ۶ حجۃ اللہ میں لکھا ہے حتی صار تعظیمها عندہم تعظیما للہ یعنی ان شعائر کی تعظیم اللہ ہی کی تعظیم ہے اُنکے نزدیک اور موافق اس مضمون کے آیتیں بھی لکھ چکے ہیں ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ الحاصل یہ قیام نہ شرک ہے نہ بدعت ضلالت بلکہ مستحب مستحسن ہے باتفاق جمہور علماء اُمت اور قائم ہیں اسپر ادلہ از روئے شریعت **فائدہ** اب ہم ایک قاعدہ مسلم مؤلف براہین گنگوہی کے موافق بھی اس قیام کا ثبوت دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ جیسے اُسنے مروجہ مجلس میلاد کیلئے لکھا ہے کہ زیادہ کرنا کسی امر مستحسن یا مباح کا جو پیشتر نہ تھا جائز ہے اُسکی نظیر یہ لکھی کہ اگر کوئی بنظر آداب و تعظیم التحیات میں اللهم صل علی سیدنا محمد پڑھے تو در مختار میں اسکو افضل لکھا ہے حالانکہ اس درود میں لفظ سیدنا منقول نہیں۔ اسکا جواب مؤلف براہین صفحہ ۱۵۴ میں لکھتے ہیں (زیادہ لفظ سیدنا کے صیغہ درود شریف میں یہ نہ سمجھا کہ جہاں کہیں اجازت زیادت یا تبدیل کی صراحۃً یا دلالۃً موجود ہے وہاں انہی کہاں ہو سکتی ہے وہ تو خود ماورد بہ الشرع میں داخل ہے سو اجازۃ زیادہ لفظ سیادہ کی خود یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ الآیہ میں موجود ہے کیونکہ معنی صلوٰۃ کے تعظیم کے ہیں اور صلوا کے معنی عظموا لکھتے ہیں اور دعا کے اگر ہوں اُسکی بھی تعظیم لازم ہے کہ جسکے واسطے دعا کیجاویگی اس کی توقیر و تعظیم لازم ہوگی تھوڑی سی عقل کی حاجت ہے سو ہرگاہ کہ تعظیم فخر عالم کی اپنے بندگان سے حق تعالیٰ نے طلب فرمائی ہیں تو جو لفظ و صیغہ کہ تعظیم کے معنی دیویگا وہ خود مطلوب ہو ویگا جبتک کہ اُسکی نہی وارد نہ ہو انتہی) میں کہتا ہوں قیام زیادہ کرنیکی اجازت بھی شرع میں موجود ہے نصوص در باب وجوب تعظیم و توقیر نبی صلے اللہ علیہ وسلم شروع بحث قیام میں ہم لکھ چکے پس تعظیم و توقیر آپ کی مطلوب ہے شرعاً تو یہ قیام بھی ایک فرد تعظیمی ہو کر افراد تعظیم مطلوبہ میں شامل ہے اور ماورد بہ الشرع میں داخل ور یہ بھی ہے کہ وقت ذکر ولادت شریف درود و سلام بھی اُٹھکر پڑھتے ہیں تو جیسا لفظ صلوا بمعنی عظموا سے صیغہ تعظیم ایجاد کیا جو پہلے نہ تھا ایسا ہی اُسوقت درود و سلام پڑھنے کے لئے یہ ہیئت تعظیمی یعنی قیام ایجاد کیا جو پہلے نہ تھا پس قیام بھی مثل لفظ سیدنا افضل ہوگا وعلی ہذا القیاس قول در مختار جسکو مؤلف براہین گنگوہی نے بھی سند رکھا پس یہ قیام صحیح و ثابت الاصل ہوا از روئے ادلہ مسئلہ تسدیق ثانی بھی اسی سبب سید برزنجی وغیرہ متقیان دین استحسان

قیام ہذا برابر فتوے دئے رہے ہیں اب قیام میں منکرین کی شبہات متفرقہ کا ذکر ہوتا ہے۔ اول اعتراض حضرت کے حالت حیات میں صحابہ واسعہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام نہیں کرتے تھے جیسا کہ ترمذی میں ہے پھر اب قیام کسطرح جائز ہو جو آپ واقعی قیام نہیں کرتے تھے لیکن اسطرح کا قیام جیسا سلاطین عجم میں تھا کہ جب رعایا اپنے بادشاہ کو آتے دیکھتی اسیوقت سے کھڑی ہو جاتی اور جبتک وہ بیٹھا رہتا تخت پر اسوقت تک سب اسکے آگے بکمال تواضع کھڑی رہتی ایسا قیام فی الواقع ممنوع شرعی ہے جبکہ وہ بادشاہ یا امیر حکم کرے اور پسند کرے اس قیام کو سو محفل میلاد شریف میں یہ بات تو نہیں کہ اس محفل میں منبر یا چوکی یا تخت پر کوئی بادشاہ بیٹھا ہوا ہے اور سب لوگ اسکے آگے کھڑے ہیں یا یہ کہ وہ بادشاہ حکم کر رہا ہے کہ تم میرے آگے قیام کرو یہاں تو یہ بات ہے کہ قاری مولد پر کھڑا ہوا درود وسلام و اشعار نعت و مدح پڑھ رہا ہے یہ خود فعل صحابہ سے ثابت ہے صحیح بخاری میں ہے کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یضع لحسان منبرا فی المسجد یقوم علیہ قائما یفاخر عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسان کیواسطے منبر رکھتے تھے مسجد میں اور اس پر حسان کھڑے ہو کر فخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم بیان کرتے تھے پس محفل میلاد شریف میں بھی قاری مولد منبر پر کھڑا ہو کر فخر رسول صلے اللہ علیہ آلہ وسلم بیان کرتا ہے اور جسوقت قاری مولد کھڑا ہو جاتا ہے حاضرین بھی کھڑے ہو جاتے ہیں اسمیں تعمیل دوسری حدیث کی ہو جاتی ہے جو مشکوۃ کے باب القیام فصل ثالث میں ابو ہریرہ سے روایت ہے رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجلس معنا فی المجلس یحدثنا فاذا قام قمنا قیاما یعنی حضرت ہمارے جلسہ میں حدیث کرتے تھے پھر جب آپ کھڑے ہوتے ہم بھی آپکے ساتھ کھڑے ہو جاتے اس سے ثابت ہوا کہ حاضرین مجلس کو قیام میں موافقت کرنا چاہئے پس اس قیام میں اور ترمذی کی روایت منع قیام میں جسکو مانعین سند لاتے ہیں بہت فرق ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ صحابہ کسیطرح کا قیام نہیں کرتے تھے تو یہ بالکل غلط ہے ابھی گذرا کہ حضرت حسان کھڑے ہو کر شعر پڑھتے تھے مدح و فخر رسول صلے اللہ علیہ وسلم میں اور یہ بھی گذرا جب آپ کھڑے ہوتے صحابہ کھڑے ہو جاتے اور جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا تشریف لاتیں تو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو جاتے تھے اور اسیطرح وقت تشریف آوری حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالے عنہا کھڑی ہو جاتی تھیں اور نیز کھڑے ہوتے صحابہ واسطے آپ کے یہ اسامہ بن شریک سے

بروایت صحیح قسطلانی نے روایت کی ہے اور نیز کھڑے ہوئے آپ واسطے آنے حلیمہ سعدیہ کے ایام حنین میں یہ زرقانی شرح مواہب میں ہے اور نیز کھڑے ہوئے آپ وقت آنے پدر رضاعی اپنی کے یہ سیرت حلبی میں ہے اور رد کیا مانعین قیام کو شاہ ولی اللہ نے دیکھو حجۃ اللہ البالغہ **اعتراض** حضرت کا نام سن کے کھڑے ہو جاویں اور تعالےٰ کے نام پر کھڑے نہیں ہوتے حضرت کو اللہ تعالےٰ سے بھی فوقیت دیدی **جواب** یہ کمال کم فہمی ہے دیکھو ہم اللہ تعالےٰ کیواسطے قیام کرتے ہیں نماز و نیز بکمال ادب رو بقبلہ اور اس سے بھی زیادہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے خاک پر گر جاتے ہیں سجدہ کیلئے ہر روز نماز فرض و نوافل میں ساٹھ ستر سے زیادہ سجدہ کرتے ہیں یہ کیسی بڑی تعظیم ہوئی کہ ماتھا زمین پر رگڑتے ہیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے صرف اسقدر کہ ذکر ولادت شریف پر تعظیماً ظہور لتعظیم کھڑے ہو جاتے ہیں اب خیال کرو تعظیم رسول کی خدا سے زیادہ کہاں ہوئی **اعتراض** حضرت کا نام اذان اور خطبہ میں بہت جگہ آتا ہے کہیں نہیں کھڑے ہوتے سوائے مولد شریف کے اور اسمیں بھی جب خاص ذکر ولادت شریف میں **جواب** یہ مناسبت ہے کہ ولادت کے معنے یہ ہوئے کہ آپ عالم بطون سے عالم ظہور میں آئے اور آنیوالے کی تعظیم کے لئے شرع میں قیام مستحسن ہے یہ مذہب جمہور فقہا و محدثین اور یہ خوب معلوم ہے کہ شان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بس تعظیم ہے اور معتبر ہے تعزروہ و توقروہ کی تفسیر میں لکھا ہے ای تبالغوا فی تعظیمہ صلے اللہ علیہ وسلم یعنی مبالغہ کرو حضرت کی تعظیم میں بنا بر علیہ محبین امت نے بطور مبالغہ تعظیم یہ کیا کہ جو بادشاہ و امیر کی عین حالت قدوم میں تعظیماً قیام کیا جاتا ہے وہ آپ کے ذکر قدوم میں کیا گیا اسپر کوئی اعتراض شرعی نہیں پڑسکتا سوا اسکے کہ ایجاد ہے سو ایجاد طریقہ آداب کا مستحب اور مستحسن ہے اسکا ذکر چند بار گذر چکا اور بدعت حسنہ کا وجود بھی شرع سے ثابت ہے **اعتراض** قیام کرنے والوں کو اسبات کی تعظیم منظور ہوتی کہ حضرت کے قدوم کی تعظیم کیجاوے تو وقت ولادت کی کیا خصوصیت تھی چاہتے تھا کہ جب ذکر سنتے کہ فلاں وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد یا مجلس میں تشریف لائے تھے یا حج یا جہاد کرکے پھر آئے تھے ہر قدوم کا ذکر سنتے کھڑے ہو جایا کرتے **جواب** ان قدومات میں اور قدوم وجودی یعنی [illegible] ولادت شریف میں بڑا فرق ہے یہ سب قدوم جزئی ہیں مثلاً گھر سے جب مسجد یا مجلس میں تشریف لائے تو وہ دولت مخصوص اسی جماعت کے واسطے ہوئی دوسرے لوگوں کا

اُسمین کیا حصہ ہے کہ جس میں آپ رونق افروز ہوئے برخلاف قدوم وجودی کے کہ وہ قدوم کلی ہے
یعنی آپ کا عالم وجود مین آنا رحمت ہے تمام عالم پر جو کوئی اسوقت دُنیا میں موجود ہے یا نہین اور
جو کوئی قیامت تک پیدا ہوتا چلا جائیگا اور جو چیز ترے سے عرش تک ہی کُل کے لئے آپ کا پیدا ہونا
رحمت ہی وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین پس اس قدوم اور قدومات مذکورہ میں بڑا فرق ہی اس
لئے قیام کرنا اس اعلےٰ درجہ کے قدوم میں اُمت محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم میں رائج ہوا جب
اُس قدوم کلی کا ذکر آتا ہے اُسیوقت قیام کرتے ہین بخلاف اور قدومات کے کہ وہ جزئیہ
ہین اعتراض اگر یہ قیام واسطے ذکر ولادت شریف کے خاص ہوا کہ اس میں معنی قدوم وجودی
کے ہین تو بہت وقتوں میں یہ ذکر احادیث وغیرہ میں ہوتا ہے شلاً قرآن شریف میں ہے لقد جاءکم رسول اور حدیث میں ہے ولد النبی صلے اللہ علیہ وسلم مختوناً اُسوقت کیون نہین کھڑے ہوتے
علاوہ برین بہت مرتبہ آپکے ولادت کا مضمون کسی شعر یا فقرہ نثر مین چلتے پھرتے زبان پر آجاتا ہے
وہان بھی کوئی نہین کھڑا ہوتا جواب بنی آدم پر غفلت طاری ہے اللہ تعالےٰ کے نام پر کسی خاص موقع
مین جب دل راغب الی اللہ ہوتا ہے تو زبان ذوق و شوق سے کہتے ہین جل جلالہ جل شانہ عم نوالہ
باقی اکثر اوقات میں دل غافل اور بیخبر ہوتا ہے سیکڑون باتوں میں اللہ تعالےٰ کا نام آتا ہی جل
جلالہ وغیرہ الفاظ تعظیم کبھی بھی زبان پر نہیں لاتے بس اسیطرح حال قیام ہے کہ بعض حالات
مین نام رسول آتا ہے دل کو اس تعظیم خاص یعنے قیام سے ذہول اور غفلت ہوتی ہے برخلاف
مجلس کے کہ وہان ہر قسم کے سامان آداب و تعظیم موجود ہین خواہی نخواہی ہر حاضر کی بھی آنکھین کھل
جاتی ہین تعظیم بجالاتے ہین دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر ہم قیام کو فرض یا واجب کہتے تب یہ اعتراض
پڑتا کہ کسی موقع میں بھی ترک جائز نہ ہو جب فرض نہیں بلکہ مستحب اور مستحسن کہتے ہین تو موقع محفل
مین کہ وہاں امور استحسان و آداب موجود و مہیا ہین قیام بھی کرتے ہین تاکہ لوازم اکرام تمامہ مکمل
ہوجاوین اور جہان جمیع لوازم مروجہ منتفی ہیں وہان یہ بھی نہوا تو کیا حرج ہے صرف درود شریف
پڑھ دیا یہ بھی فائدہ تعظیم کا دیجاتا ہے اور یہ ہم اوپر لکھ چکے کہ تعظیم مفروضہ کسی فرد میں بھی ادا ہوجاتی
ہے اور تعظیم فرحت میلاد کو سامان کثیرہ اور افراد متعددہ کے ساتھ ادا کرنا درجہ استحباب میں ہے
باقی رہی یہ بات کہ تلاوت قرآن شریف و قرأت حدیث میں جو یہ ذکر آوے وہاں کیون نہین

کھڑے ہو جاتے جواب اس کا یہ ہے کہ ہر عمل کے خصائص ہوتے ہین کہ وہ سب جگہ نہیں کیے جاتے اسوقت ایک مثال لکھی جاتی ہے اور مثالیں اس کی بہت ہین شاہ ولی اللہ صاحب قول جمیل میں لکھتے ہین جب کوئی کسی زبردست سے ڈرتا ہو جسوقت اُسکے سامنے جاوے پڑھے کہیعص کُھیعٓصٓ ا ور ہر حرف پر اُنگلی داہنے ہاتھ کی بند کرتا جاوے پھر پڑھے حمعسق حُمٓعٓسٓقٓ اور ہر حرف پر اُنگلی بائیں ہاتھ کی بند کرتا جاوے پھر اُس حاکم کے سامنے دونوں مٹھی کھولدے انتہے اب سمجھنا چاہیے کہ یہ مٹھی کا بند کرنا اور کھولنا خاصہ اس عمل کا ہے تو اگر اب کوئی کہنے لگے کہ یہ تو قرآن شریف کے حروف ہین جب قرآن مین کوئی کہیعص حمعسق پڑھا کرے وہاں بھی اُنگلیان بند کیا کرے اور کھولا کرے سب عاقل کہین گے کہ اے بھائی وہ تو خاصہ اوس عمل کا ہے اُسی عمل کیساتھ مخصوص کرنا چاہیے جب قرآن پڑھین تب قرآن کے آداب تلاوت ملحوظ رکھنے چاہیئن بس اسیطرح جب قرائت حدیث بطور تعلم یا تعلیم یا موعظت جس طرح ہو وہان وہ آداب چاہین اور جب اذان وغیرہ مین آپ کا نام آوے وہان جو کچھ باثور ہو وہی اُسکو ادا کرے اور جب یہ ذکر اس جلسۂ فرحت و سرور و شکر مین آوے وہان یہ حرکت سروری تعظیمی کہ عبارت قیام سے ہی کیجاتی ہے اور مولد شریف با وجود شامل ہونے مثوبات اُخروی کے ایک عمل بھی ہے واسطے خیر و برکت کے چنانچہ ابو سعید بورانی و ابن جزری و سخاوی و علی قاری وغیرہم نے اس عمل کرنے سے برکات کثیرہ کا حاصل ہونا منافع دینی و دنیوی میں لکھا ہے اور اس عمل کو بہت اہل اسلام بلاد اسلامیہ میں کرتے ہیں اور یہ بھی ظاہر اور کسی سے مخفی نہیں کہ مشائخ عظام اور علماء کرام نے اس عمل میں خاصۃً نزدیک ذکر ولادت شریف کے قیام کیا ہے پس خاصہ ٹھہر گیا یہ قیام اسی عمل کا خاص اسی موقع مین بناء علیہ جاری کیا جاوے گا یہ قیام جمیع مواقع خارجی مثل تلاوت قرآن اور احادیث اور اذان وغیرہ میں جس طرح اُنگلیون کا کھولنا بند کرنا کہیعص مین اُسوقت ہوگا کہ جب بطور عمل ہوگا قرآن شریف کے پڑھتے وقت نہ ہوگا اور اعمال کی خصوصیات کو تعینات و تخصیصات مکروہہ فقہا سے کچھ علاقہ نہیں مولوی اسمٰعیل صاحب کی صراط مستقیم دیکھو کیا کچھ تعینات اذکار مثل یک ضربی و دو ضربی سہ ضربی و حبس نفس و خیالات وغیرہ اسمین درج ہین علاوہ اس کے ہم کہتے ہین استحسان کرنا علماء دین کا بھی ایک حجت اور دلیل ہے دلائل شرعیہ سے اور علماء عرب و عجم نے صدہا سال سے اس موقع خاص میں مستحسن فرمایا ہے بناء علیہ دوسرے

موقع میں قیام معمولی عام نکیا جاوے گا جب تک اُن مواقع پر بھی علماء اُمّت استحسان کا فتوے نہ لگائیں امر استحسانی کو خاص موقع استحسان میں معمول کرنا ثابت ہے نہ علی العموم دیکھو بیت اللہ سے رخصت ہوتے وقت اُلٹے پاؤں پھرتے ہیں اور دلیل علامہ زیلعی نے یہ لکھی مقتضائی ادب یہ ہے کہ دربار شاہی سے اس طرح اُلٹے پانو بغیر پشت پھیرے واپس آتے ہیں یہ مسئلہ مباحث بدعت حسنہ میں ہم شرح خانقہ سے لکھ چکے الحاصل حاجی لوگ جب اپنے دیس آنیکا ارادہ کرتے ہیں اُسوقت اُلٹے پانوں وہاں سے پھرتے ہیں اور پانچوں وقت نماز پڑھکر بیت اللہ سے نکلتے ہیں اُسوقت اُسوقت اُلٹے پانوں نہیں پھرتے حالانکہ وہ علت کہ دربار شاہی سے یوں ہی پھرا کرتے ہیں پانچوں وقت موجود ہے پس وجہ اُسکی یہ کہ علماء نے اُسیوقت خاص اُلٹے پانو پھرنے کو مستحسن کہا ہے جمیع اوقات کی بابت نہیں لکھا پھر اسی طرح اس قیام کو سمجھو علماء کا استحسان اُسی موقع میں ہوا ہے **اعتراض** قیام وقت وقوع ولادت شریف ہونا چاہئے اب ہر روز کونسی ولادت مکرر ہوتی ہے اور اس امر کی شرع میں کہیں نظیر نہیں کہ کوئی امر فرضی ٹھہرا کر حقیقت کا معاملہ اُسکے ساتھ کیا جاوے بلکہ شریعت میں یہ حرام ہے لہذا یہ قیام حرام ہوا **جواب** ذکر ولادت شریف تو کوئی امر فرضی نہیں یہ تذکرہ تو امر حسی موجود فی الخارج ہے زبانوں پر اُس کے الفاظ جاری کانوں میں اُس کی صورت طاری دلوں میں اُس کا ذوق ساری پس ایسی حالت میں ذوق شوق محبت سے تعظیماً کھڑے ہوجاتیں تو یہ محبوب ہی شرعاً کیونکہ تعمیل آیہ و من یعظم شعائر اللہ میں داخل ہے اور یہ بات کہ بعد گذر جانے واقعہ کے معاملہ اصل واقعہ کی طرح کرنا شرع میں نہیں آیا یہ غلط ہے دیکھو صوم عاشورا کو کہاں فرعون کا ڈوبنا اور موسیٰ علیہ السلام کا نجات پانا اور اس شکریہ میں موسیٰ علیہ السلام کا روزہ رکھنا اور کہاں یہ ہمارا زمانہ کہ اب تک وہ روزہ چلا جاتا ہے حالانکہ حقیقت وقوع واقعہ غرق فرعون و نجات موسیٰ تو اسی دورہ میں ہوئی تھی اب وہ اصل حقیقت موجود نہیں لیکن معاملہ صوم کا وہی کرتے ہیں جو اصل واقعہ کے وقت کیا تھا اور دوسری نظیر اور بھی ہے جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ سے مکہ تشریف لائے مدینہ میں بخار کی بیماری تھی مشرکوں نے کہا کہ ان لوگوں کو مدینہ کے بخار نے سست و زار و نزار کردیا اُنسے طواف بھی نہوسکیگا یہ کہا اور مقام حجر کی طرف کو مشرک لوگ اُن کا تماشا دیکھنے لگے تب حضرت نے صحابہ کو فرمایا کہ ان مشرکوں کے

سامنے طواف کے وقت رمل کرو انھون نے رمل کیا یعنے جسطرح پہلوان لوگ وقت لڑائی کے کودتے ہوئے اور مونڈھوں کے ہلاتے ہوئے بہادرانہ چال چلتے ہین۔ اُسی طرح صحابہ اُن مشرکون کے سامنے چلتے تھے اور کفاریون بول اُٹھے یہ تو ہرن کی طرح چوکڑیاں بھرتے ہین یہ روایتین صحاح ستہ میں موجود ہے خلاصہ یہ کہ رمل اسوقت تو واسطے دکھانے کفار کے کیا گیا تھا لیکن پھر بعد اِس زمانہ کے حجۃ الوداع واقع ہوا اُسوقت بھی وہی قوت رفتار رمل کے طور پر وقوع میں آئی حالانکہ اُسوقت کوئی مشرک وہان نہ تھا قطعاً اور قائم رکھا اُسوقت میں بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس رفتار تبختر کو اور پھر قائم رکھا بعد آپکے خلفاء راشدین نے پھر تابعین نے یہانتک کہ اب تک کیا جاتا ہے اب دیکھیے یہ معاملہ حقیقت کا سا بعد منقضی ہوجانے اصل حقیقت کے کیا جاتا ہے الی یومنا ہذا اور جاری رہیگا الے یوم القیمۃ حالانکہ اب اصل علت موجود نہین یعنی اب حرم شریف میں ایک بھی کافر نہیں جسکو اپنی طاقت اور جوانمردی اور بہادری کی چال دکھائے چنانچہ صاحب ہدایہ اس معنی کی طرف اشارہ فرماتے ہین ثم بقے الحکم بعد زوال السبب فی زمن النبی علیہ السلام وبعدہ لو

شیخ دہلوی نے شرح سفر السعادۃ میں لکھا ہے معلوم شد کہ بعد از زوال علت نیز این حکم باقی ست تو حضرت سلامت حقیقت کا سا معاملہ بعد انقضا ئے حقیقت بھی کرنے کی نظیرین شرع میں موجود ہین اور جس چیز کی نظیر پائی جاوے وہ موافق قاعدے مولوی اسمٰعیل صاحب کے بدعت نہین ہوتی الحاصل جب آپ قائل ہوچکے کہ اصل حقیقت یعنے وقوع ولادت شریف میں قیام ہونا چاہیے اور ہم کہتے ہین کہ واقعی آپ اس امر میں حق پر ہین چنانچہ بعض روایات موالید میں آیا ہے کہ اسوقت ملائکہ اور حوریں کھڑی ہوئی تھیں آدمی کا تو وہان گذر نتھا جسکا گذر تھا وہ حالت قیام میں تھا تو اب بھی جب ذکر آوے تو وہی قیام اسنت جاری ہے تعظیماً تو ہرگز مخالف اصل شرعی کے نہیں ہوسکتا دو حدیثین اس تحقیق میں ابھی منقول ہوچکین اور تماشا یہ کہ جناب معترض صاحب صوفی بھی ہین اور آپ کے یہان تصور شیخ کا قاعدہ بھی چلا آتا ہے آپ کے بزرگوار فرماتے ہین والرکن الاعظم ربط القلب بالشیخ علے وصف المحبۃ والتعظیم وملاحظۃ صورتہ انتہی اور دوسری جگہ اسی رسالہ میں فرماتے ہین فاحضر فی خیالک صورۃ شیخک فانہ یرجی ببرکتہ تبدل التفرقۃ بالجمعیۃ یعنے سامنے رکھ خیال میں صورت اپنے پیر کی بیشک اُسکی برکت سے تفرقہ بدل جائیگا

جمعیت ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب کے خلیفہ محمد عاشق پھلتی خلفِ شاہ عبدالعزیز صاحب نے بعد وفات اپنے والد کے تکمیل سلوک کی ہے اپنی سبیل الرشاد میں مرشد کا تعلیم کیا ہوا یعنی شاہ ولی اللہ کا طریقہ لکھتے ہیں اگر وقت دوری شیخ کسی استفاضہ خواہد طریقش آنست کہ فارغ دل وضو ساختہ نماز گذارد و ہمانجا نشستہ صورت شیخ را از روئے فیض می جوید بجمع ہمت و دفع خطرات الا نماید الی آخرہ اور امام ربانی جلد ثانی مکتوبات کی مکتوب ستے ام میں کثرت تصور شیخ کیلئے لکھتے ہیں این قسم دولت سعادتمندان را میسر است تا در جمیع احوال صاحب رابطہ را متوسط خود داند و در جمیع اوقات متوجہ او باشد اور مولانا مرحوم شیخ محمد محدث تھانوی جن سے مولوی رشید احمد صاحب نے بھی کچھ حدیث پڑھی ہے انوار محمدی میں لکھتے ہیں (باید کہ مرشد وی را یعنی مرید را) بوقت پراگندگی خاطر و عدم جمعیت برائی ملاحظہ صورت خود بدینمعنی امر فرمایا کہ صورت مرا و وضع مرا و اطوار مرا و اخلاق مرا مثل ریش و خال و خط لباس وغیرہ آنچنان بصورت خیالیہ خود منقوش خاطر کن کہ دران محو گردی الخ خلاصہ یہ کہ جیسے مرید طالب اپنے پیر کے سامنے مؤدب بیٹھتے ہیں اور تعظیم مد نظر رکھتے ہیں اُس سے دو فائدہ پیدا ہوئے ایک یہ کہ جب تصور شیخ سے مرید کو فلاح و خیر ہوئی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو ہادی سُبل اور مرشد کل ہیں اُن کا تصور غلبہ محبت کے ساتھ کیونکر نفع نہ دیگا دوسرا فائدہ یہ کہ جب تعظیم مرشد حالت تصور میں بھی ہے تو یہ حقیقت کا معاملہ عدم موجودگی حقیقت میں کیا جاتا ہے پس قائم ہوئی معترض صاحب پر یہ حجت ہماری از روئے طریقت اور قائم ہوئیں دو حجتیں صوم عاشورہ اور رمل کے ساتھ چلنا حالت طواف میں از روئے شریعت والسلام علی من اتبع الہدی اعتراض کہتے ہیں کہ شامی جو مجوزین عمل مولد شریف میں شمار کیا جاتا ہے وہ خود قیام کو بدعت لا اصل لہا لکھتا ہے تو یہ قیام بدعت سئیہ ضلالت ہوا اور عبارت اُس کی سیرت شامی میں یہ ہے جرت عادۃ کثیر من المحبین اذا سمعوا ذکر وضعہ صلے اللہ علیہ وسلم ان یقوموا تعظیما لہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم و ہذا القیام بدعۃ لا اصل لہا جواب اُس کا یہ ہے کہ اس عبارت سے جو یہ لوگ ضلالت اور سئیہ ہونا قیام کا نکالتے ہیں کمال بوالعجبی ہے اس لئے کہ بدعت ہونا تو اس کا مسلم کیونکہ رسول علیہ السلام کے دور میں اُس کا رواج نہ تھا لیکن اسوقت رائج نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ضلالت ہو تقسیم بدعت طرف حسنہ اور سئیہ کے مجتہدین اور محدثین کے قول سے ثابت کہ چنانچہ

نور اول کے لمعہ خامسہ میں ہم نقل کر چکے اور سیرت حلبی میں ہے وقد قال ابن حجر الہیتمی انّما اصل ان البدعۃ الحسنۃ متفق علی ندبہا وعمل المولد واجتماع الناس لہ کذلک ای بدعۃ حسنۃ انتہی اور یہ ابن حجر قائل جواز اس قیام مروجہ کے ہیں چنانچہ انکے مولد کبیر کی عبارت جواز قیام میں عثمان حسن دمیاطی شافعی نے نقل فرمائی ہے پس جبکہ یہ عمل مولد بہیئت مروجہ مع القیام بدعت حسنہ ٹھرایا بالاتفاق اس لئے کہ اشارہ لفظ کذلک کا طرف متفق علی ندبہا کے بھی ہے جس طرح بدعت حسنہ کی طرف ہے کما لایخفی تو استدلال مانعین بدعت سئیہ ہونے قیام پر جو سیرت شامی سے کرتے ہیں اس تقریر سے ساقط ہو گئی اور اگر لفظ لااصل لہا سے مانعین کو کچھ دھوکا ہے کہ اسنے لااصل لہا جو لکھا ہے اس سے سیئہ ہونا ثابت ہے تو جواب اسکا یہ ہے کہ یہ بات ضروری نہیں جہاں لفظ لااصل لہا آیا کرے وہاں بدعت سیئہ مکروہ یا محرم مراد ہوا کرے اس بات پر دو عبارتیں دلیل گذارتا ہوں مجمع البحار کے خاتمہ جلد ثالث صفحہ ۵۱۲ مطبوعہ نولکشوری میں ہے کہ صاحب مجمع نے اپنے شیخ سے مسئلہ پوچھا تھا کہ پھول یا خوشبو سونگھنے کیوقت درود پڑھنا کیسا ہے تو جواب اس کا یہ لکھا ہے اما الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند ذلک ونحوہ فلااصل لہا ومع ذلک فلا اراہا فی ذلک سنۃ الخ اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ لااصل لہا ہونے کو یہ ضروری نہیں کہ وہ ناجائز ہوا کرے اور مولوی محمد اسحٰق صاحب مسائل اربعین کے مسئلہ چہار دہم میں کہ نوشہ کو بطریق سلامی کچھ دینا اور دولہن کو مونہہ دکھائی میں کچھ دینا کیسا ہے تحریر فرماتے ہیں جواب در شریعت محمدی اصل این چیزہا یافتہ نمیشود مگر ظاہر حال این چیزہا کہ دادن سلامی ورونمائی است مباح باشد الی آخرہ ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کی بدعت ہونے اور عہد رسالت مین اصل وجود نپائے جانے سے حرمت وکراہت لازم نہیں آتی پس سیرت شامی میں بدعت لااصل لہا کہنے سے قیام کا ضلالت اور سئیہ ہونا ثابت نہ ہوا اور جبکہ ٹوٹ گئی دلیل مانعین تو اب پیش کریں ہم وہ قرائن ودلائل کلام سیرت شامی کی جو قیام کے بدعۃ حسنہ ہونے پر دلالت کرتے ہیں وہ یہ ہیں کہ اس نے یہ لفظ لکھے ہیں جرت عادۃ کثیر من المحبین اوّل تو لفظ اجرای عادۃ ایک قسم کی سند ہونے پر دلیل ہے جیسا کہ صاحب ہدایہ نے باب الاحرام میں لکھا ہے وبذلک جرت العادۃ الفاشیۃ وہی من احدی الحجج تو عادۃ فاشیہ یعنی ظاہرہ اگر عہد صحابہ سے ہو تو کمال درجہ کی قوی حجت ہے اور اگر بالعبد کی عادت ہے تو بھی ایک طرح کی سند ہے عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

ہے ماراٰہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن اور مسلمون سے صحابہ مراد رکھنا غیر مسموع ہے اس لئے کہ لفظ عموم عین
اطلاق لفظ لیا جاتا ہے العبرۃ لعموم الالفاظ اور حدیث میں لفظ مسلمون ہے اور مطلق لفظ میں فرد
کامل مراد ہوتا ہے پس جس دور کے مسلمان کامل یعنے علماء کسی بات کو اچھا فرمائینگے وہ خدا کے نزدیک
بھی اچھے ہونگے چند نظیرین لکھتا ہون مجمع البحار جلد سوم صفحہ ۰۰ میں ہے ان محبۃ قلوب العبادۃ علامۃ
محبۃ اللہ وماراٰہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن یعنی جسکو بندگان خدا محبوب رکھیں اور قبول کریں یہ علامت
ہے کہ وہ محبوب خدا ہے جسکو مسلمان اچھا جانیں وہ عند اللہ اچھا ہے اور فقیہ شامی نے لکھا ہے کہ اذان
وتکبیر کے درمیان لوگون کو مطلع کرنا تیاری نماز کے لئے کسی عمل متعارف کیساتھ مستحسن ہے دلیل اسکی
ماراٰہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن اور چند موذن جمع ہوکر اذان کہنے کی بھی یہی سند گذاری ماراٰہ المسلمون
حسنا الخ اور درمختار میں ہے لان التعامل یترک بہ القیاس الحدیث ماراٰہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن
اس کے ذیل میں فقیہ شامی نے لکھا ہے وظاہر ما مر فی مسئلۃ البقرۃ اعتبار العرف الحادث فلا یلزم کونہ من عہد
الصحابۃ یعنی تعامل میں کچھ صحابہ کی قید نہیں عرف حادث بھی مثل نص کام دیتا ہے اور دلیل اس
کی ماراٰہ المسلمون الی آخرہ پس مخصوص صحابہ پر رکھنا حکم ماراٰہ المسلمون حسنا کا مخالف ہے فتاوی وشروح ومتون
وتصانیف اکابر مفتیان دین کے جو انہوں نے اس روایت سے سند پکڑی ہے استحسان امور مروجہ
مابعد صحابہ جنکو علمائے دین نے مستحسن رکھا ہے اور نیز مفتیان دین جابجا الفاظ فتوے میں لکھتے
ہین علیہ العمل وعلیہ المسلمون وبہ جری التعامل وہو المتوارث امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ قیام کی تحقیق میں
جلد دوم احیاء العلوم میں لکھتے ہین ولکن تیبت فیہ نہی عام فلا نری بہا باسا فی البلاد والتی جرت العادۃ
فیہا باکرام الداخل بالقیام دوسرا قرینہ یہ کہ شامی نے عادۃ لکھی تو کثیر کی عادۃ لکھی اور گروہ
کثیر اہل اسلام کا ایک عمل پر قائم ہوجانا یہ بھی ایک سند ہے شامی شارح درمختار نے لکھا ہے والاعتماد
علی ما علیہ الجم الکثیر اور حدیث شریف میں ہے کہ اتبعوا السواد الاعظم پس عمل سواد اعظم کا ہونا یہ بھی دلیل
کی استحباب کی ہے تیسرا قرینہ یہ کہ وہ کثیر جن کا عمل ہے وکون ہین محبین اور یہ بات ظاہر ہے احادیث
صحیحہ سے کہ اہل ایمان میں بڑے کامل وہی ہین جن کو محبت ہے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لایومن
احدکم حتے اکون احب الیہ من ولدہ ووالدہ والناس اجمعین جبکہ ایمان کامل انھیں کا ہوا جو اہل محبت
ہین اور اہل محبت کا عمل اس قیام پر ہوا تو بڑی نادانی کی بات ہے جو فعل

لیے محدثین کاملین کے گروہ کثیر کا ضلالت یا سیئہ قرار دین چوتھا قرینہ یہ کہ شامی نے وجہ انکے قیام کی کہدی کہ کوئی غرض نفسانی یا ہوائے شیطانی کے لئے قیام نہیں کرتے بلکہ خاص واسطہ تعظیم رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ہے اور یہ بات سب اہل اسلام جانتے ہین کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم شرع میں مطلوب ہے یا نہیں اور یہ کہ بہ نیت ادب کھڑا ہونا مفید تعظیم ہے یا نہیں پھر جبکہ قیام انکا مبنی ہو انتعظیم پر بالضرور مستحب اور مستحسن ٹھرا پانچوان قرینہ یہ کہ اگر محدث شامی کو منع کرنا قیام کا منظور ہوتا تو وہ اس قسم کے الفاظ لکھتے جو منکرین قیام نے لکھے ہین جیسا کہ جونپوری صاحب فرماتے ہین مایفعلہ العوام عند ذکر وضع خیر الانام علیہ التحیہ والسلام لیس بشیٔ بل مکروہ اور دوسرے گجراتی صاحب لکھتے ہین قد احدث بعض جہال المشائخ امور کثیرۃ لانجد لہا اصلا ولا اسما فی کتاب ولا سنۃ منہا القیام عند ذکر ولادتہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پس یہ مانعین جنکو اس فعل پر انکار ہے وہ تو قیام کرنیوالون کو محبین رسول نہیں کہتے بلکہ شدت غیظ وغضب سے اون کو عوام اور جہال وغیرہ الفاظ سے یاد کرتے ہین الحاصل یہ قرائن خاص اسی ایک فقرہ کی قطع نظر قرائن عبارت ماقبل ومابعد شامی اور قطع نظر انتظام سیاق وسباق اسکے دلالت صریح کرتے ہین کہ مراد محدث شامی کی یہ ہے کہ اصل قیام کی صدر اول سے تو نہیں پائی گئی لیکن جماعت کثیر اہل اسلام کی کہ جو کہ محبین ہین وہ تعظیماً قیام کرتے ہین پس یہ الفاظ فی الحقیقت ترغیب دیتے ہین اہل ایمان کو کہ جس کے دل میں محبت ہو اور تعظیم رسول منظور ہو تو وہ قیام کرے مطلب سمجھنے کے لئے ایک تو مادۂ علمی درکار ہے دوسرے ہدایت من عند اللہ کہ قلب مومن میں القا ہوتی ہے جہان دونون مفقود ہون وہاں کیا کیجئے ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فمالہ من نور اب دیکھئے اسی عبارت شامی کے لفظ لا اصل لہ کو محدثین بیدار دل کسطرح شرح کرتے ہین علامہ نورالدین حلبی نے یہ عبارت شامی کی لکھکر آگے اس کے لکھا ہے ای لکن ہی بدعۃ حسنۃ لانہ لیس کل بدعۃ مذمومۃ چنانچہ یہ عبارت سیرت حلبی مطبوعہ مصر کے صفحہ ۱۱۴ میں موجود ہے اور علامہ حلبی نے اپنی اصطلاح دیباچہ میں لکھی ہے کہ جس جگہ سیرت الشمس کی عبارت لیتا ہون شروع میں لفظ ای لاتا ہون پس اس مقام میں لفظ ای کا آنا دلیل ہوا کہ صاحب سیرۃ الشمس بھی اس قیام کو بدعت حسنہ فرماتے ہین تو دونون محدثون یعنی حلبی وصاحب سیرۃ الشمس کا اتفاق ثابت ہوا اسبات پر سیرت شامی کے کلام سے جو قیام بدعت معلوم ہوتا ہے وہ سیئہ نہیں بلکہ حسنہ ہے پھر حلبی نے لکھا کہ

حسنہ بالاتفاق جائز پس تقریر حلبی وغیرہ سے معلوم ہوا کہ قیام جائز ہے چنانچہ مؤلف براہین قاطعہ نے بھی اسکو صفحہ ۱۴۴ میں مان لیا مگر یہ مغالطہ دیا کہ وہ ذکر مطلق کے فرد کیوجہ سے قیام کرتے تھے اور تقلید مطلق کا درجہ اس قیام مین نہیں تھا اور نہ عوام کا اندیشہ تھا لہذا جائز جانتے تھے اب وہ امر نہین رہا مگر وہ ہو گیا انتہی، مین کہتا ہون یہ لکھنا مؤلف کا تقیید مطلق کا درجہ اس قیام مین نہ تھا یہ غلط ہے اس لئے کہ خود سیرت حلبی مین یہ لفظ موجود ہے اذا سمعوا بذکر وضعہ صلے اللہ علیہ وسلم یعنی جب ذکر سنتے ہین ولادت شریف کا اسوقت کھڑے ہوجاتے ہین پس قیام اُن کا مقید اس قیام کے ساتھ تھا دوسری بات کہ اندیشہ عوام نہ تھا یہ بھی صحیح نہین اسلئے کہ عہد نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے لیکر آج تک کسی وقت مین عوام لوگ صفحہ روزگار سے غائب نہین ہوئے اور عوام کی طرف سے کبھی مطمئن اور بے اندیشہ نہیں رہے ناظرین احادیث وآثار وفتوی سے یہ بات مخفی نہین بنا برعلیہ یہ بات بہت لچر ہے کہ حلبی کیوقت مین اندیشہ عوام نہ تھا کیون صاحب کیون اندیشہ نہ تھا خود تمھارے جو نیوزنی کی عبارت اس قیام کے بابت عنقریب گذر چکی ما یفعلہ العوام الخ اور دوسرے حضرت گجراتی کی عبارت بھی اوپر گذر چکی قد احدث بعض جہال المشائخ الخ دیکھئے آپ کے پیشواؤن نے عوام کو اور مشائخ جہال کو قیام کرتے دیکھا لیکن یہ اُنسے غلطی ہوئی کہ اُنہون نے یہ سمجھا کہ عوام اور جہال ہی نے یہ قیام ایجاد کیا ہے یہ اُن کو خبر نہ تھی کہ بڑے بڑے علماء محبین رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ عمل کیا ہے جیسا کہ علامہ شیخ عبداللہ سراج رحمۃ اللہ علیہ مفتی عرب نے لکھا ہے اما القیام اذا جاء ذکر ولادتہ عند قراءۃ المولد الشریف توارثہ الائمۃ الاعلام واقرہ الائمۃ الحکام انتہی شیخ عبدالرحمن سراج مفتی مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً در باب محفل مولد شریف مع القیام تحریر فرماتے ہین وعلماء العرب والمصر والشام والروم والاندلس کلہم رأوہا حسنا من زمان السلف الی الآن الخ الحاصل مین قیام کو یہ لکھنا مؤلف براہین کا کہ یہ علماء اسکو جائز جانتے تھے نہایت صحیح مگر پھر شاخ لگائی کہ اُسوقت اندیشہ عوام نہ تھا یا یہ کہ وہ قیام مقید نہ تھا بالکل غلط ہے اعتراض یہ لوگ اگر قیام کو مباح یا مستحسن جانتے ہین تو واجب کی طرح دائمی کیوں کرتے ہین حالانکہ امر مستحب بھی اصرار کرنے سے مکروہ ہوجاتا ہے جواب دوام امور مستحبہ کا مکروہ نہیں ہے علی العموم بلکہ بعض صور خاصہ میں بعض فقہا تحریر فرماتے ہین وہ ہمارے فحوائے کلام سے سمجھ لیجیے تحقیق اس مسئلہ قیام کی یہ ہے کہ ہم اسکو مستحبات مین سمجھتے ہین مذہب جمہور یہی ہے اور اسی پر عمل ہے تمام بلاد اسلامیہ مین اور

...زمانہ سلف سے اب تک ۱۲

منکرین میں ایک فرقہ ایسا ہے کہ اس قیام کو حرام کہتے ہیں اور بعضے اُن میں بدعت مطلقہ اور بعضے اُن میں شرک قرار دیتے ہیں پس اس صورت میں مجوزین قیام بھی اگر ترک کرنے لگیں تو سب کے دلوں میں سما جاوے یہ بات کہ یہ قیام بلاشک ممنوع ہے کہ اُنھوں نے ترک کر دیا تو اس صورت میں بدل جاویگا حکم شرعی اور ثابت کر چکے ہم دلائل شرعیہ سے اس کتاب میں اباحت و استحسان قیام پس جبکہ امر مباح و مستحسن کو لوگ شرک اور کفر یا حرام سمجھنے لگیں تو اس سے زیادہ تعدی حدود اللہ میں کیا ہوگی جس طرح مندوب کو واجب سمجھنے میں تغیر شرع ہے اسیطرح مباح کو حرام اور شرک قرار دینے میں تبدیل احکام الٰہیہ اور تغیر دین ہے بنا علیہ مناسب سمجھا گیا کہ نہ ترک کیا کریں اس قیام کو واسطے اس مصلحت کے ہاں اگر یہ قیام ایسا ہوتا کہ کسی کو اس کے استحباب میں کلام نہوتا تو اس صورت میں دوام و اہتمام اس کا بقول اُن بعضے فقہا کے نکیا جاتا کیونکہ ایسا امر جو سب کے نزدیک محمود بالاتفاق ہو اور کوئی اُسمیں انکار نکرتا ہو بلکہ سب اُسکو کمال اہتمام سے بجا لاتے ہوں تو اسکی عادت سے العوام کے دلوں میں شبہ وجوب یا فرضیت کا پڑ سکتا ہے وہ خیال کر سکتے ہیں کہ اس امر کا کوئی منکر نہیں اور سب بالاتفاق کمال تاکید و اہتمام و التزام سے کرتے ہیں شاید یہ کام فرض یا واجب ہوگا پس صاحب مجمع البحار کا کلام جسکو بعض فضلا سند میں لاتے ہیں وہ حقیقت وہ ایسے ہی مندوب اور مستحب بالاتفاق کے حق میں ہے کہ المندوب ینقلب مکروہا اذا خیف ان یرفع عن رتبتہ برخلاف اس قیام کے کہ اس میں لوگوں کو کیا کیا گفتگو ہیں بھلا جس چیز کے جواز و عدم جواز میں مباحثہ ہو رہا ہو اور مجوزین قیام جا بجا فتاوی اقرار استحسان قیام کے باب میں چھاپ چھاپ کر شہرہ کر چکے ہوں کب عقل سلیم باور کریگی اس بات کو کہ اسکی فرضیت یا وجوب شرعی کا شایبہ کسی دل میں پیدا ہوگا حاشا و کلا

قلب الدلیل ہم کہتے ہیں کہ جسطرح مندوب کا مکروہ ہو جانا صاحب مجمع البحار سے نقل فرمایا ہی یہ بھی تو مجمع البحار میں لکھا ہی کہ بعض احکام بدل جاتے ہیں بہ تبدیل زمان اور مسجد کی زینت کو لکھا صاحب مجمع البحار نے کہ ممنوع ہے لیکن جب لوگ اپنے مکانات عمدہ عمدہ بنانے لگے تو اب اگر مسجد کو زینت نہ دیجئے تو تحقیر مسجد کی لازم آئیگی اور جلد دوم مجمع البحار ذیل تحقیق معنی شرف میں قبر پر تعمیر کو لکھا کہ منع ہے پھر لکھا کہ علماء سلف نے بباعث بعض مصلحت جائز رکھا وقد اباح السلف ان یبنی علی قبور المشائخ والعلماء المشاہیر لیزورہم الناس ویستریحون بالجلوس فیہ اور صاحب روح

البیان نے شیخ عبد الغنی نابلسی کے رسالہ کشف النور سے نقل کیا ہے ان البدعۃ الحسنۃ الموافقۃ لمقصود الشرع تسمی سنۃ فبناء القباب علی قبور العلماء والاولیاء والصلحاء امر جائز اذا کان القصد بذلک التعظیم فی اعین العامۃ حتی لا یحتقروا صاحب ہذا القبر اور اسیطرح شیخ عبد الحق رحمۃ اللہ نے شرح سفر السعادت میں لکھا ہی اور روح البیان جلد ثانی میں احیاء العلوم سے نقل کیا ہے کہ اکثر معروفات ہذہ الاعصار منکرات فی عصر الصحابۃ یعنی اکثر باتیں جو اسوقت عمدہ گنی جاتی ہیں وہ صحابہ کے وقت میں بری گنی جاتی تھیں اسکے بعد لکھا کہ اب مساجد میں فرش عمدہ بچھانا جانتے ہیں اور پہلے آدمی مسجد میں بوریون کا بچھانا بھی پسند نکرتے تھے یون کہا کرتے تھے کہ ہمارے اور زمین کے بیچ میں کوئی حائل نہ ہو یہانتک کہ فقہا نے لکھا ہی کہ زمین پر بلا حائل نماز پڑھنا افضل ہے تمام ہوا کلام صاحب روح البیان کا اور خزانۃ الروایت میں ہی کہ رمضان میں جمع ہو کر دعا مانگنا ختم قرآن کیوقت بدعت اور مکروہ ہی لیکن ابو القاسم صفار رحمۃ اللہ فرماتے ہین اگر شہر کے آدمی یون نہ کہنے لگتے کہ یہ عام دعا کو منع کرتا ہی تو میں انکو منع کر دیتا ہذا انتہی لا یفتی بہ لانہ لا ینبغی ان یقال للعامۃ شیئا لم یفہموا یعنی یہ بات ایسی ہی کہ اسپر فتوی ندینا چاہئے کیونکہ وہ بات عام میں نہ کہنی چاہئے جسکو وہ نہ سمجھین اور اسیطرح قاضیخان میں بھی ہی لیکن باختصار اب سننا چاہئے کہ اول تو فاتحہ اموات کے لئے تعیین ایام اور اسیطرح امور مروجہ محفل مولد علیہ السلام مع القیام ہم دلیل شرعی سے ثابت کر چکے اب تنزل کرکے بطور الزام کہتے ہین کہ اگر بالفرض والتقدیر یہ امور مکروہ بھی ہوتے بقول تمہارے کہ قرون ثلثہ میں نہیں پائے گئے تب بھی اب بہ تبدل زمان حسب منشا مجمع البحار وغیرہ تصریحات مذکورہ بالا جائز ہونی چاہئین کیونکہ اس زمانہ پر آشوب میں تمام آدمی غیر مذاہب اپنی اپنی کفریات کے اعلان جا بجا کر رہے ہین تو اب مسلمانوں کو چاہئے کہ مجالس منعقد کرکے حضرت کے فضائل معجزات عالم میں پھیلائین پڑھین پڑھوائین سنین سنوائین اور چونکہ اب ہر ہر بات میں تکلف اور زینت ابناء زمان میں چل گئی ہی تو مراسم دین کے تئین آراستگی سے نا پیراستہ رکھنا موجب تحقیر ہے اور تعظیم نبی صلے اللہ علیہ وسلم بجا لانے سے قلوب مومنین میں توقیر واقع ہوتی ہی اور کفار کی نظر میں شوکت اسلام ہوتی ہے اور فاتحہ اموات میں یہ بات کہ باوجود پابندی تعیین ایام کے بھی ثواب میت کو پہنچ جاتا ہے مساکین کا پیٹ بھر جاتا ہے اور کھانا بھی ان کو باوجود تعیین کے جائز ہے چنانچہ براہین قاطعہ ان باتوں کو مان لیا ہے

ف یعنی بدعت حسنہ جو موافق ہو مقصود شرع کے اس کو سنت کہتے ہیں پس بنانا قبوں کا اوپر قبور علماء و اولیاء و صلحاء کے جائز ہے جب ارادہ تعظیم صاحب قبر کا ہو کہ عوام نظر تحقیر سے نہ دیکھیں ۱۲

اب باقی رہی ہماری تمہارے نزدیک کراہت تعیین اُس کھلانے والے کے اوپر سو قطع نظر کرو اس سے یہ سمجھ کر کہ پابندی ایام کی یاد دہانی ہیں تو خیرات ہو بھی جاتی ہے جب یہ تقاضا اُٹھ گیا تو پھر کون صدقہ کرتا ہے خیرات بند ہو جاوینگی مساکین اس دورہ عسرت میں وہ کثرت سے مارے پھرتے ہیں کہ سہارا نہیں پاتے انکی حاجت براری پر نظر چاہیے اور ان باتوں کو منع کرنیسے جا بجا کہنے میں آتا ہے کہ یہ لوگ خیرات اموات کو اور تعظیم رسول اور ذکر رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو منع کرتے ہیں بنا برعلیہ قول امام ابو القاسم صفار جو علماء حنفیہ کے ائمہ کبار میں گذرے ہیں ہرگز فتوی نہ دینا چاہیے جس طرح انہوں نے ندیا گفتگو الزام کرتے ہیں اور تحقیقی ثبوت وہ ہیں جو اس رسالہ میں جا بجا تحریر کیے گئے ہیں۔

اعتراض بانیان محفل میلاد شریف منکرین قیام پر ایسی ملامت کرتے ہیں جیسے تارک فرض و واجب پر **جواب** سبب اس کا یہ ہے کہ جو لوگ قیام نہیں کرتے اکثر ان میں سے ایسے ہیں کہ انکے عقائد وہابیہ نجدیہ کے طور پر ہیں اور وہ قیام کو کفر اور شرک اعتقاد کرتے ہیں پس اس میں ایک تو یہ بات ہوئی کہ اس شخص کے نزدیک فاعلین قیام مشرک اور کافر ٹھہرتے ہیں اگر کسیکو اس بات پر غیظ آجاوے ہاتھ یا زبان سے کچھ سرزد ہو کچھ بعید نہیں دوسرے یہ بات کہ اس ایک حرکت سے اُس کے دوسرے عقائد خبیثہ کا بھی خیال آجاتا ہے تیسرے یہ کہ اس فریق کو دیکھتے ہیں کہ یہ سیکڑوں باتیں خوراک و پوشاک اور معاملات میں خلاف صحابہ و خلاف قرون ثلثہ کرتے ہیں اور فقط قیام کرنے اور مولد شریف کی محفل میں گفتگو کہ قرون ثلثہ میں نہیں ہوئی کرتے ہیں اور باہم عناد و فساد پیدا کرتے ہیں اس وجہ سے محبین رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو ان سے بغض و غیظ آجاتا ہے البتہ اگر معلوم ہو جاوے کہ اس شخص کے سب عقائد عمدہ ہیں اور قیام کرنیوالوں کو بھی یہ برا نہیں جانتا تو اس شخص کو ہرگز کوئی آدمی زجر و توبیخ نہ کریگا ہاں یہ تو کہیں گے کہ آداب محفل کا مقتضا یہ تھا کہ سب کے ساتھ آپ بھی قیام کرتے تو بہتر ہوتا چنانچہ امام غزالی نے لکھا ہے باب السماع میں کہ یہ بات آداب حقوق الصحبت کے خلاف ہے کہ کھڑا ہو کر انہیں موافقت نکرے پس اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ غصہ آجانا تارک قیام پر بسبب مذکور کے ہوتا ہے اس سبب سے کہ قیام فرض و واجب جانتے ہیں یہ تو بالاتفاق فتاوی میں مفتیان دین تصریح فرما چکے ہیں کہ فرض و واجب نہیں بلکہ مستحسن اور ادب کی بات ہے اور غور سے دیکھیے تو بعض اوقات میں یہ تارک قیام نص قرآنی کا مخالف بنجاتا ہے اللہ تعالے ارشاد فرماتا ہے یا ایہا الذین آمنوا اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس فافسحوا

یفسح اللہ لکم واذا قیل انشزوا فانشزوا ۔ اے ایمان والو جب تمکو کہا جاوے کہ کھل بیٹھو مجلسون مین تو کھل بیٹھا کرو اور جب کہا جاوے اُٹھ کھڑے ہو تو اُٹھ کھڑے ہوا کرو اب معلوم کرنا چاہئے کہ جب قاری مولد نے پڑھا کہ اُٹھو ذکر میلاد حضرت ہوا ب یا اس طرح پڑھا کہ چاہئے آداب کرنا قیام یا یہ کہ اُس کھڑے ہونیوالون نے اس آدمی کو اشارہ کیا کہ اُٹھ کھڑا ہو اور اُس نے یہ کیا کہ کھڑا ہو جانا نہ یہ کیا کہ اٹھکے باہر نکل جاتا تو دیکھئے وہ اسوقت مین مخالف امر خداوندی کا ہو گیا کیونکہ نزول اس آیۃ کا منشا یہی ہوا تھا کہ لوگون کو وہ بات تعلیم کیجئے کہ آپس مین محبت پیدا ہو بغض وعناد وحشت نہ ہو چنانچہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر مین اسی آیت مذکورۃ الصدر کے شرح مین لکھا ہے اعلم انہ تعالی لما نہی عبادہ المومنین عما یکون سببا للتباغض والتنافر امرہم الآن بما یصیر لہم سببا لزیادۃ المحبۃ والمودۃ اب سب ارباب انصاف خیال فرماوین کہ اگر وہ شخص کھڑا ہو جاتا تو اتحاد و موالفت باہمی کا سبب ہو جاتا اور کھڑا نہونا بغض اور نفرت کا سبب ہو گیا تو یہ فعل مر اسکا بعید منشاء حکم خداوندی سے بعید جا پڑا فاعتبروا یا اولی الابصار ﴿ملخصا﴾ جبکہ یہ اعتراض کہ مجلس مولد شریف مین حاضر کے الفاظ بولتے ہین بہ نسبت رسول اللہ علیہ و کے حالانکہ آپ غائب ہین نظر کر یہ شرع مین جائز نہین بلکہ کفر ہے جواب اُسکا یہ ہے کہ یہ بات تو معلوم ہوتی ہے کہ عالم الغیب بالذات وہی ایک ہے جل جلالہ آسمان و زمین مین کوئی نہین جو بغیر اللہ کے الہام و کشف کر دینے کے خود بخود یعنی طور ذاتی امور غیبیہ کو جان سکے اور یہ بھی کہ کوئی ایسا نہین جو عرش سے لیکر تا تحت الثری ہر مکان ہر زمان ہر آن مین اللہ تعالے کی طرح حاضر ناظر ہو لیکن یہ معلوم نہین ان لوگون پر کونسی کتاب نازل ہوئی ہے جسمین یہ الفاظ لکھے ہین کہ غائب کی نسبت الفاظ حاضر بولنے کفر ہین ہم اس بات مین جزئی خاص پیش کرتے ہین قسطلانی و زرقانی وغیرہ محدثین لکھتے ہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص مین ہے ومنہا ان المصلی یخاطبہ بقولہ السلام علیک ایہا النبی والصلوۃ صحیحۃ ولا یخاطب غیرہ اس عبارت سے ثابت ہوا کہ نمازی عین نماز مین خطاب کرتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور حاضر کا لفظ بولتا ہے حالت تشہد مین کہ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یعنے سلام ہو تمپر اے نبی اور اس خطاب کرنے مین نماز صحیح ہے اور دوسرے کو نماز مین خطاب نہین کر سکتا اگر کرے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے انتہی اور بعضے آدمی یہ کہتے ہین کہ یہ تو نقل نکالتے ہین قصہ معراج کی

میں خطاب حضرت کا مراد نہیں سو رد ہو گیا ان کا قول اس عبارت سے کیونکہ اسمیں صریح لفظ خطاب موجود ہے علاوہ ازیں شامی نے بھی رد کیا ہے کہ لایقصد الاخبار والحکایۃ عما وقع فی المعراج اور در مختار میں بھی رد کیا ہے ویقصد بالفاظ التشہد الانشاء کانہ یسلم علی نبیہ اور فقیہ ابو اللیث سمر قندی نے السلام علیک ایہا النبی کی اس طرح شرح کی ہے کتاب تنبیہ میں یعنی یا محمد علیک السلام صاحب احیاء العلوم نماز کے بیان تفصیل ما ینبغی ان یحضر فی القلب میں لکھتے ہیں واحضر فی قلبک النبی صلے اللہ علیہ وسلم وشخصہ الکریم وقل السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یعنے موجود کر اپنے دل میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے وجود گرامی کو اور عرض کر السلام علیک ایہا النبی الی آخرہ اور میزان الشعرانی میں ہی کہ اسواسطے شارع نے امر کیا ہے نمازی کو سلام اور درود کیلئے التحیات میں تاکہ آگاہ کردے غافلوں کو کہ جس پروردگار کے سامنے تم بیٹھے ہو اس دربار میں تمہارے نبی موجود ہیں فانہ لا یفارق حضرۃ اللہ تعالے ابدا فیخاطبونہ بالسلام مشافہۃ یعنی رسول صلے اللہ علیہ وسلم درگاہ الٰہی سے کبھی جدا نہیں ہوتی پس نمازی خطاب کرتے ہیں لفظ سلام کیساتھ آپکو روبرو مسئلہ شفا میں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے لکہا ہے کہ کہا عمرو بن دینار نے جو کبار تابعین و فقہاء مکہ سے ہیں کہ جب تم داخل ہو گھروں میں اور وہاں کوئی نہ ہو تو کہو السلام علی النبی ورحمتہ وبرکاتہ الی آخرہ اسکی شرح میں ملا علی قاری لکہتے ہیں لان روحہ حاضر فی بیوت اہل الاسلام یعنی آپ کی روح حاضر ہے اہل اسلام کے گھروں میں انتہی اور مولوی عبد الحق صاحب نے بھی علی قاری کی شرح شفا سے مضمون حاضر ہونے روح مبارک کا اسیطرح نقل کیا ہے اصل حقیقت کو حق سبحانہ جانتا ہے جو کچھ عقل ناقص مؤلف میں آتا ہے لکہتا ہوں کہ روح مبارک آپ کی اب الارواح ہے اور حدیث میں ہی المؤمنون من فیض نوری یعنی مومنین میرے فیض روح سے پیدا ہوتے ہیں یہ روح البیان اور کلام مجدد الف ثانی وغیرہ میں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین موجود ہے اور یہ بھی کلام محدث دہلوی وغیرہ میں ہی کہ آپ کی روح اس عالم میں مربی ارواح تھی انتہی اور قرآن شریف سورۂ احزاب میں ہے النبی اولی بالمؤمنین من انفسہم یعنی نبی سے لگاؤ ہے ایمان والوں کو اپنی جان سے زیادہ اور اس آیت میں بعد لفظ انفسہم یہ قراءت بھی آئی ہے وہو اب لہم یعنی وہ مومنین کے باپ ہیں علامہ بیضاوی اور مفسر روح البیان اس مقام پر لکھتے ہیں کہ جب آپ مربی اور باپ مومنین کے ٹھیرے تو اسیواسطے

یہ ٹھہر گیا کہ المومنون اخوۃ یعنی ایمان والے آپسمیں بھائی ہین اور یہ بھی ہے کہ اُمت کے اعمال آپ پر
پیش کئے جاتے ہین اور درود اُمت کا بھی آپ کو نام بنام پہنچتا ہے اور یہ سب وجوہ دلیل ہین اس
پر کہ آپ کو اہل اسلام کے گھرونسے تعلق اور ارتباط شدید ہے اور یہی ہے کہ اہل اسلام کے
گھرونمین نماز بھی جاری ہے بچے اور عورتین اور کبھی مرد بھی جو مسجد نہ گئے تو گھر میں پڑھ لیتے ہین
غرض کہ سب مرد وزن التحیات میں پڑھتے ہین السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ تو اہل
اسلام کے گھرون سے برابر سلام آپ کو پہنچتا ہی بناءً علیہ آپ کی روح کو تعلق ہی بیوت اہل اسلام
سے بہت اول خلقت ارواح سے لیکر اسوقت تک برابر تعلق آپ کا ثابت ہی اور روح مبارک اگرچہ
ملاء اعلی میں ہی لیکن اُس کا اشراق ادہر بھی ہی اور تعلق ہے عالم خاک سے بھی مثلاً قبر شریف مین
بدن کے ساتھ ایسا تعلق ہے کہ اس تعلق اور ربط سے بدن مبارک زندہ حساس ودراک ہی صلی اللہ
علیہ وسلم اور نیز اذن دیا گیا آپ کو اطراف زمین میں پھرنیکا اور اعمال امت میں نظر کرنیکا جیسا کہ سیوطی
رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہی اسیطرح تحریر حسن حمزاوی وعلی قاری رحمہا اللہ کو سمجھنا چاہئے کہ آپ کی روح
کو تعلق اور ربط اہل اسلام کے گھرون سے ہے یہ سلام اس مقام پر باعث ذکر السلام علیک ایہا النبی
کے لکھا گیا الحاصل تشہد کے سلام میں نقل وحکایت مراد رکھنا اور اپنی طرف سے سلام نہ بھیجنا نہایت
ناصواب ہے تحقیق یہ ہی کہ نمازی اس سلام میں ارادہ کرے کہ میں خود حضرت پر سلام بھیجتا ہون
کہ سلام ہو جو آپ پر اے نبی اللہ کے ورنہ کم نصیب تعمیل حکم الہی سے جو لفظ سلموا قران میں ہے
محروم رہیگا کیونکہ خود اس سے سلام مطلوب تھا اُسنے خود نہ کیا بلکہ معراج کی حکایت سمجھ لی اور بعض
بعض دشمنان خطاب یہان تک غلو کر گئے کہ کہتے ہین نماز مین السلام علیک ایہا النبی نہ پڑھنا
چاہئے کہ صحابہ نے چھوڑ دیا تھا اس عاجز نے ایک رسالہ مستقل مسمی بالقول البنی فی تحقیق السلام
علیک ایہا النبی لکھا ہی اُسمیں اس قول کو بیخ وبن سے مستاصل کیا ہی یہان طول کو گنجایش نہین مختصر یہ
ہے کہ تشہد یعنی التحیات کی روایت منقول ہے عبد اللہ ابن عباس اور عمر بن الخطاب اور ابن عمر اور جابر
بن عبد اللہ اور ابو موسی اشعری اور عبد اللہ ابن مسعود صحابہ سے رضوان اللہ علیہم اجمعین سب مین
لفظ خطاب موجود ہی سو عبد اللہ بن مسعود کی اور اُن کا بھی یہ حال کہ روایت کیا اُن سے تشہد کو
چند راویون نے یعنی شفیق وعلقمہ واسود وابو الاحوص وابو عبیدہ وعبد اللہ بن سخبرہ نے سو یہ بات

کہ بعد وفات خطاب السلام علیک ترک کیا کسی نے روایت نہیں کی سوائے بن سنجرہ کے اور انکے آگے
دو راوی ہین ایک اعمش دوسرا سیف بن سلیمان سو اعمش کی روایت میں وہ فقرہ نہیں سیف بن
سلیمان بیچ ہے اور وہ اگرچہ ثقہ تھا لیکن وہ بدعت قدر کے ساتھ تہمت کیا گیا ہے پس جب کہ جمیع
صحابہ سے طبقہ بعد طبقہ اس وقت تک وہی تعلیم خطاب ہوتی چلی آئی ہے جیسے کہ ابن مسعود سے بھی سوا
اس روایت کے جو بخاری میں سیف بن سلیمان سے ہے بناءً علیہ اس روایت پر عمل نہ کیا جائیگا
اور کیون کر عمل کیا جائے حالانکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہمکو صحیح طور سے بھی تعلیم خطاب پہنچی ہے
ہم مذہب حنفی رکھتے ہین اور ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو اسیطرح بصیغہ خطاب تعلیم ہوئی
پھر ہمکو اسیطرح اُنسے پہنچی اور اُستاد ہمارے امام اعظم کے یہی وہ فرماتے ہین کہ میرا ہاتھ پکڑا حماد
نے اور سکھایا مجھکو تشہد اور کہا حماد نے کہ میرا ہاتھ پکڑا ابراہیم نے اور سکھایا مجھکو تشہد اور کہا ابراہیم نے
کہ میرا ہاتھ پکڑا علقمہ نے اور سکھایا مجھکو تشہد اور کہا علقمہ نے میرا ہاتھ پکڑا عبداللہ ابن مسعود نے اور
سکھایا مجھکو تشہد اور کہا عبداللہ ابن مسعود نے میرا ہاتھ پکڑا رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے اور سکھایا
مجھکو تشہد جسطرح کہ قرآن کی سورت سکھاتے تھی پھر وہ تشہد سکھایا ہوا آپ کا کتب حنفیہ فتاوی وشروح
ومتون میں موجود ہے اُسمیں لفظ خطاب کی تعلیم ہے اور سوا اس کے دیگر مذاہب یعنی حنبلی اور مالکی
اور شافعی مذہب کی کتابین بھی دیکھی گئین سب میں یہی خطاب کی تعلیم موجود ہے الحاصل دیکھو
جمیع صحابہ کی روایتین اور خود عبداللہ ابن مسعود کی روایتین سوا ایک روایت کے اور ائمہ
مجتہدین اربعہ کے فتاوی اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات مطلقہ یعنی بلا قید حیات ووفات وقرب
وبعد مکانی زمانی علے العموم یہ فرمانا اذا صلی احدکم فلیقل التحیات الی آخرہ اور اذا قعد احدکم فلیقل
التحیات الی آخرہ فاذا جلستم فقولوا التحیات ان سب روایات میں خطاب موجود ہے کہ مولوی اسحٰق صاحب کے
کی مائۃ مسائل سوال بست وچہارم میں بھی اقرار موجود (در التحیات خطاب برائے رسانیدن سلام وارد شدہ
پھر ان سب احادیث وآثار وفتاوی واجماع امت محمدیہ شرقاً وغرباً وجنوباً وشمالاً ونیز قول مولوی
اسحٰق صاحب کہ جنکو اپنا مقتدا اور پیشوا جانتے ہین چھوڑ کر ایک روایت غیر معمول بہا پیش کرنی کیسی بے انصافی
ہے اللہ تعالے ہدایت نصیب کرے الحاصل اجماع امت محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم اس بات پر ہے کہ سب
چھوٹے بڑے عورت مرد پڑھتے ہین السلام علیک ایہا النبی پس رسول صلے اللہ علیہ وسلم غائب نظری ہین

پھر بھی آپ کو خطاب حاضر ہو رہا ہے نماز میں **ایسے کہتے ہیں** یہ امر تعبدی ہے منقول اسی طرح ہوا ہے جواب یہ کہ امر تعبدی پر جیسے کام نہیں چلتا اس لئے کہ خطاب جائز رکھنے کی روایت تو موجود ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ غائب کو خطاب کا لفظ بولنے کی حرمت اور کراہت پر کونسی آیت یا حدیث ہے پیش کرو عقلی گھڑی ہوئی باتوں کو الگ کرو اور یہ سمجھو کہ جب عبادات میں شریک کرنے کا حکم نہیں پھر خاص اوسی نماز میں خطاب آپ کا شریک کیا گیا تو باہر منع ہونے کی کیا دلیل اب ہم سے جواز کی سندیں سنو شاہ ولی اللہ صاحب واسطے پڑھنے اوراد فتحیہ کے انتباہ میں لکھتے ہیں فریضہ نماز بامداد گذارد و چون سلام دہد باوراد فتحیہ خواندن مشغول شود کہ از برکات انفاس ہزار و چہار صد ولی کامل شدہ است الخ حالانکہ اس اوراد فتحیہ میں جس کا دل چاہے شمار کرلے سترہ بار ندا ہے رسول صلعم صلی اللہ علیہ وسلم ان الفاظ سے الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ یا حبیب اللہ یا خلیل اللہ الی آخرہ علاوہ اس کے خود مولوی اسحٰق صاحب مائۃ مسائل میں لکھتے ہیں اگر کسی یا رسول اللہ بگوید برائے رسانیدن درود یا سلام جائز است انتہی دیکھئے یہ علماء با ہر نماز کے بھی خطاب کرنا رسول اللہ کا جائز لکھتے ہیں اور شاہ ولی اللہ صاحب تو خود امر کرتے ہیں لیکن ابھی تک مانعین کو گنجائش ہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ خطاب تو درود وسلام کے ساتھ ہے اس کو فرشتے پہنچا دیتے ہیں **اس لئے ہم ایسی نظیر پیش کرتے ہیں** جس میں درود وسلام کے پہنچنے کی نیت سے خطاب نہیں بلکہ وسیلہ پکڑنا ہے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کشف حاجت میں ابن ماجہ قزوینی باب صلوۃ الحاجت میں روایت کرتے ہیں عثمان بن حنیف انصاری صحابی سے ایک اندھا آدمی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا کہ میری آنکھوں کے لئے دعا کیجئے آپ نے فرمایا اگر تو چاہے اسی طرح رہنے دے یہ تجھکو اچھا ہے اور اگر چاہے دعا کرانا تو دعا کروں اُس نے کہا دعا فرمایئے آپ نے حکم دیا اچھی طرح وضو کر دو رکعت نماز پڑھ اور یہ دعا پڑھ اللھم انی اسالک واتوجہ الیک بمحمد نبی الرحمۃ یا محمد انی قد توجہت بک الی ربی فی حاجتی ہذہ لتقضی اللھم فشفعہ فی اس مقام پر زرقانی شارح مواہب نے لکھا ہے کہ اس دعا میں اول سوال اللہ تعالے سے ہے کہ وہ اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کا اذن بخشے پس کہا حاجتمند نے کہ یا اللہ میں اپنی حاجت مانگتا ہوں تجھ سے اور متوجہ ہوتا ہوں تیری طرف وسیلہ پکڑ کے حضرت محمد کا جو نبی رحمت ہیں اجب اللہ سے شفاعت مانگ چکا تو متوجہ ہوا اپنے پروردگار کی طرف آپ کی شفاعت کا وسیلہ پکڑ کے اپنی حاجت میں تاکہ یہ حاجت

اور خطاب ہوا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اور شفاعت طلب کی اس طرح یا محمد میں متوجہ ہو۔

روا کی جانے یعنی تاکہ اللہ تعالےٰ آپ کی شفاعت اور آپکے وسیلہ سے اس حاجت کو روا کرے عجب
حاجت مند حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کی درخواست کر چکا اب پھر مکرر رجوع الی اللہ کر کے
درخواست کرتا ہے کہ اللھم شفعہ فی یعنے یا اللہ حضرت کی شفاعت میری حاجت میں قبول کیجیو الحاصل حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے حل مشکل میں اپنی شفاعت طلبی اور خطاب یا محمد تعلیم فرمایا ہے اس مقام پر ایک تماشا یہ ہوا ہے
یعنی اس خطاب اور ندا کے مٹانے کے لئے ایک بڑے عالم مشہور نے اس حدیث کے اسناد میں اعتراض
کیا اور لکھدیا کہ اس کے اسناد میں ایک راوی عثمان بن خالد بن عمر آتا ہے اور تقریب میں اسکو متروک
الحدیث لکھا ہے اس عاجز نے ابن ماجہ اور ترمذی میں یہ حدیث نکالکر اس کے اسناد نکالے تو ان
دونوں محدثوں کے اسناد میں عثمان بن عمر نکلا اسکو تقریب میں متروک الحدیث نہیں کہا اور عثمان بن خالد
بن عمر کو بیشک متروک الحدیث لکھا لیکن وہ اور آدمی ہے والحمد للہ علی ذلک اور یہ حدیث تو محدثوں کی
پتالی ہوئی ہے یہ کس طرح ضعیف اور غیر معتبر ہو سکتی ہے لکھا ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح اور نیز
صحیح کہا اسکو بیہقی نے کذا فی شرح المواہب اور کہا حاکم نے کہ یہ روایت علی شرط الشیخین ہے یہ بھی شرح

مواہب زرقانی میں ہے اور لکھا ابن ماجہ نے قال ابو اسحٰق ہذا حدیث صحیح پس روایت کیا اس حدیث کو
ائمہ حدیث ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و حاکم نے جیسا کہ حصن حصین اور زرقانی میں ہے اور بیہقی اور طبرانی
اور ابو نعیم اور بخاری نے اپنی تاریخ میں جیسا کہ شرح مواہب زرقانی میں ہے بھلا ایسی حدیث میں زبان
زوری کر کے اگر کوئی مغالطہ دینے لگے تو کب ہو سکتا ہے خلاصہ یہ کہ جب اس اندھے نے نماز پڑھ کے
دعا مانگی تو بخاری اور ابو نعیم اور بیہقی کی روایت میں ہے فقام وقد ابصر برکتہ صلے اللہ علیہ وسلم یعنے وہ اندھا
اٹھ کھڑا ہوا اور آنکھ اسکی روشن ہو گئی حضرت کی برکت سے اور روایت کی طبرانی نے کان لم یکن بہ ضر یعنی
ایسی روشن ہو گئی گویا اسمیں کچھ خلل ہی نہیں ہوا تھا واضح ہو کہ یہ دعا اور یہ نماز اور یہ خطاب یعنی یا محمد
کہنا آپ کے زمانہ مبارک میں خاص آپ کے تعلیم سے ہوا اور شرح ابن ماجہ میں اور نیز جذب القلوب میں
ہے کہ یہ عمل عہد صحابہ میں بعد وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی کیا گیا ہے طبرانی نے معجم کبیر میں
روایت کی ہے کہ ایک آدمی کو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ایک حاجت تھی بار بار جاتا
حضرت عثمان اسکی طرف التفات نہ فرماتے تھے اس آدمی نے عثمان بن حنیف انصاری صحابی سے شکایت
کی عثمان بن حنیف نے کہا وضو کر کے مسجد میں آ دو رکعتیں پڑھ کے یہ دعا مانگ اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک

بنبینا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی لتقضی حاجتی اور یہ دعا پڑھ کے تو اپنی حاجت کو عرض کر دیجیو غرضکہ وہ آدمی موافق تعلیم عثمان بن حنیف کے گیا اور وضو نماز و حاجت طرح اُس نے بتائی تھی پڑھی بعدازاں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے در دولت پر حاضر ہوا اسوقت دربان نے اُس شخص کا ہاتھ پکڑا اور اندر لے گیا حضرت عثمان نے اُسکو اپنی مسند خاص پر پاس بٹھالیا اور پوچھا کیا حاجت ہے اُس نے بیان کی آپنے حاجت پوری کر دی اور یہ فرمایا کہ ایسے جو کچھ مشکل یا حاجت پیش آیا کرے مجھسے آکر بیان کیا کرو آدمی بہت خوش حال حضرت عثمان کے پاس سے نکلا اور عثمان بن حنیف کے پاس شکریہ ادا کرنیکو گیا اور کہا جزاک اللہ خیرا میری طرف حضرت عثمان نظر بھی نہیں فرماتے تھے اب شاید تم نے اُن سے کچھ میری سفارش کی ہے عثمان بن حنیف صحابی نے جواب دیا قسم اللہ تعالےٰ کی میں نے حضرت عثمان سے کچھ نہیں کہا لیکن اصل بات یہ ہے کہ میں ایک بار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھا ایک اندھا آیا اُسنے فریاد کی یارسول اللہ میری آنکھ جاتی رہی آپ نے فرمایا صبر کرو وہ بولا کوئی میرا ہاتھ پکڑ کے لیجانے والا نہیں مجھپر بڑی مصیبت ہے تب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نماز اُسکو اور یہ دعا تعلیم کی تھی وہی جسکو ابن ماجہ والاجہم اوپر بیان کر چکے عثمان بن حنیف نے بیان کیا الحاصل بعد وفات صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد صحابہ میں بھی اس خطاب یعنے یا محمد کہنے پر عمل ہوا اُسوقت سے اب تک یہ نماز تعلیم ہوتی چلی آتی ہے ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ کتاب حصن حصین میں فرماتے ہیں من کانت لہ ضرورۃ الی آخرہ یعنے جس کیکو ضرورت اور حاجت مشکل آپڑی یہ نماز حاجت اور دعا پڑھے اور کتب فقہ حنفیہ میں بھی اس کی تعلیم ہے ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح کبیر منیہ میں جو نوافل تعلیم کئے ہیں اُنہیں صلوٰۃ الحاجت دو لکھے ہیں ایک کو بیان کیا اور لکھا کہ ضعیف ہے اور دوسرے یہ نماز لکھی جو عثمان بن حنیف کی روایت سے ہم ذکر کر چکے ہیں حلبی نے اُس کو لکھکر بیان کیا کہ یہ حسن اور صحیح ہے الحاصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم اور صحابہ کی تلقین اور محدثین کی تعلیم اور فقہا کے افتا اور تصحیح سے اب تک یہ خطاب یا محمد جاری ہے علاوہ بریں اور بھی خطاب کے صیغہ ہم نقل کرتے ہیں اشعار وغیرہ میں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی صفیہ نے بعد وفات آپکے بہت اشعار غم میں پڑھے اُنہیں سے یہ ہیں الا یارسول اللہ کنت رجاءنا ٭ وکنت بنا برا ولم تک جافیا ٭ فلوان رب الناس ابقی یا محمدا ٭ سررنا ولکن امرہ کان ماضیا ٭ اور حضرت حسان صحابی

نے آپ کی وفات کے غم میں یہ پڑھا۔ ؎ کنت السواد لناظری ۔ فعمی علیک الناظر ۔ من شاء بعدک فلیمت ۔ فعلیک کنت احاذر ۔ اسی طرح اور بھی صحابہ کے اشعار بعد وفات پائے گئے جس میں خطاب ہے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور قاضی عیاض نے کتاب شفا کے باب لزوم محبت میں روایت کی ہے کہ ایک بار پاؤں حضرت عبداللہ بن عمر کا سو گیا یعنے سنسنانے لگا اور بے حس و حرکت ہو گیا کسی نے کہا کسی آدمی کو یاد کرو جو تم کو بہت پیارا ہو تب وہ چلا کر پکار اٹھے یا محمداہ اسیوقت انکا پاؤں درست ہو گیا اور قوت آگئی انتہیٰ یہ عبداللہ ابن عمر کیسے جلیل القدر صحابی اتباع سنت میں نہایت غالی دیکھئے حالت غیبوبت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بلفظ حاضر یا محمداہ خطاب کرتے ہیں اور **فتوح الشام** صفحہ ۲۹۸ میں ہے جبکہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے قنسرین سے کعب بن ضمرہ کو بارادہ حلب روانہ کیا ایک ہزار سوار دیکر اور کعب بن ضمرہ کی لڑائی یوقنا سے پڑی اس کی پانچ ہزار سپاہ تھی اور یہ لڑائی ہو رہی تھی کہ پانچ ہزار سپاہ یوقنا کی اور خود بخود طرف سے مسلمانوں پر آ پڑی غرضکہ دس ہزار کا مقابلہ ٹھہر گیا اسوقت مسلمان جانباز یاں کر رہے تھے اور کعب بن ضمرہ نہایت نے آرام اور بیچین گرد آواز دیتے تھے اور پکارتے تھے یا محمد یا محمد یا نصر اللہ انزل اور مسلمانوں کی طرف متوجہ ہو کر کہتے تھے یا معاشر المسلمین اثبتوا انہم فانما ہی ساعۃ وانتم الاعلون یہ ایک اور نظیر ہے خطاب کی حالت غیبت میں اور یہ کعب بن ضمرہ بھی صحابہ میں ہیں رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہو کر بھی انھوں نے جہاد کئے تھے غرضکہ صحابہ کے وقت سے یہ خطاب اور ندا رسول اللہ باوجود غیبوبت کی جاری رہی ہے علامہ **شرف الدین بوصیری** رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۶۹۳ھ جو مقبولین روزگار سے تھے انکا قصیدہ بردہ اوراد مشائخ میں داخل نہایت مقبول بابرکت ہے اور بہار الدین وزیر کا حال ہم نقل کر چکے کہ وہ کمال تعظیم سے برہنہ سر برہنہ پا کھڑا ہو کر اس قصیدہ مقبولہ کو سنا کرتا تھا اور حلبی اور زرقانی اور قسطلانی سب صاحب بردہ کے مداح ہیں اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی اس قصیدہ کو پڑھا اور اسناد حاصل کی رسالہ انتباہ میں لکھتے ہیں واما قصیدۃ البردۃ فاخبرنا بہا ابو طاہر عن ابیہ الشیخ

احمد النخلی عن محمد بن العلاء البابلی الی ان قال عن ناظمہا شرف الدین محمد ابن سعید بن حماد البوصیری رحمۃ اللہ علیہ انتہیٰ الحاصل اس مقبول قصیدہ میں خطاب حاضر ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جابجا ہے ازانجملہ دو مقام میں تو خاص ندا بطور فریاد اور داد خواہی کے موجود ہے ؎

یا اکرم الخلق مالی من الوذ بہ ۰٫ سواک عند حلول الحادث العمم ٭ رسول صلے علیہ وآلہ وسلم کو ندا کرتے ہین کہ اُسے بزرگترین خلائق کوئی میرا نہیں جس کی پناہ پکڑون سوا آپ کے وقت اُترنے بلاے عام کے دوسرا شعر یہ ہے ؎ ولن یضیق رسول اللہ جاہک بی ٭ اذا الکریم تجلی باسم منتقم ٭ اس مین رسول اللہ منادی اور لفظ ندا محذوف بقاعدہ عربیت یعنے کچھ کم نہ ہو گی شان آپ کی یارسول اللہ ہماری شفاعت کرنیسے جسوقت اللہ تعالے ظہور فرمائیگا صفت انتقام سے انتہیٰ اور اسی معنی کے قریب شیخ شرف الدین مصلح المعروف بسعدی شیرازی متوفی ٦٩١ھ جو واصلین طریقت کاملین شریعت سے تھے حضرت خضر سے ملاقات کی ساتون ولایت پھرے بارہا پیادہ حج کیا اور یہ عالم فاضل ولی کامل خطاب حاضر کیساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان مین شعر لکھتے ہین ؎ چہ کم گردد اے فرخندہ پی ٭ ز قدر رفیعت بدرگاہ حی ٭ کہ باشند مشتی گدایان خیل ٭ بمہمان دار السلامت طفیل ٭ چہ وصفت کند سعدی ناتمام ٭ علیک الصلوۃ اے نبی والسلام ٭ اور نیز مولانا احمد تھانیسری کہ امیر تیمور کے عہد مین بڑے فاضل کامل مشہور تھے صاحب ہدایہ کے نبیرہ شیخ الاسلام سے جب ایک موقع مین انکی گفتگو ہوئی امیر تیمور نے جو دیکھا کہ شیخ الاسلام کو دبایا اُنکے اظہار عظمت کے لئے یہ کہا کہ یہ نبیرہ ہین صاحب ہدایہ کے مولانا نہ ڈرے اور یہ کہا کہ اسکے دادا نے ہدایہ میں چند محل پر خطا کھائی اگر انھوں نے اسوقت ایک خطا کھائی کیا ڈر ہے غرضکہ یہ بڑے عالم فاضل اور عارف کامل تھے قلعہ کالپی میں ان کا مزار ہے بہت لوگ زیارت کو آتے ہین انہون نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ایک قصیدہ لکھا ہے اس میں سے دو تین شعر لکھتا ہون ؎ یا حیوتی وباروحی ویا جسدی ٭ ویا فوادی ویا ظہری ویا عضدی ویا سندی ماتی الیک بقطع البید من قبل ٭ ولیس لی باصطبار عنک من مدد ٭ دیکھئے اسمین بھی بہتدن سے خطاب حضرت فخر عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہو رہا ہے اور نیز مولانا نظامی متوفی ٥٩٢ھ علوم معقول ومنقول مین فاضل کامل تارک الدنیا عارف صاحب دل سلاطین روزگار اُنسے برکت چاہتے وہ کسی کے در پر نجاتے غرضکہ یہ جامع شریعت وطریقت بھی اشعار میں خطاب حاضر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہ نسبت کرتے ہین ؎ من از کمترین استان خاک تو ٭ بدین الاغرے صید فتراک تو ٭ نظامی کہ در گنجہ شد پای بند ٭ مباد از سلام تو نا بہرہ مند ٭ گنجہ شہر ہے ایران میں ۔

ف: یہ خطاب ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اے میری زندگی اے میری جان اے میرے ... اے میرے دل اے میری پشت پناہ اے میرے ... [illegible]

سے یہ خطاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہورہا ہے اور مولانا **عبد الرحمن ابن احمد جامی** متوفی ۸۹۸ھ جن کا فضل و کمال کسی سے مخفی نہیں شرح ملا اور شرح فصوص الحکم اور شرح نقایہ وشرح لمعات وغیرہ کتب مصنفہ انکے مشہور ہیں اپنے اشعار میں حضرت کو خطاب حاضر کرتے ہیں ؎

ز مہجوری برآمد جان عالم ۔ ترحم یا نبی اللہ ترحم ۔ نہ آخر رحمۃ للعالمینی ۔ ز محروماں چرا غافل نشینی ۔

ملک خراسان میں ایک ولایت جام ہے جو وطن جامی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے یہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیبوبیت میں وہاں سے ہورہا ہے اور یہ بھی نہیں کہ شل اہل کشف کے روئے مبارک حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وقت مناجات اُن کے سامنے تھا اس لئے کہ یہ شعر بھی ان کا انھیں اشعار کے ساتھ ہے ؎ شب اندوہ ما را روز گردان ۔ ز رویت روز ما فیروز گردان ۔ تو ابر رحمتی آن بہ کہ گاہی کنی بر حال لب خشکان نگاہی ۔ از انجملہ مولانا **عبد الحق محدث دہلوی** صوفی صافی مشرب محدث فقیہ حنفی مشرب جنکی ایک سو تیس کتابیں فارسی اور عربی تصنیف ہیں تاریخ ولادت انکی شیخ اولیا اور تاریخ وفات فخر العالم ہے اپنے قصیدہ میں جوکہ اخبار الاخیار کے آخر میں مطبوع ہے لکھتے ہیں ؎ بہر صورت کہ باشد یا رسول اللہ کرم فرما ۔ بلطف خود سر وسامان جمع بے سرو پاکن ۔ محب آل و اصحاب توام کار من حیران ۔ بلطف خویش ہم امروز ہم در روز فرداکن ۔ اور **حضرت شاہ ابو المعالی** صاحب فرماتے ہیں ؎ گر نبودی یا رسول اللہ ذات پاک تو ۔ ہیچ پیغمبر نبودی دولت پیغمبری ۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں قصیدہ اطیب النغم میں ؎ وصلی علیک اللہ یا خیر خلقہ ۔ ویا خیر مامول ویا خیر واہب ۔ ویا من یرجی للکشف رزیۃ ومن جودہ قد فاق جود السحائب ۔ اب اس دورۂ آخری میں بھی جو علماء وصلحاء و اہل سنت وجماعت ہیں وہ سب خطاب حاضر یا رسول اللہ کہنا جائز رکھتے ہیں چنانچہ قدوۃ السالکین اسوۃ العارفین محی السنۃ ماحی البدعۃ حضرت مرشدی ومولائی المشتہر بالالسنۃ والافواہ باسمہ المقدس شاہ امداد اللہ الحافظ الحاج المہاجر نفعنا اللہ بفیضہ الوافر المتکاثر فرماتے ہیں **قصیدہ**

ذرا چہرہ سے پردہ کو اٹھاؤ یا رسول اللہ	مجھے دیدار تم اپنا دکھاؤ یا رسول اللہ
کرو روے منور سے میری آنکھوں کو نورانی	مجھے فرقت کی ظلمت سے بچاؤ یا رسول اللہ
اگرچہ نیک ہوں یا بد تمہارا ہو چکا ہوں میں	بس اب چاہو ہنساؤ یا رلاؤ یا رسول اللہ

پھنسا ہوں بے طرح گرداب غم میں ناخدا ہو کر	مری کشتی کنارے پر لگاؤ یا رسول اللہ
اگرچہ ہوں نہ قابل دہا نکے پر امید ہے تم سے	کہ پھر مجھکو مدینہ میں بلاؤ یا رسول اللہ
جہاز امت کا حق نے کر دیا ہے آپکے ہاتھوں	بس اب چاہو ڈباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ
پھنسا کر اپنے دام عشق میں امداد عاجز کو	بس اب قید دو عالم سے چھوڑاؤ یا رسول اللہ

یہ قصیدہ جسوقت حضور حج کرکے ہندوستان میں تشریف لاتے تھے تب اشتیاق میں فرمایا تھا چنانچہ یہ مضمون ایک مصرعہ کا صاف ہے ع کہ پھر مجھکو مدینہ مین بلاؤ یا رسول اللہ غرضیکہ یہ ندا یا رسول اللہ اور یہ مدد مانگنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے جو اس قصیدہ میں ہے یہ سب ملک ہند سے خطاب واستمداد کیا گیا ہے اور مقبول بھی ہوا چنانچہ پھر حضرت ممدوح الصدر ہندوستان سے ملک عرب میں بلوائے گئے اور زیارت مدینہ سے مشرف ہوئے اور تعریف ان کی محتاج بیان نہیں مختصر یہ ہے کہ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی جنکو ہمارے وقت کے منکرین بھی سب بالاتفاق معتمد علیہ اور مسلم الثبوت مانتے ہیں وہ حضور کی توصیف میں لکھتے ہیں **اشعار**

بحق مقتدائے عشق بازان	رئیس و پیشوائے جان گدازان
امام راست بازان شیخ عالم	ولی خاص صدیق معظم
شہ والا گہر امداد اللہ	کہ بہر عالمست امداد اللہ

یہ اشعار شجرہ منظومہ صابریہ میں ہیں جو قصائد قاسمی کے آخر اوراق مطبع عین الاخبار مراد آباد میں مطبوع ہوئے ہیں معلوم کرنا چاہئے کہ صدیق کے معنی شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر عزیزی میں لکھے ہیں صدیق آنست کہ قوت نظریہ او مثل قوت نظریہ انبیا علیہم السلام کامل باشد الخ بس صدیق معظم فرمانا مولوی محمد قاسم صاحب کا حضور کو حجت کافی ہے اُن بعض نا انصافوں کی تردید وتشنیع میں جنہوں نے حضور کی نسبت یہ کہدیا کہ معاذ اللہ آپ علم شریعت سے ناواقف ہیں اور ہم انکے مرید ہیں لیکن پیر سے افضل ہیں یہ نہ سمجھے جسکی قوت نظریہ ایسی ٹہیی ہوئی ہوگی وہ تو حقائق احکام شریعت سے ایسے واقف ہونگے کہ تم اُسکے عشر عشیر کو بھی نہ پہنچوگے خیر آمدم برسر مطلب جناب مرشدنا ومولائی نے خطاب یا رسول اللہ جائز رکھا خود اس پر عمل کیا اور نیز مولوی محمد قاسم صاحب کے کلام میں ہم ثابت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے خطاب وندای رسول اللہ کو جائز رکھا چنانچہ

توجیہات خطاب و ندائے یا رسول اللہ

اشعار انکے قصائد قاسمی مطبوعہ مراد آباد میں یہ ہیں صفحہ ۲ سے ۵ ترے بھروسہ پر رکھتا ہے غرۂ طاعت
وگناہ قاسم برگشتہ بخت بد انوار ۱۰ اور صفحہ ۸ میں ہے ۵

اگر جواب دیا بیکسوں کو تو نے بھی
کروڑوں جرم کے آگے یہ نام کا اسلام
بہت دنوں سے تمنا ہے کیجیے عرض حال
مدد کرا ے کرم احمدی کہ تیرے سوا

تو کوئی اتنا نہیں جو کرے کچھ استفسار
کرے گا یا نبی اللہ کیا یہ میری پکار
اگر ہو اپنا کسی طرح تیری درگہ بار
نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار

یہ دیکھیے خطاب اور ندا کرنا اور مدد مانگنا سب کچھ ان اشعار میں موجود ہے اللہ ہدایت کرے منکرین کو شور و شغب بیجا سے باز آئیں اور مؤلف براہین کا یہ لکھنا کہ ان صاحبوں کا خطاب و ندا کرنا غلبۂ شوق و محبت سے تھا وہ جائز ہے لیکن دوسرے آدمی جو خطاب کرتے ہیں وہ اسطرح نہیں بلکہ وہ حضرت کا علم مستقل ذاتی سمجھکر کہتے ہیں یہ شرک ہے نہایت درجہ بے اصل اور دعوے بے دلیل ہے ہم بارہا کہہ چکے کہ کسی کا یہ عقیدہ نہیں جو علم نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو ذاتی مستقل سمجھے بلکہ سب یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ آپ کو علم اور قدرت جو کچھ ہے سب اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے اور جو کچھ ہوتا ہے اسی کے ارادہ اور اذن سے ہوتا ہے اب بیان کریں ہم توجیہات خطاب و ندا واضح ہو کہ بعض محبین درجۂ عشق کو پہنچے ہوئے ایسے ہوتے ہیں کہ جیسے کہ حضرت ابو الحسن شاذلی وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کہ ان سے ایک دم مشاہدہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فوت نہ ہوتا تھا ایسے آدمی اگر خطاب کریں تو انکے نزدیک تو وہ خود حاضر ناظر ہیں حاضر کے معنے موجود ناظر کے معنے دیکھنے والا جب موجود ہوتے تو دیکھنے والے بھی ہوتے ایسے شخصوں کے حق میں تو خطاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کچھ محل کلام ہی نہیں باقی رہے دوسری طرح کے آدمی کہ انکو حضوری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حاصل نہیں انکے حق میں بھی خطاب کرنا درست ہے قطب ربانی امام شعرانی میزان میں لکھتے ہیں کہ محمد بن زین ایک مداح رسول تھا اکثر رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو حالت بیداری میں زیارت کرتا تھا ایک بار اس سے ایک آدمی نے اپنے واسطہ سفارش حاکم سے چاہی یہ گئے اور حاکم نے ان کو اپنی مسند پر بٹھلایا اس دن سے دیکھنا منقطع ہو گیا اس مقام خاص عبارت میزان کی ہے فلم نزل

یطلب من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الرؤیۃ حتے قرأ لہ شعراً فتراءی لہ من بعید فقال تطلب

روتی ہے جلوسک علی باط الغضۃ فلم یا بغا انہ رآد ذوک ختے مات یعنے پھر ہمیشہ وہ مداح رسول سوال کرتا رہا حضرت سے کہ اپنا دیدار مبارک دکھا دیجئے یہانتک کہ ایک دفعہ شعر پڑہا تب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پردہ دکھائی دیئے اور فرمایا تو دیدار کا سوال کرتا ہے اور شہید ہے ظالمون کے فرش پر پھر ہمکو خبر نہیں ملی کہ اسکو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پھر نظر آئے یہانتک کہ وہ مرگیا انتہی اب دیکھئے کہ محمد بن زرین مداح باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکی نظر سے غائب تھے اور نظر نہیں آتے تھے وہ اُس حالت غیبت میں بھی حضرت اسی سوال کیا کرتا تھا کہ صورت مبارک دکھا دیجئے انتہی پس اس سے صاف معلوم ہوا کہ اگر اور آدمی جنکو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نظر نہیں آتے وہ بھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست دیدار کرین اور اشعار ندائیہ وخطابیہ غلبۂ شوق میں ایسے مضمون کے پڑھین جیسے حضرت مرشدی ومولائی نے بحالت فراق ودرد اشتیاق ہندستان میں پڑے تھے ع ذرا چہرہ سے پردہ کو اُٹھاؤ یارسول اللہ مجھے دیدار تم اپنا دکھاؤ یارسول اللہ ۔ تو صحیح اور جائز ہے اگرچہ ملا خطرہ ایمان اسکو شرک بتادے اور یہ کہے کہ تم رسول اللہ کو عالم الغیب جانتے ہو کہدو کہ اصل عالم الغیب بالذات اللہ تعالی ہے لیکن اللہ تعالی اپنے رسول کو غیب کی خبر دیتا ہے تو اُن کو خبر ہوجاتی ہے حضرت شاہ عبدالعزیز کا کلام جو اُن کی تفسیر سورہ بقر میں ہے یاد رکھو کہ حضرت مطلع ہیں اپنے ہر امتی کے حال سے کیونکہ اُنکو خبر دیجاتی ہے سب امتیوں کی اور سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ امت کے اعمال صبح شام آپکے سامنے پیش کئے جاتے ہین تتمہ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو ہرقل بادشاہ روم کو نامہ رقم فرمایا تھا بروایت بخاری اُس کے الفاظ یہ تھے اما بعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم اس میں خطاب حاضر کا ہے بادشاہ روم کو حالانکہ آپ ملک عرب میں تھے اور وہ روم میں تھا اور وہ اصحاب کشف سے نہ تھا کہ حضرت کا خطاب وہان سے معلوم کرلیتا لیکن چونکہ یہ بات تھی کہ قاصد اس خط کو لیجا کر اُس کے ہاتھ میں دیدیگا یہ خط اس کی نظر کے سامنے گذریگا خطاب صحیح ہوجاویگا اسی طرح اب تک رسم جاری ہے کہ ہم خطوط میں مکتوب الیہ کو الفاظ خطاب لکھدیتے ہین کہ فلان چیز بھیجدو اور تاکید جانو فقط اسی اعتماد پر کہ جب قاصد یہ خط ان کو دیدیگا تو ہمارا خطاب حاضر لکھنا صحیح ہوجاویگا جب قاصدون کی چٹھی رسانی کے اعتماد پر یہ خطاب حالت غیبوبت مین جائز ہوا تو مضمون حدیث کے اعتماد پر کہ ہمارے اعمال اقوال ہر روز دو بار صبح وشام آپ کے سامنے

پیش کئے جاتے ہین کیونکہ خطاب جایز نہو جب ہمارے اقوال مخفی نرہے بلکہ آپ تک پہنچائے گئے تو اگرچہ
آپ کو ہم سے بُعد مکانی ہو لیکن آپ مثل حاضر کے ہین پس خطاب حاضر کرنا جایز ہے اور اگر ضعیف
الایمان آدمی اس تقریر پر بھی راضی نہوں تو تیسری توجیہ اور بھی ہے یعنی جسکو کسیکا عشق ہوتا ہے
اُس کا نقشہ آنکھوں میں پھرا کرتا ہے اُس اعتبار سے حاضر کا خطاب کر دیتے ہین اشعار عرب میں یہ بات
کثرت سے ہے از انجملہ دو شعر علیہ السلام ابن یوسف کے جذب القلوب سے نقل کرتا ہوں ؎
علی ساکن البطن العقیق سلام ٭ وان اسہرونی بالفراق وناموا ٭ حظرتم علی النوم وہو محلل ٭ وحللتم التعذیب
وہو حرام ٭ اور حضرت یوسف علیہ السلام کی بی بی زلیخا کا حال جو مولوی جامی صاحب نے لکھا ہے وہ سبکو
یاد ہوگا کہ شروع عشق میں جب تک نکاح نہوا تھا کس کس طرح تصورات میں باتین کیا کرتی تھی از انجملہ
دو شعر اُس مقام کے لکھتا ہوں ؎ خیال یار پیش دیدہ بنشاندے ٭ ہم از دیدہ ہم از لب گوہر افشاندے ٭
کہ از پاکیزہ گوہر از چکائی ٭ کہ از تو دارم این گوہر فشانی ٭ ولم بردی و نام خود نہ گفتی ٭ نشانی
از مقام خود نہ گفتی ٭ یہ زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام سے عالم غیبوبت مین خطاب کر رہی ہین نہ یہ شرک
ہے نہ کفر اور خود حضرت یوسف علیہ السلام راستہ میں جب بھائیوں کی خشونت اور درشت خوئی اور آزار اور
دست درازی دیکھتے تھے جب وہ ان کو کنوئیں یعنی چاہ میں ڈالنے لیچلے تھے باپ کو پکار فریاد کرتے
تھے قول الجامی قدس سرہ ؎ گہے در خون گہ در خاک می خفت ٭ زاندوہ دل صدچاک می گفت ٭
کجائی اے پدر آخر کجائی ٭ ز حال من چنین غافل چرائی ٭ بیا بنگر مرا تا در چہ حالم ٭ بدست این حسودان
پایمالم ٭ پھر اسیطرح سمجھہ لو کہ جو اشعار شوقیہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں بطور خطاب حاضر
کئے ہین وہ اسلئے ہین چونکہ تصور آپ کا دل میں بندھا ہوا ہے غلبۂ اشتیاق میں خطاب حاضرانہ بباعث
حضور فی الذہن کے کرتے ہین لیکن جن لوگوں کو ایسا تصور اور ایسا خیال بندھا ہوا ہین اُنکی سمجھہ مین
یہ بھی نہین آئیگا کہ بما لم یحیطوا بعلمہ کلام الٰہی سچا ہے ہم چوتھی توجیہ خطاب کی اور بتا دین قرآن
شریف میں وارد ہے یحسرة علی العباد یہان لفظ یا حرف ندا ہے جس سے مخاطب حاضر کو پکارا کرتے ہین
یہ لفظ یا داخل ہو رہا ہے حسرت پر اور حسرت ایسی چیز ہے ادراک شعور سے کہ اُسکو قیامت تک کبھی خبر
نہ ہوگی کہ مجھکو کون پکارتا ہے امام رازی کا کلام اس مقام میں یہ ہے المقصود ان ذلک وقت الحسرة
فان النداء مجاز والمراد الاخبار غرضکہ سب مفسرین اس مقام میں لکھتے ہین کہ یہ ندا کلام عرب میں شایع ہے

اور مراد اس سے یہ ہوتی ہے کہ یہ وقت حسرت کا ہے یعنی یہ نہیں کہ حسرت کو پکارتے ہیں اور بلاتے ہیں اسی طرح
پر ندا ہے مجازاً جب یہ بات ثابت ہوئی کہ کہیں ندا مجازاً ہوتی ہے اور مراد اس سے خبر دینا ہوتا ہے
پھر اسی طرح اس مقام میں سمجھو جو کوئی کہتا ہے ؎ تمہارے نام پہ قربان یا رسول اللہ۔ فداہ تمہیں
میری جان یا رسول اللہ۔ اس کا اصل مطلب یہ ہے کہ میری جان حضرت پر قربان ہے مراد اسکی جملہ
خبریہ ہے گو اس نے لفظ ندائیہ بولا ہے کیا ضرور کہ یوں کہو یہ شخص تو خدا کی طرح حاضر ناظر جان کر
پکارتا ہے۔ ہاں البتہ تم خود معنی شرک اور کفر کے لوگوں کے ذہن میں جماتے ہو یہ کہکر کہ لفظ یا نہیں
ہوتا مگر واسطے حاضر کے اور خطاب نہیں کیا جاتا مگر حاضر کو حالانکہ یہ قاعدہ غلط ہے **کلام صحابہ میں**
غائب کو خطاب اور ندا موجود ہے روایت ہے کہ حضرت علی جب وقت خلافت حضرت عثمان
میں ایک رات مسجد کی طرف آئے دیکھا چراغ مسجد میں کثرت سے روشن ہیں تو حضرت عمر کو دعا دی
اس دعا کے الفاظ سیرت حلبی جلد ثانی صفحہ ۲۳۵ میں یہ ہیں نورت مساجدنا نور اللہ قبرک یا ابن الخطاب
یعنے روشن کیا تو نے ہماری مسجدوں کو اللہ روشن کرے تیری قبر کو اے بیٹے خطاب کے دیکھئے یہاں
حضرت عمر کو حضرت علی خطاب فرماتے ہیں مجد فات عمر اور یہاں حضرت عمر کو پکار کر اپنی طرف متوجہ کرنا
یا بلانا جو فائدہ ندا کا ہوتا ہے مقصود نہیں غرض انکی دعا دینی ہے یعنی اللہ روشن کرے عمر کی قبر کو چنانچہ
بعضے راویوں نے جو روایت بالمعنی کرتے ہیں معنے مقصود کو قالب دعا میں ڈہال کر روایت کر دیا ہے
نور اللہ قبر عمر کما نور مساجدنا اب **ایک مسئلہ فقہ کا بھی** لکہتا ہوں در مختار اور قہستانی وغیرہ کتب فقہ
میں لکھا ہے کہ جسوقت اذان میں مؤذن کہے الصلوٰۃ خیر من النوم یعنے نماز پڑہنا اچھا ہے سونے سے اسوقت
چاہئے سامعین جواب اس کا اسطرح دیں صدقت و بررت یعنے تو نے سچ کہا اور بھلا کہا لکھا فقیہ
شامی نے کہ یہ جواب دینا حدیث میں آیا ہے واضح ہو کہ یہ جواب دینا کتب فقہ میں ہرگز مقید اس بات
کے ساتھ نہیں کہ مؤذن کے پاس آکر جواب دیں دور سے نہ پڑہیں پس اسیواسطے یہ دستور ہے کہ
جس وقت صبح صادق کو مؤذن اذان کہتا ہے اور آدمی اکثر اسوقت اپنے اپنے منزل اور مکانات
میں ہوتے ہیں نہ اُن کو مؤذن وہاں سے نظر آتا ہے غائب ہے نظر سے اور نہ مؤذن خود اُن
کے جواب اور اُن کے خطاب کو سن سکتا ہے باایں ہمہ اس حالت غیبوبت میں جہاں مؤذن نے
کہا الصلوٰۃ خیر من النوم سب مسئلہ دان آدمی جواب دیتے ہیں صدقت و بررت یعنے تو نے سچ کہا اور

بھلا کہا یہ غائب کو خطاب حاضر کا ہونا ہے پس چاہئے اُن فقہاء آخرالزمان کے نزدیک یہ سب جواب دینے والے کافر ہوں حالانکہ وہ مستحق ثواب ہوتے ہیں اگرچہ اُنھوں نے خطاب کیا لیکن مراد اُن کی یہ ہے کہ مُوذن نے سچ بات کہی پس اسی طرح جو شخص کہتا ہے ۵ ماسواتے تو یا رسول اللہ نیست برائے تو یا رسول اللہ اگرچہ خطاب کیا ہے لیکن مراد یہی ہے کہ ہر مخلوق کو اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ کے واسطے یعنے اُنکے سبب پیدا کیا ہے اور جو کوئی فقط یہ لفظ کہے کہ یا رسول اللہ اُسکی بہ نسبت ہم یہ کہتے ہیں کہ شرح ملا اور غایۃ التحقیق وغیرہ میں ہے کہ لفظ یا بمعنے اَدعو ہے اور اَدعو کے معنے ہیں ہندی میں کہ میں پکارتا ہوں پس جس نے کہا یا رسول اللہ اُس کے معنی قاعدہ عربی سے یہ ہوئے کہ پکارتا ہوں رسول اللہ کو یعنے اُن کو یاد کرتا ہوں اُنکا نام لیتا ہوں کہو اِس میں کیا شرک کیا کفر ہو گیا اور یہ بھی ضابطہ کلام عرب میں لفظ یا کی نسبت ٹھہر چکا ہے ینادی بہا القریب والبعید یعنی پکارا جاتا ہے لفظ یا کے ساتھ نزدیک و دُور بطرح احسن ہم خطاب کو چند توجیہات سے ثابت کر چکے اور نیز ثبوت کامل دے چکے عہد رسالت سے اسوقت تک آن حضرت کو بالفاظ خطاب و بصیغہ حاضر یاد کرنا نماز میں اور خارج نماز دعا اور غیر دعا میں نظم و نثر میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیاء و علماء و صلحاء مقبولین سے آپ دیکھنا چاہئے کہ یہ سب مقبولین باوجود حالت غیبوبت خطاب کرنے والے معاذ اللہ حاشا للہ ان منکرین کے نزدیک کافر ہیں یا خود اُن کی تکفیر انہی پر منقلب ہوتی ہے ہمارے سچے رسول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے من دعا رجلا بالکفر او قال عدو اللہ ولیس کذلک الاعاد علیہ متفق علیہ یعنی صحیح مسلم اور بخاری میں ہے جو شخص کسیکو کافر یا اللہ کا دشمن کہیگا حالانکہ وہ ایسا نہیں تو وہ کفر اور لعنت کا کلمہ اُسی کہنے والے پر اُلٹ آئیگا انتہی اب چاہئے کہ لانعین اپنے ایمان کی خیر منائیں کبھی الفاظ گستاخانہ بے باکانہ زبان پر نہ لائیں اور ابھی تازہ ان ایام میں حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً سے فتوے جواز یا رسول اللہ کا آیا ہے بطور تلخیص اُس کا مضمون نقل ہوتا ہے

تحریر مفتی مدینہ ما قولکم یا علماء الملۃ المسمحۃ البیضاء وسفائن الشریعۃ الغراء فے النداء بقول یا رسول اللہ هل ہو یجوز ام لا وهل یکفر قائلہ ام لا الجواب الحمد للہ تعالےٰ اسأل اللہ العلی الکریم ذو الطول التوفیق والاعانۃ فے العمل والقول نعم یجوز النداء بـ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم والتوسل والاستغاثۃ بہ فی مہام الامور فنعم الوسیلۃ ہو الی ربنا فی مدۃ حیوتہ فے الدنیا وبعد موتہ فے مدۃ البرزخ وبعد البعث فی عرصات

الغیبۃ ولا نعتقد تاثیرا ولا خلقا ولا نفعا ولا ضرا ولا ایجادا ولا اعداما الا للہ وحدہ لا شریک لہ ولا نقول بکفر المتوسل به الی ربه علی هذا الوجه الا من انطوت علی فساد العقیدۃ طویته ولا فرق بین ان یعبر بلفظ الاستغاثۃ او التوسل والتشفع والتوجه وان کل ذلک واقع فی کل حال قبل خلقه وفی مدۃ حیاته فی الدنیا وبعد موته فی البرزخ وفی الغیبۃ قال فی المواهب اما التوسل به صلی اللہ علیه وسلم بعد موته فی البرزخ فهو اکثر من ان یحصی الخ وبالجملۃ فالمسئلۃ واضحۃ جلیۃ قد افردت بالتالیف فلا حاجۃ الی الاطالۃ فان من نور اللہ بصیرته یکتفی باقل من هذا ومن طمس اللہ بصیرته فلا یغنی عنه الآیات والنذر ولم یزل السلف والخلف یتوسلون بسید الوجود ویستغیثون به وقد شذت طائفۃ عن السواد الاعظم منهم من یجعله محرما ومنهم من یجعله کفرا واشراکا وکل ذلک باطل واللہ در الشیخ محمد بن سلیمان الکردی رحمه اللہ حیث قال فی رسالۃ یخاطب محمد بن عبد الوهاب حین قام بالدعوۃ یا ابن عبد الوهاب سلام علی من اتبع الهدی فانی انصحک للہ تعالی ان تکف لسانک عن المسلمین فان سمعت من شخص انه یعتقد تاثیر ذلک المستغاث به من دون اللہ فاعرفه الصواب واذکر له الادلۃ علی انه لا تاثیر لغیر اللہ تعالی فان ابی فکفره حینئذ بخصوصه ولا سبیل لک الی تکفیر السواد الاعظم من المسلمین وانت شاذ عن السواد الاعظم فنسبۃ الکفر الی من شذ عن السواد الاعظم اقرب لانه اتبع غیر سبیل المؤمنین وقال تعالی ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولی ونصله جهنم وساءت مصیرا وانما یاکل الذئب القاصیۃ واللہ سبحانه وتعالی ولی الهدایۃ وبه العصمۃ والحمایۃ نمقه الفقیر الی غفور ربه القدیر عثمان بن عبد السلام واغستانی المفتی فی المدینۃ المنورۃ الحنفی

عثمان بن عبد السلام اغستانی

ترجمہ بطور خلاصہ کیا کہتے ہو اے مفتیان شریعت جو آدمی یا رسول اللہ پکارے وہ کافر ہوتا ہے یا نہیں یہ پکارنا جائز ہے یا نہیں الجواب اللہ ہی کو تعریف ہے مانگتا ہوں اسی مدد اپنے قول و فعل میں ہاں جائز ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پکارنا اور وسیلہ پکڑنا اور فریاد رسی کا مومنین وہ اچھے وسیلے ہیں جب دنیا میں تھے اور اب جو برزخ میں ہیں اور جب قیامت میں اٹھینگے اور ہم نہیں اعتقاد رکھتے سوائے ایک وحدہ لاشریک کے کسی میں کہ کوئی موثر ہے یا خالق ہے یا نفع دے یا نقصان دیوے ہست کرے یا نیست کرے اور رسول اللہ کے وسیلہ پکڑنیوالیکو کافر وہی کہیگا جس کے دل میں عقیدہ فاسد بھرا ہے اور کچھ فرق نہیں حضرت کی نسبت لفظ استغاثہ کے کہے یا توسل یا شفاعت طلبی یا توجہ کے لفظ کہے یہ سب حضرت کی نسبت واقع ہیں قبل پیدا ہونے آپ کے اور حالت حیات

دنیا میں اور بعد موت برزخ میں اور قیامت میں مواہب لدنیہ میں لکھا ہے کہ حضرت سے وسیلہ پکڑنا بعد
آپ کی وفات کے اسقدر واقع ہوا ہے کہ شمار نہیں ہو سکتا خلاصہ یہ کہ مسئلہ صاف ہے میں نے مستقل کتاب
اسمیں لکھی ہے اب کیا طول دون جسکی آنکھ میں اللہ تعالیٰ کا نور ہے وہ اس سے بھی کم میں بس کریگا اور جسکی
آنکھ اللہ نے بے نور کر دی ہے اسکو آیات اور دلائل چنداں کافی نہیں اور ہمیشہ سے سلف و خلف وسیلہ پکڑتے
رہے ہیں اور فریاد چاہتے رہے ہیں آپکے اب بچھڑ گئی سواد اعظم سے ایک جماعت کوئی اُنمیں اُسکو حرام
کہتا ہے کوئی کفر اور شرک اور یہ سب جھوٹ ہے واللہ کیا اچھا کہا شیخ محمد بن سلیمان کردی نے اپنے رسالے میں محمد
بن عبدالوہاب کو خطاب کر کے کہ میں تجھکو نصیحت کرتا ہوں خدا کیواسطے اپنی زبان مسلمانوں سے بند کر اگر تو کسیکو
یہ سُنے کہ وہ تاثیر اللہ تعالیٰ کے سوا اُسمیں اعتقاد کرتا ہے کہ جس کو وہ پکارتا ہے اُسکو راہ صواب تعلیم کر کہ
تاثیر غیر اللہ میں نہیں جب وہ نمانے اُسوقت خاص اُسکو کافر کہہ یہ نہیں کہ مسلمانوں کے سواد اعظم کو تو کافر
کہنے لگے تو خود بچھڑا ہوا ہی سواد اعظم سے پس کفر کی طرف نسبت کرنا اُسکا بہتر ہے جو جدا ہوا سواد اعظم سے اسواسطے
کہ اُسنے وہ راہ لی جو مومنین کی نہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو کوئی مخالفت کرے رسول کی جب کھل چکی
اُسپر ہدایت کی بات اور چلے سوا راہ مومنین کے ہم اُسکو حوالہ کرینگے وہی طرف جو اُسنے پکڑی اور ڈالینگے اُس کو
دوزخ میں اور وہ بہت بُری جگہ ہے اور بھیڑیا اُسی بکری کو کھائیگا جو گلہ سے دور جا کر کھڑی ہو گی اور اللہ
پاک کہتا ہے ہدایت کا اُسی سے عصمت اور حمایت ہے لکھا اس کو عفو آلٰہی کے محتاج عثمان بن عبدالسلام داغستانی
نے جو مفتی حنفی ہے مدینہ منورہ میں **عبارت مفتیان مکہ معظمہ** قول القائل یا رسول اللہ بطریق الالتجاء
جائز کما فی المواہب اللدنیہ وغیرہا واللہ سبحانہ اعلم امر برقمہ خادم الشریعۃ والمنہاج عبدالرحمٰن بن عبداللہ سراج
مفتی مکۃ المکرمۃ کان اللہ لہما۔ یہ مفتی حنفی ہیں مکہ معظمہ میں [عبدالرحمن سراج] (۲) حامداً و مصلیاً و مسلماً اصاب
من اجاب [محمد رحمت اللہ] یہ حضرت استادنا و مولٰنا شیخ العلماء محمد رحمت اللہ دامت فیوضہم وہ ہیں جنکا شہرہ
تمام ہندوستان اور ملک حجاز اور روم وغیرہ میں ہے اور حضرت سلطان روم اسوقت تک دو بار با عزاز
تمام اُنکو بلا چکے ہیں اور اصل مولد آپ کا ملک ہندوستان ہے (۳) حامداً و مصلیاً و مسلماً للہ در من اجاب
واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم بالصواب [محمد عبدالحق] یہ عالم محدث اور صوفی بابرکت ہیں (۴) ما حررہ مفتی
الاحناف ہو عین الصواب والموافق للحق بلا شک وارتیاب واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم خادم الشریعۃ
جبلۃ: نعمۃ المحیۃ [ابوبکر حجی بسیونی] مفتی المالکیۃ (۵) قول الشخص یا رسول اللہ متضمن لندائہ و توسل بہ صلے

اللہ علیہ وسلم اما النداء فلا شک فی جوازہ اذا کان علی وجہ التعظیم یا نبی اللہ واما التوسل بہ فہو ایضا جائز بل مطلوب روی الطبرانی والبیہقی ان رجلا کان یختلف الی عثمان بن عفان رضی اللہ تعالی عنہ فی ضمن خلافتہ فی حاجۃ فکان لا یلتفت الیہ ولا ینظر الیہ فی حاجتہ فشکی ذلک لعثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ فقال ائت المیضاۃ فتوضا ثم ائت المسجد فصل ثم قل اللہم انی اسئلک واتوجہ الیک نبینا محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بک الی ربک الحدیث فہذا توسل ونداء بعد وفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی ہذا القدر کفایۃ لمن ہداہ اللہ تعالی واللہ سبحانہ تعالی اعلم وکیل مفتی الشافعیہ بمکۃ المحمیہ محمد سعید بن محمد بابصیل عفی عنہ

محمد سعید بابصیل

(۲۶) اما قول یا رسول اللہ فہو من باب التوسل بہ صلی اللہ علیہ وسلم الی اللہ وہو انفع الوسائل عند اللہ تعالی واللہ سبحانہ وتعالی اعلم امر برقمہ الحقیر خلف بن ابراہیم خادم افتاء الحنابلہ بمکۃ المشرفہ

راجی عفو الرحیم خلف بن ابراہیم

(۲۷) اما اجاب مفتی الاسلام فوجدتہا فی غایۃ الصواب الموافق لمذہب ہذہ الائمۃ لا ینکرہا الا من طمس اللہ بصرہ وبصیرتہ فیجب علی المسلمین اتباع ما قالوہ کتبہ راجی رضاء الخبیر عبد القادر بن محمد علی خوقیر المدرس والامام بالمسجد الحرام لمعہ

تامسنہ اعتراضات متفرقہ اعتراض اول - مولد شریف پڑھتے ہیں بڑی زیب وزینت کرتے ہیں فروش مکلف بچھاتے ہیں چوکی اور مسند لگاتے ہیں **جواب** یہ زیب وزینت کہ بانی محفل گھر میں چاندنی قالین وغیرہ جو کچھ اسکو بہم پہنچے بچھائے بفحوائے سعفیان دین متین جائز ہے فتاوائے عالمگیریہ کی جلد خامس الباب العشرون فے الزینۃ میں لکھا ہے یجوز للانسان ان یبسط فی بیتہ ما شاء من الثیاب المتخذۃ من الصوف والقطن والکتان المصبوغۃ وغیرہا المنقشۃ وغیرہا اور در مختار کے مسائل شتے آخر کتاب میں ہے واباح اللہ الزینۃ بقولہ تعالی قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ الآیہ اور چوکی اور خوشبو اور لوبان وغیرہ جواب یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ وجمال ومعجزات وغیرہ کا بیان کرنا اصطلاح محدثین میں حدیث رسول اللہ ہے جیسا کہ اوپر تحقیق ہوچکا اور حدیث کے لئے استعمال امور مذکورہ کو محدثین بالاتفاق مستحب لکھتے ہیں ویستحب الغسل والتطیب لقراءۃ حدیثہ وروایتہ واستماعہ وان یقرء علی مکان مرتفع عال اور امام مالک غسل کرکے کپڑے نفیس پہنکر چوکی پر بیٹھتے اور جب تک حدیث رسول اللہ پڑھتے برابر خوشبو کی دھونی سلگتی رہتی تھی علامہ زرقانی لکھتے ہیں ولا یزال یبخر بالعود حتے یفرغ من

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجلالا للہ فانہ کان یحب الرائحۃ الطیبۃ فیجعل مجلس حدیثہ لمجلس حیا
صلے اللہ علیہ وسلم اور لکھا زرقانی نے کہ امام مالک جو کچھ یہ تعظیم حدیث رسول اللہ کرتے تھے کہتے ہین
یہ سب موافق عمل سعید ابن مسیب تابعی کے کرتے تھے بہلا جن امور کی اسناد تابعین اور تبع تابعین سے
ملتی ہو اسپر طعن کرنا کیسی کج فہمی ہے اللہ تعالے ہدایت نصیب کرے اور ثبوت ان امور کا ایک دوسری
تقریر سے اور بہی گذرچکا اعتراض ثانی قصائد اشعار بہت خوش الحانی سے بنا کر پڑہتے ہین جواب
یہ کہ زینت دینا آواز کا شرع میں مطلوب ہی زینوا القرآن باصواتکم یعنی زینت دو قرآن کو خوش آوازی
سے روایت کیا اسکو امام احمد اور ابو داؤد اور ابن ماجہ اور دارمی نے اور دارمی کی روایت میں ہی
فان الصوت الحسن یزید القرآن حسناً یعنی اچھی آواز سے قرآن کا حسن زیادہ ہوجاتا ہی اور خود پیشوا
فریق کے مسلم الثبوت عالم ربانی مجدد الف ثانی جلد ثالث مکتوبات میں فرماتے ہین دیگر درباب مولود
خوانی اندراج یافتہ بود درنفس قرآن خواندن بصوت حسن ودر قصائد نعت ومنقبت خواندن چہ مضائقہ
است ممنوع تحریف وتغیر حروف قرآن است والتزام رعایت مقامات نغمہ وترددید صوت بآن بطریق
الحان بالتصفیق مناسب آن کہ درشعر نیز غیر مباح است انتہی اس سے معلوم ہوا کہ خوش آوازی سے
مولود پڑہنا جائز ہے ہان البتہ تالی بجانا اور رعایت راگنی کے قواعد کی نہچاہئے یہ انکا قول ہے
اور مواہب لدنیہ میں علامہ قسطلانی لکھتے ہین والتحقیق ان السماع اذا وقع بصوت حسن بشعر متضمن
للصفات العلیۃ او النعوت النبویۃ المحمدیۃ عریا عن الآلات المحرمۃ واثارا کان من المحبۃ الشریفۃ
العلیۃ کان من الحسن فی غایۃ ولتمام تزکیۃ النفس نہایۃ الی آخرہ اور نیز مولوی اسمٰعیل صاحب صراط مستقیم
مین لکھتے ہین حب عشقی کے بیان مین ازجملہ مؤیدات آن استماع الحان خوش واصوات دلکش وقصص
شوق آمیز واشعار عشق انگیز ست انتہی اب مولوی اسمٰعیل صاحب کے دادا پیر شاہ عبدالعزیز صاحب
رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو ملاحظہ کیجئے کہ وہ سماع کو درست فرماتے ہین وسیلۃ النجات یعنی دس سوالات
مسئولہ شاہ بخارا کے جواب میں فرماتے ہین جواب سوال ثامن آنکہ قال السرخسی فی البدیع والسماع
فی اوقات السرور تاکیداً للسرور مباح اذ کان ذلک السرور مباحاً کالغناء فی ایام العید فی العرس فی وقت
مجیٔ الغائب ووقت الولیمۃ فی العقیقۃ وعند الولادۃ والختانۃ وحفظ القرآن یعنی کہا امام سرخسی نے بدیع
میں کہ گانا سننا خوشی کیوقت واسطے خوشی زیادہ ہونیکے درست ہے بشرطیکہ وہ خوشی بہی درست ہو

جسطرح گانا ایام عید اور نکاح میں اور پردیس سے آتے ہوئے کی خوشی میں اور ولیمہ اور عقیقہ اور بچہ پیدا ہونے اور ختنہ اور ختم قرآن میں آور یاد رکھو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم پسند کرتے تھے خوش آواز کو روایت ہی کہ سنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پڑہنا ابی موسیٰ کا فرمایا لقد اوتی ہذا مزمارا من مزامیر آل داؤد جب یہ خبر ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ کو پہنچی انھون نے عرض کی یا رسول اللہ لو علمت انک تسمع لحبرته لک تحبیرا یعنی جو میں جانتا کہ آپ سنتے ہین تو خوب ہی بنا کر پڑہتا غرضکہ حسن صوت اور لحن استحسان ہر سلیم الطبع کو پسند ہی مگر جو لوگ بلید الطبع بارد مزاج ہین وہ اسکی قدر نہین جانتے علامہ قسطلانی نے مواہب میں لکھا ہی وہذا الجمل مع بلادۃ الطبع یتاثر بالحداء تاثیرا یستخفہ ویصغی سمعہ الی الحادی فمن لم یحرکہ فہو فاسد المزاج بعید العلاج انتہی ملخصا اسی معنی میں سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎

اشتر بشعر عرب درحالت است وطرب ٭ گر ذوق نیست ترا کج طبع جانورے ٭

جب منکرین سے کسیطرح خوش آوازی رد نہین ہو سکتی تو کہتے ہین کہ بے ریشے لڑکون سے قصائد مدح پڑھواتے ہین اور براہین قاطعہ صفحہ ۹ میں لکھا ہی دیکھو درمختار مین امرد صبیح کی امامت کو مکروہ لکھا ہی تو مجلس مین مدح خوانی کب درست ہوویگی انتہی ملخصا الجواب ہزارون محافل میلاد ایسی ہوتی ہین کہ جو امان صلحاء و علماء و قراء و حفاظ پڑھتے ہین اور لڑکون کے پڑہنے تک نوبت بھی نہین آتی منکرین ان سب کو چھوڑکر ایسی مجلس کو زبان پر لائے کہ جسمین بعض لڑکون کی مدح خوانی بھی ہوئی سو اول تو یہ امر خود قابل استدلال نہین یعنی کسی مجلس میں لڑکون کے پڑہنے سے علی العموم سب مجالس میلاد پر طعن نہین ہو سکتا قطع نظر اس سے ہم کہتے ہین کہ مانعین کے پاس کوئی سند ایسی نہین جسمین صراحۃً یہ مذکور ہو کہ لڑکون بالغ یا نابالغ کا نعت پڑہنا ناجائز ہے ناچار قیاس کی حاجت ہوئی تو امامت امرد کا مسئلہ پیش کیا سو حقیقت اسکی سننی چاہئے ابو المکارم شرح نقایہ وغیرہ دیگر کتب فقہ میں ہے کہ لڑکا جب تک ٹھیک بالغ نہ ہو اُسکی پیچھے نماز پڑہنے کا یہ حال ہی فی النفل صح عند محمد رحمہ اللہ ولم یصح عند ابی یوسف رحمہ اللہ یعنی امام محمد کے نزدیک نوافل نابالغ کے پیچھے ہو جاتی ہین اور امام ابی یوسف کے نزدیک نہین ہوتی اور کافی میں ہے قال مشائخ بلخ جاز الاقتداء بالصبی فی التراویح والسنن المطلقۃ والنوافل یعنی بلخ کے بڑے بڑے علمائے فرمایا ہے کہ نابالغ لڑکے کے پیچھے جائز ہے پڑہنا تراویح اور مطلق سنتون کا اور نفلون کا اور خلاصہ میں ہی جوز ہا فی التراویح مشائخ خراسان وبہ ناخذ وعن الشافعی رحمہ

انما یجوز فی الفرائض ایضاً یعنی خراسان کے بڑے علمانے تراویح پڑہنا نابالغونکے پیچھے جائز رکھا ہے اور عمل
اسکو لیتے ہین علیؔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ سے یہ ہے کہ فرض تک بھی جائز ہین اور جو علما ناجائز کہتے ہین اور
یہی صحیح ہے اُنکی دلیل یہ نہین کہ نابالغون کو جہر کے ساتھ پڑہنا اور سامعین کو سننا اُس کا مفسد صلوٰۃ ہے
بلکہ بالاتفاق یہ دلیل قائم کرتے ہین کہ نابالغ پر نماز فرض نہین اور بالغین جو اُسکے پیچھے پڑھینگے اُنپر فرض
ہی بناءً علیہ فرض اپنی قوت اور شان کے سبب غیر فرض پر جو کہ ضعیف ہے بنا نہین ہوسکتا جب دلیل منع
یہ ہے تو نابالغون کی نعت خوانی اُسپر قیاس نہین ہوسکتی کیونکہ یہ شے دیگر ہے پس چاہیے کہ وہ بالاتفاق
جائز ہوئے یہ حال تو نابالغ کا تھا اور جب لڑکا بالغ ہوگیا پھر تو کسیکا خلاف نہین بلکہ بالاتفاق اُسکے پیچھے
نماز فرض و نفل جائز ہین اسلئے کہ بالغ پر احکام فرض ہوجاتے ہین تو فرض پر فرض کی بنا صحیح ہے قہستانی شرح
نقایہ میں ہے ویقتدی ببالغ غیر ملتح یعنی اقتدا کیا جاوے ساتھ بالغ بے ریش کے اور درمختار میں جو کراہت
ثابت کی ہے تو شامی شارح درمختار نے کھولدیا الظاہر انہا تنزیہیۃ یعنی ظاہر یہ ہے کہ مکروہ تنزیہ ہے اور
مکروہ تنزیہ کو صدر الشریعۃ رحمۃ اللہ نے لکھا واما المکروہ کراہۃ تنزیہ فالی الحل اقرب اور لکھا فاضل چلپی
نے واما غیرہ فہو ما کان ترکہ اولی من فعلہ اور فتح القدیر وغیرہ مین بھی مکروہ تنزیہ
کو خلاف اولی قرار دیا ہے بھلا جب یہ بات مانعین کے نزدیک اس درجہ کی کراہیت میں تھی کہ اگر کی
جاتے تو گناہ بھی نہین بلکہ حلت کی طرف اقرب ہے جیسا کہ صدر الشریعۃ اور چلپی سے معلوم ہوا تو ایسی
شکل مین کیوں اُنہون نے جنگ وجدال ومخاصمت ونزاع باہمی پیدا کیا جو بالاتفاق حرام ہے
اور یہ بھی اختلاف باقی ہے کہ وہ کراہت تنزیہ امامت امرد کی کس وجہ سے ہے بعض علما
نے لکھا اسواسطے مکروہ ہے کہ اکثر ایسی عمر والے مسائل سے ناواقف ہوتے ہین اور لوگ اُن کی امامت
سے نفرت کیا کرتے ہین اور بعضون نے کہا اس لئے مکروہ ہے کہ اندیشہ ہے جب امرد آگے کھڑا ہو شاید
لوگون کو شہوت پیدا ہوجاتے یہ دونون تعلیل فقیہ شامی نے بحث امامت میں لکھی ہین پس شق
اول کے موافق تو منع نعت خوانی کا قیاس بالکل جاتا رہا اور ظاہر ہے کہ اگر امرد کی آواز موجب کراہت
ہوتی تو جہر کی نمازین مکروہ ہوتین اور خفیہ قراءت کی نمازین مکروہ نہ ہوتین یہ بات تو نہین بلکہ علی العموم
ہر نماز جہریہ وخفیہ مکروہ ہے تو کراہت بباعث آواز کے نہوئی اس تقریر سے اُنکی آواز ضابطہ منع
مین داخل نہین پھر مدح خوانی اُنکی کیون منع ہو اب باقی رہی شق دوسری کہ کراہت بباعث احتمال

شہوت پیدا ہونے مقتدیون کے ہے اس صورت میں ہم منع کرتے ہین قیاس علی الامامت کو اسلئے کہ مجلس کا امام ہم اسکو قرار دیتے ہین جو قاری مولد شریف ہے مکان صدر یعنی منبر یا چوکی پر بیٹھکر پڑھتا ہے جسطرح امام اپنی قوم پر مقدم ہے اسیطرح وہ قاری اہل مجلس پر مقدم عالی مقام پر بیٹھا ہے اور جو لوگ حلقہ مجلس مین بیٹھے ہین وہ تشبہ صفت مقتدیون سے رکھتے ہین پس حلقہ مجلس اگر کسی بالغ یا نابالغ لڑکے نے نعت پڑھی تو اُس کی نظیر یہ ہی کہ جب مسجد میں مرد اور عورتین اور لڑکے اور مخنث سب نماز کے لئے جمع ہوجاتین تو حکم اُن کا شرع مین یہ ہے ولیصف الرجال ثم الصبیان ثم الخناثی ثم النساء یعنی حکم دے امام صف باندھنے کا اول مردون کو پھر اُن کے پیچھے لڑکون کو پھر اُنکے پیچھے مخنثون کو پھر عورتون کو اب دیکھئے مخنث اور عورت اور لڑکون کو شرع میں مسجد سے نکالدینے کا حکم نہین دیا گیا اگر کوئی اُن کو امام بناتا تو منع کا حکم دیا جاتا جب یہ بات ٹھیری کہ امام تو وہی ہی جو قابل امامت ہے باقی مسجد کے اندر صف اقتدا میں جو لوگ اپنے طور پر تسبیح و تحمید و تشہد وغیرہ پڑھ رہے ہین وہ سب حکم جواز میں ہین خواہ وہ عورتین ہین خواہ لڑکے بالغ نابالغ ہین اسیطرح حلقہ محفل میلاد میں جسطرح سب آدمیوں کی زبان پر درود شریف وغیرہ کلمہ کلام جاری ہے انمین سے کسی امرد بالغ نے نعت شریف بھی پڑھ دی تو جائز ہے اُسکو امامت پر قیاس کرنا ہم تسلیم کرتے ہان حالت اقتدا مقتدیان پر جیسا کہ ہمنے ابھی بیان کیا اقیاس کرنا مانتے ہین اور وہ جائز ہے بالاتفاق اب ہم **مسئلہ نظر بھی لکھتے ہین** واضح ہو کہ شہوت سے امرد کا دیکھنا مکروہ ہے اور بلا شہوت درست ہی یہ بھی درمختار میں لکھا ہے جس سے مولف براہین نے سند پکڑی ہے عبارت یہ ہے فانہ یحرم النظر الی وجہ الامرد اذا شک فی الشہوۃ اما بدونہا فمباح و لوجمیلا اور آگے درمختار کے مسائل نظر میں لکھا ہے وینظر الرجل من الرجل من غلام بلغ حد الشہوۃ و لوامرد وصبیح الوجہ اور شارح درمختار فقیہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان ستر عورت میں لکھا ہی واجمعوا علے جوازہ بغیر قصد اللذۃ والناظر مع ذلک آمن الفتنۃ یعنے سب علماء نے اجماع کیا ہے کہ نظر کرنا امرد کیطرف جائز ہے بغیر ارادہ لذت شہوت کے اور دیکھنے والا امن میں بھی ہو فتنہ سے اس سے معلوم ہوا کہ نظر بلا شہوت بالاجماع جائز ہے اور نیز شامی نے مسائل نظر میں لکھا فاما الخلوۃ والنظر الیہ لاعن شہوۃ فلاباس بہ ولذا لم یومر بالنقاب یعنی امرد کو خالی مکان میں تنہا لیکر بیٹھنا اور اس کی صورت کو دیکھنا بغیر شہوت کے کچھ مضائقہ نہین اور اسیواسطے امردون کو

یہ حکم نہین دیا گیا کہ وہ مُنہ پر نقاب ڈالا کرین انتہی بہلا جب خلوۃ امرد کے ساتھ جائز ہوئی تو مجمع عام
میں بیٹھ جانا کیون جائز نہ ہوگا اور بھول گئے اپنے شیخ الشیوخ یعنی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب
کے پیران پیر شمس الدین ابوالخیر بن جزری رحمۃ اللہ علیہ کو کہ وہ فرماتے ہین. میں سن سات سو
بچاسی ہیں بادشاہ مصر کی محفل مولد شریف میں شریک ہوا میں خوش ہوا پچیس حلقے تو آموزاڑکون
قاریون کے اسمیں موجود تھے۔ اور یہ قصہ ابن جزری کا ملا علی قاری نے مورد الروی میں اور
ابوسعید بورانی نے مولد فارسی میں لکھا ہی جیسا کہ اوپر تفصیل مذکور ہوچکا **ہان یہ بات ثابت**
ہے کہ متقی ومحتاط لوگون نے امردون پر نظر کرنیسے احتیاط فرمائی ہی ہمارے پیشوا جناب امام اعظم علیہ الرحمۃ
نے جب امام محمد کو سبق دیتے اور وہ بہت خوبرو اور جمیل تھے رحمۃ اللہ علیہ تب انکو کسی ستون
کے پیچھے یا پس پشت اپنے بٹھلا کر سبق دیتے یہ فقیہ شامی نے لکھا ہے اس سے ثابت ہوا کہ امرد خوبرو
کے ساتھ ہمکلامی اور اسکی آواز کا سُننا تو منع نہیں مگر صورت دیکھنے میں احتیاط اولی ہی تو مولد شریف
میں اگر کوئی امرد بھی کسی گوشہ محفل میں حاضر ہو اور پڑھے تو منع نہیں ہان محتاط آدمی اپنی نظر
کو بچا تین تو بہتر بات ہی **طرفہ ماجرا** یہ ہے حضرات مانعین جو امردون کی بابت امر بالمعروف فرما رہے
ہین اپنے مکتبون اور مدرسون میں خوبرو جمیل امرد لڑکون کو بھی سبق دیتے ہین وہان امام اعظم
رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ کسکو یاد آتا ہے کہ شاگرد کو آنکھون سے جدا کیجیے ستون کی آڑ میں یا پس
پشت بٹھا کر سبق دیجیے کیوں صاحب آپ تو منصب تعلیم شریعت پر بیٹھکر اس حالت میں بھی اس
تقوے کو یاد نفرما وین اور محفل میلاد میں اگر کسی لڑکے نے نعت شریف پڑھ دی تو اس کا ناک
میں دم لا تین کیا انصاف اسی کا نام ہے (اعوذ اللہ) اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم یہ خوب
معلوم رہے کہ مانعین جو اندیشہ شہوت لڑکون کی نسبت ثابت کرتے ہین وہ ڈاڑھی والون
اور بے شکلون کالے کلوٹون میں بھی موجود ہے شامی شارح درمختار فرض ستر عورت کے بیان
میں لکھتے ہین وہذا شامل لمن نبت عذارہ بل بعض الفسقۃ یفضلہ علی الامرد وخالی العذار پھر دو
سطر کے بعد لکھا والمراد من کونہ صبیحا ان یکون جمیلا یعجب طبع الناظر ولو کان اسود لان الحسن یختلف
باختلاف الطباع جب بعضے مغلوب الشہوت ایسے بھی ہوتے کہ ان کو مُستی کی ذہن میں نہ
ڈاڑھی کا خیال نہ رنگ اور بیرنگ کا امتیاز تو معلوم نہیں ایسے بہائم سیرتون کے اندیشہ سے کہان

کہان تک مجالس میلاد و وعظ ونکاح و مدارس وجلسات ودستاربندی وغیرہ مجامع کو امارد وغیرامارد
کے اختلاط سے غالباً خالی نہیں ہوتے مکروہات ومحرمات مین شمار کیا جائیگا الامان الامان فقہا ومفتیان
دین نے یہ نہین لکھا کہ امرد مساجد میں نہ آئین کہ شہوت پرستون کی اُنپر نظر پڑے گی اور نہ مجالس
نکاح مین آئین اور نہ جماعات فرائض وسنن ونوافل مثل تراویح واستسقا وکسوف وغیرہ مین شریک
ہون بلکہ صرف یہ لکھا کہ اون کا امام ہونا مکروہ ہے بنابرعلیہ ہم بھی اُنکی امامت کو مکروہ قرار دیکر لکھتے
ہین کہ شریک ہونا اُن کا مجالس میلاد شریف میں منع نہین روایات فقہیہ اس باب مین نقل ہوچکین
اور شریک ہونا حضرت ابن جزری رحمۃ اللہ کو ایسی مجلس مین بیان ہوچکا اور خود نبی کریم علیہ الصلوۃ
والتسلیم جب مدینہ منورہ تشریف لیگئے سب لڑکے اور جوان مرد اور عورت جابجا خوش ہو ہو کر پکارتے
پھرتے تھے جاء محمد رسول اللہ علیہ اللہ اکبر جاء محمد رسول اللہ رواہ الحاکم فی الاکلیل عن البراء اور ایسی
حالت مین چند لڑکیان قبیلہ بنی النجار سے نکلکر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئین وہ دف بجاتی تھین
اور یہ شعر پڑھتیان تھین ع نحن جوار من بنی النجار + یا حبذا محمد من جار + یہ روایت بیہقی محدث
اور اُنکے استاد حاکم نے انس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے پس جبکہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے

سب امارد کا مجمع عام گلیون اور رستون مین دیکھا اور لڑکیون کا یہ شعر پڑھنا سُنا اور منع نفرمایا یہ
صریح دلیل جواز ہی وہان قدوم مبارک کی خوشی میں یہ باتین وقوع میں آئین یہان یعنی مجلس میلاد
مین فرحت میلاد وایجاد وجود مسعود صلے اللہ علیہ وسلم کی خوشی میں ہو رہے ہین **اعتراض ثالث**
سلامی وجوابی مثل مجالس شیعہ کے معین کرتے ہین **جواب** مجالس شیعہ مین راقم کو اتفاق نہین
ہوا کہ حال وہان کا مفصلاً معلوم ہوتا البتہ محافل میلاد شریف کے شامل ہوئین بعض مواقع پر ایسا
دیکھا گیا کہ قاری مولد نے جب کوئی روایت ختم کی تب بعض حاضرین نے درود وسلام پڑھا
نظماً یا نثراً پھر قاری نے دوسری روایت پڑھی پھر اُن لوگون نے درود وسلام یا منقبت پڑھی اگر
سلامی جوابی اسی کا نام ہے تو یہ بات عرب مین اور خاص حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً مین
بکثرت رائج ہے اور اہل حرمین جسقدر شیعہ سے تنافر رکھتے ہین محتاج بیان نہین ہرگز سمجھہ مین نہین
آتا کہ جنسے عداوت تنفر مذہبی ہو اُنسے کوئی امر لیکر اپنی عبادات میں داخل کرین بلکہ یون معلوم ہوتا ہے
کہ اہل عرب نے یہ بات حضرت سید العرب والعجم صلے اللہ علیہ وسلم کے فعل سے استنباط کی ہے صحیحین میں

انس سے روایت ہے کہ صحابہ مہاجرین و انصار خندق کھودتے اور مٹی نکالتے جاتے تھے اور زبان سے
یہ پڑھتے تھے کہ نحن الذین بایعوا محمدا ؛ علے الجہاد ما بقینا ابدا ۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
انکے جواب میں پڑھتے تھے کہ اللھم لا عیش الا عیش الاخرہ ؛ فاغفر للانصار والمہاجرہ ۔ کذا فی
المشکوۃ فی باب البیان والشعر پس یہ بات قابل طعن نہیں ہاں اگر پابندی قوانین موسیقی واہل فسق
کی طریق پر تغنے کرنے لگین تو یہ بات دوسری ہے اہل اسلام کیون اپنی مجالس میں اوضاع فساق
پیدا کرین اور اسیطرح اگر کوئی فقط اپنی آواز کا حسن ظاہر کرنیکو پڑھے اور اخلاص ہرگز دل میں نہ ہو یہ
بھی ممنوع ہی جیسے بعض قاری خوش الحان محض نمود اری کے لئے قرآن مجامع میں پڑھنے لگتے
ہین پس اس نیت سے پڑھنا منع ہے امور خیر مین اخلاص ضروری ہے وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین
لہ الدین بناء علیہ اہل ایمان کو چاہیئے کہ اخلاص مدنظر رکھین اور نیز اپنی خوش الحانی کو پابند قواعد
یعنی اہل فسق کا نکرین کہ بھونڈا ہو انکے لئے وجوہ فقہاء رحمہم اللہ نے جائز فرما دیا ہے مجمع البحار میں ہے
تحسین صوتہ وتحزینہ یعنے پکار کر پڑھے اور آواز کو سنوار کر اور غمزدہ لہجہ بنا کر وفسر الشافعی تحسین
القراءۃ ترقیقہا وتحزینہا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اچھی طرح پڑھے نرم آواز بنا کر اور امام غزالی
رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہین وانما اختلاف تلک الطرق بمد المقصورۃ وقصر الممدودۃ والوقف فی اثناء الکلمات
والقطع والوصل فی بعضہا وہذا التصرف جائز فی الشعر ولا یجوز فی القرآن یعنی خوش الحانی سے پڑھنی
میں طرق مختلف پیدا ہوتے ہین ان باتون سے کہ جہان حروف مدہ نہ تھی وہان کھینچ دیا اور بڑھا دیا
اور جہان تھے وہان گھٹا دیا اور کلمات کے بیچ میں دم توڑ دیا ایک کلمہ دوسرے کلمہ سے کہین قطع
ہو گیا کہیں وصل ہو گیا سو ایسا تصرف شعر میں جائز ہے قرآن شریف میں جائز نہیں یہ احیاء العلوم
کے باب میں السماع میں ہے الحاصل انصاف یہ چاہئے کہ جو کوئی بات کلام علماء حقانی سے
کہیں تک ثابت ہو اسمین مانعین اعتراض نہ لائین اور فاعلین قدم آگے نہ بڑھائین یا اہل الکتاب
لا تغلوا فی دینکم ولا تقولوا علے اللہ الا الحق **اعتراض رابع** محفل میں روشنی کرتے ہین اور یہ بدعت
سیئہ اور حرام ہے **جواب** مجمع البحار کے خاتمہ مین درباب کراہت روشنی یہ نقل کیا ہے کہ اول روشنی
قوم برامکہ سے نکلی ہے وہ آتش پرست تھے جب وہ مسلمان ہو گئے انھون نے روشنی مساجد مین کر کے
مسلمانونکے ساتھ چراغون کی طرف سجدے کئے اور مقصد انکا آگ کا پوجنا تھا انتہی کلامہ میں کہتا ہون جن علما

نے روشنی پر حکم بدعت سئیہ ہونیکا دیا ہے غالباً اسی رُوایت پر مبنی کیا ہو حالانکہ یہ روایت دو وجہ سے
مخدوش ہی اول وجہ یہ کہ برابر علما راعلام اول روشنی کا ہونا رُوایت کرتے ہین نبی کریم علیہ الصلاۃ
والتسلیم کے وقت سے اور پھر کثرت سے قنادیل لٹکانا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد سے اور پھر
اُسوقت سے ابتک اہل اسلام میں موجود مشہور رہے بھلا جس کا وجود عہد نبوت سے ابتک موجود ہو کیونکر
کہاجائے کہ وہ زمانہ قوم برامکہ سے ایجاد ہوئی یہ مانا کہ اُنھون نے بھی روشنی کی ہوگی لیکن وہ موجد
اول نہین ہو سکتے دوسری وجہ یہ ہے کہ ہمارے فقہاء کرام تصریحاً لکھہ رہے ہین الصحیح انہ لایکرہ
ان یصلی وبین یدیہ شمع اوسراج لانہ لم یعبدہما احد المجوس یعبدون الجمر لاالنار الموقدۃ یعنی صحیح یہ ہے
کہ اگر شمع یا چراغ آگے نمازی کے ہو تو نماز مکروہ نہیں ہوتی کیونکہ ان کو کسی نے نہین پوجا اور
آتش پرست انگارون کو پوجتے ہین جلتی آگ کو نہین پوجتے جب مسئلہ یہ ٹھیرا کہ اصل چراغ
اور شمع اور قندیل کی کوئی آتش پرست عبادت نہیں کرتا تو کس طرح تسلیم کیا جائے کہ برامکہ نے چراغونکو
معبود و مسجود بنایا ناچار جو علما روشنی کو مکروہ و بدعت اس دلیل سے کہتے تھے اُنکی یہ دلیل ناتمام
رہی اب وہ دلائل جو جواز کی طرف اشارہ کرتی ہین بیان کرتا ہون۔ یہ بات خیال کرنی چاہیے
کہ چراغون میں زینت ہے یا نہین آیۂ کریمہ زینا السماء الدنیا بمصابیح سے معلوم ہوتا ہے کہ چراغون کا
روشن کرنا موجب زینت ہے اب دیکھنا چاہیے کہ اس زینت کی حرمت مین بندون کے لئے کوئی
نص شرعی وارد ہے یا نہین ظاہر یہ ہے کہ زینت روشنی کی نہی ثابت نہین ورنہ صحابہ کرام کیون
کرتے اور یہ بات مفسرین اصولی قرار دیچکے ہین کہ جس زینت کی نہی ثابت نہین وہ مباح ہو اور داخل
ہے آیۂ قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ مین اسقدر کہ اشارہ تو قرآن مجید سے نکلا اب حدیث
رسول صلے اللہ علیہ وسلم لیجیے سیرت حلبی جلد ثانی میں ہے کہ پہلے ایسا کرتے تھے کہ جب عشا کا وقت آتا
کھجور کی لکڑیاں جلا کر اُجالا کر لیتے تھے جب تمیم داری مدینہ میں آئے اور قنادیل اور رسّیاں اور روغن
زیتون لائے مسجد نبوی کے ستونون سے قنادیل لٹکائے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے اُنکو دُعا دی کہ
تونے ہماری مسجد کو روشن کیا اللہ تعالے تجکو روشنی بخشے اور بعض کتابون سے یہ بھی ثابت
ہوتا ہے کہ تمیم داری یہ قنادیل ملک شام سے لائے تھے اپنے غلام کو حکم دیا تب اُس نے جمعرات کو
رسّیان یہان سے وہان تک یعنی ستونون مین تانکر اُنمین قنادیل لٹکا دیے جب حضرت صلے اللہ علیہ وسلم

وسلم تشریف لائے پوچھا یہ روشنی کس نے کی حاضرین بولے کہ تمیم داری نے آپنے انکو فرمایا نورت الاسلام یعنی تو نے اسلام کو روشن کر دیا احدیث اور غنیۃ الطالبین میں حضرت غوث الثقلین نے ایک روایت لکھی ہے جسمین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رغبت دلاتے ہین روشنی کی طرف روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من علق فی بیت من بیوت اللہ قندیلا لم تنزل الملئکۃ یستغفر لہ ویصلی علیہ وہم سبعون الف ملک حتی یطفی ذلک القندیل انتہی اب آثار صحابہ سے ثبوت لیجیے سیرت حلبی جلد ثانی میں ہے کہ تحب لٹکانا قنادیل کا مساجد مین یہ کام اول حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ نے کیا جب صلوٰۃ تراویح کے لئے لوگون کو جمع کیا تو لٹکا دیئے بہت قندیل جسوقت حضرت علی کرم اللہ وجہ کا اُس طرف گذر ہوا دیکھا کہ مسجد روشنی سے جگمگا رہی ہے دعا فرمائی کہ تو نے ہماری مسجدونکو روشن کیا اللہ تعالے تیری قبر کو روشن کرے اے عمر بن الخطاب اور فقیہ ابو اللیث سمرقندی نے کتاب تنبیہ مین اور حضرت غوث الثقلین نے غنیہ مین لکھا ہے کہ جسطرح حضرت علی نے دعا دی اسیطرح حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ نے بھی دعا دی دیکھئے خلفاء راشدین کا فعل اور خوش ہونا اور دعا دینا کسقدر محبوبیت اس فعل کی ظاہر کر رہا ہے اور روایت سابقہ سے جو معلوم ہوا تھا کہ تمیم داری نے اول قنادیل روشن کئے اور دوسری روایت سے معلوم ہوا کہ اول یہ فعل حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے کیا اسکی تطبیق علامہ حلبی نے اسطرح کی ہے کہ اولیت حقیقی اس فعل کی تمیم داری رضی اللہ عنہ سے عہد رسالت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میں ہوئی بعد ازان حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ کو جو اول قرار دیا وہ اولیت اضافی ہے یعنے کثرت سے قنادیل روشن کرنا اول آپ سے واقع ہوا کیونکہ تمیم داری رضی اللہ عنہ کی قنادیل گو متعدد تھی لیکن کثیر نہ تھی اب عہد خلفاء عباسیہ کی سند لیجیے علامہ حلبی نے نقل کیا ہے ایک عالم سے کہ وہ فرماتے ہین کہ مجھکو بادشاہ مامون نے حکم دیا کہ لکھدو حکم ہمارے مملکت میں کہ مسجدون مین کثرت سے روشنی کیا کرین لیکن میرے کچھ خیال مین نہ آیا کہ کسطرح لکھدون تب مجھکو خواب مین بشارت ہوئی کہ لکھدے روشنی کثیر کیوا سطے اسلئے کہ اسمین دل لگتا ہے تہجد گذارونکا اور مسجدین خانہ خدا ہین پس خانہ خدا سے وحشت اندھیرے کی دفع ہو گی جب مین نے یہ بشارت دیکھی تب میں ہوشیار ہوا اور لکھدیا یہ حکم انتہی یہ دستور العمل بیان ہوا خلفاء عباسیہ کا اب بعض اولیاء اللہ کا حال سنیئے خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ مولف تذکرۃ الاولیاء

احمد خضرویہ قدس سرہ کی حال میں لکھتے ہین رقتے درویشی مہمان احمد رحمۃ اللہ آمد احمد ہفتاد شمع
برافروخت درویش گفت مرا این ہیچ خوش نمی آید کہ تکلف با تصوف نسبت ندارد احمد گفت برو ہرچہ
نہ از بہر خدا برافروختہ ام بکش آن شب آن درویش تا بامداد آب و خاک بران شمعہا میریخت یک شمع باز
نتوانست نشاند جب دوسرا دن ہوا اشتر نصاری اوسکے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اوسکا حال اسطرح لکھا
ہے آن شب احمد بخواب دید کہ حقتعالی گفت اے احمد از برائے ما ہفتاد شمع در گرفتی ما از برائے
تو ہفتاد دل منور بایمان برافروختیم غرضکہ چند مقامات پر اولیاء مقبولین مثل شبلی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ
کاملین سے روشنی کا خالصاً للہ تعالی کرنا بروایت امام غزالی و علامہ عبدالرحمن صفوری وغیرہ
نقل کیا گیا ہے جسکی نقل میں طول ہوتا ہے اب مومنین کا روزمرہ سنیئے کہ ہمیشہ سے روشنی کرتے
رہے ہین مساجد میں فتاوے قاضیخان جلد اول مین ہے رجل بنی مسجدا وجعلہ للہ تعالی فہو حق
الناس بمرمتہ وعمارتہ وبسط البواری والحصیر والقنادیل پھر جلد ثالث مین لکھا ویجوز الانفاق علی قنادیل
المسجد من وقف المسجد ذکرہ الناطفی اور حضرت غوث الثقلین غنیۃ الطالبین ختم قرآن کی دعا مین ماہ رمضان
کی فضیلت مین لکھتے ہین شہر فیہ المساجد تزہر والمصابیح تزہر اسیطرح چند مقام پر غنیۃ الطالبین مین ذکر
مصابیح والقنادیل ہے جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مصابیح وقنادیل اہل اسلام مین قدیم
الایام سے معمول ومروج ہین اب ہم کہتے ہین کہ جسطرح زیادہ روشنی کرنے میں وحشت ظلمت دور ہوتی
ہے مساجد سے جیساکہ کلام حلبی مین منقول ہوچکا اسیطرح وحشت ظلمت دور ہوتی ہے مواقع ذکر اللہ اور
ذکر رسول سے اور جسطرح زیادہ روشنی سے انس ہوتا ہے اور دل لگتا ہے نمازیونکا اسیطرح اس
مجلس پاک مین دل لگتا ہے۔ کیونکہ اسمین بیان صفات رسول کا صلے اللہ علیہ وسلم ہے پس صحیح
یہی ہے کہ روشنی کا کرنا ممنوع نہیں ہے اور جن علماء نے منع کیا ہے نہین پہونچی انکو وہ حدیثیں
وآثار جو صریح جواز پر دلالت کرتے ہین ناچار انھون نے جان لیا کہ یہ فعل قوم آتش پرست
برامکہ کا ہے بنا برعلیہ حکم بدعت وکراہت اسپر لگادیا۔ یا یون کہئے کہ فی التحقیق قول کل علماء کا ایک
ایک ہی ہے جو مانع ہین وہ حد سے زیادہ کو منع کرتے ہین جو جائز کہتے ہین وہ بقدر حاجت زینت
جائز کہتے ہین تفصیل اوسکی یہ ہے کہ روشنی کے تین درجے ہین ایک بقدر حاجت ضروری
لابدی واستضاءۃ میں حاصل ہے کہ جیسے صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم شروع امر مین لکڑیان کھجور کی

کی جلا دینے تھے اسمیں مسجد کا فرش اور سجدہ گاہ مقام اور نمازی لوگ ایک دوسرے کو نظر آجاتی
تھے **دوسرا** زینت کے لئے وہ فعل حضرت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا تھا تمام مسجد کثرت
قنادیل سی چمک اوٹھی غنیۃ الطالبین میں ہے ان علیا رضی اللہ عنہ اجتاز بالمساجد وہی تزہر
بالقنادیل اور تنبیہ فقیہ ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ میں ہے رای القنادیل تزہر فی المساجد اسیطرح
جلبی غیرہ میں ہے غرض کہ کل روایتوں میں لفظ تزہر صیغہ مضارع موجود ہے اور وہ مشتق ہے
زہور سے اور معنی اُسکے صراح میں لکھی ہیں زہور روشن شدن آتش وبالا گرفتن آن بنا برعلیہم
کہتے کہ یہ فعل امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بلاشک قدر حاجت ضرور سے زیادہ
تھا لیکن یہ بھی ہے کہ قدر حاجت زینت سے زیادہ نہ تھا **تیسرا** وہ کہ زینت مکان تو متعدد
قنادیل سے حاصل ہو چکی تھی لیکن کسی بوالہوس نے فضولی کرکے خواہ مخواہ نمود وفخر وغیرہ کی
نیت سے روشنی حد سی زیادہ بڑھا دی تو اگر مانعین کی مراد یہ اخیر وجہ ہے تو کچھ اختلاف باقی نہ رہا
فتاوی قنیہ وغیرہ اگلی کتابوں میں منع کے واسطے اسی طرح کے الفاظ لکھے ہیں کسی نے لکھا کثرۃ الوقید
زیادۃ علی الحاجۃ کسی نے اسراج السراج الکثیر لکھا ہے تو اسقدر کثیر کو کہ حاجت زینت سی بھی
زیادہ ہو اگر منع کیا جاوے تو کچھ برا ماننے کی بات نہیں ہاں ہمارے ہم عصر جو ایک چراغ سے
دوسرا چراغ زائد روشن کرنیکو بدعت اور ضلالت اور حرام اور اسراف کہدیتے ہیں یہ بڑی شیخی
سے انکو چاہئے کہ فعل تمیم داری اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ کا ادب کریں کہ اول فعل
اونھوں نے کیا زینت کے لئے قدر حاجت ضرورۃ سے زیادہ روشنی کی اور مجھکو تعجب آتا ہے کہ جب
یہ لوگ مدینہ منورہ جاتے ہونگے اور حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے روضہ نورانی کے گرد
گرد جھاڑ اور فانوس اور قندیل کثرت سے اسدرجہ کہ یہاں کسی کو میسر بھی نہیں آتے روشن دیکھتے
ہونگے معلوم نہیں یہ لوگ آنکھیں روشنی کیطرف سے بند کرلیتے ہونگے یا اُسکے غیظ میں زیارت
ہی ترک کردیتے ہونگے اگر ترک کردیتے ہیں تو ہمکو کچھ شکایت نہیں وہاں محروم رہے یہاں
بھی محروم رہے لیکن اگر وہاں اسی روشنی میں جاکر زیارت کی اور زیارت روضہ شریف کی
مستحب ہے تو حضرت کے معجزات اور مدائح اور مناقب کا سُننا بھی مستحب ہے یہ بھی روشنی میں
آکر سنیں روشنی ظاہری سے ظاہر کی آنکھ اور ذکر نورانی سے باطن کی آنکھ روشن کریں وہ

روضہ پُرانوار جسکی ذات اقدس کا مدفن ہے یہ محفل نورانی بھی انہین کی شرح صفات کا موطن ہی
آخر الامر یہ التماس ہو کہ اگر ان حضرات کا دل روشنی کے سبب مکدر ہوتا ہے اچھا روشنی والی مجلسون مین
نہ آئین بہت محفلین ایسی بھی ہوتی ہین جنہین ایک دو چراغ پر بس کرتے ہین اُنہی مین آئین ایک
دو چراغ بھی ناگوار ہو تو کتنی ہی محفلین دن کو ہوتی ہین ایک بھی چراغ نہین جلتا وہان تشریف
لائین بھلا کہین تو اپنا قول سچا کر دکھائین **اعتراض خامس** بانیان محفل میلاد نے مطلق کو مقید
کر دیا ہے یہ بدعت ہے **جواب** ہم دعوے کرتے ہین کہ محفل مولد شریف مین کسی کو مقید نہین کیا
یعنی روایات میلاد و معجزات کا پڑھنا جسطرح ماہ ربیع الاول مین ہوتا ہے دوسرے مہینون مین
بھی پڑھ لیتے ہین پھر مطلق مقید کہان ہوا اور جسطرح ذکر ولادت شریف کے وقت قیام کرتے ہین
اسیطرح اور بھی چند مقامات مین قیام کرتے ہین چنانچہ وہ مواقع بیان تحقیق قیام مین سیقدر
لکھے گئے پس قیام بھی مقید نہ ہوا کہ نہ ہو قیام کسی مکان اور کسی زمان اور کسی موقع مین مگر
خاص مولد شریف مین اور اسیطرح تقسیم شیرینی یا کھانا کھلانا اور بھی تقریبات دین و دنیا مین
ہوتا ہے مثل ختم قرآن تراویح و مجلس بسم اللہ و عقد نکاح وغیرہ مین اور منبر یا چوکی اور فرش
کا بچھانا وعظ مین بھی ہوتا ہے اور مجلس نکاح وغیرہ مین بھی اور پڑھنا قصائد و مناقب جیسا
محفل مولد مین ہوتا ہے بعض غیر مجالس مین بھی ہوتا ہے اور بعض آدمی تنہا بھی شوقیہ پڑھتے
ہین اب بیان فرماوین یہ صاحب کہ مقید کر دیا ہمنے کونسی مطلق شرعی کو اسطرح کہ ناجائز
سمجھتے ہون ہم اُس مطلق کو کسی وقت مین بلا قید باقی رہے یہ بات کہ اجتماع اُمور مذکورہ مجلس میلاد
شریف مین اس نظر سے کرنا کہ جسقدر اظہار تعظیم و محبت اور مستحبات شرعیہ کی کثرت ہوگی اُسی قدر
افزونی خیر و برکت ہوگی سو یہ اور بات ہے تقیید مطلق اس کا نام نہین یہ بات ہر مرد سلیم الطبع جان
و دل سے قبول کرے گا یہ لوگ بہت اولٹ پلٹ ہو رہے ہین کہ کسیطرح مغالطہ دیکر بدعت
سیئہ ہونا اس محفل کا ثابت کر دین لیکن نہین ہو سکا حق الامر یہ ہے کہ کل علماء محققین کے نزدیک
یہ محفل مستحسن ہے کیونکہ جو علماء بدعت کی تقسیم مانتے ہین وہ کہتے ہین البدعۃ مالم یکن فی عہد
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پھر اس کو دو قسم کرتے ہین ایک حسنہ دوسرے سئیہ پس اُن کے
نزدیک محفل میلاد شریف بدعت حسنہ مین داخل ہے اور مستحب ہے اور جو علماء تقسیم بدعت کے

قائل نہین وہ بدعت کی تعریف یہ کرتے ہین ما احدث علی خلاف الحق الملتقی عن رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم ان علما کے نزدیک محفل میلاد نحو دسنت مین داخل ہے کیونکہ یہ محدث ہے لیکن محدث
علی خلاف الحق نہین ہے کہ کوئی حکم قرآن یا حدیث و اجماع کا بدلتی اور تغیر ونفی ہو پس اصل
حال تو یہ ہے کہ محفل میلاد شریف محققین ہر دو طائفہ کے نزدیک مستحسن ہے باقی جو بعض علما
کو انکار واقع ہوا ہے وہ نہین سمجھے اس رمز دقیق کو اسی غلطان سمجھی مین یہ منکرین آگئے
حق سبحانہ ہدایت فرماوے اللہم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ۔ **اعتراض سادس** جب مولد
شریف پڑھتے ہین منبر یا چوکی پر بیٹھکر پڑھتے ہین اور قرآن شریف ہمیشہ نیچے بیٹھے پڑھتے ہین کیا اب
مولد شریف کا درجہ قرآن سے بھی زیادہ کر دیا جواب یہ بات ہرگز نہیں بلکہ منبر یا چوکی پر بیٹھکر پڑھنا
اس سبب سے ہے تاکہ قاری مولد شریف سب اہل مجمع کو نظر آوے اور سب اس کو نظر آوین اور اوپر
بیٹھنے سے آواز بلند ہر طرف پہنچتی ہے نیچے بیٹھنے سے آواز کسیقدر دب جاتی ہے اور واعظین کا بھی
یہی حال ہے کہ وہ وعظ جس مین شعر و قصہ وحکایات وغیرہ کیا کیا کچھ ہوتا ہے اس کو سب سے
اوپر بلند جگہ پر بیٹھ کر کہتے ہین اور خالص قرآن شریف کو واعظین نیچے پڑھتے ہین پس منبر پر بیٹھکر پڑھنا
مقتضا ہے مجمع عام کا اسیواسطے جب کوئی کتاب میلاد شریف کو شوقیہ تنہائی مین پڑھتا ہے کچھ بھی
منبر یا چوکی نہین لگاتا **اعتراض سابع** جب قرآن پڑھتے ہین نہ فرش بچھا دین اور نہ کچھ سامان کرین
مولد شریف مین کیا کیا سامان کیا جاتا ہے جواب عیدین کی نماز کے لئے جو فرض نہین ہے نہانا کپڑے
عمدہ پہننا خوشبو لگانا طرح طرح کی تکلفات ہوتے ہین پانچون وقت کی نماز جو فرض قطعی ہے
اس کے لئے کچھ بھی نہین سوائے وضو اور استنجا کے وجہ اس کی یہی ہے کہ وہ برس دن میں دوبار
یہ ایک ایک دن میں پانچبار پس پنجگانہ نماز مین عید کی طرح سے سامان کرنے میں حرج ہے
اور حرج کو اللہ تعالے نے اپنے بندون سے اٹھا دیا ما جعل اللہ فی دینکم من حرج پس یہی سمجھ لو قرآن
شریف کا پڑھنا روزمرہ ہے مولد شریف کا پڑھنا روزمرہ نہین مولد شریف ایک آدمی برس دن مین
ایک دو بار یعنی کبھی کبھی کرتا ہے اور جو بات کبھی کبھی کرنے مین ہو سکا کرتی ہے وہ روزمرہ مین نہین
ہو سکتی دوسری یہ بات کہ عید کی نماز مین جو سامان کرنا کچھ نماز کی نظر سے نہین بلکہ اظہار فرحت
یوم السرور کی لئے ہے اسیطرح بیان یہ سامان قرأت کتاب مولد کے لئے نہین بلکہ اظہار فرحت

وسرور میلاد حضرت خیر العباد کے لئے ہے اگر صرف قراءت کتاب کیلئے وہ سامان ہوتا تب اعتراض
ہوتا کہ قراءت قرآن کے لئے وہ سامان نہ کیا **اعتراض ثامن** مولد شریف میں روایات موضوعہ بے
اصل اور اشعار ناجائز پڑھتے ہیں **جواب** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیدا ہونا اور دائی حلیمہ کا دودھ پلانا
چالیسویں سال نبوت کا ہونا اور معجزات کا واقعہ ہونا اور آپ کا سید المرسلین ہونا یہ سب کچھ مولد شریف
میں پڑھا جاتا ہے یہ سب صحیح ہے اگر شاید فضائل میں کوئی حدیث مطعون فیہ یا موضوع بھی بیان
ہوگئی یا کسی کم سمجھ نے کوئی شعر خلاف شرع پڑھ دیا تو انصاف کی بات یہ ہے کہ خاص اُن لوگوں کو منع
کرنا چاہیے کہ ایسی روایات نہ پڑھیں یہ نہیں کہ علی العموم سب محافل میلاد کو حرام کہنے لگیں ہم نے
بہت سنا ہے کہ واعظین آجکل بہتیرے روایتیں موضوع بیان کرجاتے ہیں اُن کو تمیز بھی نہیں تو چاہیے
بعض واعظوں کی حالت سے علی العموم کل مجالس وعظ حرام ٹھہرجاویں **اعتراض تاسع** لباس ریشمیں
وزریں خلاف شرع پہنکر محفل مولد شریف میں آتے ہیں اور بعض ڈاڑھی منڈے بھی آتے ہیں اور
بعض موقع میں عورت اور مرد جمع ہوتے ہیں **جواب** یہ لوگ مجالس نکاح وغیرہ میں اور نیز عیدگاہ
کی نماز پڑھنے عیدین میں بھی اوسی طرح سے بالباس فاخرہ اور ڈاڑھی منڈے جاتے ہیں تو چاہیے
کہ اُن کے شریک ہوجانے سے مجالس نکاح اور مجامع عیدگاہ وغیرہ بھی محرمات شرعیہ ہوجاویں
اور کوئی دیندار وہاں نہ جایا کرے یہ بات تو نہیں بلکہ جو خاص بات قبیح شرعیہ کہیں پیش آوے
اُس کو منع کرنا چاہیے نہ یہ کہ اُس کے سبب اصل جز کو منع کریں یہ جواب جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ
علیہ نے دیا ہے حسن المقصد میں تاج الدین فاکہانی کے اعتراض کا جو اُس نے اپنی رسالہ مورد میں
لکھا تھا کہ مولد شریف میں امرد اور گانے والی عورتیں ہوتی ہیں اور ناچتی ہیں اور عورت اور مرد
باہم جمع ہوتے ہیں عبارت سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی اُس کے جواب میں یہ ہے انّ التحریم فیہ انما جاء
من قبل ہذہ الاشیاء المحرمۃ التی ضمت الیہ لا من حیث الاجتماع لاظہار شعار المولد لو وقع مثل ہذہ الامور
فی الاجتماع لصلوۃ الجمعۃ مثلاً لکانت قبیحۃ شنیعۃ ولا یلزم من ذلک ذم اصل الاجتماع لصلوۃ الجمعۃ
کما ہو واضح وقد رأینا بعض ہذہ الامور تقع فی لیالی من رمضان عند اجتماع الناس لصلوۃ التراویح
السنۃ فلا یمنع من الاجتماع لصلوۃ التراویح لاجل ہذہ الامور التی قرنت بہا کلا بل نقول اصل الاجتماع
لصلوۃ التراویح سنۃ وقربۃ وما ضم الیہا من ہذہ الامور قبیح شنیع وکذلک نقول اصل الاجتماع لاظہار شعار

المولد مندوب وقربۃ وما ضم الیہ من ہذہ الامور مذموم ممنوع **اعتراض عاشر** جب کبھی
محفل میلاد شریف وقت شب ہوتی ہے اور سامعین جو زیادہ رات گئے فارغ ہوکر سوتے ہیں تو صبح
کو شاید اگر کسی کی نماز میں دیر ہوگئی یا سو آدمیوں میں ایک کی نماز قضا ہوگئی تو اس بات کو دلیل
عام مذمت مولد شریف کی ٹھہراتے ہیں حالانکہ اگر یہی دلیل برائی کی ہے تو محفل عقد نکاح کے اہتمام
میں اگر آدمیوں کی نماز پیش وپس ہو جاوے اور اکثر ہو جاتی ہے اور نیز رمضان میں سحری کھانیکو اٹھتے
ہیں بعضوں کی نماز صبح قضا ہو جاتی ہے چاہیے اس دلیل سے نکاح اور سحری بھی علی العموم حرام ہو جاوے
ہر چند یہ اعتراضات واہیہ ہمارے خیال کرنیکی قابل نہ تھی لیکن چونکہ ہم نے دیکھا کہ بعضے صاحب علم
بھی اپنی زبان پر یہ مقالات لاتے ہیں اور بعضے نادان اُنکو کمال وجہ کے حجج ساطعہ اور براہین قاطعہ
سمجھتے ہیں اس لئے یہ چند الفاظ اُنکے جواب میں لکھے گئے اور عطر و لوبان و پھولوں وغیرہ کا ذکر اور
زیب و زینت محفل کا بیان اور چوکی یا منبر پر بیٹھکر پڑھنے کی اصلیت یہ سب باتیں رسالہ مختصرہ منظومہ مسمیٰ
دافع الاوہام فی محفل خیر الانام میں بھی تحقیق کی گئی ہیں اُس کی طرز اور ہے مصرع ہر گلے را رنگ و بوئے
دیگر است ۔ طالبان حق کو چاہیے کہ وہ رسالہ بھی اپنے پاس رکھیں اور اس کتاب انوار ساطعہ میں
اطناب کلام نہ فقط فتوی انکاری کے سبب واقع ہوا کہ بلکہ اور بھی چند رسائل منکرین کے مغالطات
و شبہات کا رد کرنا مد نظر ہوا جو شخص اس کتاب کو اور دافع الاوہام کو خوب جمیع شقوق اور قیود سے
بغور ملاحظہ کرکے ذہن میں جمائیگا اُمید خداوند کریم سے یہ ہے کہ وہ دھوکا اور مغالطہ نہ کھائیگا اور
منکرین کے سب رسائل پر غوائل کی تردید ان میں صراحۃً یا اشارۃً پائیگا بناءً علیہ اب یہ ضرور سمجھا گیا کہ عنان
سمند خامہ کو پاشنہ کوبی وادی طول تقریر سے جانب اختصار موڑ دیجیے اور جو علماء ربانی اور عرفاء
حقانی مجوزین میلاد شریف ہوئی ہیں انکا ذکر کیجئے **لمعہ تاسعہ نام ذکر کیا جاتا ہے اُن**
محدثین و فقہا کا جنہوں نے عمل مولود شریف کو مستحب اور مستحسن فرمایا ہے (۱) شیخ عمر بن محمد الملا
الموصلی من الصالحین المشہورین (۲) علامہ ابو الخطاب ابن دحیہ اندلسی جو دحیہ کلبی صحابی کی اولاد
میں تھے ذکرہ الزرقانی اور علماء موصلی سلطان ابو سعید مظفر کی محفل میں آتے تھے اُن کی اسماء نگاری
کہاں تک کی جاوے جن کو جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے وحضر عندہ فیہ العلماء والصلحاء من غیر نکیر
منہم (۳) علامہ ابو الطیب السبتی نزیل قوص من اجلۃ العلماء المالکیۃ ذکرہ الزرقانی (۴) امام ابو محمد

عبدالرحمن بن اسمٰعیل استاد امام نووی معروف بابو شامہ (۵) معروف بابن طغربک (۷) امام القراء
والمحدثین حافظ شمس الدین ابن جزری (۸) حافظ عماد الدین ابن کثیر (۹) علامہ ابوالحسن احمد بن
عبداللہ البکری (۱۰) علامہ ابوالقاسم محمد بن عثمان اللؤلؤی الدمشقی (۱۱) شمس الدین محمد بن ناصر الدین
الدمشقی (۱۲) علامہ سلیمان برسوی امام جامع سلطان کشف الظنون میں لکھا ہے کہ مولد شریف انکا تالیف
کیا ہوا پڑھا جاتا ہے مجالس اور مجامع بلاد رومیہ میں (۱۳) ابن الشیخ آقا شمس الدین ذکرہ صاحب
کشف الظنون (۱۴) المولیٰ حسن البجری (۱۵) الشیخ محمد بن حمزۃ العربی الواعظ (۱۶) الشیخ شمس الدین
احمد بن محمد السیواسی (۱۷) علامہ حافظ ابوالخیر سخاوی (۱۸) سید عفیف الدین الشیرازی (۱۹)
ابوبکر الدلنفلی (۲۰) برہان محمد ناصحی (۲۱) برہان ابوالصفا ان کے مولد شریف کا نام ہے فتح اللہ
حسبی وکفیٰ فی مولد المصطفیٰ (۲۲) الشمس الدیاطی المعروف بابن السباطی (۲۳) برہان بن یوسف
القاتوش انکا مولد شریف چارسو شعر سے زیادہ ہے (۲۴) حافظ زین الدین عراقی (۲۵) مجدالدین
محمد بن یعقوب فیروزآبادی شیرازی صاحب قاموس ان کے مولد شریف کا نام ہے النفحات العنبریۃ
فی مولد خیر البریہ (۲۶) امام محقق ولی الدین ابوزرعۃ العراقی (۲۷) ابوعبداللہ محمد بن النعمان
(۲۸) جمال الدین العجمی الہمدانی (۲۹) یوسف الحجاز (۳۰) یوسف بن علی بن زراق الشامی
الاصل المصری المولد (۳۱) ابوبکر الحجاز (۳۲) منصور نشار (۳۳) ابوموسیٰ زرہونی وقیل زرہجونی
(۳۴) الشیخ عبدالرحمن بن عبدالملک المعروف بالمخلص (۳۵) ناصر الدین المبارک الشہیر بابن
الطباخ (۳۶) امام علامہ ظہیر الدین ابن جعفر تسبینی (۳۷) فاضل عبداللہ بن شمس الدین الانصاری
(۳۸) الشیخ الامام صدر الدین موہوب الجزری الشافعی (۳۹) علامہ ابن حجر عسقلانی (۴۰)
شیخ جلال الدین سیوطی مجدد مائۃ تاسعہ (۴۱) محمد بن علی الدمشقی مصنف سیرت شامی (۴۲)
شیخ شہاب الدین قسطلانی صاحب مواہب لدنیہ وشارح صحیح بخاری (۴۳) نورالدین علی حلبی
شافعی مصنف سیرت حلبی (۴۴) علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی شارح مواہب وغیرہ کتب
احادیث (۴۵) علی بن سلطان محمد ہروی معروف بملا علی قاری انہوں نے اپنے مولد شریف
میں ثابت کیا ہے عمل مولد شریف تمام ملکوں مصر وشام وروم واندلس ومغرب وبلاد ہندوستان
ومکہ ومدینہ زادہما اللہ شرفاً جمیع بلاد اسلامیہ سے پس درحقیقت یہ ایک کتاب گویا اقالیم سبعہ کا ثبوت ہے

اور لکھا اسمیں علی قاری نے کہ اس محفل کی عظمت یہ ہے کہ کوئی مشائخ وعلما سے انکار نہیں کرتا اسمیں شامل ہوتے ہیں (۴۶) عبدالرحمٰن صفوری شافعی صاحب نزہۃ المجالس (۴۷) نورالدین ابوسعید بورانی انھون نے بھی کل ملکون سے مولد شریف کا ہونا ثابت کیا ہے اور بادشاہ مصر کے حال مین لکھا ہے کہ بادشاہ مصر سائبانے ساختہ بود کہ ذفاذ دہ ہزار کس در سایہ آدمی نشستند و رعایت آراستگی از جہت آنکہ درین شب و روز آنرا بر افراز ند و در غیر آن پیچیدہ باشد۔ (۴۸) سید امام جعفر برزنجی انکا مولد شریف نثر عبارت مقفی فصیح مشہور ہے دیار عرب میں بہت پڑھا جاتا ہے (۴۹) سید زین العابدین برزنجی انکا مولد شریف منظوم دیار عرب شریف میں رائج ہے (۵۰) شیخ احمد ابن علامہ ابوالقاسم بخاری انکا نسب محمد بن اسمٰعیل بخاری تک پہنچتا ہے (۵۱) شیخ اسمٰعیل حقی افندی مفسر واعظ مصنف تفسیر روح البیان (۵۲) احمد بن قشاشی مدنی (۵۳) محمد بن غرب مدنی (۵۴) شیخ عبدالملک کردی (۵۵) فاضل ابراہیم باجوری (۵۶) امیر محمد استاد ابراہیم باجوری (۵۷) شیخ سقاط استاد الاستاد باجوری (۵۸) شیخ عبدالباقی پدر استاد علامہ زرقانی (۵۹) شیخ محمد رملی (۶۰) علامہ احمد بن حجر مولف تحفۃ الاخیار بمولد المختار (۶۱) حافظ ابن رجب حنبلی (۶۲) ابی ذکریا یحیےٰ ابن عائذ حافظ کبیر اندلسی (۶۳) سعید بن مسعود گازرونی انھون نے بھی بہت ملکون کے علما وصوفیہ سے مولد شریف ہونا ثابت کیا ہے (۶۴) مولانا زین العابدین محمود نقشبندی (۶۵) علامہ شہاب الدین احمد الخفاجی شارح شفا وغیرہ انکا ایک رسالہ ہے عمل مولد کے جواز مین (۶۶) حضرت مولانا جمال الدین میرک (۶۷) علامہ محمد رفاعی مدنی السائن فی زفاق البدور (۶۸) قاضی ابن خلکان شافعی (۶۹) مولانا معین الدین الواعظ الھروی المعروف بہ ملا مسکین انھون نے کتاب معارج النبوۃ اسیواسطے تصنیف فرمائی کہ مجالس میلادیہ میں پڑھا کرین دیباچہ کتاب میں یہ حال لکھا ہے (۷۰) علامہ ابواسحٰق ابن جماعہ رحمۃ اللہ علیہ ملا علی قاری نے انکا حال لکھا ہے کہ وہ مولد شریف مین کھانا کھلاتے تھے اور یہ فرماتے کہ اگر مجکو مقدور ہوتا میں ربیع الاول میں مہینہ بھر تک مولد شریف کیا کرتا (۷۱) شیخ محمد بن طاہر محدث مصنف مجمع البحار (۷۲) شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۷۳) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فیوض الحرمین مین اپنا شریک ہونا محفل مولد شریف میں اور دیکھنا انوار کا اوسمین بیان کرتے ہین اور اُن کے کلام سے یہ ظاہر ہے کہ جس جگہ ایسی مجلسین ہوتی

ہین وہان سب جگہ فرشتے انوار رحمت لاتے ہین کما قال فیا ملت تلک الانوار فوجدتہا من قبل الملائکۃ الموکلین باشال ہذہ المشاہد وباشال ہذہ المجالس ورایت یتخالط انوار الملائکۃ انوار الرحمۃ واضح ہو کہ ہم شروع رسالہ مین لکہہ چکے ہین کہ حضرت شاہ ولی اللہ جمیع مفتیان فتوے انکاری کی سند اور مقتدا اور من ینتہی الیہ اسنادہم واعتمادہم ہین پس فاتحہ طعام بھی ہمنے اُن سے ثابت کر دی اور اب بحث مولد شریف کا اثبات بھی ہمنے انہی کی نام پر ختم کیا اور خاص اُن کے زبان سے اس مجلس کا محل نزول ملائکہ اور سرور و رحمت ہونا ثابت کر دیا وکفی بہ حجۃ **نقل مواہیر علمای عرب** حضرت مولنا احمد سعید فقیہ محدث دہلوی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ میں جو مولوی محبوب علی جعفری کے جواب میں لکھا ہے علماء عرب کے مفتیان مذاہب اربعہ کا فتوے درباب قیام نقل فرماتے ہین علاوہ اس کے غایۃ الکلام مطبوعہ کلان کوٹھی میں بھی وہ فتوے عرب کا منقول ہے اس کو بطور تلخیص و ترک تطویل لکھتا ہون (۱) قد اجتمعت الامۃ المحمدیۃ من اہل السنۃ والجماعۃ علی استحسان القیام وہی بدعۃ مستحبۃ لما فیہ من اظہار الفرح والسرور والتعظیم فالہ بفمہ وامر برقمہ عثمان حسن الدمیاطی الشافعی المقیم بالمسجد الحرام (۲) نعم استحسنہ کثیرون کتبہ عبد اللہ بن محمد المیرغنی الحنفی مفتی المکۃ المکرمۃ (۳) القیام عند ذکر ولادۃ سید الاولین والآخرین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم استحسنہ کثیر من العلماء کتبہ حسین بن ابراہیم مفتی المالکیۃ بمکۃ المحمیۃ (۴) نعم القیام عند ذکر ولادتہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم استحسنہ العلماء وہو حسن الفقیر لربہ محمد بن ابی بکر الرئیس مفتی الشافعیۃ بمکۃ المکرمۃ (۵) نعم یجب القیام عند ذکر ولادتہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم لما استحسنہ العلماء الاعلام وقدوۃ الدین والاسلام کتبہ الفقیر الی اللہ تعالے محمد بن یحیے مفتی الحنابلۃ فی مکۃ المشرفۃ (۶) لام القیام اذا جاء ذکر ولادتہ عند قراءۃ المولد الشریف توارثہ الائمۃ الاعلام واقرہ الائمۃ الحکام من غیر نکیر منکر ورد راد واللہ ولی التوفیق والہادی الی سواء الطریق حررہ خادم الشریعۃ والمنہاج عبد اللہ بن المرحوم عبد الرحمن سراج المفسر والمحدث بمسجد الحرام **واضح ہو** کہ یہ عبد اللہ سراج بڑی کمل رجال میں تھے اس عاجز نے مولنا احمد علی محدث سہارنپوری مرحوم سے بہت کچہ ان کے تعریف سُنی ہے اور حضرت مولانا احمد سعید نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ اپنی رسالہ مین لکھتے ہین کہ مولانا عبد اللہ سراج حنفی مفسر و محدث حرم شریف یکی ہی عہد خویش بود و راس رئیس فرقہ محدثہ زانوی ادب در درس او شان می نشست و اعتراف بجامعیت مولانا موصوف می نمود و انجاحل قیام جائز کند

ایسے علامہ انتخاب روزگار کہ جنکی جامعیت اور کاملیت کا ہر موافق ومخالف کو اقرار ہو واقعی سند کامل ہے بہمہ خوبی دوسری یہ کہ وہ اپنے سے پہلے بڑے بڑے علماء و ائمۂ اعلام سے متوارث ہوتا اور جاری ہوتا چلا آتا ہے اس قیام کا تحریر فرماتے ہین جیسا کہ ابھی عبارت اُنکی منقول ہو چکی اور نیز عرب کے سید امام برزنجی رحمۃ اللہ علیہ عقد الجواہر فی مولد النبی الازہر میں فرماتے ہین وقد استحسن القیام عند ذکر مولدہ الشریف ائمۃ ذو روایۃ ورویۃ افسوس ہے کہ جب سے اب تک کتنی صدیان گذر چکین اور مخبر صادق کا سچا وعدہ ہے کہ ہر صدی میں ایک مجدد جو بدعت کو اوکہاڑے اور سنت کو قایم کرے پیدا ہوا کریگا کیا سبب کہ بلاد متبرکہ ہندوستان مین تو جب سے بہتیرے مجدد ہو گئے اور وہان یعنی مکہ مین ایک بھی مجدد منہوا جو اس بدعت اور ضلالت کا وہان سے استیصال کرتا پس معلوم ہوا کہ یہ قیام جو خیر البلاد مین سیکڑون برس سے علما اسکو مستحسن کہتے رہے اور عبد اللہ سراج مفتی مکہ معظمہ لکہتے ہین کہ کسی نے اسپر رد اور انکار نہین کیا مثبت و بے شبہ جائز اور مستحسن ہے ہرگز ضلالت نہین مولوی قطب الدین خان صاحب کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ جس مسئلہ پر مکہ اور مدینہ کی علما متفق ہون یہ اُسکے حق ہونیکی دلیل ہے مظاہر الحق مطبوعہ میرٹھ کے صفحہ ۷۰ مین بدعتیون کے بیان مین لکہتے ہین کہ سنیون کا مذہب سچا ہی مکہ مدینہ کہ دین وہین سے پیدا ہوا وہان کے لوگ بھی سُنی ہین اگر ان کا مذہب یعنی بدعتیون اور شیعون کا اچھا ہوتا تو وہ یعنی مکہ مدینہ والے پہلے اُس مذہب میں ہوتے انتہی کلامہ اس سے معلوم ہوا کہ اگر انکار قیام مولد شریف کا اچھا ہوتا تو اول علماء عرب انکار کرتے کیونکہ پختہ اہل سُنت وجماعت وہی ہین اب ہم نقل کرتے ہین ہم بطور اختصار دو نمبر فتوے علماء عرب کا جس کو سنہ ۱۲۸۸ بارہ سو اٹھاسی ہجری مین مولوی عبد الرحیم صاحب دہلوی کرا کر لائے تھے اور کتاب روضۃ النعیم کے آخر مین چھپایا تھا عبارت سوال یہ ہے **سوال** ما قولکم رحمکم اللہ فی ان ذکر مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم والقیام عند ذکر الولادۃ خاصۃ مع تعیین الیوم وتزیین المکان واستعمال الطیب وقراءۃ سورۃ من القرآن واطعام الطعام للمسلمین اہل یجوز ویثاب فاعلہ ام لا بینوا توجروا **جواب علماء مکہ معظمہ تلخیصاً** اعلم ان عمل المولد الشریف بہذہ الکیفیۃ المذکورۃ مستحسن مستحب فالمنکر لہذا مبتدع لانکارہ علی شیٔ حسن عند اللہ والمسلمین کما جاء فی حدیث ابن مسعود قال ما راٰہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن والمراد من المسلمین الذین کملوا الاسلام کالعلماء العاملین والعلماء العرب والمصر والشام والروم والاندلس کلہم راٰوہ حسنا من زمان السلف

الی الآن فصار الاجماع و الامر الذی ثبت بالاجماع فہو حق لیس بضلال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یجتمع امتی علی ضلالۃ فعلی حاکم الشرع تعزیر منکرہ واللہ اعلم۔

عبدالرحمن سراج ۵۲	احمد دحلان	حسن	عبدالرحمن جمال	حسن طیب	محمد شرقی
مفتی حنفی	مفتی شافعی	مفتی حنبلی	حنفی	حنفی	مفتی مالکی
سلیمان عینی	عبدالقادر خوکیر	ابراہیم الفتن	محمد جاراللہ	احمد الداغستانی	عبدالقادر شمس
عبدالرحمن افندی	احمد ابوالخیر	عبدالقادر سخینی	محمد سعید	عبدالمطلب	احمد کمال
محمد سعید الادیب	عیسی جودہ	سید عبداللہ کوشک	حسین عرب	ابراہیم زموسی	احمد امین
شیخ فردوس	عبدالرحمن عجیمی	عبداللہ مشاط	عبداللہ تماشی	محمد بالصبیل	محمد سیوتی
علی رسیتے	محمد صالح زواری	محمد حبیب اللہ	احمد النخراوی	عبداللہ زواری	سلیمان عقبہ
عمر سید شطی	عبدالحمید الداغستانی	مصطفی عفیفی	منصور	نشاوے	محمد راضے

جواب علماء مدینہ منورہ تلخیصاً اعلم ان ما یضع من الولائم فی المولد الشریف وقراءۃ سیرۃ المسلمین وانفاق المیراث والقیام عند ذکر ولادۃ الرسول الامین ورش ماء الورد والقاء البخور و تطیب المکان وقراءۃ شیٔ من القرآن والصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم واظہار الفرح والسرور فلا شبہۃ فی انہ بدعۃ حسنۃ مستحبۃ وفضیلۃ شریفۃ مستحسنۃ فلا ینکرہا الا مبتدع لا استماع لقولہ بل علی حاکم الاسلام ان یعزرہ واللہ اعلم وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم +

عبدالرحمن سراج شیخ ۵۲ بن مفتی عبداللہ سراج مکی حنفی ... جواب علماء مدینہ منورہ کا فتوی سوال منقولہ بالا پر ہے بوجہ طول کے سوال دوبارہ نقل نہیں کیا گیا ... جو کچھ کیا جاتا ہے مولد شریف میں کھانا کھلانا اور ... وقت ذکر ولادت شریف ... اور خوشی ظاہر کرنا ... بدعت حسنہ مستحب ہے اور فضیلت بزرگی ہے ... اس کا انکار وہی کرے گا جو بدعتی ہو ... حاکم اسلام اسکو تعزیر دے ... ۱۲

محمد امین	جعفر حبیبی البرزنجی	عبد الجبار	جمال الدین سید	ابراہیم بن خیار	یوسف سید
السید محمد علی	السید عبد الصمد بن سید احمد	محمد بن احمد رفاعی	عمر ابن علی	علی حریری	مصطفیٰ سید
احمد سراج	حسن ادیب	ابو البرکات	عبد القادر شاطر	سالم سید	احمد الحبشی
محمد نور سلیمانی	عبد الرحیم البرعے	محمد عثمان کردی	قاسم	عبد العزیز ہاشمی	یوسف رومی
محسن	مبارک ابن سعید	حامد	محمد ہاشم ابن حسن	عبد الصمد ابن علی	عبد الرحمٰن صفوتے

جواب علماء جدہ تلخیصا اعلم ان ذکر مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بہذہ الصورۃ المجموعیۃ المذکورۃ بدعۃ حسنۃ مستحبۃ شرعا لا ینکرہا الا من فی قلبہ شعبۃ من شعب النفاق وکیف یسوغ لہ ذلک مع قولہ تعالی ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب واللہ اعلم ۔

علی بن احمد باصبرین	عباس ابن جعفر ابن صدیق	احمد فتاح	محمد سلیمان	احمد حبلس	محمد صالح
	احمد عثمان	احمد بن عجلان	محمد صدقہ	عبد الرحیم بن محمد زبیدی	

جواب علماء حدیدہ قراءۃ المولد الشریف مع الاشیاء المذکورۃ جائز بل مستحبۃ یثاب فاعلہا فقد الف فی ذلک العلماء وحثوا علی فعلہ وما لو الا ینکرہا الا مبتدع فعلی حاکم الشریعۃ ان یعزرہ ۔

الفقیر الی اللہ یحیے ابن مکرم	علی شامی	علی بن عبد الصمد	محمد بن سالم عالش	محمد بن ابراہیم حیثری	علی طحان

محمد بن عبداللہ	محمد بن داؤد بن عبدالرحمن	عیسے بن ابراہیم الزبیدی	علے بن محمد حباب	احمد المجید ابن الخلیل	عبدالرحمن ابن علی حضرمی

اب تازہ ان ایام مین تحریر علماء عرب راقم السطور کی پاس آئی ہے عبارت مفتیان مذاہب اربعہ ملخصاً نقل کرتا ہوں سوال ما قولکم دام فضلکم رحمکم اللہ تعالے فے عمل المولد النبوی والقیام فیہ ہل ہما جائزان ام لا بینوا توجروا والجواب الحمد لمن ہو بہ حقیق ومنہ استمد العون والعون نعم ہما جائزان وعلیہ عمل المسلمین فے عامۃ بلاد الاسلام والاستدلال علے الجواز مبسوط فی کتب الائمۃ الاعلام ولا عبرۃ بمنع المانعین من الجہلۃ اللیام واللہ اعلم امر برقمہ خادم الشریعۃ راجی اللطف الخفی محمد صالح ابن المرحوم صدیق الکمال الحنفے مفتی المکۃ المکرمۃ حالا کان اللہ لہما [محمد صالح] (۲) عمل المولد استحسنہ جمہور السلف والخلف وقال العلامۃ الشہاب الخفاجی محشی البیضاوی فے رسالتہ فی عمل المولد انہ بدعۃ حسنۃ امر برقمہ خادم الشریعۃ والمنہاج عبدالرحمن بن عبداللہ سراج الحنفی [عبدالرحمن سراج] (۳) ماحررہ مفتی الاحناف ہو عین الصواب واللہ سبحانہ اعلم. خادم الشریعۃ ببلدۃ اللہ المحمیہ ابوبکر حجی البسیونی مفتی المالکیۃ [ابوبکر حجی بسیونی] (۴) ما اجاب بہ مولانا ہو المذہب الذی لا ینکرہ احد کتبہ راجی العفو من واہب العطیۃ محمد ابن المرحوم الشیخ حسین مفتی المالکیہ ببلد اللہ المحمیۃ [محمد ابن الشیخ حسین] (۵) اللہم ہدایۃ للصواب فی کتاب قصۃ المولد للعلامۃ الشہاب ابن حجر ان عمل المولد لکنہا حسنۃ لما اشتملت علیہ من الاحسان وقراءۃ القرآن واکثار الذکر واظہار السرور والفرح بہ صلے اللہ علیہ وسلم والمحبۃ لہ واغاظۃ اہل الزیغ والعناد من الملحدین والکفرۃ والمشرکین ولم یزل اہل الاقطار فی سائر المدن والامصار یحتفلون بعمل المولد فی شہرہ الخ واما القیام فے المولد فقیل انہ مندوب شرعاً وقیل انہ بدعۃ حسنۃ امر برقمہ المرتجی من ربہ کمال النیل محمد سعید بن محمد بابصیل مفتی الشافعیۃ بمکۃ المحمیۃ [محمد سعید بابصیل] (۶) نعم عمل المولد جائز لاجماع المسلمین علیہ والقیام عند ذکر مولدہ صلے اللہ علیہ وسلم فہو امر حسن ولا یخالف شرعاً ویوخذ من فعل الامام احمد الجواز وذلک انہ ذکر عندہ ابراہیم بن طہمان وکان متکئا فاستوی جالساً وقال لا ینبغی ان نذکر الصالحون فنتکی قال ابن عقیل فاخذت من ہذا حسن الادب فیما یفعلہ الناس عند ذکر امام العصر من النہوض لسماع توقیعاتہ قال فے الفروع ومعلوم ان مسئلتنا اولی فمن ترکہ مع قیام الناس

ترجمہ بلد و خلاصہ [illegible] سوال مولد شریف اور قیام جائز ہے یا نہیں جواب سب تعریف [illegible] تمام بلاد اسلامی شہروں میں اس پر عمل ہے اور جواز کی بحث کتب ائمہ میں [illegible] جمہور علماء نے [illegible] مفتی حنفی کی [illegible] مفتی مالکی کا جواب [illegible] عمل اچھا ہے کیونکہ [illegible] احسان ہے اور قراءت قرآن کی [illegible] ذکر اللہ و فرحت و سرور و محبت [illegible] ہے اور ملحدوں اور کافروں کا جلانا ہے [illegible] سب مسلمان کرتے ہیں اور مولد شریف اور قیام کو بعضوں نے مستحب [illegible] بعض نے بدعت حسنہ [illegible] مفتی شافعی [illegible] ان عمل مولد جائز ہے باجماع مسلمین اور کھڑا ہونا وقت ذکر ولادت شریف ۱۲ منہ

علی اختلاف طبقاتہم فقد سلک مسلک الجفاء وربما یحصل علیہ من الذم والتوبیخ بالاخیر فیہ استخفاف
بالجناب الاعظم صلی اللہ علیہ وسلم وذکر ابن الجوزی ان ترک القیام کان فی الاول ثم صار ترک
القیام کالہوان بالشخص فاستحب لمن یصلح لہ القیام واللہ سبحانہ اعلم امر برقمہ الحقیر خلف بن ابراہیم خادم
افتاء الحنابلۃ بمکۃ المشرفۃ حالا [الراجی عفو الرحیم خلف بن ابراہیم] (۷) قد اجمع علیہ العلماء الاعلام من المذاہب الاربعۃ
فلا یجوز خرق الاجماع ومن انفرد بردہ فکلامہ باطل مردود علیہ واللہ سبحانہ تعالی اعلم امر برقمہ الراجی
من اللہ التوفیق عبدہ عباس بن جعفر ابن صدیق المدرس والخطیب للحرم المکی الشریف [عباس بن جعفر]
(۸) نظرت فی ہذہ الاسئلۃ وما اجاب بہ مفاتی الاسلام وعلماء الانام فوجدتہا فی غایۃ الصواب لا
ینکرہا الا من طمس اللہ بصرہ وبصیرتہ کتبہ راجی رضاء الخبیر عبد القادر بن محمد خوکیر المدرس والامام
بالمسجد الحرام [عبد القادر بن محمد] (۹) ما اجاب بہ مفاتی الاسلام ببلد الحرام ہو الحق الذی یعول علیہ
علیہ ویجب المرجع والمصیر الیہ کتبہ المعتمد الراجی رحمۃ ربہ المنان محمد رحمۃ اللہ بن خلیل الرحمن عفا اللہ
عنہما [محمد رحمۃ اللہ] یہ حضرت استاذنا ومولٰنا محمد رحمت اللہ مہاجر ہین جنکا ذکر اوپر بھی فتوے جواز
یا رسول اللہ مین گذرا ہی (۱۰) ما کتب فی ہذا القرطاس صحیح لا ریب فیہ واللہ سبحانہ اعلم حررہ محمد
عبد الحق عفی عنہ [محمد عبد الحق] یہ عالم ہندوستان سے ہجرت کئے ہوئے عرب مین مقیم ہین عالم
عامل صوفی صاحب قلب سلیم ہین اللہ تعالے انکے علم مین برکت کرے واضح ہو کہ ہم نے یہ فتاوی
قدیمہ وجدیدہ حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً کے اس لئے نقل کئے کہ بعض علماء سنت السطرف
ہین کہ اجماع حرمین کو حجت جانتے ہین حتے کہ امام بخاری نے تو یہ قرار دیا کہ حجت ہی ما اجمع علیہ
الحرمان مکۃ والمدینۃ لکھا شارح بخاری نے وہ عبارۃ البخاری مشعرۃ بان اتفاق اہل الحرمین کلیہما
اجماع اور جن لوگون نے وہان کے اجماع کو احتجاج قطعی کی درجہ مین نہین رکھا یہ ضرور کیا ہی
کہ ترجیح مذہب مخالف کے لئے اس کو معتمد علیہ اور مفتی بہ ٹھہرایا ہے مثلاً فاتحہ مین دو قراءت ہین
مالک یوم الدین اور ملک یوم الدین اور ہرچند صحیح دونون ہین لیکن ترجیح علامہ بیضاوی نے
قراءت مالک یوم الدین کو دی اور یہ لکھا ہو المختار لانہ قراءۃ اہل الحرمین اور ہدایہ مین ہے ویستحب
فی الجلوس بین الترویحتین مقدار الترویحۃ وکذا بین الخامسۃ والوتر لعادۃ اہل الحرمین اور فتاوی
قاضیخان کی کتاب الحظر والاباحۃ مین ہے لا باس بان ینقش المسجد بماء الذہب والفضۃ من

من مالہ فان الکعبۃ مزخرفۃ بماء الذہب والفضۃ مستورۃ بالوان الدیباج والحریر اور جمعہ کے روز زیارت قبور اول روز کرنے کو جو بعض آدمی منع کرتے ہین اُس کو فقہا رد کرتے ہین اہل حرمین سے چنانچہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی بھی اُس کی طرف اشارہ فرماتے ہین در روز جمعہ فاضل ترست از روز دیگر خصوصاً در اول روز جمعہ و ہمین ست در حرمین شریفین و آنچہ مشہور شدہ است از منع زیارت روز جمعہ اصلی صحیح ندارد انتہی بطور تلخیص یہ چند نظیرین لکھی گئین علاوہ برین اور بھی نظائر موجود ہین جنسے یہ بات ظاہر ہے کہ مفتیان دین نے اعمال مروجہ علما حرمین پر اعتماد کیا ہے لیکن وا ئے برحال مخالفین کہ وہ اسطرح بے توقیری سے حرمین کا نام لیتے ہین کہ اہل ایمان کے دل کانپتے ہین

لطیفہ ایک مقام پر دو عالمون میں گفتگو ہوئی ایک اُنمین مولد شریف کے مثبت تھے اور ایک منکر منکر نے کہا کہ قصبہ دیوبند فتوی بھیجو دیکھو مولود شریف کو کیا لکھتے ہین مثبت نے کہا دیوبند تو کیچہ دار الاسلام نہین یون کہتے کہ آؤ حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً کو فتوے بھیجین یعنے اسلئے کہ وہ دین و ایمان کا گھر ہے حدیث مین آیا ہے کہ دین مکہ مدینہ مین سمٹ آدے گا جیسے سمٹ آتا ہے سانپ اپنے بل مین یعنے جیسے سانپ اپنے بل سے نکلکر سب جگہ پھر کر پھر اسین قرار پاتا ہے اور سانپ جب بل مین گھس جاتا ہے تو ایسی قوت سے چمٹ جاتا ہے کہ کوئی اُس کا نکالنا چاہے تو مشکل ہوجاتا ہے بس اسیطرح دین اول مکہ مدینہ سے نکلا آخر زمانہ میں بھی اگر کہین دین نہ ہوگا تو یہان ضرور ہوگا اور کوئی یہانسے دین کو نکالنا چاہے گا تو نکل نہین سکیگا اور مشکوۃ کے باب ذکر الیمن والشام مین ہے الایمان فی اہل الحجاز رواہ مسلم حجاز کا ملک شامل ہے مکہ اور مدینہ کو یعنے ایمان حجاز والون مین ہے غرض کہ فتوے اگر لکھواؤ تو اُس ملک کے علما سے لکھواؤ جسکی شہادت اور تعریف احادیث مین ہے دیوبند کی شہادت کونسی حدیث میں آئی ہے منکر صاحب بولے مکہ میں تو چور آدمی ہین رستہ لوٹتے ہین مثبت نے جواب دیا رہزنی مال لوٹنا وہان بدو لوگ اطراف کے رہنے والے کرتے ہین خاص مکہ کے آدمی نہین کرتے سو یہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کیوقت سے ہے قرآن شریف مین آیا ہے اولم یروا انا جعلنا حرماً آمناً و یتخطف الناس من حولہم یعنی سورہ عنکبوت میں ہے کیا نہین دیکھتے کہ ہمنے کر دیا مکہ پناہ اور امن کی جگہ اور لوگ اُچک لئے جاتے ہین اُس کے آس پاس سے انتہی سو یہ مار پیٹ اور اُچک لینے کی باتین قدیم سے وہان کے بدو آدمی خارجی کرتے ہین اور اب بھی کرتے

ہیں لیکن کفر و شرک سے منزہ ہیں وہاں کے بدو گنوار آدمی بھی گناہ صغیرہ یا کبیرہ کریں لیکن
کفر اور شرک اُس ارض مقدسہ کے آس پاس تک نہیں نہیں ہوتا اور دیوبند میں تو کفر و شرک بھرا ہوا
ہے جا بجا پیشتا لوجی جاتی ہے مندر اور شوالے بنے ہوئے ہیں سنکھ بج رہے ہیں پھر دیوبند اچھا ہوا
یا حرمین شریفین منکر صاحب کیطرف سے جواب ہوا کہ ہم دیوبند کے جاہل مسلمان عامی سے اور
مشرکان قوم ہندو کی سند نہیں پکڑتے ہم تو وہاں کے علماء اہل اسلام کی سند پکڑتے ہیں مثبت نے
کہا بس ہمارا بھی یہی جواب ہے کہ ہم حرمین شریفین کے علماء دین اور مفتیان شرع متین کی سند
لیتے ہیں وہ سب بالاتفاق محفل مولد شریف کو درست فرماتے ہیں پھر تم ناحق بدوؤں اور جنگلی
لٹیروں کا ذکر کیوں کرتے ہو پہلے بھی حرمین پہ کے خواص علماء کا حکم اور فتویٰ لیا جاتا تھا علیٰ ہذا
القیاس اب بھی پس علماء خیر البلاد کی سند منگاؤ لیکن منکر کو خوب معلوم تھا کہ اگر وہاں استفتا
بھیجا تو وہاں کے سب علماء حکم استحباب محفل میلاد لکھ دینگے اسلیئے اس نے انکار کیا کہ ہم حرمین کو
نہیں مانتے معاذ اللہ منہا ہم تو دیوبند کو مانتے ہیں تب مثبت نے جواب دیا کہ آپ کو دیوبند
مبارک ہوئے اور سیر ایمان رکھے ہمکو حرمین شریفین مبارک ہوں ہمارا ایمان اُن لوگوں کے
ساتھ ہے اسی پر گفتگو ختم ہو گئی اب دیکھئے ان لوگوں کی یہ حالت ہو گئی کہ دیوبند کے آگے حرمین
شریفین کو حقیر جاننے لگے اہل حرم کی حقارت تحقیر حرم کو نوبت پہنچاتی ہے شرف المکان بالمکین
قضیہ مشہور ہے ہائے وہ حرم پاک کہ ہم پانچوں وقت نمازوں میں اپنا مُنہ اسکی طرف کریں
فول وجہک شطر المسجد الحرام اور سوتے وقت بھی رو بقبلہ سونا سُنت اور مرجاویں تو یہی حکم دیا
جائے قبر میں دفناتے وقت کہ توجہ الی القبلہ یعنی اس کا رُخ قبلہ کیطرف کیا جائے اور وہاں کے
باشندے وہ ہیں جنکی بابت صحیفہ آدم علیہ السلام میں حق سبحانہ کا ارشاد ہے کہ میں مکہ کا خداوند
ہوں وہاں کے رہنے والے میرے ہمسایہ ہیں اور حدیث شریف میں آیا ہے جو کوئی ایمان رکھتا
ہے اللہ اور قیامت پر وہ تعظیم کرے ہمسایہ بیت اللہ کی اور یہ بھی روایت ہے کہ جب حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے عتاب بن اُسید کو مکہ پر امیر کیا تو یہ فرمایا تو جانتا ہے تجھکو کس پر مقرر کیا تحقیق تو
مقرر کیا گیا ہے اہل اللہ پر وہ اہل اللہ کون ہیں رہنے والے مکہ معظمہ کے پس نیکی کیجو اُن کیساتھ
اور کلام اللہ میں والیان کعبہ کی نسبت ارشاد ہے ان اولیاءہ الا المتقون پس کعبہ کے

مسلمان اولیا کو حق سبحانہ لفظ متقون یعنے پرہیزگاروں سے تعبیر فرماتا ہے افسوس یہ لوگ
اُس حرم پاک اور اُسکے رہنے والوں کو جو اہل اللہ ہیں جو ہمسایۂ خدا ہیں جو پرہیزگار ہیں
کس کس حقیر لفظوں سے یاد کرتے ہیں کہ العظمۃ للّٰہ حق سبحانہ ہدایت فرما وے یہ لوگ اپنے
بزرگوں کا کلام بھی بھول گئے تحفۃ العرب والعجم میں مولوی قطب الدین خاں صاحب لکھتے ہیں

عرب کے علما پر جو بعضے احمق لوگ طعن کرتے ہیں بڑی خطا پر ہیں اسلئے کہ وہ خیر البقاع کے
رہنے والے ہیں انتہی اور شاہ ولی اللہ صاحب فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں۔ خبردار خبردار اہل مکہ
سے ہرگز کدورت دل میں نہ لائیو ورنہ فیضان انوار محمدی صلے اللہ علیہ وسلم سے محروم
رہوگے ہذا کلامہ ملخصاً آمدم برسر مطلب ہاں اے محمدیاں و منکرین حرمین کا اقتدار اور
مفتیان حرم کا شرف و اعتبار دل میں جا کر ذرا دیکھو تو سہی وہ کس دل ربا الفاظ و معانی
سے مدعا ثابت فرما رہے ہیں اور یہ نہیں لکھتے کہ بس فقط ہم اہل حرم اس عمل محترم کے مجوز ہیں
بلکہ اپنے ساتھ میں سب کا ثبوت دے رہے ہیں کہ علماء عرب روم و شام و مصر و اندلس سب
اسکو مستحسن فرماتے ہیں اور ہم لکھ چکے ہیں اُنماء شمار اسماء مجوزین میں کہ سید ابن مسعود گازرونی
و ملا علی قاری اور نور الدین ابو سعید نورانی نے تمام ملکوں کے علماء کرام سے ثبوت پہنچایا ہے استحسان
محفل میلاد شریف کا بس سمجھ لو کہ ہمنے یہ دعوی نہیں کیا کہ فقط اہل حرمین اِس عمل کے قائل و آمر
ہیں۔ بلکہ فتوی حرمین کا اوّل بالفظہا اول نقل کیا ہے اب لیجیے ماسوا حرمین کے اور بھی چند مقامات
کے فتاوی ملاحظہ کیجیے **فتوی بغداد شریف** کا یہ شہر نہایت بابرکت ہے دو وجہ سے ایک
یہ کہ وہاں حضرت امام اعظم کا مزار ہے دوسرے یہ کہ اس میں حضرت غوث اعظم کا روضہ پر انوار
ہے ماسوا ان کے اور بھی وہاں مقبولین خدا اس قدر کہ جنکی کچھ حد ہے نہ شمار ہے اُنکے سبب وہ
شہر مرجع صلحا و علما و انام ہے بڑے بڑے فضلا و محدثین کا وہاں مقام ہے دیکھو کیا تحریر فرماتے
ہیں وہاں کے مفتیان عالیجاہ و محققان ذرف نگاہ لیکن حرفاً حرفاً عبارت طویل نقل کرنی
موجب طول ہے بناءً علیہ اُن کے خاص فقرات چیدہ چیدہ مختصر نقل کرتا ہوں (۱) مولانا سید
محمد سعید آفندی دوری ادام اللہ برکاتہ جو حضرت غوث الثقلین کے دربار معلی میں خطیب ہیں
روز جمعہ کو وہاں خطبہ پڑھتے ہیں۔ انہوں نے چار ورق کا رسالہ اثبات مولد و قیام میں لکھا ہے

جس کا خلاصہ یہ ہی حمداً لمن منّ علینا باظہار انوار سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم اما بعد فقراءۃ المولد
الشریف لہ اصل اخرجہ حجۃ الاسلام الشیخ ابو الفضل ابن حجر العسقلانی الی آخرہ وقد ذکر ابن تیمیہ
فی کتاب اقتضاء الصراط المستقیم ان لثواب قراءۃ المولد المبارک غیر یسیر لما فی ذلک من محبۃ الرسول
علیہ الصلوٰۃ والسلام وقد بسط الکلام فیہ وفی سائر البدع المقبولۃ وغیرہا وقال السیوطی ظہر لی
تخریجہ علی اصل آخر الی آخرہ ورایت الامام ابن جزری قال فی عرف التعریف فما حال المسلم الموحد
من امۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم یبذل ما تصل الیہ قدرتہ فی محبتہ صلے اللہ علیہ وسلم لعمری انما
یکون جزاؤہ من اللہ الکریم ان یدخلہ بفضلہ جنات النعیم وقال الحافظ ناصر الدین الدمشقی مثلہ
فی کتابہ فی مولد الہادی وقال الکمال الادفوی الطالع حکی لنا صاحبنا العدل ناصر الدین
محمود ابن العماد ان ابا الطیب محمد ابن ابراہیم السبتی المالکی نزیل قوص احد العلماء العاملین
کان یجوز بالمکتب فی الیوم الذی ولد فیہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم فیقول یا فقیہ ہذا یوم السرور
اصرف الصبیان فیصرفنا فہذا منہ دلیل علی تقریرہ وعدم انکارہ وہذا الرجل کان فقیہا مالکیا
متفننا فی العلوم متورعا اخذ عنہ ابو حیان وغیرہ ومات سنۃ خمس وتسعین وستمائۃ والقیام عند
ذکر ولادتہ صلے اللہ علیہ وسلم لقصد التعظیم والفرح والسرور بقدوم سید الاولین والآخرین
وجدتہ من العلماء الاعلام وقد افتی جماعۃ باستحبابہ عند ذکر ولادتہ صلے اللہ علیہ وسلم وفی مولد الملا
علی رحمۃ اللہ جرت العادۃ بقیام الناس اذا انتہی المداح الی ذکر مولدہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم وہی بدعۃ مستحسنۃ مستحبۃ الخ وتعظیمہ ومحبتہ واجب علی کل مسلم ولا شک ان ہذا القیام من باب
التعظیم قال المؤلف والذی اقول لو استطعت القیام علی راسی لفعلت ابتغی
بذلک الزلفی عند اللہ عز وجل۔ واللہ اعلم بالصواب

(۲) اس تحریر مذکور کی تصدیق فرماتے ہیں جناب مولینا عبد السلام جو حضرت غوث الثقلین قدس
سرہٗ کے مدرسہ میں مدرس اول ہیں اور بغداد میں لقب ان کا شیخ العلماء ہے اور حضرت
نقیب صاحب سجادہ کے اُستاد ہیں عبارت یہ ہے۔ اطلعت علی ہذہ العجالۃ فرایتہا صحیحۃ
غیر ان من شک فیہا فہو مخذول حررہ مدرس الحضرۃ القادریۃ عبد السلام [عبد السلام]

(۳) اور رقم فرماتے ہیں تصدیق اس فتوے کی جناب مولنا بہاء الحق صاحب جو سلطان روم

کیطرف سے حضرت امام اعظم کے مدرسہ میں مدرس اول ہیں یہ تاملت فی ہذہ الرسالۃ فوجدتہا مبنیۃ علی الایمان والحب بخاتم الرسالۃ فطوبی لمن اعطی ہذہ النعمۃ الفائقۃ حررہ مدرس مدرسہ حضرت امام الاعظم قدس سرہٗ عبدہ بہار الحق القرشی [ویحق اللہ الحق بکلماتہ] (۴) بغداد کے مفتی سابق مرحوم جنکی تفسیر روح معانی آٹھ جلد مصر میں چھپی ہے ان کے خلف رشید جو اپنی باپ مرحوم کیطرح عالم بے نظیر ہیں سید محمود شکری رقم فرماتے ہیں لقد تشرفت بمطالعۃ ہذہ الرسالۃ فرایتہا مشتملۃ علی نصوص العلماء الاجل شاہدۃ لمؤلفہا بانہ حاز الفضل کلہ الفقیر الی اللہ تعالیٰ الوسی راجہ السید محمود شکری [السید محمود شکری ۱۲۹۳] (۵) مفتی حال بغداد سخت بیمار تھے بناءً علیہ اُن کے فرزند مولینا جمیل صدقی تصدیق فتوی تہا ہیں رقم فرماتے ہیں۔ قد نظرت الی ہذہ الرسالۃ الجلیلۃ فرایتہا باحقاق الحق کفیلۃ وکیل المدرس فی المدرسۃ السلیمانیۃ ریاضے راجہ جمیل صدقی جمیل صدقی (۶) مفتی بغداد کی پیشی میں کام کرنیوالے جو جمیع احکام شرعیہ میں فتوی دیتے ہیں تحریر فرماتے ہیں۔ ان ہذہ الرسالۃ لحریۃ بالقبول لا یشک فیہا الا مطرود ومخذول [حسبی الوہاب] (۷) مدرسہ حضرت غوث الثقلین کے دوسرے مدرس کرفی المحال کل شہزادے انسے درس لیتے ہیں۔ قد قلت اذا لقیت ہذہ النقول صحیحۃ حریۃ بالقبول یا جہلات اہلت حق الرسول تعامیا او مرضا فی العقول المدرس الثانی فی حضرۃ القطب الکیلانی راوی راجہ عبد اللطیف [عبد اللطیف] (۸) علی افندی ترک جامع حسن پاشا کے مدرس رقم فرماتے ہیں وجدتہا مشتملۃ علی النقول صحیحۃ لا یرتاب فیہا الا معاند او مکابر مخذول حررہ مدرس جامع [علی] یہ فتوی بغداد شریف کا ماہ جمادی الاولی سنہ تیرہ سو چار ہجری میں لکھا گیا اور جس کو زیادہ تر تحقیق منظور رہا۔ ہو کرامت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم جنکی بناء غرباً استحسان عمل مولد شریف ہم معلوم کرے وہ فتوی مطبوعہ بہم پہونچاوے جس میں تمام علماء مصر وشام وغیرہ کی مہریں ہیں اب نقل کی جاتی ہیں مہریں علماء ہندوستان کی جو اپنے وقت میں فرد کامل تھے از انجملہ علمائے فرنگی محل کہ سنہ یک ہزار دو صد ہفتاد و دو ہجری میں محمد مصطفیٰ خاں صاحب کے مطبع مصطفائی میں فتوی اُن کا مطبوع ہوا تھا جس کو اُس کے مضامین بالتفصیل دیکھنے ہوں کتاب مذکور بہم پہونچا کر دیکھے خلاصہ اُس کا یہ ہے کہ مولد شریف کی تعین خاص ماہ ربیع الاول

کے ساتھ فرض اور واجب تو نہیں ہاں البتہ بہت علماء و محدثین نے مستحب اور مستحسن فرمایا ہے اور یہ بات کہ جو چیز قرون ثلثہ میں نہوئی ہو وہ بدعت سیئہ ہے صحیح نہیں اور جبکہ آیۃ کریمہ وتعزروہ وتوقروہ سے تعظیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت ہوئی کھڑا ہونا محفل میلاد میں وقت ذکر ولادت شریف جو منجملہ افراد تعظیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت ہوئی کھڑا ہونا محفل میلاد میں وقت ذکر ولادت شریف جو منجملہ افراد تعظیم سی ہے اچھی طرح ثابت ہو گیا یہ بدعت سیئہ ہرگز نہیں (۱) حررہ ابوالبرکات رکن الدین محمد المدعو بتراب علی عفی ۲۔ محمد سعد اللہ عفی عنہ (۳) محمد لطف اللہ عفا اللہ عنہ وحماہ ۴ ابوالاحیا محمد المدعو بالنیم ۵ ابوالحسن محمد صالح ۶ محمد عبد الوحید (۷) ابوالبقا محمد عبدالحکیم سنہ ۱۲۳ھ (۸) حفیظ اللہ سنہ ۱۲۳۲ھ (۹) الیتم اللہ سنہ ۱۲۳
(۱۰) علی محمد سنہ ۱۲۶۲ھ (۱۱) محمد عبدالحلیم سنہ ۱۲۶۲ھ

از انجملہ علمائے دہلی و بریلی ورام پور افغانستان واضح ہو کہ محفل مولد شریف اور قیام کے جواز میں ایک کتاب غایۃ المرام مطبع علوی فلاں کوٹھی میں واقع سنہ یک ہزار و دو صد و ہفتاد و یک مطبوع ہوئی تھی اس میں علماء و فضلاء دہلی و بریلی ورام پور وغیرہ چند مقامات کے علماء مستندین کے فتوے جمع کرکے چھاپے تھے اور چونکہ سراج الدین ابوظفر بہادر شاہ دہلی بھی استحباب محفل میلاد شریف کا اعتقاد رکھتے تھے اور رئیس مسلمانان اسلام کے تجمل اور احتشام کا سبب ہوتا ہے رئیس المسلمین و وزیر المسلمین سمجھ کر ان کی مہر بھی علماء دہلی کی مہروں کے ساتھ کرائی گئی تھی اور شاہ ولی اللہ صاحب کے پوتے مولوی مخصوص اللہ صاحب مرحوم بھی اسوقت زندہ تھے ان کی مہر بھی استحسان محفل مولد شریف پر کرائی گئی جس کو ہر عالم فاضل کی تحریر حرفاً حرفاً بالتفصیل دیکھنی منظور ہووے اصل کتاب بہم پہونچا کر ملاحظہ کرے اس میں محفل مولد شریف کو مع جمیع تعینات مروجہ مثل قیام و تقسیم شیرینی وغیرہ جائز بلکہ مستحب لکھا ہے ایک سو بائیس صفحہ کی کتاب ہے اس کو صفحات متفرقہ پر جو مہریں اور دستخط مزین ہیں میں ان سب کو ایک مجتمع جگہہ نقل کرتا ہوں سر ۲۶
علماء کے دستخط اور مہریں ہیں ہر عالم کا نام ایک شکل مربع میں مندرج کرتا ہوں :

محمد بہادر شاہ بادشاہ غازی ابوظفر سراج الدین سنہ حدی
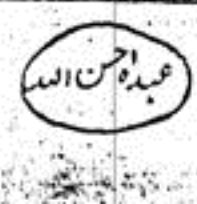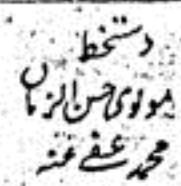
مولانا محبوب علی شاہ علی خلف سید	آمدہ تاج محمد عالم علی	محمد سلامت اللہ	دستخط فضل رسول فاضل بدایونی	سید بشیر علی امروہوی
مولوی دادار بخش	حسن الزماں	محمد فضل حق	رفیع اللہ	وحید الدین
محمد فضل اللہ	فضل حسن	محمد عبد الحق	محمد حیات	محمد خلیل الرحمن

ولد مولوی سید احمد محمد حیات

اہل سنت والجماعت خیال فرمادیں کہ ان دونوں فتوی متاخرہ میں ہندوستان کے کیسے کیسے علمار جلیل القدر مثل مفتی سعد اللہ صاحب مولانا تراب علی ومولانا سید محمد مدرس اعلی ومولانا فضل حق ومولانا محمد حیات ومولانا حیدر علی مصنف منتہی الکلام و مولانا سلامت اللہ صاحب ومفتی صدر الدین خاں صاحب ومفتی شرح متین مفتی شرف الدین صاحب استحسان محفل مولد شریف پر مہر فرمارہے ہیں اور ہمنے اس وقت کے علمار ہندوستان کی مہریں نہیں کرائیں علمار سلف کی نقل مواہیر پر اکتفا کیا اب یہ خیال کرنا چاہیئے کہ اس ملت ناسعد میں ہمنے جس قدر علمار عاملین اور فضلار کاملین کے نام ذکر کئے اگرچہ یہ جمیع اقالیم مشرقی ومغربی وشمالی کے تمامی علماء وفقہاکے نام نہیں اگر ان سب کو جمع کیجئے تو اللہ اکبر ایک دفتر بنتا ہی کما قال ؎

اگر آں جملہ را سعدی املا کند ۔۔۔۔۔ بمرد فتری دیگر انشا کند

یہ تو چند مقامات کے چند علمار کا تذکرہ کیا گیا ہے ۔ لیکن یہ بھی کیا کچھ کم ہے اللہ تعالیٰ کے عباد صالحین کا ایک جمہور کبیر اور جم غفیر ہے پس بموجب فرمانے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے انکا اتباع اہل سنت کو لازم ہی کر فرمایا آپ نے اتبعوا السواد الاعظم من شذ شذ فی النار اس کی تحقیق سابقا محدثین سے ہم نقل کر چکے ہیں وہاں دیکھو معنے یہ ہیں کہ پیروی کرو بڑی جماعت کی جو جدا ہوا ان سے وہ پڑیگا آگ میں یعنی جب اختلاف واقع ہو علمار میں تو جس طرف اکثر مسلمین ہوں اس پر عمل کرو یہ تو حدیث ہی اب فقہ کا مسئلہ سنو علامہ شامی نے جلد ثانی شرح درمختار باب صدقۃ الفطر میں تصریح کی ہو فانہ بالغین جمع لیسیروا المجوزین جم غفیر والا عتماد علی ما علیہ الجم الکثیر اور نیز جلد اول رسم المفتی میں لکھا ہو فان اختلفوا الیوخذ لقول الاکثرین اور مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بھی اس دلیل کو حق جانتے ہیں چنانچہ مصباح التراویح مطبوعہ مطبع ضیائی کے

صفحہ ۵ میں لکھتے ہیں۔ اتفاق اکابر و تسلیم او شان با جم غفیر از و شان نیز دلیلی است الی آخرہ اور مولوی اسمٰعیل صاحب بھی تذکیر الاخوان کی فصل سادس میں کتاب و سنت و اجماع و قیاس مجتہدین کا ذکر کرکے اُس کے بعد لکھتے ہیں پھر اور کوئی مولوی مشایخ جو اپنی عقل کو دخل دیکر کوئی بات نکالے تو اس کا کیا ٹھکانا مگر ہاں اگر اکثر دیندار متقی پرہیزگار اُسی مسئلہ کو قبول کریں تو البتہ وہ بھی معتبر ہے انتہی اب دیکھئے اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ کسی مولوی مشایخ کی نکالی ہوئی بات کو اگرچہ سارا جہان متفق ہو کر نمانے مگر اکثر دیندار متقی اُس کو مان لیں تو وہ بھی حق اور معتبر ہے پس اس مسئلہ میں مولوی اسمٰعیل صاحب اور نیز مولوی محمد قاسم صاحب تابع فقہا اور محدثین کے ہیں کہ مسئلہ مختلف فیہ میں متفق ہو جانا اکثر علماء دین کا ایک جانب میں دلیل حقیقت کی ہے یہ مسئلہ خاص اُن کی زبان سے ہم نے سنوا دیا اب اگر موقع استحبان مولد شریف میں ان کے تابعین اس دلیل سے باہر ہونے لگیں تو ہم ان لوگوں پر کچھ جابر ہو کر موکل نہیں ہوئے کہ اُن کے دل و زبان کو امر حق کی طرف جبراً پھیر دیں خود حضرت ہادی انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بہ نسبت یہ ارشاد ہے لست علیہم بمصیطر اور دوسری جگہ فرمایا انک لا تہدی من احببت ہمارا ذمہ توضیح امر حق تھا وہ کر چکے جس لفظ کی قید مولوی اسمٰعیل صاحب نے لگائی ہے یعنی دیندار متقی پرہیزگاروں سے جواز محفل مولد شریف ثابت کر چکے مثل امام ابو شامہ و ابو الخیر سخاوی و ابن جزری و سیوطی قسطلانی وغیرہم جن کے نام لمعہ میں ہم نے لکھے ہیں اور جو شخص شاہ ولی اللہ صاحب کے سلاسل طریقت اور اسانید علم حدیث سے واقف ہوگا اس سے یہ بات مخفی نہیں ہوگی کہ ان مجوزین مولد شریف میں وہ علماء بھی بہت ہیں جو شاہ ولی اللہ صاحب کے مشائخ حدیث اور شیوخ طریقت کے پیشوا ہیں پس خوب تحقیق کو پہنچا چکے ہم یہ بات کہ مولد شریف کرنا جم غفیر سے ثابت ہے اور یہ مضمون بھی حدیث اور فقہ سے اور اُن کے علماء مستندین سے ثابت کر چکے کہ جو چیز جم غفیر سے ثابت ہے وہ معتبر اور ماخوذ بہ اور معتمد علیہ لازم الاتباع ہے دونوں مقدمہ صحیح ثابت ہو چکے تو یہ بخوبی ثابت ہو گیا کہ مولود شریف کرنا معتبر ماخوذ بہ معتمد علیہ لازم الاتباع ہے والسلام علی من اتبع الہدیٰ

مناجات بدرگاہ مجیب الدعوات

یا اللہ میں تیرا بندہ ہوں تو سمیع و علیم ہے سنتا ہے جمیع اقوال کو جانتا ہے دلوں کے احوال کو

نہیں لکھی میں نے یہ کتاب مگر اس لئے کہ افراط و تفریط جانبین سے دور ہو ہر فریق اپنی غلو و تعصب
سے نفور رہو اگر حضرات مانعین پر باعث تکفیر و تفسیق اہل ایمان چند تنبیہات ہیں تو نظر ثانی کو
بہی اصلاح نیت و تصحیح اعمال کے لئے ہدایات بینات ہیں اور یہی کیا میں نے اپنے جمیع مسائل
و دلائل کو ان علماء مقبولین کے دلائل و اقوال پر کہ وہ دنیا میں کالبدر المنیر مشہور ہیں اور کتابیں
ان کی ان ملکوں میں جابجا موجود اور حوالے چیکا ہوں میں ہر ایک مسئلہ میں تصانیف سلف
صالحین کا پس میرا جو قول ہے وہ فی الحقیقت اونہی مقبولین کا قول ہے یا اللہ ان مقبولین کو
توسل سے قبول کیجیو مجھسے یہ کتاب اور کیجیو اس کو فریقین کیلئے فصل الخطاب یا اللہ اس کتاب
کی ہر دلیل مظہر الحق اور شک میں پڑے ہوؤنکو دافع الاوہام ہو یہ کتاب تسکین بخشنے براہین حقانی
سے راحت قلوب مستہام ہو یا اللہ میرے کل رسائل مغفرت کے وسائل اور یہ انوار ساطعہ اندہیری
گور کا چراغ ہو میری قبر بہار جنت کو باغ ہو لے ناظرین انوار ساطعہ کہو تم میری اس دعا پر آمین
یا رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین ؛

نور چہارم میں تقریظات رشیق ہیں جو اس عصر کے فضلاء نامی ذی تحقیق اور بعض احباب شفیق نے رقم فرمائی ہیں

علیگڈہ صورۃ ما قرظہ و وضعہ الامام الہمام الصلہام المقدام رئیس الفضلاء عریف العلماء الذی ذاع صیت فضلہ فی بلاد الاسلام عجما و عربا و شاع شرقا و غربا المشتہر بالالسنۃ والافواہ **مولینا محمد لطف اللہ** مد اللہ ظلالہ و القاہ ؛

الحمد للہ الذی تخضع لہ النواصی ویطمع رحمتہ کل مطیع و عاصی والصلوۃ والسلام علی من بعث واحیا الی الدانی والقاصی وعلی آلہ وصحبہ الذین زجروا الناس عن سلوک طریق الضلال و ارتکاب المعاصی وبعد فیقول العبد المبتہل الی اللہ محمد لطف اللہ حشرہ اللہ تحت لواء نبیہ النبیہ یوم یفر المرء من اخیہ وامہ وابیہ قد تشرفت بمطالعۃ ہذہ الرسالۃ الشریفۃ والصحیفۃ اللطیفۃ فوجدتہا بحرا یخرج منہ اللؤلؤ و المرجان وجنۃ فیہا فاکہۃ ونخل و رمان وشمت انوارہا ساطعۃ ومرجا فیہ تحقیق الانیق رائعۃ کیف لا و مؤلفہا من ہو فرید عصرہ و وحید دہرہ الذی علمہ وسیع و شانہ رفیع اعنی مولانا محمد عبد السمیع جرس

ذاتہ واسعد اوقاتہ۔ ومضمونہا ذکر ولادۃ سید الاولین والآخرین افضل الانبیاء والمرسلین حبیب رب العالمین علیہ من التسلیمات افضلہا ومن التحیات اکملہا وہذا ذکر لایخفی علو شانہ ورفعۃ مکانہ تحیط رحمۃ ربنا الاعلی بمکان تیشرف الناس فیہ بہذا الذکر الشریف وتحف الملائکۃ مجلسا تجدون فیہ بہذا البیان المنیف واما قرأۃ الفاتحۃ التی ہی من الرسالۃ لائحۃ فلیس فی استحسانہا ارتیاب فہی لایصال الثواب الی الاموات الذین تیوفعوہ من الاقرباء والاحباب واما ما احدثہ السفہاء فیہا من الامور المنہیۃ فلا یحکم بجوازہ احد من العلماء المتبعین الشریعۃ البیضاء للّٰہ در مؤلف الرسالۃ فانہ قد اختار ما ہو مختار وآثر ما ہو الماثور عن الجہابذۃ الاحبار ہذا والحمد لمن منہ الابتداء والیہ الانتہاء والصلوۃ والسلام الاتمان علی من اول المخلوقات نورہ ورحمۃ للعالمین ظہورہ۔

سہارنپور ضلع ماخوذ مانعۃ وجہ بہ مولٰینا المخدوم المطاع امام الفضلاء بلانزاع الغشمشم الاعظم والعلیطم الافخم المالک لازمۃ حقائق المعانی والبدیع والبیان سابق الغایات فی مضمار کشف المعضلات یوم الرہان مقدام الجہابذۃ استاذ الاساتذۃ الذی نال وجود ذہ الزمن الحاج المولوی فیض الحسن ختمۃ اللّٰہ تعالٰی بحب اکمل سماحۃ وجلا کل المنن۔ لقد عثرت علی رسالۃ کریمۃ مشتملۃ علی انوار ولمعات فامعنت فیہا امعانا ملیحا فوجدتہا کافیۃ وافیۃ والۃ علی حسن الاجابۃ وجودۃ الاصابۃ وسعۃ النظر فی الکتب حیث تمسک فیہا باقوال العلماء الاعلام وتحریرات عمائد الاسلام وارغم المنکرین بما قال بہ مرشدوہم ومن بہ معتقدوہم واللّٰہ انہا قرۃ لعیون المخلصین وسخنۃ لاعیان المنکرین والحق فی ہذہ المسئلۃ انہ لاباس بہ وان تمسک بما قیل ما راہ المسلمون حسنا فہو عند اللّٰہ حسن وینسب ہذا القول الی عبداللّٰہ ابن مسعود رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ فہو مندوب مستحب من جاء مجلسہ فلہ ان یقوم ان قاموا والا فلا وہکذا القول المولوی احمد علی المحدث المرحوم تبعا لاستاذہ مولانا محمد اسحاق المغفور وما قیل انہ بدعۃ فہو بدعۃ حسنۃ وقد ذکرت فی اثبات البدعۃ الحسنۃ وتخصیص کل بدعۃ ضلالۃ بحثا طویلا فی شرحی للمشکوۃ۔

کتبہ الفیض السہارنفوری۔ قصور ضلع لاہور صورۃ ما رسمہ الصوفی المثبت الثانی الاصولی المناظر المستدل بقواطع الآیات وسواطع السنن المحقق المدقق المجادل بالتی ہی احسن الفاضل الکبیر مولٰینا ابومحمد عبدالرحمن غلام دستگیر سلمہ القوی القدیر۔

مسبحا حامدا مصلیا فقیر کے ایک دینی دوست کرم فرما نے تحریک تقریظ لکھنے کتاب انوار ساطعہ

فی بیان المولود والفاتحہ کی واقع ہوئی اور فقیر ایک پنڈت آریا مقیم امرتسر کے رسالہ تکذیب
براہین احمدیہ کے بہتانات و ہذیانات کا جواب لکھ رہا ہے طبیعت کو اس طرف بہت مصروفیت
ہے اس لئے اسوقت اسی قدر لکھ سکتا ہوں کہ فقیر نے اخبار عربی شفاء الصدور مطبوعہ پانچویں
دسمبر ۱۸۸۵ء اٹھارہ سو پچاسی عیسوی میں جناب مولینا فیض الحسن صاحب مرحوم و مغفور سہارنپوری
کی عبارت دیکھی ہے انھوں نے اس رسالہ کی عمدہ تعریف و توصیف لکھی ہے اور میرے گمان میں
مولینا موصوف مرحوم اکابر علماء ہندوستان سے تھے اور بڑے بڑے بزرگوار صوفیہ کبار کے
فیض سے فیضیاب تھے اُن کی تعریف سے اس رسالہ کا موصوف ہونا کافی ہے اور مغنی ہے فقیر جیسے
بے بضاعت کی توصیف سے معہذا فقیر خود محفل مولد شریف کرتا ہے اور ایصال ثواب بارواح موتیٰ
مکفر سئیات سمجھتا ہے اللہ تعالیٰ ابناء زماں سے اختلاف کو رفع فرماوے آمین یارب العالمین
وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ وعترتہ اجمعین فقیر غلام دستگیر قصوری کان اللہ لہٗ واضح ہو کہ یہ
مولوی غلام دستگیر صاحب وہ ہیں جن کی تعریف میں خود مؤلف براہین قاطعہ نے وقت اقامت
ریاست بہاولپور یہ عبارت لکھی تھی (حامی دین متین قامع اساس المبتدعۃ والضالین مولنا
مولوی محمد ابو عبدالرحمن غلام دستگیر قصوری ادام اللہ فیوضہ الی یوم الدین) چنانچہ یہ عبارت
ضمیمہ رسالہ تقریح ابحاث فرید کوٹ کے صفحہ ۱۰ میں موجود ہے کمال ناانصافی ہے کہ مؤلف براہین
قاطعہ نے مضامین انوار ساطعہ سے مونہہ پھیرا اور اس کے تسلیم کیے ہوئے عالم ربانی نے جن کو
وہ خود حامی دین لکھتا ہے کتاب انوار ساطعہ کو حرفاً حرفاً اتنا تامل کیا کہ اس کے مسائل کا طرفدار ہوکر
مؤلف براہین قاطعہ مذکور کو معہ اس کے حامیان علماء دیوبند وغیرہ واقعہ سن تیرہ سو چھ ریاست
بہاولپور میں شکست فاش دی جو تمام اخبارات میں چھپکر مشہور ہو چکے ہے ؛

ریاست رامپور معروف ازال افغانان بصورۃ مار قمر البحر القمقام والبحر النہام تاج المحدثین
سراج المتفقہین الادیب المتبع المتکلم النبیہ العارف المحدث المفتی الفقیہ جامع الشریعۃ و
الطریقۃ مجمع البحرین مولینا محمد ارشاد حسین صانہ اللہ عن کل شین الحمد للہ سبحانہ وتعالیٰ حق
حمدہ ـ والصلوۃ والسلام الاتمان علی خیر رسلہ وعبدہ ؛ وعلی الآل والاصحاب الہداۃ الی مناہج
رشدہ ؛ وبعد فانی قد طالعت ہذہ الرسالۃ النافعۃ والعلالۃ الرائقۃ التی تفوح منہا روائح مسک

الاخلاص النبوة ، ولیطوح بہا دالبتہ الطغام الغافین من الرتبة المحمدیة ، فالفیتہا مملوة
من الفوائد الجریدة الشریدة ، والعوائد الفریدة العریدة ، موسعتہ براہینہا علی الحق القراح
مؤیدة مضامینہا بالصدق القراح ، لم یال مؤلفہا العلام جہداً فی اصابة الحق المبین ، وابانة غوائل
غوایة المنکرین ، وبہا کشفتہم الکواشف ، وکسفت وجوہہم الکواسف ، وضاقت علیہم الحیل ، وعیت
بہم العلل ، ولعمری لاوجہ لاصرارہم علی التنکیر الا ، لدابرا لعضال الذی عمہم فاعمی ابصارہم ، فاضاعوا
عو فی طمس اشعة الرحمة واشاعة کاثر معدن الرسالة اعمارہم ، ولم یاتوا بشیٔ یتعلق بہ الفہم السلیم ،
ویتلئی بہ المتلاق الفہیم ، ولا یاتون بہ ولو جاؤا بہ من حسبہم ونسبہم ویکون بعضہم لبعضہم ظہیرا ، ولا
یجرون لانفسہم ولوالتواشتراشرہم فی کشف یدا لنکیر من اللہ سبحانہ معوانا ونفیرا ، الم یعلموا ان
التنکیر لہذا الامر البین رشدہ یؤول الی اساءة الادب ، والخوض فیہ یہلک ویخرب ، فللہ در
مؤلفہا النقاد ، حیث اطاب واجاد ، واتی بالحق الصریح ، ومیز الباطل عن الصحیح ، جزاہ اللہ
سبحانہ عن طالبی الحق المبین ، واللہ سبحانہ الموفق والمعین ، وانا العبد الاثم المحتاج الی
رب الثقلین محمد ارشاد حسین عفی عنہ وعن اسلافہ فی الدارین ، رامپوری ایضاً صورة ماذہب
وشدبہ الفاضل الجیر الفاضل البصیر الجلیل الشہیر الجلیل الجیر کثار وقائق المعقول حلال
حقائق المنقول مولینا محمد اعجاز حسین رفع اللہ درجاتہ فی الدارین احمدک یامن جلت
قدرتہ وعظمت ہیبتہ وظہرت صنعتہ الباہرة وعلت جلالتہ القاہرة ارسل رسولہ بالحق بشیرا ونذیرا
وداعیا الی الجنات وسراجا منیرا وجعل انعقاد مجلس میلادہ منطوقاً للنص ورفعنا لک ذکرک ورغم
انف من ترک القیام عند ذکر میلادہ صلی اللہ علیہ وسلم لمثبت بنص لتعزروہ وتوقروہ والصلوٰة
والسلام علی خیر الانام الی یوم القیام وعلی صحبہ البررة الکرام واہل بیتہ العظام وبعد واضح ہوئے
عقیدت انتمائے ذوی الافہام عاشقین سید الانام کے ہو کہ عالم باعمل فاضل اجل قامع
بدعت جامع سنت حبر محقق بحر مدقق حقائق آگاہ دقائق پناہ قدوة السالکین عمدة الکاملین
زبدة علمائے وکیع مولوی محمد عبد السمیع صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ سبحانہ نے ایک تقریر اور تحریر
دلپذیر یعنی کتاب لاجواب اور صحیفہ لطیفہ انتخاب یادگار خلف وسلف مضمون فائقہ مسمّٰی بہ
انوار ساطعہ فی المولود والفاتحہ تصنیف کرکے ہر خاص وعام کو اس کے فیض سے شاد کام کیا

چنانچہ ایک نسخہ اُسکا پاس راقم الحروف کے پہونچا تحیف لے ؕ وہ کتاب من اولہ الی آخرہ بالتفصیل دیکھی واہ واہ سبحان اللہ کیا عمدہ طرز جواب اور طریقہ آداب جاری رکھا ہی اور کلمات، اکابر مقتدایان گروہ مخالفین سے جن کی مخالفت اُنپر حرام ہی جواب میں تمسک کیا ہی مصنف نے حق جواب دندان شکن کا ادا کرکے دریا ئے لوز الانوار الساطعہ بہا کر نہر لمعات کی کھولدی اسپر بھی اگر پیاس تشنگان میدان مخالفت کی باقی رہی تو خدا حافظ ؎

تہیدستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل   کہ خضر از آب حیوان تشنہ میآرد سکندر را ؛

وللہ در المجیب فذاک جواب عجیبٌ آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلے اللہ تعالیٰ علی خاتم النبیین وآلہ وصحابہ اجمعین فقط وانا العبد ابو النعمان محی الدین محمد اعجاز حسین مجددی عفی عنہ وعن والدیہ والمسلمین بحق خاتم النبیین ؛

بریلی صورۃ ما رصد العظام الغزیر والصلہام الکبیر مفحم المناظرین مسکت المجادلین مروج عقائد اہل الحق والدین قالع اصول المبتدعین فرید العصر وحید الزمان **مولینا محمد احمد رضا خان** سلمہ اللہ العزیز الرحمٰن وصان عن نوائب الزمان وخص بلطفہ ما تعاقب الملوان ۔

الانوار ساطعۃ سطعت من سایر الایمان ؛ وقمار لامعۃ لمعت من سینا صدر الایقان فدارت وسارت ؛ وثارت ونارت ؛ والی البر تدلت ؛ وعلی البحر تجلت ؛ فہبت عیابا ؛ فہیأت سحابا ؛ فہنات لقاعا ؛ جنات دفاعا ؛ وارسلت عرفا ؛ وعصفت عصفا فحملت وقرا ؛ فاجرت لیسرا ؛ فقسمت امرا ؛ فاقطرت قطرا ؛ فاسطرت سطرا ان الحمد للہ رب العالمین ؛ والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین ؛ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ؛ رب صلاۃ وسلاما ؛ لیعقدان دواما فی مجالس الانس فی حظائر القدس ؛ التبجیل مکانہ ؛ ولیقومان قیاما ؛ لوعۃ وغراما ؛ فی مجامع الاملاک ؛ ومحافل الافلاک ؛ تبعظیم شانہ ؛ وسقی اللہ ذوالجلال بزلال الافضال ؛ تربۃ من قال ؎

قلیل لمدح المصطفیٰ الخط بالذہب   علی فضۃ من خط احسن من کتب

وان ینہض الاشراف عند سماعہ ؛ قیاما صفوفا وجثیا علی الرکب وقلت مضمنا ۔ سواد عیون العین عین وسنا ذہب ؛ ولوح نحور الحور لاح کما تحب ؛ فان یمل جبریل لقال اولوا الادب

قلیل لمدح المصطفیٰ الخط بالذہب ؛ علی فضۃ من خط احسن من کتب

يقوم بحق المدح قوم فلا ث ... تحق خضوع الوجه رغما لكاره
قوله وقم بالوجد قومة واله ... وان ينهض الاشراف عند سماعه

قياما صفوفا او جثيا على الركب

ولعدكم، فاستمع يا سعد، ان الذي لا قبل له ولا بعد، قد قضى قبل خلق السماء وصوت الرعد، ان الواجب على كل من عبد، بعد ذكر الصمد، الصمد والصمد، الى المدح والحمد، لاعظم كرم، واكرم النعم، واجل رحمة، واجلى منة، سيد الرسل، وهادي السبل، وامام الكل، وكاشف الغل، ودافع الغل، ورافع القل، امجد مولود، احمد محمود، واسعد مسعود، وجود الجود، واصل الوجود، ولغمة الجليل، ودعوة الخليل، وبشر المسيح، وبشر الذبيح، وبغية الكليم، وبوادي التكليم، واكرم كريم، على ربه العظيم، سيدنا ومولانا محمد ن النبي الامي الامين، الامان الامان الضمان الضمين، صلى الله تعالى عليه وسلم، وعلى آله وصحبه وبارك وعظم، وقد قال عز من قائل الم تر الى الذين بدلوا نعمة الله كفرا نعمة الله محمد صلى الله تعالى عليه وسلم، قال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما اخرجه البخاري في الصحيح المعظم، وقال تعالى واما بنعمة ربك فحدث فوجب التحديث بما من الله به على المؤمنين، من وجود هذا الحبيب المكين، عليه الصلاة وعلى آله الطيبين، وقال تعالى وذكرهم بايام الله واي ايام الله اعظم من يوم ولادة المصطفى، عليه افضل الصلاة واكمل الثناء، وقال تعالى قل بفضل الله وبرحمته فبذلك فليفرحوا من عقائد الايمان بان محمدا صلى الله تعالى عليه وسلم رحمة المنان، وشهد بذلك الحديث والقرآن، وكذلك فضل الله محمد صلى الله تعالى عليه وسلم تسليما جليلا، حكاه الماوردي في قوله تعالى ولولا فضل الله عليكم ورحمته لاتبعتم الشيطن الا قليلا، فقد وجب المولى سبحنه وتعالى، على امته، الفرحة بولادته، وحق لنا ان نتخذ مولده عيدا، وان رغم انف من كان لعيدا، وعلى هذا مضى جهابذة الائمة، وسادة الامة، وكاشفوا الغمة، عليهم من ربهم رضوان ورحمة، حتى جاء قوم يقرؤن القرآن لا يجاوز تراقيهم، ويتحدثون بالحديث فلا يكون راقيهم، واضلوا اصولا ضللت المسلمين قادة وتبعا، وفصلوا فصولا ففرقوا دينهم وكانوا شيعا، وكان محزجهم نجد، كما جاء به الوعد، من صاحب المحد صلى الله تعالى عليهم وسلم فهاجوا اوماجوا، وثاروا وباروا، وجاروا وحاروا، وعلى الحرمين المحترمين اغاروا، فالدماء سفكوا، والمؤمنين فتكوا، والحرمات هتكوا، فظنوا ان اهلكوا وما هم اهلكوا ولكن هلكوا، وعما قليل يرون

ما سلكوا، وكان قصارى مرامهم، وقصوى مرادهم، وفي الشقاق والنفاق قيامهم، ان يخمدوا
ذكر من رفع الله ذكره، وليضعوا قدر من عظم الله قدره، وليطفئوا نور من اتم الله نوره،
يوالوا المؤمنين جهارا وسرا آنا، ويحالفوا الذين نقضوا اثباتا، فحاربوا اجبارا، ملكا قهارا، سرا وجهارا،
وليلا ونهارا، واصروا اصرارا، واستكبروا استكبارا، ومكروا بالاسلام مكرا كبارا، فالانبياء ثلبوا، و
الاولياء سلبوا، والاسلام ثلبوا، والالحاد جلبوا، وبالجماعة كلبوا، فالذين ثلبوا، فما ذا يراد بمجلس
الميلاد، او ايصال الاجور، الى اوصال القبور، حتى ليعد انكاره في مقاصدهم، ويذكر تجنب
مكائدهم، قاتلهم الله انى يؤفكون، وسيعلم الذين ظلموا اي منقلب ينقلبون، فلما ابادهم الله تعالى
ابادة، وامطر عليهم مطر الهلاك وزيادة، حتى تماعت ربوع نجد لله دره، وتنادت بواكيها بالويل
والثبور، ولجأت بواكيها الى ديار شاغرة، وعطاش الفتن بافواه فاغرة، ولم تدر ان لسنة في كل حين
عبادا صالحين، يذبون عن الدين، ويؤكدون اليقين، ويؤيدون الايمان، ويشيدون الايقان
ولله المنة ومنه الاحسان، فلم يجد بها الا جنود مجندة، بسيوف مهندة، من الله مؤيدة، فردوا
ما المكائد في نحور الكائدة، ودعوا المفاسد الى نار موقدة، تطلع منها على الاكباد والافئدة،
حتى التجاوا كبرا في الجدل والمراء، الى البهت والافتراء، واحتراق الكتب واختلاق العلماء،
وخلع ربقة الحياء، عن رقبة الرياء، فيتحير الناظر، في تمويههم الظاهر، وطيهم الباطن، وعليهم الخاسر
وغيهم الفاسر، وكيدهم العظيم، وصيدهم العديم، فينشد الحكيم، ۵ ولا ادري وسوف اخال ادري
اقوم آل حصن ام نساء، فمن في كفه منهم خضاب، وكمن في كفه منهم لواء، تفطن بداهته فيهم رشيدا،
وان لتعن غرشدهم بهار، فما فيهم رشيد الصدق الا رضيع او تبيع او عذار، فما منهي تجاوزهم
ولكن عسى الحنان يهدي من يشاء، هذا وان من اولئك الجنود، مهلكي العنود، في الزمان
الموجود، اخانا في الله، ذا الفضل ذا الجاه، ذا القدر الرفيع، والفخر البديع، والعلم الوسيع، والحلم
الوكيع، والمجد المنيع، والجد السنيع، مولانا المولوي محمد عبد السميع صين عن كل شنيع، وفرع
وتنليع، بكل مساء وسطيع، فاني وقفت على بعض ما له من اطائب الكلام، فوجدت جلة دافع
الاوهام وراحة القلوب، بنتيج محبوب النوال، ساطعة، وحجج قاطعة، فالله يجزيه الجزاء الحسن
بمنح المنح المحسن، والحمد لله في السر والعلن، والصلاة والسلام على السيد الامن، وآله وصحبه مماة

الفقہ، وحماۃ السنن، وہداۃ السنن، ما طلع سہیل من الیمن، وقالہ لفمہ، ورقمہ بقلمہ، عبدہ الفقیر الذلیل الحقیر، عبد المصطفٰی احمد رضا المحمدی السنی، الحنفی القادری، البرکاتی البریلوی، غفر اللہ وحقق املہ، واصلح عملہ، ولم شعثہ وفی الغلیٰ، لبثہ، آمین

بداؤن صورۃ ما زینہ نبراس المؤمنین منور الاسلام والدین کاشف الظلام کالبدر التمام داعی الانام الی سبل السلام الزاہد المتورع العابد المتبرع جامع العلوم العقلیۃ والنقلیۃ کاشف المکنونات الخفیۃ الحاج المولوی عبد القادر لا زال بالمعالی والمفاخر۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم رسائل راحت القلوب ودافع الاوہام وانوار ساطعہ وغیرہا مؤلفات حضرت بابرکت عاشق اوکار جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وحامی دین قویم وصراط مستقیم حاج الحرمین الشریفین فاضل نامی ومتورع گرامی مولٰینا محمد عبد السمیع صاحب زاد برکاتہم کہ ہم در فضائل وکمالات جناب حضرت خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تالیف فرمودہ اند وہم در دفع اوہام منکرین مجالس اذکار شریفہ ودیگر امور مثوبات لطیفہ تصنیف نمودہ . . . .

. . . . مطابق وموافق تحقیقات جمہور محققین از فقہا وعلماء ومحدثین اند منکران گمراہ ضلالت وخیانت کہ شعار طوائف اہل ضلالت ست طعن وتشنیع جاہلانہ می نمایند عوام اہل اسلام بر آں گوش نہ نہند وسعادت اتباع جمہور ائمہ دین را از دست ندہند حق سبحانہ مؤلف ممدوح را برکات دارین عطا فرماید وخاتمہ فقیر وجملہ اہل اسلام بخیر نماید آمین حررہ الفقیر احقر الطلبہ عبد القادر عفی عنہ

بمبئی صورۃ ما افادہ القلہذ الکبیر والنحطلم الغزیر محقق العلوم العقلیہ مدقق الفنون النقلیہ الشیخ الاجل الاجل البحر الاوحد الاکمل الصوفی المقتفی بآثار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مولانا الحاج المولوی عبید اللہ الحنفی القادری البدایونی المدرس الاعلی للمدرسۃ المحمدیۃ الواقعۃ فی بلدۃ بمبئی خصہ اللہ وکما بلغہ الجلی والخفی۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد لمنیر انار الحق لاہل نقدت الوارہ علی منار الہدی ساطعہ ۔ ومنور انوار الصدق بتنویر ابصار اولی الابصار فاصبحت مصابیحہ من مشکوٰۃ صدرہم لامعہ ۔ والصلاۃ والسلام علی سیدنا محمد مفتاح خزائن العلوم الذی اشاراتہ لکنوز الحقائق فاتحہ ۔ ومصباح دوائن الفہوم الذی تری الافہام

بلمعات دقائق المعانی علی صفحات البیان لائحہ ۞ وعلی آلہ واصحابہ الذین بدلوا ایمہم الکریمۃ لیبیح الدین نقیا بہجت روضۃ متمنۃ یانعۃ ۞ وربیت بمساعیہم الجمیلۃ شقائق الحقائق فرزا باتزہو علی ربا الاسلام رائقۃ رائعۃ ۞ اما بعد فانی قد تشرفت بمطالعۃ ہذہ الصحیفۃ الشریفۃ ۞ وسرحت نظری فی مضامینہا العجیبۃ اللطیفۃ ۞ فوجدتہا باللہ کاسمہا انوارا ساطعۃ ۞ ورایت نجوم الہدی من بین اسطارہا طالعۃ ۞ تہدی الی الحق لکل ضالۃ غویۃ ۞ وتہدی الصواب الی کل ذی فطرۃ سویۃ ۞ مامن مسئلۃ الا وترکتہا واضحۃ جلیلۃ ۞ ولا من معنی الا وکستہ ببیانہ الحلی حللا سندسیۃ ۞ جمعت من المطالب علی العد منثہا کواکب دریۃ ۞ ونظمت من المآرب حمی اللہ موشیہا جواہر مضیئۃ ۞ تہدلت افنانہا بالفنون الفوائد وتریخت اغصانہا بعیون العوائد ۞ تقر بہجتہا النواظر ۞ وتسر بنزہتہا الخواطر کیف لا وہی روضۃ رضیۃ مزہرۃ بازہار التحقیق ۞ وحدیقۃ ندیۃ منورۃ بانوار التدقیق ۞ طوبی لوارد ہا مورد اہنیا ۞ وبشری لناظرہا منظرا سنیا ۞ فما ہو لاء القوم عنہا راغبون ۞ ویمرون علیہا وہم عنہا معرضون ۞ وقد حق لہا ان تترنم علی قصباتہا بالقبول ۞ عنادل فہوم الفحول ۞ وبلابل العقول ۞ جزی اللہ مہدیہا جزاء موفورا ۞ وجعل سعی منشئہا سعیا مشکورا ۞ حررہ واملاہ ۞ العبد الاواہ ۞ الراجی رحمۃ مولاہ عبید اللہ عفا عنہ ما جناہ ۞ وحماہ بجاہ ۞ عالا یرضاہ ۞ وسلکہ فیما یحبہ ویرضاہ ۞

ومنہا ایضا صورۃ ما قرظ العابد الزاہد المرتاض العارف المرشد الفیاض ہادی السالکین مرشد الناسکین المولوی الصوفی السید عماد الدین الرفاعی النزیل بمحلۃ بہنڈی بازار اجری اللہ فیوضہ الباقیۃ الصالحۃ الی یوم القرار ۞ الحمد للہ الذی بعث رسولا فی الامیین ۞ وفضلہ علی الانبیاء والمرسلین ۞ وجعل میلادہ رحمۃ للعالمین ۞ وانزل الفاتحۃ شافیۃ للمومنین ۞ والصلوۃ والسلام الاتمان الاکملان علی سیدنا محمد شفیع المذنبین ۞ وآلہ الطیبین ۞ واصحابہ المہتدین اجمعین ۞ اما بعد فرایت الرسالۃ النافعۃ الانوار الساطعۃ فی بیان المیلاد والفاتحۃ التی الفہا الفاضل الاجل الملمع ۞ المولوی محمد عبد السمیع ۞ سلمہ اللہ تعالیٰ وجزاہ خیر الجزاء فوجدتہا مشتملۃ علی الادلۃ القویۃ والروایات الصحیحۃ الفقہیۃ جعل اللہ سعیہ مشکورا ۞ ونفع بہ المسلمین موفورا ۞ ومن انکر الفاتحۃ ومجلس المیلاد فہو من المتوہبین المتقلین ۞ تاب علیہم خیر التوابین ۞ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین کتبہ العبد المسکین السید عماد الدین الرفاعی کان اللہ لہ کما کان

لا سلافہ وعفا عنہ وعن والدیہ و اخلافہ حیدر آباد دکن صورۃ مارقمۃ المنطیق الکیس الخبیر النحریر المجتہد البصیر الناظم الناثر المنشئ الادیب الخلیق الحکیم الطبیب کثیر التالیف جید التصنیف مولٰنا وکیل احمد نائب صوبہ شرقی دکن صانہ اللہ ذو المنن عن نوائب الزمن وحوادث الفتن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ستایش مر شارعی را کہ شارع عام شریعت را از خاشاک بدعت و ہوا پاک رُفتہ تا در فضائے این گلستان ہمیشہ بہار ہزاران گل ہدایت در شگفتہ ٭ و نیایش مر مفتی را کہ قانون اسلام را در کشورستان قلوب اہل ایمان رائج فرمودہ ٭ و از میامن فیوض این معنی ابواب تحقیق کمالات بر خواطر آل و اصحاب برکشودہ ٭ اما بعد بندہ درگاہ احد وکیل احمد سکندرپوری مولداً و الحنفی مذہبا والنقشبندی مشربا میگوید کہ بر ضمیر منیر اشراقات تنویر ارباب فضل و ہنر محتجب نخواہد بود کہ از تراکم ظلام بدعت و ہوی آفتاب ہدایت را آنقدر تاریک نساختہ کہ طرائی ذرات حقائق را بہ بال افشانی از یاد در نیارد و خاشاک افشانی صرصر این وادی چندان بر طرق اسلام خس خاشاک نیفشاندہ کہ سالک مسالک شریعت را بالنگ در نیاید ٭ روز افزونی قدر ایج این سنگریزہا کساد بازاری متاع جوہر تحقیق ٭ و وسوسہ انگیزی خیالات این موسوسان برہم زن خانمان تصدیق ٭ چہ روزگار عبرت انگیز است کہ حکمت دانان در ضلالت افتادہ اند ٭ و چہ زمانہ حسرت خیز است کہ جہالت پروران در ابحاث متین حکمت آمادہ۔ حرفی نخواندہ اند و بدعوی تحقیق رسیدہ اند ٭ معنی نذریافتہ اند و بدم کہنہ تلاشی مضمون آشنا گردیدہ ٭ معانی کہ بضابطہ شریعت نبوی وفاق دارند بہ ابتداع آن قائل اند ٭ و اموریکہ در تحت من سن سنۃ حسنۃ داخل اند بتحریم آن مائل اند ٭ کو ہمتی کہ در مسالک این وادی سلوک ورزد و کجا زہرہ کہ از پائے مخائل و اوہام غابات این فیافی را در نوردد ٭ بحمد اللہ و بمنہ مصنف این **انوار ساطعہ** چہ سحر بردہ ٭ و چہ اعجاز و دمی بہ پایۂ بیان در آوردہ ٭ کہ از سطوع انوارش بردیدہ بے بصران حکم خفاش درست آمدہ ٭ و از لموع لمعاتش آب در چشمۂ آفتاب می لرزد ٭ الحق نور را با ظلمت تضادے تمام تحقق بود کہ چون تنویرات شعشعانی آفتاب از مشرق نہاریت پرتو انگیزان گردد ٭ زلف لیلائے لیل را چہ یارا کہ باخراق بازی جمر آتش بال کشا مرغان اسولۂ معترضان در چنگال اجوبۂ این رسالہ صید بازی شہباز و فروجگان نمودند ٭ و قامت اعتراض مانند خار و مژگ بدو کہ جلادان توقیع از شمشیر اشارت فرقش را ببریدند ٭ از گلچینیش خار و خاشاک بدعات بریدہ شد و از نظارت فرمایش

گلشن کدۂ ہدایت شگفتہ ، نخل فقاہت ازریشہ ، والی معانیش درعسل جوشی اجتہاد ، و گلبن شریعت ازبہار افروزی نسیم کلامش درعطر ریزی ریاض اعتقاد ، از افتتاح فاتحہ کلامش معنی فتوحات حاصل ، واز لوربار ی یواقیت اسرارش دیدہ کور سوادان غافل ، علیٰ وے مسائل بارکیش مستحاجیا رعادم ، درگنج کاوی سینۂ الہام زالیش قفل کشائی مجازن فہوم اشعۂ لمعاتش سرمہ بینر سواد دیدۂ انوار ، معارف فیوضاتش منور قلوب اسرار ، توضیح عبارتش تنقیح فرمائے تلویح معانی بمنارات معانی مطالبش لورالانوار مواطن روحانی درمختار معاقد بی بہاست ، محیط معانی نومدعاست ، کشاف طینتی بتیانش درمختصر بیانی الفاظ مطول فردش وکان مضمون ۔ فتوح عیب عساکر معانیش درملک گیر طیل لوید گوی افواج معانی موزوں ، چوں تمدیح نشاری این رسالہ سترگ درپاس مقام اطناب سر زدہ دارد اولی آنکہ بدین مدعا اختتام توصیف کنیم ؎ ع قبولِ خاطر اہل ہدی باد فقط

احمد آباد گجرات صورۃ ما سطرہ النحر الفہامہ والبحر العلامہ واقف اسرار المعقول والمنقول کاشف استار الفروع والاصول وامنع جیش الاباطیل مشقت شمل المخاذیل المدعو بمولوی نذیر احمد خاں الرامپوری المدرس فی بلدۃ احمد آباد ابقاہ اللہ بالصدق والسداد والہدایۃ والرشاد بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ الحمد للخالق الذی خلق لور نبیہ اول جمیع المخلوقات فجعل منہ الانبیاء والصدیقین والشہداء وسائر المکنونات وارسلہ آخر کل النبیین رحمۃ للعالمین وسخرلہ الملک والملکوت والارضین والسموات وافضل الصلوٰۃ والتحیات علی خیر الانام الذی من علینا ببعثتہ العزیز العلام بقولہ فی کتابہ المنزل المکرم الذی ہو اقوم البینات وادوم المعجزات وامر فیہ بتحدیث النعمۃ وای نعمۃ تساوی ولادتہ فذکرہا انفراداً واجتماعاً بہیئۃ الاحترام والاکرام کیف لایکون من الحسنات بل العبادات وآلہ واصحابہ الذین عزروہ ووقروہ بانفسہم وجوارحہم فبلغوا فی الدرجات الی اقصی الغایات ومن بعدہم من محققی الفضلاء البطول والکملۃ الفحول اتفقوا علی مر الاعصار فی الامصار علی احتفال ذکر ولادتہ واستحسنوا القیام عندہ علی الاقدام فنالوا البرکات المتوالیات اما بعد فانی طالعت ہذا الکتاب المسمی انوار ساطعہ فی بیان المولود والفاتحہ للعالم الافضل

والفاضل الاجل النحریر الرفیع والبحر المنیع المولوی عبدالسمیع اطال اللہ بقاءہ ورزقنا ایاہ لقاءہ ورضاہ وجزاہ اللہ عنی وعن جمیع المؤمنین الصالحین خیرا وکفاہ اللہ اعداءہ وحسادہ ضیرا فوجدتہ منورا لقلوب المحبین سید المرسلین ودلیلا قاطعا لاثبات الفاتحۃ ومیلاد خاتم النبیین وبرہانا ساطعا لاثباتہما علی المنکرین المتبعین غیر سبیل المؤمنین فلا یختفی ضیاءہ الاعلی العنید الغوی الذی مقلتہ عمیاء او الاعمی الغبی الذی لا یری شعاع الذکاء فی وسط السماء قال المتنبی فی الذی ہو کذلک عاذ لہ لما ہناک شعر ولو خفیت علی الغبی فعاذر ٭ ان لا ترانی مقلۃ عمیاء ٭ فجدیر للمؤلف اللوذعی فی مقابلۃ مثل ہذا اہل العمی والغی الغبی ان یسلک مسالک الشاعر الماہر المتنبی وارجو من اللہ جل برہانہ وعظم شانہ ان لا ینکر مضامین ہذا الکتاب احد من العاقلین المنصفین الشادین وان کان من قبلہ لقلۃ التدبر والنظر علی الکتب من المنکرین لان المؤلف القمقام النحریر الفہام اوضحہا ایضاحا لا یتیح الانکار واظہرہا اظہار الشمس بلاد الشرق والغرب فی نصف النہار واقام البینۃ علیہا فصارت عند الاذہان جسام کالجبال الراسیۃ ٭ وتصدی لدفع الاعتراضات التی تقولہا اہل البدعات السیئات فاجاب عنہا باجوبۃ مرضیۃ شافیۃ فلا یسع لمن لہ قلب سلیم الا التسلیم بالتکریم واما الذین اشرب فی قلوبہم حب المکابرۃ والمعاندۃ وکان دابہم العداوۃ والمضادۃ ودیدنہم عن الحق الاستکبار وعن الہدایۃ الاستنکار فلا عجب ان ینفروا عن مثل ہذا التحریر الازہر ویستدبروا عن ہذا التقریر الاظہر والاطہر الا تری ان الاثیم فاقد الشامۃ المسک لا ذفر لم یؤمن باعجاز الشقاق القمر المعاند الاکبر فمن ضاہاہ وتشابہ قلبہ کیف تخلف عنہ وضوح ہذا الاثر وان کان احدہما الاصغر من الآخر اللہم احفظنا بلطفک القدیم وفضلک العمیم عن مثل ہذہ الفضیحۃ الشنیعۃ واغفر لنا کل الخطایا والذنوب بذریعۃ حبیبک خیر البریۃ صلی اللہ علیہ وسلم وارزقنا خلۃ خلیلک الکاملۃ وامتنا علی الخاتمۃ الحسنۃ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ۔ قررہ باللسان وحررہ بالبنان المفتقر الی ربہ القدیر محمد نذیر المعروف بنذیر احمد خاں عفا اللہ تعالیٰ عنہ وعن والدیہ جم الخطاء والعصیان ٭ غایۃ سیوہ ۱۲ صورۃ ما حررہ شامخ المکان باذخ الشان العالم الجلیل والفاضل النبیل الشریف النجیب زکی المناقب طاہر الاعراس اللطیف النظیف جمیل الشمائل طیب الانفاس کنز المکارم معدن الحسنات مولٰنا محمد ابو البرکات لا زال بالعز والفیض

المنة لمبدا لفتاح المنان ، الذی زین بالفاتحة القرآن ٭ وہو نور الانوار الصالحات والافادات . ورب اقمار الطالعة ، السمیع العلیم ، الخبیر المنعم القدیم ٭ والصلوة علی من ہو اکرم اولاد آدم ، وافصح مصاقع العالم ، وانہ خاتم المرسلین ، ومولدہ رحمة للعالمین ٭ وعلی آلہ الاصفیاء الواصلین ، وعلی اصحابہ الاتقیاء الکاملین ٭ اما بعد فیقول العبد المفتقر الراجی رحمة رب البریات ، محمد ن المدعو بابی البرکات ، غفر اللہ ذنوبہ والسیئات ، ابن فخر العلماء ، صدر الفضلاء ، بدر الفقہاء ، قمر الکملاء ، سند الواعظین المحدثین ، ناصر المسلمین ، مولنا الاعظم ، مقتدانا الاکرم ، بحر المعانی ، الملقب بالجنید الثانی ، ولقبہ فی اسانیدہ للاحادیث والتصوف الامام الہمام حضرت مولانا عبد الحق محدث کانفوری عم فیضہ ذو المجد ذو العز والجاہ مولنا الحاج محمد امانت اللہ الحنفی الفصیحی لازال بآلاء ذا لحنفاء الاشراف وجنابہ مرجعا للشرفاء الاحناف ان افضل السعادات الابدیة واکمل البرکات الصمدیة واقدم الفیوضات الرحمانیة واکرم الکرامات السبحانیة ذکر فضل الانبیاء حبیب الشریعة الغرا ، مالک الطریقة الزہراء من فضائلہ الجلیلة ومحاسنہ النبیلة وظہور البرکات والکرامات عند ولادتہ الشریفة ومعجزاتہ وآیاتہ النظیفة فطوبی لمن صنف فیہ واجاد وہدی الناس طریق الحق وسبل الرشاد وان ہو الا المولی الکامل فخر الاماثل فی الفروع والاصول وصدر الافاضل فی المعقول والمنقول علیم باسرار الاحادیث النبویة خبیر بدقائق المواعظ المصطفیة نقاد لغالط الاحکام الشرعیة جامع النکات الاصلیة والفرعیة فاتح المغلقات النقلیة کاشف المشکلات العقلیة مشکوٰة مصابیح البلاغة ضیاء مشارق الفصاحة والبراعة سند الاعالی مستند ارباب المعانی ذو المقام الرفیع المنیع المولوی محمد عبد السمیع فانہ قد اورد کلہا فی رسالتہ اللامعة المسماة بالانوار الساطعة لمدرہ حیث سعی فی اسعاف مرام المتصوفین المقلدین واہتم فی رد شبہات المنکرین الضالین واتی بما ینا سب المقام باقوال العلماء الکرام وقدماء الاعلام بحیث لم یسمعہا الآذان ولم یرہا عیون الدہور والازمان فواللہ لقد انبسطت القلوب بمطالعتہا وتنورت العیون بمعاینتہا الفاظہا بدور بازغة وجملہا شموس طالعة سطورہا انہار التحقیق جداولہا بحار التدقیق فیا معشر الناظرین الطالبین الصادقین ان استطعتم ان تنتفعوا بہا فشمروا عن ساق الجد واشتروہا فانہا خیر لکم ان کنتم تعلمون ٭

چریا کوٹ صورۃ ما رصعہ الادیب اللوذعی والاریب الالمعی غواص بحار التحقیق سباق غایات التدقیق عالم صنائع الکلام عامل بدائع النظام التقی النقی الزکی الضابط الثبت الصدوق مولٰنا محمد فاروق مدظلہ العالی مدی الایام واللیالی۔ الحمد للّٰہ رب الانوار الساطعہ ۰ و نور الاقمار اللامعہ ۰ والصلوٰۃ والسلام علی من اوتی الآیات الصادعۃ ۰ والحجج القاطعہ ۰ وبعد فان احسن مایقصد ویراد ۰ واطیب مایرومہ العباد ۰ ولیظمأ فی ھواجر طلبہ الاکباد ۰ ولیأ وی فی منازلہ الرواحل اشدا ساد ۰ ولیوطأ فی مراحل سعیہ القتاد ۰ ولیستوطن فی ھواہ غوارب الرسم وظھور الجیاد ۰ ویجتاب لاجلہ البلاد ۰ الشاسعۃ النائیۃ البعاد ۰ ذکر سید العباد والعُبّاد ۰ من ذکر نسبہ خیر الانساب ۰ وآیاتہ الحقۃ المدھشۃ للالباب ۰ وارھاصاتہ التی جاءت عند مولدہ الشریف المستطاب ۰ فانہ اجل مایدخر لیوم الحساب واکرم مایقتنی بحسن الثواب ۰ فطوبی لرجل ملأ وطابہ ۰ وکمل نصابہ ۰ وان ھوالاالمولی الکریم ۰ والنبیل الفخیم ۰ مولی البلاغۃ والیراعہ ۰ مالک ازمۃ الطرس والیراعہ ۰ عالی الکعب کعبۃ المعانی ۰ والی المجد الشامخ والعز المصمد والمحل العالی صاحب المقام الرفیع ۰ والجاہ المنیع المولوی عبد السمیع ۰ فانہ قد اتی برسالۃ فی مجلس ذکر المیلاد ۰ وسعی وجد فیہا فاجاد وہدی الناس الی سبل الرشاد واذ فقاق اہل الآفاق وساد ۰ وسد موارد الغی والفساد ۰ اللھم بارک لہ فی رزقہ وحسناتہ والبشر للناس بجود عوارفہ وبرکاتہ ۰

لکھنؤ صورۃ ماجرہ زین العلماء سراج الادباء الذی ھو فی عصرہ وحید وفی دہرہ فرید مولٰنا ابو الحسنات محمد عبد الحجید ابقاہ الولی الحمید ۰ ھو النجل السعید الکریم مولٰنا الحافظ شاہ ابی الحیا محمد عبد الحلیم بن مولٰنا ابی البقا محمد عبد الحکیم ابن مولٰنا ابی العیاش محمد عبد الرب بن ملک العلماء ابی العیاش مولٰنا عبد العلی بحر العلوم اللکھنوی الفرنجی محلی غفر اللہ لہم اجمعین واعلی درجاتہم فی اعلی علیین بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ اکبر اللہ اکبر انا اذل والیہ افقر ھو خالق العز والغنا ومنہ غایۃ الذل والعناء تعالی اللہ شانہ علوا کبیرا لایستطیعون ثناء علیہ ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا یتوالی نعماہ علینا بلا وقف فی اللیل والیوم یدبر الامور کلہا ولا تاخذہ سنۃ ولا نوم دہشت الالباب عن عد نعمائہ وطاشت الحلوم وبروالعقل عن حد آلائہ وتبلدت الفہوم نحن فیہ سمتنا قاصرون عن العقل ومکارمہ ذا لکفۃ من الحد والحصر فکیف احمدہ علی شانہ واطرح الادب وکیف لا احمد حال تواتر نعمہ

فیا عجبا لجد العجب ان تعدد النعمۃ اللہ لا تحصو ھا منہا الوار ساطعہ وعجالۃ نافعۃ اعنی ہذہ الرسالۃ العجیبۃ والرقیمۃ الغریبۃ فمحا دیہا لائقۃ ومعانیہا فائقۃ مضامینہا من الصدق والسداد ملوۃ والفاظہا سایتہ لغیتہ حلوۃ تہدید لمن تغشی قلوبہم الکید والریب وہدی للمتقین الذین یومنون بالغیب طریق الاستدلال فیہا احسن الاسلوب اثبات دعاویہا قوت القلوب تمیل الیہا النفوس کما تر غب الی الماکل والملابس بل تجلبہا جلب مقناطیس فللہ در من صنفہا واحسن من صرف فیہا الاوقات والیہا لما جارت للمطالعۃ ورایت منہا اوراقا محدودۃ وجدتہا مرغوبۃ الطبع ومحمودۃ فنظرت لنظرۃ بالاجمال والاستعجال ومنعنی من الامعان العلل اللاحقۃ والہزال فعجزت فی المطالعۃ عن الاستیعاب واکتفیت علی عدۃ اوراق من الکتاب علیہ حمدت اللہ قاضی الحاجات ولیس حمدی الاحرکۃ الشفۃ واللہاۃ واعتذر الی جنابہ من التقصیر اعتذار البائس العاجز علی باب الامیر وارجو منہ ان یعید علینا سوابق النعم ویزید فی لواحق الکرم واصلی واسلم علی رسولنا وشفیعنا محمد الہادی الی سبل السلام وعلی آلہ سعاۃ الانام واصحابہ حماۃ الاسلام وانا الراجی رحمۃ ربہ الوحید ابوالحسنات محمد عبدالحی ابن مولانا المولوی الحافظ شاہ ابوالحیا محمد عبدالحلیم علیہ رحمۃ اللہ الرحیم [محمد عبدالحی ابوالحسنات]

جناب مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی فرنگی محلی کا تصدیق فرمانا اس کتاب کو جیسا کہ انکو شاگرد مولوی سعید الدین صاحب لکھتے ہیں۔ صورۃ مارقمہ التقی الزکی الفطین العالم العامل المتین الرزین المولوی سعید الدین احمد من نجباء بلدۃ رامپور ضلع بہار الفوز وہو من ارشد تلامذۃ مولانا عبدالحی لکھنوی المغفور بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ الذی انعم علی الناس ببعث محمد اخیر العباد وجعل مقدمہ قرۃ للعیون ومسرۃ للفواد والصلوۃ والسلام علیہ وآلہ واصحابہ صلوۃ وسلاما لا یحصیہا امد ولا عداد صلوۃ تشفعنا یوم لا تجزی الآباء عن الاولاد ولا یحمل الابناء اعباء آبائہم والاجداد اما بعد فیقول احقر العباد محمد المدعو بسعید الدین غفرلہ ربہ یوم التناد ان من اطیب ما یستلذہ الفواد ویلتاع الیہ الاکباد ذکر سید العباد وما لہ من محاسن اخلاقہ ومعجزاتہ فاز باصابتہ عند المیلاد وفاز من جری علیہ ووالاہ وخاب من جحدہ وعاداہ فمن الذین احبوہ واکرموہ واستحسنوہ وابرموہ المولی الفاضل البارع الکامل ذو الکعب العالی والباع الرحیب المصقع الادیب الاریب صاحب الشرف الرفیع المولوی محمد عبدالسمیع قد اتی برسالۃ نافعۃ موسومۃ بالانوار الساطعۃ فاکب العلماء علی مدحہا وتحسینہا و

اجمعوا على ما فيها من الثنا من كل سنيها و شنيها منهم استادنا المشہور المولوی محمد عبد الحی اللکہنوی المغفور فانی قد عرضت تلک الرسالۃ علیہ فاستحسنہا واستجادہ واحلہا محل الارشاد وقال ان ہذا الکتاب جامع جمیع الاقوال فی ہذا الباب وسلک فیہ مؤلفہ مسالک الصدق والسداد واجتنب عن سوء القول والعناد وصلی اللہ علی النبی وآلہ الامجاد ٭

بلندہ ضلع فتحپور ہسوہ صورۃ ما طرزہ رافع اعلام الدین امام العابدین مؤید اہل السنۃ والجماعۃ مبید اہل البدعۃ والشناعۃ مولنا القاضی محمد عبد الغفور ادام اللہ فیوضہ مر الدہور بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ الذی اید اہل الحق والنصارۃ وہزم اہل البطلان واشرارہ والصلوۃ والسلام علی حبیبہ الذی قلع اطلال الفساد و بنیانہ وعلی آلہ واصحابہ الذین شیدوا قصر الرشاد وارکانہ اما بعد فانی طالعت الکتاب المسمی بالانوار الساطعۃ فی بیان المیلاد والفاتحۃ الذی صنفہ العالم الجلیل والفاضل النبیل عدیم العدیل فقید المثیل مولانا القاری الحافظ المولوی محمد عبد السمیع صانہ اللہ تعالی عن شر کل غبی نزیع دعوی وجمیع فوجدتہ ظہیرا لاہل السنۃ والجماعۃ ونصیرا لاصحاب الدرایۃ والہدایۃ دما لمنار الضلالۃ وہاما لاسنان اہل الغوایۃ فجزاہ اللہ سبحانہ احسن الجزاء ووقاہ جمیع البلاء حیث ما جہم الباغین اتم الافہام وافحم الطاغین اکمل الافحام بلطیف الکلام وحسن النظام فمن انصف واقبل جل ومن اعتسف فادبر وذل فقط حررہ الفقیر المشہور بمحمد عبد الغفور المتوطن لقصبہ بلندہ ضلع فتحپور ٭

کانپور بنگالی محلہ صورۃ ما قرظ ونظمہ مجمع الفواضل العالم العامل العارف الکامل الذاکر الشاغل المرتاض الفاضل مولنا شاہ محمد عادل عم اللہ فیضہ الشامل الی یوم الرجف والزلازل کان اخذ العلوم حین التعلم من عالم الحقائق والاکناہ مولانا شاہ سلامت اللہ وہو من شمس العلماء مولنا شاہ عبد العزیز الدہلوی رحمہما اللہ العزیز القوی۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم حمدا لمن وفق محبی حبیبہ الکریم الذی ولد فی خیر البلاد وہو شفیع الخلائق فی المعاد لعقد مجالس المیلاد وجعل الجحیم ماوی مبغضہ اللئیم الذی ہو معدن الشر والفساد واعد لاعدائہ سور الاکباد وشراب جہنم یصلونہا فبئس المہاد وانہ تعالی عزیز ملک عرش بر رؤف جواد الذی انعامہ علی العباد وغیر معلول لعلل طاعات العباد وصلوۃ وسلاما علی من ہو باعث الایجاد ومبعوث لہدایۃ الثقلین الی سبیل السداد وداعیہما طریق الرشاد سیدنا محمد افصح من نطق بالضاد الذی ہو للانام ہاد وامرنا بان باتباعنا اعظم السواد وعلی آلہ الامجاد واصحابہ

افضلی الزیا والی یوم التناد ولیک الذین رحماء بینہم للکفار شدا وہم بذلوا جہدہم فی اشاعۃ دین الحق وصرفوا اموالہم وانفسہم فی الجہاد مع الکفرۃ الفجرۃ وذوی النفاق والفساد وبعد فیقول العبد الخاطی الخامل محمد عادل عاملہ اللہ سبحانہ بفضلہ الشامل وجعلہ من الآمنین یوم الرجف والزلازل واصلح حالہ بلطفہ الکامل فی العاجل والآجل انی قد رأیت مواضع شتی من ہذا الکتاب المترجم بالانوار الساطعۃ فوجدتہ اوفق لمعتقدات اہل الحق ما ذکر فیہ فہو بالمتابعۃ احری والیق لان الحق بالاتباع احق قررت مطالبہ بتقریر الطف وادق بنیت مسائلہ ببیان شاف الی الذہن اسبق کیف لا وقد صنف من ہو جامع بین المنقول والمعقول حاو للفروع والاصول اسوۃ اصحاب النہی صاحب الدرجات العلی الذی قد خص بالعلم الوسیع وہو ذو الشان المنیع والمکان الرفیع اعنی مولانا عبد السمیع سمع اللہ المسئول واستجاب بنعمۃ لمدعوہ ومتع ارباب الاسلام بطول بقائہ ولیسر متمنینا بتیسیر لقائہ جزاہ اللہ الولی الوہاب عنی وعن جمیع المستفیدین من ہذا الکتاب جزاء تاما وفی فجعل الجنۃ لہ المثوی وخیر مآب ثوابہ من عند اللہ واللہ عندہ حسن الثواب ہذا والحمد للہ اولا وآخرا والصلوۃ علی النبی وآلہ باطنا وظاہرا۔

اکبر آباد۔ صورۃ ما کتبہ ذو المجد الظاہر والفضل الباہر غائص بحار التحقیق فارس مضمار التدقیق المشتہر المدعو بالالسنۃ والافواہ بمولانا محمد عبد اللہ اول مدرس فی مدرسۃ اکبر آباد صانہ رب العباد عن شرور اہل الغی والعناد۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ العلی الاعلی الذی خلق الارض والسموات العلی والصلوۃ والسلام الاتمان الاکملان علی من دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی وعلی آلہ الابرار واصحابہ الاخیار الی ما دار الدوار وسار السیار۔ اما بعد فلقد رایت کتاب الانوار الساطعۃ مشتملۃ علی تحقیقات غامضۃ وتدقیقات فائقۃ شموس براہینہ علی افق التحقیق طالعۃ واقمار حججہ علی فلک التدقیق لامعۃ والنوار دلائلہ وآثارہ علی الاکناف والاطراف ساطعۃ ومؤلفہ البحر الطمطام والبحر القمقام اجود ما اراد وسلک مسلک السداد وازحق الباطل والزیغ والالحاد وہدی الناس الی سبیل الرشاد اذ ہو باولانہ لکل قوم ہاد واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب اذ عندہ ام الکتاب نمقہ وقرظہ العبد الاواہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ ما جناہ من الجناح فی المساء والصباح المدرس الاول للمدرسۃ الاسلامیۃ الواقعۃ ببلدۃ اکبر آباد صانہا اللہ عن الشر والفساد فقط۔

دہلی۔ صورۃ ما رقمہ الشقیق الجلال والجلال والحصیف الجال مروج عقائد الاسلام مفسر کلام الملک

العلام مقدام فنون المناظرۃ والکلام والمعانی المولوی ابو محمد عبد الحق مؤلف عقائد الاسلام والتفسیر الحقانی لا زال منزہا بالمآرب والامالی۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی میں نے رسالہ الانوار ساطعہ کو دیکھا ہے اور اس کے چند ابحاث کو پڑھا ہے حقیقت میں مصنف ممدوح نے کمال متانت اور بڑی لیاقت سے بحث کی ہے اگر مبالغہ نہ سمجھا جائے تو میں کہہ سکتا ہوں کہ اس مسئلہ میں یہ رسالہ بے نظیر ہے اور اس کی تحریر میں حق بجانب مصنف ہے محفل میلاد خصوصًا اس پُر آشوب زمانہ میں نہایت نیک کام اور باعث ترویج اسلام بین العوام ہے اب جو لوگ اس محفل متبرک میں بعض بدعات کا ارتکاب کرتے ہیں یہ انکا قصور ہے اس الزام سے یہ کام بُرا نہیں ہو سکتا بنا ر مساجد ومدارس جو بالاتفاق امر مستحسن ہے اگر اس میں کوئی بدعات کا ارتکاب کرے تو کیا اس سے کوئی اس نفس فعل کو بُرا کہہ سکتا ہے نہیں ہرگز نہیں میرے نزدیک جس فریق نے بدعت سیئہ کے معنی یہ لئے ہیں (کہ قرون ثلثہ کے بعد جو بات پیدا ہوئی ہے وہ بدعت سیئہ ہے) اُس نے بڑی غلطی کی ہے جس نے اس بنا ر فاسد پر تفریعات کی ہیں اور اس کے پیروؤں نے انکو کالوحی من السماء سمجھ لیا ہے وہ اور بھی غلطی میں پڑ گئے ہیں واللہ الہادی وبیدہ ازمۃ المقاصد والمبادی۔ ابو محمد عبد الحق ؎

ایضًا دہلی ۔صورۃ ما رشاہ ومنقہ الفاضل النحریر والناقد البصیر قدوۃ ارباب التدریس والتذکیر اسوۃ اصحاب التحریر والتقریر الکریم ابن الکریم الحافظ لحدود اللہ والمتبع لسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مولانا محمد **یعقوب** ابن خازن العلوم مولانا محمد کریم اللہ الدہلوی التلمیذ الرشید لمولنا شاہ عبد العزیز الدہلوی خصہم اللہ بالفیض الہی والاجر السنی ہو العزیز الکریم بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ علی ما انعم علینا ببعثۃ سید الانبیاء محمد المصطفےٰ والصلوۃ والسلام علی رسولہ المجتبیٰ وآلہ المرتضیٰ واصحابہ المتہدی وعلی الائمۃ الکرام المقتدی وبعد فیقول العبد الراجی رحمۃ اللہ علام الغیوب محمد یعقوب حفظ اللہ عن الکروب فقد اطلعت علی الرسالۃ الرشیقۃ والعجالۃ الکریمۃ المسماۃ بالانوار الساطعۃ فی بیان المولود والفاتحۃ التی الفہا العلامۃ ذو المحامد والمناقب والرای الثاقب صاحب المقام المنیع مولنا محمد السمیع صانہ اللہ عن کل خصم شنیع فوجدتہا صحیحۃ وموافقۃ لمذہب اہل السنۃ والجماعۃ ومملوۃ بالروایات المقبولۃ المرضیۃ فمن وافقہا فہو منا ومن خالفہا وردہا فلیس امرہ برشید وما قولہ بسدید وکیف فانہا مشحونۃ بالدلائل الساطعۃ والبراہین القاطعۃ والمطالب النفیسۃ والمآرب

المنیفۃ المرویۃ عن الفضلاء والکبراء نسئل اللہ تعالیٰ ان یرزقنا اتباعہم وآخر کلامنا وختم مرامنا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد خاتم النبیین وآلہ الطاہرین واصحابہ الطاہرین

رڑکی صورۃ ما زبرہ البحر الفاسی والبحر الطامی الفاضل الوقاد والکامل النقاد الثقیف الشریف الحصیف اللطیف مولینا **محمد عبد الحق** السہارنپوری المقیم فی رڑکی للتدریس ونشر العلوم سلمہ القادر القیوم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ علی نوالہ والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ۔ امابعد احقر الخلائق عبد الحق عفی عنہ ملتمس خدمت اہل اسلام القاہم اللہ الی یوم القیام ہے کہ کتاب لاجواب سراپا تحقیق وصواب مسمیٰ بہ انوار ساطعہ مؤلفہ فاضل اجل عالم باعمل مولوی محمد عبد السمیع صاحب رامپوری دام فیضہ نظر احقر سے گذری۔ الحق مؤلف موصوف نے جزاہ اللہ خیراحسبتہ للہ لطور سعی فی الدین یہ کتاب ایسی تحریر فرمائی ہے کہ جس کے مطالعہ سے ایمان والوں کی آنکھوں میں نور اور دلوں میں ترقی ایمان کا سرور ہے ہاں جو معاندین حق اور پیروان باطل سے ہے وہ بلاشک اس سے متوحش اور نفور ہے سو ایسے شپرہ چشموں کی خواہش سے آفتاب کا سیاہ ہونا ممکن نہیں اگرچہ سطوع انوار سے انکی آنکھوں میں خیرگی ہو اور خاصہ طبعی سے دلوں میں تیرگی آوے ؎

نور گیتی فروز چشمہ ہور — زشت باشد بچشم موشک کور

پس اگر چند فضول گو ہفوات وخرافات بکیں اور فضول باتوں سے اوراق سیاہ کرنے کو تحریر جواب نام رکھیں تو اُن کی ناکامی اور عالم میں بدنامی خود دکھا رہا ہے اہل نظر اور ارباب بصیرت کو ایسے بے بصروں کی شکایت نہیں کہ وہ نور کو ظلمت اور سنت کو بدعت اپنی کجی باطن اور جہالت سے قرار دیتے ہیں اور نور اسلام کو باطل اور حق کو باطل کرنا چاہتے ہیں واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ؛

میرٹھ صورۃ ما قرظہ الشیخ النجیب الحبیب الشاعر اللبیب الادیب المتمسک لعقائد اہل الفوز والفلاح المتشبث باعمال اہل الخیر والصلاح المشہور بالمولوی **ابو محمد صادق علی مداح** سلمہ خالق الاشباح والارواح۔ ای بہار آرائی چمنستان کون ومکان تیرا ہزار ہزار شکر اور لاکھ لاکھ احسان انوار ساطعہ کی تجلی ریزی کی گلہائے تر وتازہ سے مشام آرزوئے مشتاقان دوبارہ معطر ہوا اور اس تجلی زار کے جلوات خورشید اثر سے ایوان مراد عاشقان کا در ودیوار منور ہوا

الله الله یہ کتاب ہے جسکے ہر اوالاجواب ہے ہر لفظ کی بہت جلوہ ریز نور ہر معنی کی تجلی تماشائی طور ہر سطر اس کی سفہا کی بے ادبی کیلئے تازیانۂ ہدایت ہے ہر صفحہ اس کا صلحائے صافی مشرب کیواسطے آئینۂ رونمائے سعادت ہے یہ کتاب تعلیم غیبی کا وہ نادر سبق ہے جس کی فیضان کا جوش آئینۂ اسرار نہ طبق ہے۔ یہ اوس شہسوار میدان دین و ایمان کا عالی نشان ہے جس کی یکہ تازی سمند تحقیق سے کشور وہابیت پامال و ویران ہے وہ خضر وادی تحقیق بادی منازل تدقیق بالانشین صدر رفیع جناب مولنا مولوی عبید السمیع ہیں سبحان اللہ دلائل و مدلل کہ جائے گفتار نہیں براہین وہ مبرہن کہ مقام انکار نہیں عاشقان رسول مقبول نے اوسے آنکھوں سے لگایا عالمان معقول و منقول نے مستند ٹھیرایا سنیوں کا یہ مذہب صوفیوں کا یہ مشرب علمائے ہند سے تا مفتیان حرمین الشریفین سب اوس کی قائل ہر خاندان کا صوفی اوس پر جان و دل سے مائل علی الخصوص وہ بلبل بستان حجاز یعنی مکہ معظمہ کا مفتی حنفی بلاغت طراز دیکھو کس خوش آہنگی سے زمزمہ پرداز ہے ؎

انزہ ربی عن مقالۃ کاذب ٭ کفور بہا سمی براہین قاطعہ ٭ وما حکمہ فی ذا سوی ضربۃ امرء ٭ بسیف لہ فی الحق انوار ساطعہ ٭ بیا مد منہا راسہ عن مکانہ ٭ وتبقی لاہل الزیغ والجہل قامعہ ٭ یہ اشعار بلیغ لطرز ملیح حضرت مفتی محترم مکرم ان قناری کے ذیل میں نظم فرماتے ہیں جو مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری نے درباب رد مسائل کتاب براہین قاطعہ مواہیر علمائے حرمین شریفین سے ۱۳۰۶ھ میں مستند کرائے ہیں اور یہ بات ان اشعار آبدار سے آشکارا ہے کہ مؤلف براہین قاطعہ بالکل کاذب و کفور اور اس کا گروہ اہل جہالت و اہل زیغ ہے اور کتاب انوار ساطعہ راہ حق میں مخالفین حق کا سر کاٹنے کے لئے تیغ بے دریغ ہے الٰہی کتاب مستطاب کی شہرت و مقبولیت جلوہ آرائے اوج کمال ہو اور اس کے ناظرین و سامعین کا دل لذت یاب کیفیت جلال و جمال ہو آمین یا رب العالمین ٭ **مؤلف کہتا ہے** کہ تقاریظ نقل کرتے کرتے بہت طول ہوا اور ابھی علمائے عصر کی بہت تحریریں آئی ہوئی باقی ہیں۔ جناب مولوی عبد الحق صاحب اور عبد المجیب صاحب جو دونوں حضرت بحر العلوم قدس سرہ کی اولاد امجاد میں ہیں اور مولوی عبد الوہاب صاحب خلف الصدق حضرت مولنا عبد الرزاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولوی محمد ابراہیم صاحب اور مولوی محمد عبد الباقی صاحب اور مولوی محمد عبد العزیز صاحب

یہ سب حضرات عالی درجات بلدہ لکھنؤ محلہ فرنگی محل کے علماء باوقار ہیں رفع اللہ درجاتہم و نفع المسلمین بحسناتہم، و میرے مشفق کرم فرمائے مولوی محمد عبد العلی صاحب مدراسی دام فیضہ اور مولنا شاہ محمد حسین صاحب رئیس خلیفہ حضرت شاہ عبد السلام ہسوی رحمۃ اللہ علیہ یا سوا ان کے اور بھی مرادآباد و دہلی اور بمبئی وغیرہ کے علماء جزاہم اللہ عنا خیر الجزاء سبھوں نے ارسال تقاریظ سے اس ذرہ بمقدار کو مشرف فرمایا لیکن مجھکو بعض عقلاء دور اندیش نے یہ سمجھایا کہ ان سب کے مطبوع ہونے میں بہت طول ہوگا اور لمبی تحریروں کے دیکھنے سے ہر ناظر برداشتہ خاطر اور ملول ہوگا بناء علیہ میں اُن حضرات کی خدمت والا درجت میں نہ مطبوع ہونے تقاریظ کا یہ عذر اور اُن کی توجہات اور بذل عنایت تقریظ نگاری کا صمیم قلب سے شکر ادا کرتا ہوں مگر ایک تقریظ جس کو خاتم التقاریظ کہنا بجا ہے اگرچہ اوس کا پہونچنا میرے پاس آخر میں ہوا ہو لیکن اس کو شرف تقدم ذاتی کا حصہ ہے وہ ہر ایک بشر کو مطبوع ہے اور سب کا دل اُس کے مطبوع ہونے پر رجوع ہے اور کیوں نہو تمام عرب و عجم و ہندوستان و قسطنطنیہ و مصر و شام وغیرہ میں وہ حضرت مشہور ہیں اور آوازے آپ کے فضائل کے دور دور ہیں حضرت سلطان روم نے بکمال اشتیاق و آرزو آپ کو مکہ معظمہ زاد اللہ شرفاً سے دوبارہ بلایا اور آپ کا اجلال و اعزاز اعلی درجہ پر ظاہر فرمایا چنانچہ تمام اخبار نگاروں نے ممالک ہندوستان وغیرہ میں جا بجا اس خبر کو شائع کیا اور پھیلایا اور نیز حضرت سلطان نے جناب شیخ الاسلام مفتی الانام مولنا احمد اسعد افندی کی تجویز سے پایہ حرمین شریفین آپکا خطاب مقرر فرمایا اور فرمان شاہی میں آپ کو الفاظ (افتخار قضاۃ المسلمین اولی ولاۃ الموحدین) وغیرہ القاب عالیہ سے یاد کیا جاتا ہے آپ میری اساتذہ میں اول استاذ ہیں کہ درس علم عربی شروع آپ سے کیا اور تصحیح عقائد اہل سنت کا حصہ بھی آپ سے لیا طرفہ تر یہ کہ اس دیس کے رہنے والوں میں جو صاحب میرے مقابل اور مجادل ہوکر میلاد مقدس حضرت محبوب رب العالمین کی توہین کرتے ہیں وہ بھی حضرت مولنا کو مانتے ہیں از انجملہ کتاب براہین قاطعہ گنگوہی کے صفحہ اٹھارہ سطر چاریم ۲۷۶ حضرت کا نام اس ادب سے لیا ہے کہ (ہمارے شیخ الہند مولوی رحمت اللہ) پھر صفحہ دو سو چھتر کے دوسری سطر میں لکھا (اب مولوی رحمت اللہ صاحب تمام علماء مکہ پہ فائق اور باقرار علماء مکہ اعلم ہیں) بھلا یہ صاحب بھی جب حضرت کو اپنا شیخ الہند تسلیم کر چکے۔ اور ہر عرب کے جمیع علماء پر

ترجیح ترجمہ کر چکے اب حضرت کی تصدیق کمال درجہ کو پہنچ گئی اور آپ کی فضیلت کیا ہندوستان
اور کیا عرب سب جگہ کے علماء پر خود ہمارے معاصرین کے اقرار سے ثابت ہو چکی بناء علیہ اُن کی
تقریظ کا آخر تقاریظ میں چھاپ دینا مجادلین کے اوپر آخر درجہ کی حجت سمجھتا ہوں علاوہ
بریں حضرت مولینا کے حکم کی تعمیل ادا کرتا ہوں کہ آپنے مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً وتکریماً سے اسکو
روانہ فرما کر مجھکو مشرف فرمایا اور مخدومی مولوی منور علی صاحب مہاجر مقیم مکہ معظمہ کا یہ نوشتہ آیا
کہ حضرت مولنا ارشاد فرماتے ہیں چونکہ کتاب در منظم اور کتاب انوار ساطعہ کا اصلی مدعا اثبات
مولد و قیام میں ایک ہے اس لئے میری طرف سے تقریظ دونوں کتاب کی ایک ہو وہ تقریظ
یہ ہے۔ **تقریظ مجدد زماں پایہ حرمین شریفین شیخ العلماء حضرت مولنا رحمۃ اللہ
مہاجر مکی مد اللہ ظلہ العالی مدی الایام واللیالی** اس رسالہ کو میں نے اول سے آخر تک
اچھی طرح سُنا اسلوب عجیب اور طرز غریب بہت ہی پسند آیا اگر اس کے وصف میں کچھ لکھوں تو
لوگ اُسے مبالغہ پر حمل کریں گے اس لئے اُسے چھوڑ کر دعا پر اکتفا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اسکو
مصنف کو اجر جمیل اور ثواب جزیل عطا فرماوے اور اس رسالہ سے منکروں کے تعصب بیجا کو توڑ
کے اُن کو راہ راست پر لاوے اور مصنف کے علم اور فیض اور تندرستی میں برکت بخشے اور میرے
اساتذہ کرام کا اور میرا عقیدہ مولد شریف کے باب میں قدیم سے یہی تھا اور یہی ہے بلکہ بجلت
سچ سچ ظاہر کرتا ہوں کہ میرا ارادہ یہ ہے کہ ع بریں زیستم ہم بریں بگذرم ۔ اور عقیدہ یہ ہے کہ
انعقاد مجلس میلاد بشرطیکہ منکرات سے خالی ہو جیسے تغنی اور باجا اور کثرت سے روشنی بیہودہ
نہ ہو بلکہ روایات صحیحہ کے موافق ذکر معجزات اور ذکر ولادت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا
جاوے اور بعد اس کے اگر طعام پختہ یا شیرینی بھی تقسیم کیجائے اس میں کچھ حرج نہیں ۔ بلکہ
اس زمانہ میں جو ہر طرف سے پادریوں کا شور اور بازاروں میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور
اُن کے دین کی مذمت کرتے ہیں اور دوسری طرف سے آریہ لوگ جو خدا اُن کو ہدایت کرے
پادریوں کی طرح بلکہ اُن سے زیادہ شور مچا رہے ہیں ایسی محفل کا انعقاد اُن شروط کیساتھ
جو میں نے اوپر ذکر کیں اس وقت میں فرض کفایہ ہے میں مسلمان بھائیوں کو بطور نصیحت کے کہتا ہوں
کہ ایسی مجلس کرنے سے نہ رکیں اور اقوال بیجا منکروں کی طرف جو تعصب سے کہتے ہیں ہرگز نہ

التفات کریں اور تعیین یوم میں اگر یہ عقیدہ نہ ہو کہ اس دن کے سوا اور دن جائز نہیں تو کچھ بھی حرج نہیں اور جواز اس کا بخوبی ثابت ہو اور قیام وقت ذکر میلاد کے چھ سو برس سے جمہور علماء صالحین نے متکلمین اور صوفیہ اور علماء محدثین نے جائز رکھا ہو اور صاحب رسالہ نے اچھی طرح ان امور کو ظاہر کیا ہو اور تعجب ہو ان منکروں سے ایسے بڑھے کہ فاکہانی مغربی کے مقلد ہو کر جمہور سلف صالح کو متکلمین اور محدثین اور صوفیہ سے ایک ہی لڑی میں پرو دیا اور ان کو ضال مضل بتلایا اور خدا سے نہ ڈرے کہ اس میں اُن لوگوں کے اُستاد اور پیر بھی تھے مثل حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی اور اُن کے صاحبزادے شاہ ولی اللہ دہلوی اور اُن کے صاحبزادے شاہ رفیع الدین دہلوی اور اُن کے بھائی شاہ عبدالعزیز دہلوی اور اُن کے نواسے حضرت مولنا محمد اسحق دہلوی قدس اللہ اسرارہم سب کے سب انہیں ضال المضل میں داخل ہوئے جاتے ہیں اُن ایسی تیزی پر کہ جس کے موافق جمہور متکلمین اور محدثین اور صوفیہ سے حرمین اور مصر اور شام اور یمن اور دیار عجمیہ میں لاکھوں گمراہی میں ہوں اور یہ حضرات چند ہدایت پر یا اللہ ہمیں اور ان کو ہدایت کر اور سیدھے رستہ پر چلا آمین ثم آمین اور وہ جو بعضے میری طرف نسبت کرتے ہیں کہ حرجے

خوف سے تقیہ کے طور پر سکوت کرتا ہوں اور ظاہر نہیں کرتا بالکل جھوٹ ہو اور اُن کا قول مغالطہ دہی ہے میں بحلف لکھتا ہوں کہ میں نے کبھی حضرت سلطان کے سامنے جو میرے نزدیک خلاف واقع ہو اون کی رعایت یا اُن کے وزراء و امرا کی رعایت سے کبھی نہیں کہا بلکہ صاف صاف دونوں دفعہ میں جو میں بلایا گیا ہوں کہتا رہا ہوں اور کبھی خیال نہیں کیا کہ حضرت سلطان المعظم یا ان کے وزراء امراء ناراض ہوں گے اور میرا جھگڑا اور گفتگو جو عثمان نوری پاشا کہ بڑے بادشاہ مہیب اور زبردست تھے اور اپنے حکم کی مخالفت کو بدترین اُمور کا سمجھتے تھے میری گفتگو سخت جو مجلس عام میں آئی تمام حجاز والے خاص کر حرمین کے بڑے چھوٹے سب کے سب بخوبی جانتے ہیں بلکہ اگر میں تقیہ کرتا تو ان حضرات منکرین کے خوف سے تقیہ کرتا مجھے یقین ہے کہ جب ان کے ہاتھ سے امام سبکی اور جلال الدین سیوطی اور ابن حجر اور ہزارہا علمائے تقویٰ شعار خاص کر ان کے استادوں اور پیروں میں شاہ ولی اللہ وغیرہ قدس اللہ اسرارہم بچھوٹے تو میں غریب نہ اُن کے سلسلہ استادوں میں شامل ہوں اور نہ سلسلہ پیروں میں

کس طرح چھوڑوں گا یہ تو ہر طرح سے تفسیق اور بلکہ تکفیر میں تصور نکرینگے پر میں اونکی ان حرکات سے نہیں ڈرتا اور جو میرے ان اقوال کی تائید اور سند مؤلف رسالہ نے جابجا تحریر فرمائی ہے اسی پر اکتفا کرتا ہوں واللہ اعلم وعلمہ اتم فقط امر برقمہ وقال لفمہ الراجی رحمۃ ربہ المنان محمد رحمت اللہ بن خلیل الرحمن غفرلہما اللہ المنان۔ محمد رحمت اللہ ۱۲۵۲

اختتام کتاب بکلمات طیبات مرشد زمان ہادی دوران حضور مرشدی مولائی لقبی ورجائی المشتہر بالالسنۃ والافواہ الحافظ الحاج المہاجر مولانا شاہ امداد اللہ متع اللہ المسلمین بامدادہ وارشادہ وتقواہ۔ بعد حمد وصلوٰۃ فقیر حقیر امداد اللہ عرض مینماید کہ درینولا چیزے کیفیت اعتقاد مذہب ومشرب خود کہ جامع شریعت وطریقت میدانم بقلم آوردن مناسب افتاد باید دانست وبغور باید شنید کہ فقیر مدعی مذہب حنفی ومشرب صوفی است اگرچہ در دعویٰ خود کامل نباشد مگر خود را حنفی مذہب وصوفی مشرب میگویاند وبیشمار د زیرا کہ فقیر را از راہ عقل ونقل محقق ومعلوم شد کہ ہر قدر کہ فہم معانی قرآنی وادراک حقائق ومعارف کلام الٰہی جل شانہ وفہم وادراک حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم این دو گروہ یعنی علمائے مجتہدین احناف ومحققان ومشائخ صوفیہ را حاصل ولنصیب است دیگران این درجہ ندارند کہ از یک مسئلہ مسائل کثیرہ استخراج کردہ اند ولپشت وپناہ دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم گشتہ اند رضوان اللہ علیہم اجمعین لہٰذا فقیر بدل مقلد ہر دو فریق موصوف گشتہ مذہب ومشرب ایشان اختیار کردہ است وفوائد بسیار ظاہری وباطنی حاصل کردہ است ومیکند وہو الموفق وبہ نستعین پس لمعتقدہ مختار فقیر آنست کہ دراں مسئلہ کہ این ہر دو فریق متفق اند یعنی احناف وصوفیہ فقیرے تکرار وبحث بدل نمودہ بران کار بندی شود دراں مسئلہ کہ فریقین موصوفین را اختلاف شدہ دراں تشبیہ خواہد شد کہ اگر آن اختلاف درحقائق ومعارف وتوحید بصوفیہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کردہ خواہد شد زیرا کہ این گروہ محقق واہل کشف ہستند وفریق ثانی نظر وفکر عقلی را دخل میدہند واگر اختلاف درمسائل عبادات ومعاملات است دراں نیز غور کردہ خوا[illegible] شد پس اگر آن اختلاف درمسائل اعمال جوارح تعلق دارد باہل مذہب حنفی رجوع کردہ آید واگر اختلاف در اعمال قلبی ست رجوع بصوفیہ خواہد شد

(دستور العمل حضور رحمۃ اللہ علیہ) وقال دام ارشادہ وامد ادہٗ از فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ بخدمت بابرکت جناب مولوی نذیر احمد خاں صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بعد وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ آپکا نامہ مورخہ ۲۰ رجب سنہ ۱۳۰۴ھ مع ایک پرچہ مطبوعہ مطبع محبوب المطابع شہر میرٹھ جو فقیر کے خط سے منسوب ہے جناب مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری کے ہاتھ پہنچا فقیر کا یہ مسلک ضرور ہے کہ اہل اسلام کی تکفیر پر جرأت نہیں کرتا بلکہ اس سے تنفر قلبی رکھتا ہے اور اس میں صرف اوقات کو حماقت بلکہ خسران وخذلان کا موجب سمجھتا ہے۔ جہاں تک ممکن ہو تاویل کو محبوب سمجھتا ہے بشرطیکہ سواد اعظم کے خلاف نہو اور فقیر صلح بین المومنین کا بدل خواہاں ہے اور اپنے احباب کو بھی فقیر کی یہی نصیحت ہے کہ نزاع سے کنارہ کش رہیں اور مسائل مختلف فیہا میں سواد اعظم کا اتباع کریں اگرچہ وہ مسئلہ اپنی تحقیق کے مخالف ہو کیونکہ سواد اعظم علماء ومشایخ کا خلاف تنزل مرتبہ ایمانیہ کا موجب اور انحطاط کمالات کا مثمر ہے :. اُس خط میں یعنی خط مطبوعہ محبوب المطابع میں جو فقیر کے خلاف ہے اس کی تصریح کرتا ہوں جواب اول میں امکان وقوع کا فرق بتایا گیا ہے منجملہ اس کے اتنا معلوم ہوا کہ کذب کا نقائص میں ہونا متفق علیہ ہے پھر ذات مقدس باری تعالیٰ کیطرف نقص کا استناد کسطرح جائز ہو سکتا ہے گو بر سبیل امکان ہی ہی جواب ثانی میں آیۂ انما انا بشر مثلکم الخ کا منکر کوئی اہل اسلام نہیں سب کا یہی اعتقاد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشر ہیں حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں ہیں انکار بات کا ہے کہ کوئی بشر سمجھکر بڑا بھائی کہنے لگے یا مثل اس کے اور کلمۂ گستاخی زبان سے نکلے یا البتہ موجب خذلان ہے فقیر کے اعتقاد میں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اشرف المخلوقات ہیں اور باعث ایجاد کائنات ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر جواب ثالث کی تصریح یہ ہے کہ فقیر مجلس شریف میلاد مبارک کا مع ہیئت کذائیہ معمولہ علماء ثقات صلحاء ومشایخ کرام بار بار اقرار کر چکا ہے اور اکثر اس کا عامل ہے جیسا کہ فقیر کی دیگر تقریرات وتحریرات سے یہ مضمون ظاہر ہے فقیر کو اس مجلس شریف کے باعث حسنات وبرکات کے معتقد ہونے کے علاوہ یہ عین الیقین ہے کہ اس مجلس مبارک میں فیوض وانوار وبرکات ورحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے جواب رابع میں فقیر کا یہ عقیدہ ہے

کرے ان حرمین شریفین کی تو ہین شتمہ بھر جائز نہیں اور انکا اتفاق کسی مسئلہ شرعی میں حجت جانتا ہوں۔ جیساکہ بزرگان سلف لکھتے آئے ہیں **جواب**:۔ خامس فقیر ہمیشہ سے حنفی المذہب صوفی المشرب ہونیکا مدعی ہے اگرچہ اپنے دعوے میں کامل نہو فقیر تقلید کو واجب جانتا ہے اور اس بات کو اچھا نہیں جانتا کہ کوئی حنفی المذہب ہوکر ایسے مسئلہ کی تائید کرے جس میں حمایت لامذہبی پائی جاوے اور عوام ضلالت میں پڑیں (فقرات مندرجہ کرامت نامہ) حضور مرشدی آہی مولوی نذیر احمد خان صاحب مدرس مدرسہ احمد آباد گجرات مرقومہ رمضان ۱۳۰۷ھ **وقال دام ارشاده** واصلہ الا از امداد اللہ عفا اللہ عنہ۔ بخدمت عزیزم پیرجی مولوی خلیل احمد صاحب انبٹھوی وعزیزم مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی سلمہما اللہ تعالے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ تمام بلاد وممالک ہند مثلاً بنگال وبہار ومدراس ودکن وگجرات وبمبئی وپنجاب وراجپوتانہ ورامپور وبھاولپور وغیرہ سے متواتر اخبار حیرت انگیز حسرت خیز اس قدر آتی ہیں کہ جس کو سنکر فقیر کی طبیعت نہایت ملول ہوتی ہے اسکی علت یہی براہین قاطعہ ودیگر ایسی ہی تحریرات ہیں یہ آتش فتنہ انوار ساطعہ کی تردید سے مشتعل ہوئی کہ تمام عالم اس کی حمایت میں کھڑا ہو گیا اللہ تعالے نے اس کو کچھ ایسی مقبولیت عطا فرمائی کہ تمام ممالک کے علماء ومفاتی نے ساری کتاب کو تہ دل سے پسند فرماکر اسپر اتفاق کیا۔ دیکھو ہندوستان میں سیکڑوں مذاہب کفریہ وعقائد باطلہ مخالف دین وبیخ کن اسلام ظاہر ہوتے جاتے ہیں اور کیسے کیسے شبہات الزام واعتراض شہادت وشبہات وشکوک مذہب اسلام پر وارد کرتے جاتے ہیں پس ایسے وقت میں آپس کی مجادلہ کی جگہ اُس کی تردید کرنی چاہیئے اور قرآن شریف کی خوبیاں فضائل اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے محامد ومکارم اخلاق ومحاسن اوصاف کو ہر مقام وہر شہر وقریہ میں نہایت زور شور سے مشتہر کرنا چاہیئے ایسے وقت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے محامد اوصاف ومکارم اخلاق کو مشتہر واشاعت عام کرنے کے لیئے ہر مقام میں مجلس مولود شریف کا چرچا بڑا عمدہ ذریعہ ومستحسن وسیلہ ہے (فقرات مندرجہ کرامت نامہ حضور مرشدی آہی پیرجی خلیل احمد صاحب مولوی محمود حسن صاحب مرقومہ ذیقعدہ ۱۳۰۸ھ) **وقال دام ارشاده** واصلہ اذہ انوار ساطعہ کے اکثر مسائل میں فقیر دل سے متفق ہوا تو اللہ تعالے کی جناب میں بہت التجا ودعا کی یا اللہ اگر میں ان مسائل میں

صراط مستقیم پر ہوں اور حق بجانب ہوں تو اس کتاب کو مقبول علما رو یا رو امصار و اہل اسلام کر۔ چنانچہ ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالے نے اس کو مقبول فرمایا کہ تمام علمار حرمین شریفین و بلاد اسلام اس کے مسائل میں متفق ہیں۔ و خود کتاب کو بھی پسند کرتے ہیں ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء (مرقومہ دہم رمضان روز سہ شنبہ ۱۳۰۳ھ اسمی راقم الحروف) وقال دام ارشادہ و امدادہ میں خود مولود شریف پڑھواتا ہوں اور قیام کرتا ہوں۔ اور ایک روز میرا یہ حال ہوا کہ بعد قیام سب بیٹھ گئے مگر میں بے خبر کھڑا رہ گیا بعد دیر کے مجھ کو ہوش آیا تب بیٹھا (مرقومہ ۱۳ ربیع الآخر ۱۳۰۳ھ اسمی راقم الحروف) وقال دام ارشادہ و امدادہ انوار ساطعہ را از اول تا آخر شنیدیم و بغور رفتہ بر نظر کردم ہمہ تحقیق را موافق مذہب مشرب خود و بزرگان خود یافتم (مرقومہ یازدہم رجب ۱۳۰۳ھ اسمی راقم الحروف) وقال دام ارشادہ و امدادہ فی الحقیقت نفس مطلب کتاب انوار ساطعہ موافق مذہب و مشرب فقیر و بزرگان فقیر است خوب نوشتید جزاکم اللہ خیر الجزاء اللہ تعالے ما و شما و جمیع مومنان را در ذوق و شوق و محبت خود داشتہ حسن خاتمہ نصیب کند آمین مرقومہ بست و دوم شوال ۱۳۰۳ھ اسمی راقم الحروف)

واضح ہو کہ اول انوار ساطعہ ۱۳۰۲ھ میں مطبوع ہوا تھا رفتہ رفتہ کچھ مدت کے بعد مکہ معظمہ پہنچا اور حضرت مرشدی و مولائی نے بتدریج اس کو ملاحظہ فرمایا بعد ازاں حضور نے جس قدر کرامت نامجات مکہ معظمہ سے رقم فرمائے سب میں یہ مضمون تھا کہ اس کتاب کے مسائل میرے مشرب اور میرے مشائخ کی مشرب سے بالکل موافق و مطابق ہیں پھر حضرت کے قبول فرمانے کی یہ برکت ہوئی کہ یہ کتاب مقبول عام ہو گئی سب ہی کو ہاتھوں ہاتھ لے گئے ایک نسخہ باقی نہ رہا اور لوگوں کا اشتیاق یہ کہ دور دور سے خطوط اس کی طلب میں آرہے ہیں گو گری تمنائے مشتاقین نے مجبور کر دیا کہ پھر چھپوائیے تب حسب الارشاد حضرت مرشدی و مولائی انوار ساطعہ کی نظر ثانی ۱۳۰۳ھ میں شروع کی لیکن اس قدر موانع اور حرج پیش آئے کہ العیاذ باللہ دو مہینہ کام ہوا تو دو مہینے ناغہ گئے بارے شکر اس مولی عز اسمہٗ کا کہ انجام کار ۱۳۰۷ھ میں اس کام سے فراغ حاصل ہوا والحمد للہ رب العلمین والصلوۃ علی شفیعنا خاتم النبیین اللّٰھم اجعلنا بذکرک و بذکر حبیبک متلذذین بآلائک و نعمائک فی الدنیا والاٰخرۃ

متنعمین توفنا مسلمین الحقنا بالصالحین ارزقنا شفاعۃ سید المرسلین ادخلنا الجنۃ بسلام فرحین صلی اللہ تعالیٰ خیر خلقہ ونور عرشہ محمد وآلہ اصحابہ اولیاء امتہ اجمعین اللھم ارحمنا معھم برحمتک یا ارحم الراحمین۔ فقط :

ردِ تقویۃ الایمان

تقویۃ الایمان وہ کتاب ہے جس نے دنیائے اسلام میں آگ لگا دی وہابیت اور بے دینی کا سب سے بڑا میگزین یہی کتاب ہے اس کے شرارے جہاں جہاں پہنچے مذہبیت کے قصر و ایوان کو ان سے سخت نقصان ہوئے علماء کرام نے اس کے متعدد رد لکھے مگر کچھ ایسے نادر الوجود ہو گئے کہ انکا کوئی نسخہ تلاش کرنے سے بھی میسر نہیں آتا اور تقویۃ الایمان کی نہایت کثیر اشاعت کیجا رہی ہی لاکھوں چھاپکر مفت تقسیم کرڈالی گئی۔ ہزارہا وہابی اس کتاب کا وعظ کہتے ہیں وہابی مدرسوں میں اسکا درس دیا جاتا ہے۔ اسکا ضرر بڑا ہی شدید ہے اور اس کے رد کی بہت اشد ضرورت۔

مسلمانوں نے اسکا احساس کیا اور حضرت صدر الافاضل مولٰنا مولوی حافظ حکیم محمد نعیم الدین صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں اہل سنت کی طرف سے متواتر درخواستیں پہنچتی رہیں کہ قلم حق رقم اٹھا کر اسکا رد فرمائیے۔ الحمد للہ حضرت کی توجہ اس طرف منعطف ہوئی اور رد تحریر فرمایا تو ماشاء اللہ تحقیق کے دریا بہا دئے اور باطل کے پردے اٹھا ڈالے غلط استدلال کا پردہ فاش کر دیا۔ افتراءات کی قلعی کھولدی اور جیسا کہ حضرت کے قلم فیض رقم کا خاصہ ہے وہابیت کو ایسا بسمل کر دیا کہ سسک سسک دم توڑنے لگی۔ یہ مبارک کتاب ہر سنی کے پاس رہنی چاہیئے۔ سنی مدارس میں طلبہ کو اس کا مطالعہ کرایا جائے واعظ اس کو اپنے مطالعہ میں رکھیں مسجدوں کے امام نماز کے بعد مقتدیوں کو پڑھکر سنائیں۔ جلد طلب فرمائیے۔

مطبع نعیمی مراد آباد سے طلب فرمائیے۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ واولیاء امتہ اجمعین ۱۲

فہرست مضامین مندرجہ کتاب مستطاب انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ